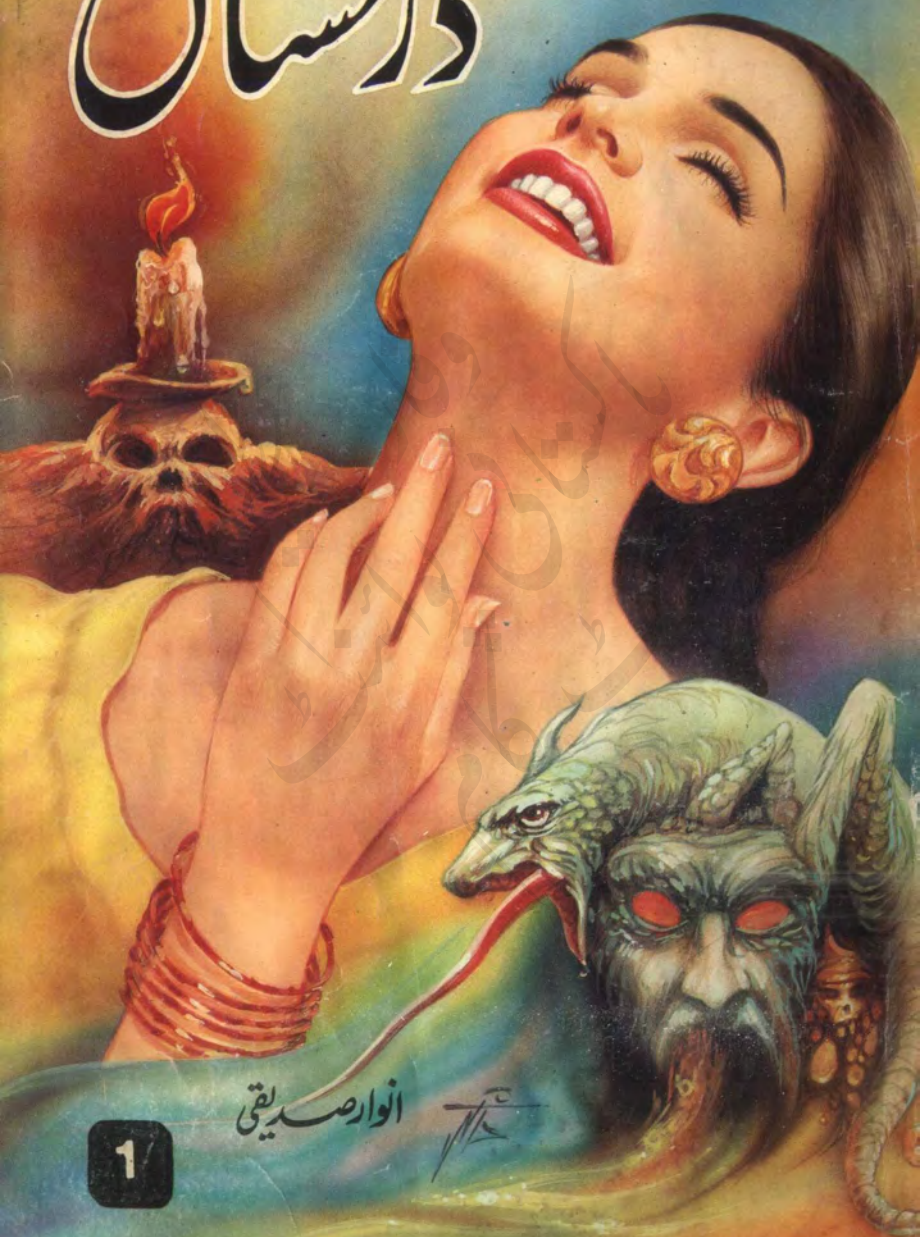


درختان



انوار صدیقی

حیات

1

حسب فرمائش۔!

مکتبہ القریش کے توسط سے ”خبیث“ اور ”برمچاری“ کے بعد ”درخشاں“ پیش خدمت ہے۔

برادر محمد علی قریشی کا اصرار ہے کہ میں ”درخشاں“ کے بارے میں کچھ لکھوں۔ عجیب سی بات ہے کہ یہ رسم اب متعدد مرض کی طرح عام ہو گئی ہے کہ مصنف اپنی ہی تخلیق کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھے اور تخلیق کار اس رعایت سے فائدہ اٹھا کر کچھ نہ کچھ کی آڑ میں بہت کچھ لکھ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنے دبی کو کوئی کھٹا کیوں کھے گا؟

کسی نہات دور اندیش اور معاملہ فہم دانشور نے بڑے عام فہم انداز میں یہ نکتہ خواندہ اور ناخواندہ لوگوں کے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کی تھی کہ..... ”جس روز ہمارے عوام اس حقیقت کو سمجھ لیں گے کہ کالا اونٹ کالا اور بھورا اونٹ بھورا ہوتا ہے اس روز رنگ اور نسل کی تفریق ختم ہو جائے گی اور انسان ایک دوسرے سے پیار و محبت سے پیش آنے کا ہنریکھ لے گا کہ یہی انسانیت کا تقاضہ بھی ہے“ بہر حال ”درخشاں“ کے بارے میں سب سے پیشتر میں اس بات کا اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کا مرکزی خیال میں نے کہیں اور سے لیا تھا، پھر رائی کا پہاڑ بنتا چلا گیا، کمائی کا کیوس اتنا وسیع و عریض تھا کہ ایک نئی ”طلم ہو شرما“ وجود میں آ سکتی تھی لیکن میں نے حسب عادت گریز سے کام لیا۔ جن دوستوں اور واقف کاروں نے میری سلسلہ وار کمائی ”انکا“ کا مطالعہ کیا ہے وہ اب بھی اس بات کے شاکی ہیں کہ میں نے اس سلسلے کو ختم کر کے دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا اس لئے کہ ”انکا“ ہر دور کی اہم ضرورت ثابت ہو سکتی تھی۔ آج مجھے بھی اکثر ”انکا“ کی کمی کا احساس بڑی شدت سے ہوتا ہے..... وہ ہوتی تو دہشت گردوں کے سروں پر جا جا کر ان کو انسانیت کا درس دے سکتی تھی۔ سیاست برائے

لوٹ کھوٹ کرنے والوں کا خون پی کر وہ انہیں عوام کا خون پینے سے باز رکھ سکتی تھی۔ پھر شاید حالات وہ نہ ہوتے جو آج ہیں!!

”درخشاں“ کی کہانی ایک حسین خواب ہے جو ایک سر پھرے نواب زادے کی روح کو تسکین دیتا ہے، اس کی زندگی میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا اس کو پر کرنے کی خاطر مم جوئی پر آمادہ کرتا ہے۔ حقیقت کیا تھی؟ اس کا اندازہ آپ کو کہانی پڑھنے کے بعد ہی ہو سکے گا، مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ کہانی میں کچھ ایسی پر اسرار اور حیرت انگیز چویش بھی آگئی ہے جسے شاید آپ کی عقل سلیم قبول نہ کرے لیکن جسے ہم کل تک تسلیم نہیں کرتے تھے اسے آج حقیقت کے روپ میں دیکھ کر تسلیم کرنا پڑا۔ اور آج جو کچھ ہمیں محض ”فکشن“ نظر آ رہا ہے ہو سکتا ہے کل وہ ٹھوس شکل میں ظاہر ہو کر ہمیں اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور کر دے۔

مثبت ایزدی کے آگے انسان کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کی لامبھی ”نیل آرمسٹرانگ (NEIL ARMSTRONG) کے سر پر ضرور پڑی ہوتی جس نے 21 جولائی 1969ء کو چاند کی سرزمین پر قدم رکھنے کی جسارت کی تھی۔

میں ”درخشاں“ کی اشاعت کے سلسلے میں ”جاسوسی ڈائجسٹ“ کے روح رواں محترم معراج رسول صاحب کا بھی بیکر شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اسے کسی دوسرے ادارے سے شائع ہونے کی اجازت دے کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

انوار صدیقی

بے زار رہتا ہے، نفاہ وہ ایک سید حساد اور دم غن شخص واقع ہوا تھا لیکن اس کی شخصیت کی گہرائی اور اس کے تجربے کا اندازہ اس کے چسکے اور پیشانی پر نظر آنے والی پٹھنوں سے بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔ اس کی زنگت پیلے برقعے، لمبے کی طرح اور بال جھوٹے تھے۔ عمر کی پچاس سے زیادہ ستریں مل کر لینے کے باوجود اس کے قوی بیچڑ غیور تھے۔ وہ برقت مستعد اور چاقی و چوند بننے کا مادی تھا۔ اس وقت بھی کہ جب میں رنگ سے لگا کھڑا لاہور نظر آں تو اس سے مومنوں کے علاوہ سے ٹھٹھ انداز ہو رہا تھا ایسے اپنے مقصودس انداز میں مود بین نظروں سے نگلے کسی آنے والے خطے کے عیسوی کرنے میں منہمک تھا۔ جس کچھ دیر تک حوشے پر تہنا کھڑا رہا، میرا وفا وار کا نامی میسے قریب ہی موجود تھا، اس کی ہتی ہوئی دم ایک بار میسے بیڑوں سے مخرائی تو میں نہ جانے کیوں سادی جان سے

بحری عقیاب سند کی بھیری ہوئی مومنوں کا سینہ پیرتا ہوا اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ میں مرنے پر کھڑا رنگ پر غیور سے دونوں ہاتھ جمانے سند کی مومنوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ صرف ایک روز پہلے ہی جہاز کے بروئے اور تجربہ کار کپتان ایسٹلے نے مجھے باور کرائے کی کرشمش کی تھی کہ ہم مغرب بحر کابل کے بہترین طوفان سے دوچار ہونے والے ہیں۔ ایسٹلے کا تعلق پرنکال کے ایک عیسائی خاندان سے تھا۔ بحری عقیاب پر وہ تقریباً اچھارہ سال سے کپتان تھا اور اس جہاز پر اس نے دنیا کے بیشتر ممالک اور دور دراز کا سفر بار لگایا تھا۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس کا تجربہ بھی وسیع اور گہرا ہو گیا تھا۔ جہان کے نام سے اس کی شخصیت بھی بڑی حد تک مناسبت رکھتی تھی اس کی آنکھیں برقت کسی ایسے عقیاب ہی کے مانند جیتی رہتی تھیں جو اپنے وطن پر بھپٹنے کے لیے

لڑا تھا، میری عزت ٹوٹ گئی، میں نے نظر نہ مچا کر کے مانی
 کو دیکھا جو میرے اچانک پرتختے سے ایک لمبے کو خود بھی گونوا
 گیا تھا پھر جب اُسے اپنی منگی کا احساس ہوا تو اس نے اپنی
 زبان باہر نکال لی اور مجھے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جس میں
 شرمندگی کا اظہار کوٹ کوٹ کر نظر آتا تھا۔ مجھے مانی پر بے اختیار
 پیار آ گیا، میں نے قہر سے جھک کر اس کے سر پر بھرت سے ہاتھ
 چڑا کر اس کی آنکھیں خوشی سے جھک گئیں اور اس نے عقیدت
 سے میرے قدموں پر اپنی نظریں مسلط کر دیں۔
 یہ بتانا ضروری تھا کہ مانی کو اس جڑی سفید میں اپنے ساتھ
 لینے میں میرے ارادے کو مطلع کوئی دوس نہیں تھا۔ یہ بات بھی
 دست ہے کہ مانی مجھے اپنی موجودہ تنہا اور انساں زندگی میں بہت
 عزیز تھا لیکن میں نے اچانک جس خطرناک سفر پر روانہ ہونے کا
 ارادہ کیا تھا اس میں مانی کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا، گھر سے
 روانہ ہوتے وقت میں نے اپنے ملازم کو مانی کے سلسلے میں سختی
 سے تاکید کی تھی کہ میری فرجورگی میں مانی کا خاص خیال رکھا جائے
 اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ پھر جب ملازم مانی کو میرے
 سلسلے سے بنا کر دوسرے کمرے میں لے گیا تو میں تیز قدم
 اٹھا کر اپنی شاندار عریض سے باہر گیا جہاں میرے ساتھی کا میں
 میرے مندرجہ ذیل رہنے کے لئے آگیا دیکھ کر وہی مسعدی سے
 آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا، میں اچھی کار کے قریب ہی پہنچا
 تھا کہ پشت سے ملازم کے چپنے کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی
 پھر میں نے مانی کو دیکھا جو بہت قریب آ کر میرے
 قدموں میں یوں ٹپکنے لگا جیسے وہ کسی قیمت پر میرا ساتھ چھوڑنے
 کو آمادہ نہیں ہے مجھے اس بے زبان مگر دغا دار جانور پر پتھر آگیا
 اور میں مانی بھی میرا دم سفر نہ کیا۔
 دوسرے پراس وقت میرے ارد مانی کے سوا کوئی تیسرا فرد
 موجود نہیں تھا۔ میں نے نظر اس افکار انسان کی طرف دیکھا جہاں
 گہرے افسوس رنگ کے بدل سے مجھے بھی پوری گھٹی گرج کے
 ساتھ برس چڑھنے کے لئے پرتول مہے تھے۔ ہر بھی بندید تیز ہو
 رہی تھی میں نے اسے اپنے سر پر نگاہ پڑھنے کے لئے اٹھایا۔ جو
 کمزور دل دم کے نشیے سے مکا ہوا چنانچہ میں کھانا ہوا سے ملے گئے پاپ
 سلکانے میں غوغا میں نے مانی کی ذمہ داری سے نکال کر
 اپنے ہاتھ میں لے چھوڑا۔ اچانک میں نے جیسے کی سمت مبارک تھا کہ
 ایک موٹر پر اچانک جہاز کا نائب کپتان جیسے جو ڈھاک کا رہنے
 والا تھا، سامنے آگیا۔ حسب معمول اس وقت بھی اس نے میرے
 پیالے پہلے مانی پر ایک کمری نظر ڈالی پھر اس کے ہونٹوں پر
 ایک پراسرار ہنسا اُبھرایا۔ جیسے اس کی خصوصیات کو میں

کا ثبوت دیتے ہوئے کپتان ایٹلے کو میرے سفر کی پراسرار نوعیت
 سے آگاہ کر دیا۔ ہر اور وہ بڑھاپا پر نکال اس وقت بھی جھکتی ہوئی
 دھڑکن کا نہ کہ چھپر کر میرا جھبہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔
 میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے قہر سے دھڑکتے ہوئے میں اپنا
 سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: "ملائی کی ذات کا کسی
 جھکتی ہوئی روح سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟
 "مانی کا نہ کسی یکن جیسے کا جھکتی ہوئی دھڑکن سے مراد
 بہت کمزور تعلق ہے۔ ایٹلے نے لا پرواہی سے جواب دیا: "اس کا
 دھڑکن ہے کہ وہ دھڑکن کو ملائے کا عمل جانتا ہے۔
 "تھاراکا خیال ہے کہ میں نے بڑھاپے کو کرکشی ہوئے
 سوال کیا یہ کیا تم جیسے کے دوسرے کی تصدیق نہیں کر سکتے؟
 "مجھے قطعاً سمجھنے کی کوشش مت کرو میرے دوست۔ ایٹلے
 نے بڑے سادہ اور خشک جواب میں کہا: "جیسے میرا دم جیسے
 ہے گزشتہ اتھارہ سال سے وہ بھی اسی جہاز پر اپنے فرائض
 انجام دے رہا ہے۔ ہمارے درمیان آج تک کبھی کوئی اختلاف
 نہیں ہوا لیکن....
 "لیکن کیا ہے؟ میں نے ایٹلے کے اچانک فائرسز ہوجانے
 پر بے یقینی سے دریافت کیا۔
 "ذاتی طور پر میں ان فغول باتوں کا قائل نہیں ہوں۔
 ایٹلے نے ملتے ہوئے جواب دیا: "میں نے آج کبھی نہیں
 کو دھڑکن کو ملائے کا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ البتہ اس جہاز پر
 سفر کرنے والے اکثر شوقین یا سحر میں جیسے کے دوسرے
 کی تصدیق کی ہے۔
 "جیسے کی شخصیت کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے
 کیا ہے؟ میں نے بات کو ذرا آگے بڑھانے کی کوشش کی۔
 "نہایت دلیر اور تجویز کا شخص ہے میرے ساتھ اس کا
 طرز عمل ہمیشہ دوستانہ رہا ہے۔ آج تک اس نے کبھی جھپٹیت
 کپتان کے مجھے اپنے عمل سے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ خطروں
 کے وقت وہ ہمیشہ پیش پیش رہنے کی کوشش کرتا ہے۔
 موت دہری ہے شاید ہی ایسے جیسے کو بھی پراسرار نظر نہیں
 آتا مجھے اس کی عادت بھی پسند ہے۔
 "کیا وہ شادی شدہ ہے؟ میں نے یوں ہی دریافت کیا۔
 "بارہ سال پہلے کی بات ہے۔ ایٹلے نے ذہن آلودہ تپیل
 کی سلائی سے پائپ کی لاکھ کو کرکشی ہوئے ایک سرواہ بھر
 کر جواب دیا: "جیسے نے جزیرہ برائ کی ایک نوزائیدہ لڑکی
 حسین سے اپنی پند کی شادی کی تھی، اس وقت وہ بے انتہا
 محروم تھا لیکن اس کی خوشی بڑی عارضی اور ناپائیدار
 ثابت ہوئی۔ شادی کے صرف دو روز بعد مانی سے جزیہ ہ
 سونوں کے سفر کے دوران اس کی بیوی ہیشہ کے لیے اس سے
 روٹھ گئی۔ اس کی موت اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھی کہ جہاز
 کے عملے کے تمام افراد حیران رہ گئے۔ اس روز میں نے پہلی اور
 آخری بار جیسے کو کسی معصوم بچے کی مانند پھوٹ پھوٹ کر اد
 بلک بلک کر روتے دیکھا تھا پھر اس نے خود اپنے ہاتھوں سے
 اپنی محنت کو سمندر کی تیار لہروں کے حوالے کر دیا اور....
 "اوکیا ہے؟ میں نے جیسے بھری آواز میں پوچھا۔
 "اس دن کے بعد سے جیسے نے دھڑکن کو ملائے کا عمل
 سیکھنا شروع کر دیا۔ ایٹلے نے پائپ کی سروراکھ کرکشی ہوئے
 جواب دیا: "میں شروع میں میں نے اسے دیکھے کی کوشش
 کی تھی لیکن جب اس کا لائق دلوانی کی حد تک پہنچ گیا تو میں
 نے اپنی زبان بند کر دی۔ یوں بھی ہم اپنی اپنی مرضی کے مطابق
 جلا رہا ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا۔
 دھڑکن اور حادثات کا پیشینہ میری طبیعت میں تھا۔ بڑے
 یونے دوسال تک جیسے پر ہر وقت دھڑکن کو ملائے کا عمل
 دیکھنے کا جھوٹا سوارا ہا پھر وہ اس لفظ آنے لگا۔ شاید وہ اپنے
 غصے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ایک بار اس نے مجھ سے
 کہا تھا کہ اب وہ جب جانتا ہے اپنی روحی ہوئی محنت
 کو دوبارہ فریادی صورت میں حاصل کر لیتا ہے اور یہی وہ اس
 سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب
 نہیں دیا تھا۔ یوں پربل مسکرا کر چپک چپک جیسے کو غائب میری
 فائرسز گولان گولی تھی شاید ہی اسے اس نے دوبارہ بھی
 اس مسئلے پر مجھ سے گفتگو نہیں کی۔
 میں ایٹلے سے کچھ اور معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن عملے کے
 ایک کا دھڑکنے سے آکر میں دم کی بابت کچھ بتا تو وہ مجھ
 سے معذرت طلب کرتا ہوا نہایت برقع نقادی سے آجمن دم
 کی جانب چلا گیا۔ بات آخری تھی۔ جو مانی کے بعد کچھ تر
 سفر کے سلسلے میں اور کچھ اپنے دوستوں کے ساتھ اتنا محظوظ
 رہا کہ جیسے کی ذات میں مزید دیکھیں گے۔ اس کا لیکن اس
 وقت اچانک مدبیر ہوئی اور مانی کو دیکھ کر اس نے ہونٹوں
 پر ہر دھڑکی پراسرار ہنسا اُبھرائی تو میں مضبوط نہ کر سکا اور ذرا خود کو
 کے قریب دھڑکنے ہوئے ہوا۔
 "میرے دوست اگر تم کو میرا مانی پسند آگیا ہے تو میں
 خوشی سے تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔
 "شکوہ قلم سے اس نے بڑے مذہب انداز میں جواب
 دیا: "آپ کا مانی حقیقت بہت خوب صورت ہے۔"

وہ اپنے زونٹوں پر جستم بکھرتے تھے نہایت خندہ پیشانی سے بولا۔
 ”میسٹر محترم۔ جنب کا عمل خدا کے سوا کسی اور کو نہیں ہر سنا سکر
 قیاس کرنے پر کوئی پابندی کبھی نہیں ملتا نہ ملے گا جسے میں بھی
 میں نے پڑھے کئے لوگوں سے بہت بھڑکن دکھائے کالے جادو
 کے ہائے میں تو میں نے بے شمار لوگوں کو قستم کھاتے سنا ہے۔
 منگرات اپنے اپنے عقیدے کی بنے ہیں آواگون کے منے نہیں
 مانتا لیکن منہ دھرم کے بڑے بڑے ہندت پجاری اس پر
 افتقاد رکھتے ہیں۔“

”میں قیدیوں اور افتقاد کی باتوں میں نہیں اُلجھتا چاہتا میر
 دوست : میں نے جیکسن کے لیے کی کاٹ کو عروس کرتے ہوئے
 دوستانہ انداز میں کہا : ”البتہ مانی میں تھاری بڑھتی ہوئی دلچسپی کا
 سبب فرد دریافت کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”فی الحال میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں نے عروس
 مانی آپ کے لیے کسی موقع پر ایسی ڈھال ثابت ہو گا جو موت
 اور زندگی کے بھیاں کھیل میں بڑا اہم اور نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔
 ”جو بات یہ کہنا چاہتے ہو کہ مانی میں کسی وقت موت کے منہ
 سے باہر نکال لے گا : میں نے تجیدگی سے پوچھا۔

”میں بھڑکی وقت تفصیل سے اس مسئلے پر آپ سے
 گفتگو کروں گا بشریکہ آپ پسند کر لیں۔ جیکسن نے مسکراتے
 ہوئے کہا : اس وقت میں فوری طور پر کپتان ایٹلے سے مل کر
 اسے یہ بتانے جا رہا ہوں کہ آج کی رات بحری عقاب اولس
 کے مسافروں کے لیے بھاری ہے۔“

”ایٹلے مجھے پہلے بتی بنا پچھلے کہ تم منقلب بحر شمالی
 کے خطرناک مانیکلون سے بھی دوچار ہو سکتے ہیں : میں نے
 لا پرواہی سے جواب دیا۔

”جیکسن نے مجھے دیکھنے کے بجائے ایک بار پھر مانی کو
 دلچسپ نظروں سے دیکھا پھر مسکراتا ہوا کنٹرول روم کی سمت
 چلا گیا۔ غائب اس نے میری بات پر توجہ نہیں دی حتیٰ با پھر
 دیدہ و دانستار نے میری ذات سے زیادہ مانی کے وجود کو
 اہمیت دینے کی کوشش کی تھی میں چند ثانیے اپنی جگہ مناسرت
 کھڑا رہا پھر قدم اٹھاتا ہوا اپنے کہیں میں آگیا۔ اس وقت شام
 کے چاند کا مل رہا ہو گا۔“

بحری عقاب ڈھاناک کے ایک بگڑے دل میں نالے
 کا انتہائی خوب صورت جہاز تھا جسے اُس نے اپنے ذاتی اور
 خاص استعمال کے لیے تیار کرایا تھا لیکن جب اُس کا دل گنا گنا تو
 اُس نے اپنے لیے دوسرا جہاز بڑا لیا اور بحری عقاب کو کرائے

”تم چاہو تو اسے لے سکتے ہو : میں نے دوستانہ انداز
 میں اُسے دوبارہ پیش کش کی تو وہ مسکرا دیا۔
 ”مجھے بالترجہ جانوروں کا کبھی اس حد تک شوق نہیں
 ہوا کہ انہیں گلے کا دار بنالوں : جیکسن نے کہا پھر مانی کو
 منور دیکھنے لگا۔

”کی تحقیق میرے کمانی میں کوئی خاص بات نظر آ رہی ہے۔“
 ”نہ اُس کی عورت کو عروس کرتے ہوئے دریافت کیا۔
 ”جی ہاں : وہ ایک سخت گری جندگی سے بولا پھر لا پرواہی
 سے کہنے لگا : ”آپ جس سے میری بات کو مذاق سمجھیں لیکن میں
 رُسے و شوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ سفر میں مانی آپ
 کے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے عید اہم ثابت ہو گا۔ ہر
 تمہارے کسی خاص موقع پر مانی آپ تینوں کے لیے نجات
 جندہ بھی بن جائے۔“

”بہت خوب : میں نے دلچسپی لیتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔
 ”کیا میں یہ جیکھوں کہ تین مشن میں جاننے کا شوق بھی ہے ؟
 ”جوز اور پاسٹری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں میرے محترم
 روز مغرب میں لیے افراد کی کمی نہیں جو جھوٹے موٹے شعیروں
 پر بھی ایمان لے آتے ہیں اور بڑی گردن کو منہ مانگی رقم دینے
 پر تیار ہو جاتے ہیں : جیکسن نے کھل کر مسکراتے ہوئے کہا پھر
 غلط ہو کر بولا : ”ہاں میں نے مل ہی تفریح بیع کیلے دھوون
 کو بلانے کے دو تین گریکھ لکھے ہیں۔“

”اوہ : میں اس طرح چوکا بیسے اُس کی یہ صفت پہلی
 بار میرے علم میں آئی ہو : پھر جو تم ہلکے لیے جید کا نام آدنی
 ثابت ہو سکتے ہو شائد تم کسی روح کو طلب کر کے یہ بھی دریافت
 کر سکتے ہو کہ تمہارا یہ سفر کامیاب ہو گا یا نہیں اور : یہ کہہ مے
 جس مقصد کیلے یہ سفر اختیار کیا ہے اس میں میں جس حد تک
 کامیابی ہوگی۔“

”کیوں نہیں : وہ بڑے پُر اعتماد لہجے میں بولا : ”روحوں کو
 آنے والے حالات کا بخوبی علم ہوتا ہے لیکن : لیکن سیاح قسم کے
 لوگ اس قسم کی باتوں پر یقین نہیں رکھتے : وہ اسے محض دقت
 گرداری کا شغل سمجھتے ہیں۔“

”کیا تم ہلکے لیے بھی اپنے اس فن کا مظاہرہ کر سکتے ہو ؟
 ”کیوں نہیں : بشریکہ آپ اسے پسند کریں۔“
 ”مانی کے سلسلے میں یقیناً روح نے کیا اخلاص دی ہے ؟
 میں نے جیکسن کو ذرا پھیرنے کی خاطر زہر خندہ سے پوچھا۔
 ”ایک لمبے کو جیکسن کے چہرے کے اثرات میں کھنچاؤ
 پیدا ہو گیا اُسے میری بات گراں گزری تھی لیکن اُسے سہجی لگے

پر جلانا شروع کر دیا، اس میں ٹلے کے رہنمائی کروں کے علاوہ کچھ پر تعین نہیں کیا کہ اس میں دم اور ملبہ دلیہ ڈالینگا اور ڈانگ نام بھی موجود تھے، دو معتد بہن بھی تھے جو غائب مخصوص ملازموں کے لیے بنائے گئے تھے، وہ فیکہ جری عتاب سناہوں کیلئے ہمیشہ توجہ کا مرکز بنا رہا تھا، میں اسے اپنی خوش قسمتی کی کہوں گا کہ میں نے جس خطرات کا سفر کا رواہ کیا تھا اس کے لیے مجھے جری عتاب پر آسانی کی گئی۔ نہ صرف یہی نہیں بلکہ میرے بہترین اور عزیز ترین دوست کیلکشن اور جیکب بھی خلاف توقع اس سفر پر میرے ساتھ شریک بننے پر آمادہ ہو گئے تھے، شاید اس لیے کہ انھیں اس سفر کے دوران پیشہ سنے والے ان سنگین اور ہولناک واقعات کا دم و گمان بھی نہیں تھا جن کا ذکر میں آگے کروں گا۔

ہم اس جری سفر کا آغاز سیلون سے ہوا تھا، روانگی سے قبل میں نے سفر کے دوران استعمال ہونے والے تمام سامان وافر مقدار میں خرید لیا تھا، کیلکشن نے دواؤں کے علاوہ اپنا سر جری کا سامان بھی ساتھ لیا تھا جیکب نے اپنی مذہبی کتابیں خاص طور پر اپنے ہمراہ رکھی تھیں، اس کے علاوہ بکرا کاہل کے ان دیکھے جڑاڑیں بولی جانے والی مختلف زبانوں کی کتابیں بھی جیکب ہی کے اہل پر خریدی گئی تھیں جیکب کا خیال تھا کہ زبان کا مسئلہ حل ہوجانے کے بعد وہ ان جڑاڑیوں میں اپنی ایک مذہب کی کتابیں بیچ سکیں گی اور لوگ مذہب کے دور چاہتے تھے اپنی شخصیت سے انھیں محبوب و مسحور کر کے برآسانی اپنے دہک میں ڈھال سکے گا۔ ہر چند کہ میں اس کی باتوں کو فریضے کے حق میں نہیں تھا لیکن کیلکشن کی سفارش پر میں نے جیکب کی بات مان لی تھی، ان کتابوں کی اہمیت کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا۔

ہر حال ہمارے سفر کا آغاز انسانی خوش گراہ حالات اور موسم میں ہوا، سیلون اور پھر فرینش سے ہوتے ہوئے ملہون تک کا سفر نہایت فرحت انگیز تھا، ملہون کی نزدیکی سے ہم نے اندھن کے سالن کے علاوہ دیگر کچھ ضروری اشیاء بھی خریدیں ملہون سے پہلے ان ایسے کی سفارش پر ایک سیامی جوڑا بھی ہمارا شریک سفر بن گیا۔ اس جوڑے کو آسٹریلیا کی حکومت نے اپنی حدود سے نکل جانے کا حکم صادر کر دیا تھا، لیکن ایسے کو سیامی لوٹ کی آہ و زاری پر دم نہ کیا، چنانچہ ہم نے ان میں بوری کو ملازموں کی فرست میں شامل کر کے اپنے ساتھ لے لیا اور وہ جہاز میں ان کے تصرف میں لے دیا جو خاص ملازموں کے لیے ڈال تھا، جیکب نے وہی زبان میں اس سیامی جوڑے کو ساتھ

لینے کی مخالفت کی تھی لیکن کیلکشن نے انسانیت کے نام پر اسے چپ بپہنے کی تاکید کی تو وہ خاموش ہو گیا۔

ملہون سے ملہنی کے سفر کے دوران کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جس کا تذکرہ ضروری ہو ملہنی سے ہمارا جہاز سووا (SUVA) کی طرف روانہ ہوا جو ملہنی سے سترہ سو میل کے فاصلے پر تھا، خوش گراہ موسم ملہنی تک ہمارا ساتھ دیا لیکن ملہنی کی بندرگاہ سے روانہ ہوتے ہی ہر طرح کے نکال کتیاں نے ہمیں خطرناک طوفانوں سے مقابلے کیلئے تیار رہنے کی تاکید کر دی تھی، کیلکشن ہم پر طبیعت کا مالک تھا اس پر طوفانوں کے ذکر کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن جیکب کی حالت طوفان آنے سے پیشتر ہی غیر معمولی تھی وہ ہر وقت ہڑتوں کے درمیان بکھڑا رہتا تھا اور بار بار ان آسمان کی جانب نظریں اٹھاتا تھا جیسے خداوند سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہو۔

رات کے کھانے کے بعد ہم ڈانگ روم میں جمع ہوئے تو اس وقت بھی جیکب کا چہرہ زرد ہی رہا تھا اور ہڑتوں کی جنبش یہ سنو آہستہ آہستہ جاری تھی باہر بارش کا زور شروع ہو چکا تھا لیکن بارش کی وجہ سے ہوائی شدت میں کمی آگئی تھی اور پیر خیال تھا کہ سمندر میں سفر میں تیز بارشیں اتنی خطرناک نہیں ہوتیں جتنی تیز ہوائیں شدت کا باعث بن جاتی ہیں میں نے کسی پر آمادہ سے بیٹھے ہوئے ایک نظر اپنی دکان گھڑی پر ڈالی اس وقت رات کے سوا نو بجے تھے، کھانے کے بعد غری بار جب میں عطرے کی طرف گیا تھا تو موسلا دھار بارش لگنا لگا ہوا تھا، کپتان ایسے نے ہر شمال میں آنے والے ساحلوں کی تباہ کاریوں کے امکانات کے پیش نظر ہمیں حصار طرہ رکھا تھا سے مقابلے کا مشورہ دیا تھا لیکن جیسے نے ہرے واضح طور پر کہا تھا کہ آج کی رات جری عتاب اور اس کے مسافروں پر

بھاری ہے۔

ہر چند کہ ایک سالانہ منہ کی حریت سے میں کے عقیدے کا قائل نہیں لیکن نہ جانے کیوں مجھے جیسے کی پیش گوئی میں وزن محسوس ہوا تھا۔ اسی وجہ سے میں کھانے کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ ڈانگ روم میں آ گیا۔ اس طرح جیکب کی پریشانی بھی کچھ کم ہو گئی تھی لیکن جسے کسی زردی بھی نہ ہوا تھا۔ میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کیلکشن کو قاب کرتے ہوئے پوچھا۔

”جیکب کے ہاں میں تھا، یہی کیلکشن ہے؟“

”اچھا، صاف صحت مند ہی ہے، بظاہر اسے کوئی ایسی ماری لڑھکیوں نے ہی جیسے ہماری زبان میں تمک یا خطر کا کہا جاتا

ہے، جیکب کیلکشن نے اپنا ایک منہ سے میرے کیلکشن کی طرف رستے ہوئے کہا، تم کو اس وقت جیسے کا خیال کیسے آگیا؟“

”میں نے وہ دھوکا کھانے کا عمل جانتا ہے۔“

”میں نے یہ نہیں معلوم ہوا۔“

”بڑے کتیاں نے بتایا تھا، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”چند روز سے ترقی سے بولا، جیسے مسکراتی میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا ہے، میں نے اس غرض سے ایسے کو ڈانگ روم میں بھیجا تھا کہ جیسے کو بائیں کچھ سکون ملے۔“

”کتنے میں دلچسپی، جیکب نے جرت سے کہا پھر اساتہ بنا کر اپنی رائے کا اظہار کیا، ہو سکتا ہے جری ملازمت اختیار کرنے سے پہلے وہ میری سیٹی کا ملازم ہوا اور آوارہ کتوں کو پھونکھانے لگا، اس کے ذرائع میں شامل رہا ہو۔“

”جو کہ کیلکشن نے اسے کھوتے ہوئے نہایت بھونک سے ڈانگ روم میں آنا تو اس وقت ہم ہمارے درمیان نہ ہوتے، اب تک وہ نہیں بھی کہیں نہ کہیں ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔“

”تم سے اس سے زیادہ معیاری مذاق کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی، جیکب نے تھکات سے کہا۔“

”جیسے کا خیال ہے کہ میرا، یہ کسی موقع پر ہمیں موت کے منہ سے جانے میں بھی کارآمد ثابت ہوگا۔“ میں نے بدستور تبخیر کی گئی۔

”شعبہ بازی۔“ جیکب کیلکشن کو گھومتے ہوئے بولا، اکثر انسانی ذکاوت اور نرمی بھی مریض کو دیکھنے ہی جلا دیا جس کے معمول میں کمر بستہ رہا چھوڑ کر مایاں کرنے میں صرف اپنی اہمیت برعکس کیلئے مگر میرے نزدیک یہ نہایت گھٹیا اور پھر طریقہ ہے۔“

”ایک ماہر سرجن کا فرض ہے کہ وہ مرض اور مریض دونوں کو دیکھ کر کوئی رائے قائم کرے۔“ کیلکشن مسکرایا اور اٹھا۔

”ہاں میں بولنے میں نام کر چکا ہوں وہ نہایت مستعد ہے۔“

”جیسے نے ایک اہم بات اور بھی کہی ہے جس کا تعلق آج رات سے ہے۔“

”میں نے کیلکشن اور جیکب کی لوک بھونک نظر انداز کرتے ہوئے کہا، اس کا کہنا ہے کہ آج کی رات جہاز اور اس کے مسافروں پر بھاری ہوا ہوگی۔“

”جیسے اس کا اندازہ اس وقت ہو گیا تھا جب تم دونوں نے سیامی جوڑے کو جہاز پر چڑھ دی تھی۔“ جیکب نے بے یں تبخیر کی تھی۔

”تم بھول رہے ہو جیکب کہ ان میں بوری کو جہاز پر سوار ہونے کی دن کی گزرتی ہے، میں جیکب جیسے نے آج کی رات کو ہمارے

لیے بھاری قرار دیا ہے۔“ کیلکشن نے جیکب کو سہجے ہوئے کہا پھر وہی زبان میں بولا، تم نے شاید اس سیامی جوڑے کو نور سے نہیں دیکھا، سرے پاؤں تک قیامت ہی قیامت نظر آتی ہے۔“

”بہتر غرض موت اور جیسی ہی غرض موت اور جیسی جہازوں میں نظر آتا ہے۔“

”اگر تمہارا یہی خیال ہے تو ہجرت فی جزیرے پر جہاز سے نیچے اترنے کی زحمت گوارا نہ کرنا، اس لیے کہ وہاں جھین فہم قدم پر ہمیں جہازوں سے واسطہ پڑے گا۔“ کیلکشن نے جیکب کو چھوڑنے کے ہوئے کہا۔ میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ فی جزیرے کی کتیاں لڑکیاں پادریوں کو اپنے غرض موت جال میں پھانس کر ہمیشہ کے لیے پتھر بناتی ہیں۔“

ابھی کیلکشن اور جیکب میں یہ دلچسپ نوک جھونک ماری تھی کہ کہ میں جیسے اپنا بک بھونچا ہوا آگیا، یقیناً کسی تیز لہر نے بھری شدت سے جری عتاب کی قوت کو ٹھکرا رکھا تھا اور نتیجہ کے طور پر جہاز کے چکر لاکھانے سے ڈانگ روم کی بیشتر آرائشی چیزیں اپنی جگہ چھوڑ کر خوش ہو آگئیں، میں سے وہیں میں جیکب کی پیشین گوئی کے الفاظ کو گھنے گئے، کیلکشن بھی نہایت سنجیدہ ہو گیا اور جیکب کے جسے کہ دیکھ کر تو یہ عموماً ہوتا تھا مجھے اسے جانب سے ٹھکرا گیا، ہوا اس کے ہڑتوں کی بدباہت بھی تیز ہو گئی تھی۔

”ہم نے خاموشی کا ہوس سے ایک دوسرے کو دیکھ لیکن بیشتر اس کے کوئی تباہ کن خیال کر سکتے جہاز سے ایک چکر لادو کہ یا یہاں سے اگر گری کے مچھوں یا پانی کی گرت مضمحل سے نہ جالی ہوئی تو یقیناً منہ کے بل فرش پر نر جک گیا ہوتا، کیلکشن نے بھی نہایت چھرتی سے خود کو سنبھال لیا لیکن جیکب دوسرے جھٹکے کی ذمہ سے خود کو بچا سکا اور اپنی نشست سے اٹھ کر نیچے فرش پر گر پڑا تھا۔“

”خداوند رحم۔“ جیکب کی خوف زدہ آواز ہمارے کانوں سے مچھائی۔

جہاز کے دوسرا چکر لاکھتے ہی مانی نے جوڑے سے تیز ہوا کے قریب خاموش مچھتی تھا کہ تباہ کن آواز میں جھونکا شروع کر دیا تھا، حالات نے اس قدر اچانک اور غیر متوقع طور پر گھٹائی تھی کہ کم تر ہرگز کہہ سکتے، پھر کیلکشن نے غائب جیکب کو فرش سے اٹھانے کیلئے اپنی نشست چھوڑ دی تھی کہ جیسے چکر لے کے ساتھ خود بھی لڑکھڑاتا ہوا فرش پر بچنے ویز قایلین پر دیگر ہو گیا۔ اسی کے ایک لمحہ جگہ جگہ ہمیں کہیں کے دواڑے پر

نوردار ہوا اور تھک کر لڑا۔ حضرات باہر شہید طوفان پہنچے خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کیجیے۔

طاح کے جاتے ہی میں نے یکایک شش کو دوبارہ ہنسل کر اٹھنے پڑے دیکھ لیکن جہاز جرفاٹا طوفان لڑوں کے درمیان پھنس چکا تھا بڑی طرح بچکے کھانے لگا تھا "خفا" نامی ہسپتال جھونکے جا رہا تھا، یکایک شش برقی شکل سے ایک طرف کا سہارا لیتا ہوا دوبارہ اپنی کرسی پر آگیا، میرے لیے کرسی پر ہونے کے باوجود اپنا توازن برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ باہر سے اٹھنے والا مروجوں اور ہواؤں کے تیز جھکڑوں کا جلا جلا شور کان کے پردوں کو پھاڑنے لگا تھا۔ بڑی عقاب جس کے بالے میں سفر کے آغاز کے وقت ہمارا اندازہ تھا کہ وہ برسے سے برسے طوفانوں کا متلاطم کر سکتا ہے اس وقت غوث نام لڑوں کے سامنے پوری طرح بے بس ہو کر اپنی بقاعے لیے تڑپ رہا تھا اور بچکے کھانے لگا تھا۔

"خفا، یکایک شش نے پوری قوت سے جیتنے پونے کی ایک کوشش کی۔ جہاز کے چکر لوں کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر فرشتے پر گزرتے رہے اور کسی غول جیسے متحرک کسی خطرناک حادثے سے دوچار بھی ہو سکتا تھا۔ ہوش میں آؤ۔ بہت سے کام لڑ کر شش کے کسی کرسی یا میز کے پائے کو مضبوطی سے پکڑ لو ورنہ۔"

ورنہ کے بعد یکایک شش کی آواز بھی ملنے کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔ اس بار کسی بھری ہوئی طوفان لڑنے اتنی قوت سے جہاز کو اچھا لٹا کہ ہمارے دل میں گئے، ہر کسی کے تجھوں پر ہماری گرفت مضبوط نہ رہ سکی اور دوسری لمحے میں اور یکایک شش بھی منہ کے بل فرشتے پر آگئے، میں نے فرشتے پر لڑ سکتے ہوئے فرشتے سے بڑی ہوئی میز کے ایک پائے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے پر لڑا لیکن گھب اندھیرے میں ڈوب گیا، شاید جہاز کے اٹھنے کے کام نہ کرنا بند کر دیا تھا۔

"تاریکی کے باعث میں میز کے پائے کو نہ چم سکا اور پوری قوت سے لڑ رہا تھا، ہر ایک میں کی دوا دے متحرک کر دیا، مٹی بار بار خوف تک انداز میں جھونکے جا رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی دوا داری میں کوئی فرق نہیں آیا، اندھیرے کے باوجود میری ٹوسوٹھنا ہوا قریب آکر میرے پیروں سے چٹ گیا تھا۔ دیکھ بات ہے کہ طوفانی لہر کے دوسرے لیے اس بے زبان کو بچھ بچھ سے دوڑ کر دیا۔

"جیم... جیم... تم... کسی... طر... دف... جو..."

یہی باتیں جانب میں تھا لیکن مجھے اس طوفانی شور و غما اس کی آواز بہت دوندے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے یکایک شش کو اپنی لڑائی سے آگاہ کرنا چاہا لیکن اسی لمحے آنکھوں کے سامنے آن گت جھنڈا چمک کر گھٹا اندھیرا غائب ہو گئے، میرا کسی محسوس اور دوندی شے سے ٹکرا ہوا جوت اتنی شدید تھی کہ میرا ذہن باہر کیوں میں غم میں موت کا تصور میرے اعصاب کو گھیر چکا تھا، اس وقت بات کا ہر شش میں تھا لیکن ڈبٹے ہوئے ذہن میں ایک سوال مدنے باز گشت بن کر بار بار گونج رہا تھا۔

"کیا میں اپنی کابل... اپنی درخشاں کو دوبارہ حاصل کر سکتا ہوں؟"

طوفان کی شدت کتنی دیر برقرار رہی اور ہر کتنی دیر تک بے ہوشی کی کیفیتوں سے دوچار رہے اس کا اندازہ ہم نہیں تھا البتہ دوسری بار میرے ذہن نے آہستہ آہستہ وقت جاگنا شروع کیا تھا جب کہیں کے دروازے کو بار پوری شدت سے چٹا جا رہا تھا، میں فٹو کی اور کچھ برہم حالت میں لڑ رہا تھا اور شکل دروازے تک نہ آسکے کھول دیا، شاید رات کو ہم میں سے کسی نے اسے متفصل کرنے کی طاقت کر دی تھی یا پھر طوفان کی وجہ سے از خود لاک ہو گیا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی سوچ کی نیم گرم روشنی اور نور کا نازاں جھونکوں نے میرے ذہن پر پڑا محسوس گوارا فرما دیا۔ میرے ذہن میں گونے گونے طوفان کی یاد تازہ ہونے لگی۔ میں نے دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھماڑ کے ملے کا چادر اڈا کر دیکھا جو غائبانہ کپتان کے حکم پر دروازہ کھولنے کے لیے بھیجا ہوئے تھے، ایسا ان کے پیچھے فوٹو گرافٹر اندھیرا کھلتے ہی وہ تیزی سے دیک کر سامنے آگیا۔

"میرے عزیز۔ خدا کا شکر ہے کہ میں تمہیں زندہ سلامت دیکھ رہا ہوں۔ لیکن تمہارے دوست سرتاجی... میں بھی خیریت سے ہوں۔ میری کشتی سے یکایک شش کی آواز ابھری میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا، اس کے چہرے پر ایک دھچکھوڑی سی خواہش تھیں لیکن بظاہر کوئی شہ جوت نظر نہیں آ رہی تھی، اسی لمحے مٹی میں سے قریب آکر دم جلائے لگا۔ وہ پوری طرح تازہ دم نظر آ رہا تھا۔

"جیک، کیا حال ہے؟ میں نے یکایک شش سے دریافت کیا۔ وہ فرشتے پر آکر بڑی میز کے نیچے آدھا چار پڑا۔ اس کی ہنس منوں چکا ہوں، فوٹو کرنی بات نہیں، سرتاجی...

ہے جو کچھ دیر بعد آپ ہی آپ دودھ ہو جائے گی، یکایک شش نے لڑا ہوا دل سے کہا پھر اسیلے سے لڑا۔ رات کا طوفان کس رعیت کا تھا؟

یہ عظیم کی برکتوں کا نتیجہ ہے میرے عزیز، رات کا طوفان بہت جلد ہی گیا اور میں کسی جانی یا مالی نقصان سے بچا رہا، میں بڑا پڑا، پاکستان نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر قریب سکرانے میں لڑا۔ مسند میں اس قسم کے طوفان تو آتے رہتے ہیں۔

"کیا آج بھی ایسے طوفانوں سے دوچار ہونے کا امکان ہے؟"

یہ ایک شش نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔ "ابھی تو ابتدا ہو رہی ہے عزیز۔ ایسے نے بدستور سکرانے لگے جواب دیا، مسند کی گرائی جتنی بڑھتی جائے گی طوفانوں کے غصے بھی اتنے ہی بڑھتے جائیں گے لیکن اس طوفانوں کا دوا، طاح اور دینا ج کھڑے ہو کر بڑی سفر کا ایک دھڑلے سے جیتنے لگے ہیں۔"

"میرا مقصد کچھ اور تھا۔ یکایک شش نے عہد سے بات کرتے ہوئے سوال کیا۔ میں دوا میں تو بڑھتا چاہتا تھا کہ کیا دروازہ دیوار میں دروازوں کا مقصد کرنے کے قابل ہے؟" "میرے عزیز۔ تہل از وقت قیامی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا، ایسے نے جیتنے کی امید کر رہے ہوئے جواب دیا، جاں بوری عقاب کی مضبوطی کا تعلق ہے تو میں گزشتہ آٹھ ماہ سے اس کی کارکردگی دیکھ رہا ہوں، اس نے برسے برسے خان شیخ اور برداشت کیے ہیں لیکن ان کا شہر اب بھی ہوا کا کھول دینے کے طوفانوں نے اس سے زیادہ برسے برسے مضبوط ہوا جہازوں کو رونق کر دیا ہے۔ موت اور زندگی کا اختیار رات کے انھوں میں ہے۔"

کپتان اور اس کے ساتھی کچھ دیر بعد چلے گئے تو ہم ان ڈوا رنگے میں آگئے جہاں سرتاجی اور ان کی گاساں زیادہ تر روز کی فریئر فرشتے سے بڑے ہوئے تھے اس اپنی جگہ سے شش سے نہیں ہونے لیکن ڈیجیٹیشن کا سامان اور لڑاؤں پر مبنی ہوئی تعداد زیادہ اور پھر بڑی ہوئی ان موقوف اور کرسیوں کے درمیان آکر بڑی میز کے نیچے بے بدستور آدھے منہ پڑا تھا، اس کی گردن کچھ جھکنا لگی تھی نظر آ رہی تھی ہے کچھ کچھ تفرائش ہونے لگی، سننے کا شش کے کہا۔

"کیا شش۔ ذرا دیکھو کہیں اس غریب کی گردن کی تفری س قوت گئی۔"

کر دوا ہے جیکب کی ہنس کی رفتار دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ پوری طرح زندہ ہے اور مغربی ہوش میں آنے والا ہے۔ یوں بھی ڈھیسٹا ستر کے لوگ آسانی سے نہیں مر گتے۔"

مجھے یکایک شش کا وہ بے وقت دیار تک باطل پسند نہیں آیا، یہ درست ہے کہ ہم تینوں ایک دوست کے نہ صرف پرکھ ہم جماعت رہ چکے تھے بلکہ تینوں بھری دوست بھی تھے لیکن اس کے باوجود آٹھ دفتوں میں میں ایک دوست کیلئے بڑی بات زبان سے نکالنے کا کوئی حق نہیں تھا، جیکب اور یکایک شش میں ہر وقت جتنی رہتی لیکن وہ دن کی گزرتوں سے ایک دوست کو چلنے تھا، ہر حال میں یکایک شش کی بات سن کر اس کچھ بے وقت مذاق پر کوئی سخت تنقید کرنے کے باسے میں سوچ ہی رہا تھا کہ جیکب آہستہ سے خود کو فرشتے پر چپ پڑا، شش میں لاکر کھاتے ہوئے کہا۔

"پاکش میں مروی کیا ہوا۔ اتنی اذیت تو نہ برداشت کر رہی ہو؟"

"خود کرو۔ وہ وقت بھی دور نہیں جب ہر مرقی تھا۔ بڑھتے ہوئے شش کے لیے چٹکا مارا میں کر لے لیکن فی الحال تجھیں موت کی نہیں اس آپ حیات کی ضرورت ہے، یکایک شش نے سنجیدگی سے کہا پھر قریب دیکھی ہوئی بڑا ہڈی کی بوتل تھا کہ جیکب سے مزے لگا دیں اور میں ہر ایک لہر مشیر یکایک شش کو سرتاجی کرنے کے باسے میں سوچ رہا تھا بے اختیار دوسرے لگا بڑا ہڈی سے جیکب کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو وہ اٹھ کر ایک کونے پر بیٹھ گیا۔

"کیا طوفان گزرا گیا؟ اس نے آدم سے بیٹھنے کے بعد یکایک شش سے دریافت کیا۔

"نہیں۔ یکایک شش نے تیزی سے کہا۔ مجھے بے ہوش دیکھ کر وقتی طور پر سن گیا تھا شاید دوبارہ شروع ہو جائے گا۔" "تم تہا اذجال؟ جیکب نے کچھ غائب کیا، کیا ہم سب واقعی محفوظ ہیں؟"

"ہاں۔ خدا کا شکر ہے کہ جو مصیبت آتی تھی وہ پھر خوشی مل جاتی۔ میں نے جیکب کو لاسٹ سے ہونے کا یہ کوئی جانی و مالی نقصان بھی نہیں ہوا۔"

"بھیر بھی۔ جو پیش گوئی جیکب نے کی تھی وہ درست ثابت ہوئی۔ جیکب نے مجھے اس سنجیدگی تھی۔

"اودہ۔ میں جہاں جیکب کو تو میں بھول ہی گیا تھا۔ میں نہیں ماننا۔ یکایک شش نے تیزی سے کہا تو یہ کار بننا زلزل کی قسم کی پیش گوئیاں اکثر کر دیتے ہیں۔ ہندویش میں ہر ایک کی پیش گوئیاں کرنے والوں کا حال دیکھ لو۔ جہاں

”تم نے دیکھا میرے دوست یکیش میری دیلوں کے سامنے مجھ پر ڈالنے پر مجبور ہو گیا“

”خوش فہمی سے تمہاری ٹہنی نے بھی کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ ”یکیش بنیادی طور پر سرجن ہے جیڑی کا ڈکٹا اس کی عادت بنے ذرا بچ کر رہنا، کیس ایسا نہ ہو کہ تم اپنی تبلیغی صلاحیتوں کو اس پر آزمائے کی کوشش کرو اور وہ تمہیں بھی چیر بھی ڈکڑ کھائے۔“

”غیر چھوڑو۔“ یہ تباہ جیسن کے ہائے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ جبکہ بڑی خوب صورتی سے بات بدلتے ہوئے کہا تھا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس کی صلاحیتوں کا امتحان لے ڈالیں اگر وہ سچا ہے تو آئندہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہو سکتا ہے۔“

”تم یکیش کو آدھ کر لے جیسن کو ملٹی مظاہرے کیلئے تیار کرنا میل کام ہوگا۔“

”جھٹک۔“ جی یکیش کو رام کھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جیک بھی اُٹھ کر میرے ساتھ ہو گیا، ہم دونوں ڈانگ دوم سے ایک ساتھ ہی نکلے، جیک خامے خوش گوار موڈ میں تھا لیکن باہر نکلتے ہی اس کی نظر سب سے پہلے جس چیز پر پڑی وہ وہی سیاتی گورت تھی جسے ہم نے ملبوں کی بندرگاہ سے ساتھ لیا تھا۔ وہ اس وقت تنہا اپنے کیس کے سامنے کھڑی اپنی دروازہ زلفوں کو سٹولانے میں مصروف تھی جیک زور زوراً ہی سے اس سیاتی جوڑے کو منحوس قرار دے رہا تھا اس لیے خامہ ہے کہ اس گورت کو دیکھتے ہی اس کا خوش گوار موڈ یکدم چرچ ہو گیا۔ اس نے اس قدر سخاوت سے منہ ہٹا کر اپنا چہرہ دوسری طرف گھما کر گھبے بے اختیار نہری مگنی پھر قبل اس کے کہ میں اس سے کچھ کہتا وہ نیز تر قدم مارتا اپنے کیس کی طرف چلا گیا، چند ثانیے میں اپنی جگہ کھڑا جیک کی ضعیف افلاغتادی پر مسکراتا رہا پھر مافی کے ساتھ اپنے کیس کی سمت بڑھ گیا۔



رات کے طوفان نے ہم سب ہی کی حالت فیر کر دی تھی چنانچہ ہم صوف و پیر کے کھانے کے وقت ایک ساتھ جمع ہوئے پھر اپنے اپنے کیسوں میں واپس چلے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ شام تک موسم اور خوش گوار رہا گیا اور گزشتہ رات کی ٹھکن اور خوں کا اثر بھی جانا رہا شام کو چائے پینے کے بعد ہم کیسز کے سامنے ریٹنگ کے قریب کرسیاں ڈال کر بیٹھ گئے، جہاں کا علقہ صرف یکس وقت بھی مستند نظر آ رہا تھا بلکہ اپنے چہروں پر بشارت بھی موجود تھی۔ میں نے ان کے چہروں سے یہی اندازہ لگایا تھا

پانی لا کوئی تھوڑا آسان سے چٹکایا آکاشس پر اوٹے کالے ہالوں کی کوئی محدودی نظر آئی، دوسرے دن برٹس دھڑلے سے دھواں دھار بارکش کی خبر آ جاتی ہے۔“

”تم اپنے دل میں اور اپنے دھرم کی بات مت کرو۔ جیکب اور گیا۔ تمہارے دھرم میں تو آدھ گون (دوسرا جنم لینے کا عقیدہ) کو بھی مانا جاتا ہے۔“

”کیا ثابت کرنا چاہا ہے ہونا دور۔“ یکیش نے سپاٹ لٹروس سے اُسے گھومتے ہوئے پوچھا۔

”تمہارے دھرم تاملوں کے مطابق آتما ایک شریر کو چھوڑ کر اگر دوسرے شریر کو اپنا سکتی ہے یا جنم لے سکتی ہے تو کیس شریر سے نکلی ہوئی کسی آتما کو جنم دینے کے ذریعہ بنایا نہیں جا سکتا۔ جیکب نے دلیل پیش کی۔

”گوایتم دونوں اس بات پر ایمان لے آئے ہو کہ جیسن دھرم کو بھلانے کا شل جانتا ہے اور اس کے منہ سے جو بات نکلے گی وہ ہمیشہ سچ ثابت ہوگی۔“ یکیش نے ہم دونوں کو گھومتے ہوئے سیدھی سے پوچھا۔

”غیب کا حال سوائے خدا کے کبھی اور کو نہیں معلوم ہو سکتا لیکن جہاں جیسن نے گزشتہ رات کے ہائے میں جو کچھ کہا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا۔“ میں نے وہی زبان میں جواب دیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ جیسن کی شخصیت یقینی طور پر ناپراما ہے۔

”بہت خوب۔“ یکیش قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ ”مجیب منطقی ہے۔ ایک طرف تم لوگ خدا کے وجود کو مطمئن و برتران دہے ہو اور دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرنے کے لیے مجبور ہو کر جیسن کی کہی ہوئی بات بھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔“

”ہم اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے جیسن کا امتحان بھی لے سکتے ہیں۔“ جیکب نے تجویز پیش کی۔

”بائز معقول ہے۔“ میں نے جیکب کی تائید کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔

”میرے لوگ بلیک۔“ جیک کو بہت زیادہ مانتے ہیں جیکب نے یکیش کو گھومتے ہوئے پوچھا۔ ”تم ان کو کیسا کہو گے؟“

”وہ بھی تمہاری ہی طرح احق کھانے کے مستحق ہیں۔“ یکیش نے اُلٹے ہوئے جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ ”میں چل کر اپنے کیسوں کا حال بھی دیکھنا چاہیے۔ خدا جانے وہاں کیا افلاغتادی بنادی تو یہی منتظر ہو۔“

یکیش نے تکتا ہوا ہر چلا گیا تو جیکب کے جمنوں پر فائز مسکراہٹ اجڑائی۔ بڑی راؤ راوی سے بولا۔

کو مقرر ہو کسی نئے طوفان سے دوچار نہیں ہوں گے۔ جہاز
لاکھوں کمزوروں دم کے باہر چھوٹے سے جہاز سے ٹکرائے گا۔
ہر ایک پریشان ہو جائے گا۔ "امیر نظر بیٹے ہوئے نیگروں
سمندر میں غائب اپنی جہاز کے جیتے ہوئے خوب صورت ایم
کی یاد آوازہ کرے میں غرق تھا۔
منابجے جیکس کا خیال آگیا۔ وہ گزشتہ رات کے بعد
اب تک کہیں نظر نہیں آیا تھا جیکس کا خیال آئے ہی میں نے
اشادہ اشادہ میں جیکس دریافت کیا کہ کیا وہ کیکلش کو
دھوکا دینے والا مصلحتیہ کے لیے آمادہ کر چکا ہے۔
جیکس نے نفی میں اشارہ کیا۔ کیکلش اس وقت دوسری طرف
موجود تھا مگر اس نے جیکس کو نفی میں سر ہلاتے دیکھ لیا جیکس
کو بھی اس کا احساس ہو گیا کہ اس کی جہاز پوری غمی ہے اس
لیے اس نے خورہ کو لا رہا تھا ثابت کرنے کے لیے اپنے چہرے
پر جزا قزاق پیدا کرنے کی کوشش کی اس نے کیکلش کو
اد زیادہ جو سخت پر غبر کر دیا۔ جیکس کی معصوم ادکاری
پر جیکس آئی تو کیکلش کا شہر بقیوں میں بدل گیا کہ اس کے خلاف
موجود کوئی خاص نقش سازش ہو رہی ہے۔

کیا بات ہے میرے عزیز دوست؟ کیکلش نے جیکس
کو تنبیہ کی سے غلط کرتے ہوئے پوچھا کیا تم اپنی گردن میں
کچھ کلیفٹ محسوس کر رہے ہو؟
"بالکل نہیں۔ جیکس تیزی سے جواب دیا۔
"پھر ابھی تھادی یہ سانس کی طرح لمبی گردن جھیکے کیوں
کھا رہی تھی؟
"یونہی۔ جیکس نے بات بنانے کی کوشش کی یہ معمولی سا
درد ہے جو مانے گا۔"

تم تیس دو کو معمولی سمجھ رہے ہو وہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔
کیکلش نے پر تشویش لہجہ اختیار کر لیا یہ طوفان گزر جانے کے
بعد جالے نہیں جس انداز میں پڑا دیکھتی تھی اس وقت اُسے
میں شبہ ہوا تھا کہ شاید تھادی گردن ٹوٹ چکی ہے۔
"موم اس وقت خاصا خوش گوار ہو رہا ہے۔ جیکس نے
کیکلش کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے موضوع بدلنے کی
کوشش کی یہ ہوا میں خاصی تنگ اور فرتش محسوس ہوتی ہے۔
"اور ہوا کی یہ خشکی تھادی گردن کے معمولی درد میں آکر
بیٹھ گئی تو تھادی نے دیا ہے اٹھ جانے کا سبب بھی ان سکتی ہے
کیکلش پر متوجہ تھا۔
"نہایت ہے۔ جیکس جھانکا کیا تم میری گردن کا پھینکا
نہیں چھو سکتے؟

اس ملاح کے ساتھی کے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی معمولی حادثہ
پیش آیا۔ یہ ممکن اس کے لیے میں یقیناً کوئی ایسی خاص
بات ضروری تھی جس نے میرے دل کی دھوکوں کو تیز کر دیا، سفر
کے آغاز پر ہی یہ بات جہاز کے پیش نظر کے معلوم ہو چکی تھی کہ
یکلش مریوں ہے چنانچہ سفر کے دوران اکثر اُسے کے افراد کو
اس کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی اور کیکلش ہمیشہ نہایت
محبت اور مہذب پیشانی سے ان کے کام آتا تھا لیکن اس وقت
ملاح کی دیکھ بھال نے اُسے بھی جانے کیوں غرور بڑا دیا تھا۔

ہم آگے چلے تیز تیز قدم اٹھاتے ایک مختصر سے کہیں
میں داخل ہوئے جہاں ایک ملاح کرشش پر پڑا ہوا ہے آپ
کی مانند تڑپ رہا تھا، صورت شکل اور جسمانی اعتبار سے اُسے
بے حد درست ڈھانکا ہوا تھا، مگر اس کی صحت قابل رشک
تھی لیکن اس وقت اس کے چہرے پر شدید کرب اور اذیت
کے طے پانے کا اثر تھا۔ اُسے تھکے ہوئے کسی ذبح ہونے والے
بکرے کی طرح آپ ہی آپ فرش پر پھیل کر رہا تھا، اس
کے دانت سختی سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے اور
منہ سے جھانک اٹھتے تھے، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ہر طرح
کڑکڑاہٹیں تھیں یوں جیسے انھیں ٹھکنوں میں جڑ کر رکھے
سے مل کر کر دیا گیا ہو ایک بات جو میں نے پہل نظر میں خاص
طور پر محسوس کی وہ یہ تھی کہ کرب کی حالت سے دو چار شخص
کے تمام جسم پر خون کی ترقی نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے
اور گردن پر ہلکی سی زردی چھائی ہوئی تھی۔

"اے یقیناً مرگ کا دودھ پڑا ہے۔ میں اس کے حق میں دعا
کرتا ہوں۔ جیکس نے جہاز انداز میں کہا پھر کہیں سے باہر
جا کر آسمان کی جانب چہرہ بلند کر کے ادا انھیں روند کر کچھ
پر مٹنے میں مصروف ہو گیا۔
کہیں ہیں آدمیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اس لیے
کیکلش نے میرے اور جہاز کے ساتھی کے علاوہ باقی تمام
افراد کو باہر نکالا پھر اہم مریوں کی کھول کر وہ کوئی ایک شخص
تیار کرنے لگا۔

"اگر کو صاحب۔ میرا ساتھی جیکس لڑ جائے گا یا
"اوپر والے پر چھوڑ دے رکھو۔ وہ ہنر کرتا ہے۔ کیکلش
نے انکشاف کیا کرتے ہوئے مریوں کے ساتھی سے کہا۔ اسے پوری
وقت سے پچھلوا کر میں اسے ملے گا سکوں۔
میں نے جیکس کے ملاح کے ساتھ مریوں کو جودنے کی
کوشش کی لیکن وہ اپنے چہرے میں نہیں تھا، اس کے جسم
میں نہ جانے کون سی ایسی شیطانی قوت پائی ہو گئی تھی کہ وہ

ہم دونوں کے سنبھالے نہیں سنبھال رہا تھا اور پچھلواؤں کھاتا
ہوا بار بار جہاز کی گرفت سے نکل جاتا تھا، میں محسوس کر رہا تھا
کہ آہستہ آہستہ زردی اس کی گردن سے نیچے اترتی آرہی ہے
ایسا لگتا تھا جیسے اس کے جسم کا خون غائب ہو رہا جا رہا ہو۔
"جال۔ کیکلش نے مجھے انگریزی میں غلط کرنے
ہم سے تیزی سے کہا۔ اسے ایک لمحے کو جھوٹنے کی کوشش
کر رہا کہیں انکشاف کے ذریعہ وہ اس کے جسم میں پتھریا سکوں
اگر اسے فوری طور پر انکشاف نہ دیا گیا تو اس کی حالت تشریف ناک
مدد تک خواب ہو جائے گی۔"

میں نے پھر پوری قوت صرف کر دی مریوں کا دوسرا
ساتھی بھی پسینے پسینے ہو رہا تھا لیکن مریوں کی طرح ہمارے
قابو میں نہیں آ رہا تھا، میں نے تجویز پیش کی کہ ایک ڈاکٹر
کو فوری طور پر کہیں کے اند بٹھالیا جائے تاکہ مریوں کو انکشاف
دیا جاسکے، کیکلش نے میرے دھڑکنے سے متعلق ہرگز ہاتھ
کے اشارے سے وہ دندہ دست آدمیوں کو اند بٹھالیا پھر ہم جہازوں
نے مل کر رشک مریوں کو اس حد تک جھوٹ لیا تھا کہ کیکلش
اپنا کام انجام دے سکتا، کیکلش کے بوجہ مریوں کی زندگی
بچانے کے لیے ایک ایک لمحہ ڈرامائی انداز میں پتھریا چھو
مریوں کے قابو میں آتے ہی کیکلش نے اسپرٹ میں ڈوبی
ہوئی روٹی اس کے بالند کی ترقی ہوئی پھلی پر پھیری اس
کے بعد کچھ بھی دیکھا ہوا اس نے ایک لمحے کو ہم سمجھ کر گنگ
کر دیا کیکلش نے بازو پر اسپرٹ ٹھکانے کے بعد بڑی محنت
سے انکشاف لگانے کی کوشش کی تھی مگر چاہے مریوں کے جسم
نے اتنی محنت بغیر قوت اور برقی رفتار سے جھٹکا کھایا
کہ نہ صرف ہم چاروں کی گرفت سے نکل گیا بلکہ اس کا ہاتھ پوری
قوت سے لہر کر کیکلش کے منہ پر پڑا، ضرب اتنی شدید اور
پر زور تھی کہ کیکلش جھٹکوں کے بل فرش پر بیٹھا تھا
پست کر دوسری طرف چاروں شانے چت گرا اور مریوں اس کے
ہاتھ سے نکل کر کہیں کی دیوار سے ٹکرا کر پش پش ہو گئی
یہ سب کچھ اس قدر آجاکا ہوا تھا کہ جہاز کی مریوں میں حیران
رہ گئیں پھر قبل اس کے کہ ہم مریوں کی جان بچانے کے لیے
دوبارہ سنبھال کر کوئی بدیر اختیار کرتے وہ انھیں کھول کر انھوں
کی طرح انھیں باہر کی جانب دھڑا اندازاً اس تھا جیسے کوئی
نیکی قوت اُسے کنٹرول کر رہی ہو پھر کھڑا ہوا لیکن کافی کی
طرح چٹ کھانے کو کوئی نہ اسے پھوٹنے کی کوشش بھی کی
لیکن وہ کسی خاص مزہقیت کی طرح اٹھ اٹھ کر کھانے کا باعث
کی طرف گیا اور ایک ہی جست میں جھلک کر گھبرا کر بیٹھ گیا

اوپر سے گردن کا ہر سندا کی لڑوں میں غم ہو گیا۔
اگر حادثے کی اطلاع بجلی کی طرح تلے کے افراد میں
پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے تلے کے بیشتر لوگ غصے پر جمع
ہو گئے۔ وہ دینک پر جھکے اپنے اس ساتھی کو دیکھنے کی کوشش
کر رہے تھے جس کا نام نادر تھا۔ نادر جو کچھ دیر پیشتر اُن
کے درمیان تھا لیکن اب سمندر کی تھوں میں کہیں غم ہو کر رہ
گیا تھا۔ ہمیشہ کے لیے۔

کچان ایسے نے بیس منٹ کی کوشش کے بعد لوگوں
کو واپس اُن کے کام پر بلانے کی تلقین میں کامیابی حاصل کر لی
تھی ایک غصے بعد سب کچھ دوبارہ نارمل ہو گیا۔ تلے کے
جنبات میں پیدا ہونے والی گرمی بھی سرد ہو چکی تھی لیکن ان
کے کہیں میں اس کے ساتھ رہنے والا دوست اڈوگر بھی نہ
اپنے کہیں کے سامنے کھڑا منعجم نہگا ہوں سے سمندر کی جانب
گھومے جا رہا تھا، جہم دوبارہ اپنی کرسیوں پر واپس آ گئے۔
ہم میں سے کسی نے اس حادثے کے بارے میں کوئی گفتگر
نہیں کی غم غم بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں غرق تھے اپنے
اپنے طور پر اس پر اسرار حادثے اور نادر کی حیرت انگیز موت
کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ کیکاش ہمیشہ سے خوش مزاج
مہم خور اور ہنر مند ہونے کے ساتھ ساتھ ہم سب کے زیادہ طاقتور
بھی تھا اپنے پیشے کے اعتبار سے اسے مشکل بھی کامیاب تھا
لیکن اس وقت خلاف توقع وہ بھی گری فکرمندی کا
شکار نظر آ رہا تھا۔ خاصی دیر تک ہمارے درمیان خاموشی
فاری رہی پھر اُس نے گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے کیکاش
سے دریافت کیا۔

”کیا تم نادر کی موت کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ
اخذ کر سکتے ہو؟“

”موت بڑا حال موت ہی کہلائے گی یہ کیکاش نے ایک
طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ ”ابتداءً نادر کا مرض ابھی تک
میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ پہلی نظر میں میری تشخیص یہی تھی کہ
اُسے مرگی کا دورہ پڑا ہے لیکن دوسرے کی حالت میں یوں
ایسا ایک آنکھ کو جھگانا اور خاص طور پر خوردگی کا اقدام کرنا۔
یہ تمام باتیں قابل توجہ ہیں۔ میں نے آج تک ایسا چھپو
اور حیرت انگیز کیس نہیں دیکھا۔“

”خوردگی یہی کیوں؟“ جیسے ہاتھ تلے ہوئے کہا۔ وہ
اگر یو ایچ کی حالت سے دوبارہ نادر کا ہر کوشش لوگوں پر
حکم کر سکتا تھا کسی اور چیز سے متاثر نہ تھا لیکن جس انداز
میں اس غریبے دینک کے قریب پہنچ کر چھپا لگا لگا

”دورہ پڑنے سے پہلے اُس نے کچھ کھا یا پیا تو نہیں تھا؟“
طلبہ نے کوئی ایسی شے جو زہریلی ہو اور جس سے تلے دوست
کی ذہنی حالت کو یک حالت بے قابو کر دیا ہو یا کیکاش نے آہستہ
سے سوال کیا۔

”نہیں صاحب۔ اُس نے دوپہر کا کھانا اور شام کا قہوہ میرے
ساتھی لیا تھا۔“ اڈوگر نے مرنے والے کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ ”میں
دونوں نے چار سال پہلے بحری عقاب پر ایک ساتھ ہی ملازمت
انتیاری کی تھی، نادر کی بارہوی بلڈنگ کا مشین دیمو کی مدد سے
تھا، جو کام چار آدمی مل کر نہ کر سکیں وہ اسے اکیلے ہی کر ڈالتا
تھا۔ کچان سے ملے کوئی ملے بکھڑے نام رنگ اس کے لیے پناہ
مجت کرتے تھے وہ تھا بھی ایسا ہی کہ اس سے محبت کی جائے۔
ہر وقت ہنستے ہوتے رہتا اس کی عادت تھی۔ مجھے تو ایسا لگ رہا
ہے صاحب جیسے میرا ایک بازو لوٹ گیا ہو۔“

”کیا تھا اور دوست شادی شدہ تھا؟“ میں نے بھی گفتگو
میں شامل ہوتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں صاحب۔ وہ شادی کے سخت خلاف تھا۔ کہا کرتا
تھی عورت وہ دینک ہے جو اگر کہے کہ لوگ جاتے تو اسے بھی
چاٹ جاتی ہے۔“

”پھر تو وہ اپنے قریب عورت کے وجود کو بھی برداشت
نہ کرنا ہو گا۔“ جیک نے کہا۔ ”خود ہونا بڑی بات ہے ایسے لوگ
تفصیل کا ہونے کے لیے ہر شے کا ادراک ہوتے ہیں۔ کاشش
وہ کچھ فیل اؤنڈ رہتا۔“

”کیا انھیں یقین ہے کہ نادر کی کبھی کسی سے دشمنی نہیں
ہوئی تھی؟“ کیکاش نے کرسی پر سنبو بدلتے ہوئے دریافت کیا۔

”ہو سکتا ہے کہ تلے دوست کی موت کا سبب کوئی پرکاری
عدالت ہو۔“

”میں سمجھا نہیں صاحب۔“ اڈوگر نے تیزی سے چہرہ اٹھا کر
کیکاش کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

”ہو سکتا ہے کہ کسی دشمنی نے تلے دوست کو کالے جادو
یا سفلی کا نشانہ بنایا ہو۔“

”اُس کی آنکھیں جھک رہی تھیں جیسے الجھی ہوئی دود کا سرا
اجا تک اس کے ہاتھ آ گیا ہوا آہستہ آہستہ وہ خبر ادا دی طہ پر
اچھی مٹھیاں بچھتی رہا تھا۔ اُس کے اندر یقینی طور پر کوئی طوفان
عزائم جا رہا تھا، جذبات کی فطانت نے اُس کے ہر سرے
منوریت کے چمکے تاثرات کی سخت دھج لے تھے۔ آہستہ آہستہ
اُس کے اٹھاپ میں نمایاں تناؤ سا پیدا ہو رہا تھا پھر اس کے
ایپٹ ہونٹ کے گوشے گرد آنٹوں تلے زدن باخروج کر دیا۔
”اڈوگر یہ کیکاش کی آواز آہستہ سے ابھری یہ کیا میرا

اندازہ درست ہے؟“
”جی۔“ وہ یوں چونکا جیسے اچانک کسی جذبے نے اُسے
ہر لوگوں کی موجودگی سے کچھ دیر کے لیے غبر کر دیا ہو۔ ”آپ
نے کچھ کہا صاحب؟“

”کیا تم بدوحوں اور اُن کے انتقام پر اتفاق رکھتے ہو؟“
کیکاش نے نئے زاویے سے اسے ٹوٹنے کی کوشش کی۔
”روح اگر جسم کو توڑ کر رکھ سکتی ہے تو انتقام بھی لے سکتی
ہے صاحب۔“ اڈوگر نے اپنے معیار کے مطابق منطقی پیش کرتے
ہوئے کہا۔ ”جسم انتقام لے تو تمام دنیا کو نظر آ جاتا ہے لیکن روح
کے انتقام پر کسی قانون کا عمل دخل نہیں ہوتا۔“

”مگر اڈوگر صاحب کا خیال درست ہے۔ اس بار کیکاش نے
”تھا اور دوست نادر کی کسی پرانی دشمنی کا شکار ہوا ہے۔“

”شاید۔“ اڈوگر ہونٹ چپلتے ہوئے بولا۔ ”پہلے تو دونوں
ہاتھوں کی مٹھیاں زور زور سے بچھینے لگا، اُس کی دونوں کٹیوں
کے قریب کیس چھو کر خامی ابھری تھی، غصے کی تھامت
بھی چسپاں ہو رہی تھی۔“

”تم جانتے ہو کہ نادر کا دشمن کون تھا؟“ میں نے اڈوگر
کی حالت کو بدلتے دیکھ کر آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں۔ اس بار بھی اُس کا جواب بڑا مختصر مگر معنی خیز تھا
وہ فوری طور پر ہمارے سامنے کھل کر کسی بات کے افکار سے غریزہ
کر رہا تھا لیکن اُس کے ہر کوشش کے تاثرات اس بات کی ترجمانی
کر رہے تھے کہ وہ اپنے دوست کی پراسرار موت کے راز کو پا
چکا ہے۔“

”کیا اس دشمن کا تعلق بھی بحری عقاب سے ہے؟“ میں نے
لوہے کو پتہ نہ دیکھ کر دوسری ضرب لگائی تھی اپنے سوال سے
ماپوسی نہیں ہوئی، نادر میں ہر ایک کو مرہ سے ملے دیکھنے
لگا جیسے وہ مجھ سے زبان فاشوش سے دریافت کر رہا ہو کہ مجھے
اس بات کا علم کس طرح ہوا اور اڈوگر کی اس اضطراری کیفیت
پر میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہو گئیں۔
”جس نے جوتیر بعض انداز سے سے اندیشہ میں چھوڑا

تھی اُس سے تو دلہا ہر سی میٹر پھٹتا ہے کہ کوئی شیطانی قوت
پروری طرح سے اُس کے ذہن پر مادی قوتی اور مرنے والا
اس نابودہ قوت کے ہاتھوں بے بس اور لاچار تھا۔
”یہ سب تو ہم پرستی ہے۔“ کیکاش ہنرٹ چلاتے
ہوئے بولا۔

”پھر۔“ تم اُس کی موت کو کیا کہو گے؟ میں نے کیکاش
کو سوالیہ نظروں سے گھومتے ہوئے کہا۔ ”تم بھول رہے ہو کہ
نادر پر میں اس وقت شیطانی دورہ پڑا تھا جب تک کیکاش کی
سوئی اُس کے جسم میں داخل کرنے والے تھے۔“

”دورہ کسی وقت بھی پڑ سکتا ہے اس کے لیے کوئی قوت
مقرر نہیں کیا جاسکتا۔“ کیکاش نے تلے کے نئے جواب پر
انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ خود بھی اپنی باتوں سے مطمئن نہیں ہو۔
”تم غواہ کچھ بھی کہو لیکن میں دوسرے یقین کے ساتھ کہہ سکتا
ہوں کہ نادر کی موت کی پشت پر کسی شیطانی قوت کا ہاتھ
مردوشال ہے۔“ جیسے کچھ قیہا صادر کرتے ہوئے کہا۔ ”جادو
فوسے کا ذکر تو مقدس کتابوں میں بھی موجود ہے کیا تم اسے رد
کر سکتے؟“

کیکاش نے سخت نظروں سے گھور کر جیکب کو دیکھی پھر
ہونٹ کاٹنے لگا۔ چند لمحوں تک وہ غور و فکر میں ڈوبا رہا۔ پھر
اُس نے اڈوگر کو اشارے سے قریب بلایا، وہ ابھی بھرا ہوا بھی تک
منعجم تھا اُس کی جھجک بکس نادر کی تھیں کہ وہ نادر کی موت
پر بے حد غم زدہ ہے۔ کیکاش کا دوسرا اشارہ پاکر وہ ہمارے قریب
ہی آئی باقی مارکر فرشتے پر بیٹھ گیا۔

”میں نادر کی موت کا انتہائی دکھ ہے میرے عزیز
میتنا یقین ہے کہ کیکاش نے اڈوگر سے نایت نیچے تلے اور
بعد ازاں انداز میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے اپنی پیشہ وارانہ
عمارت سے کہا۔ اُس کی جوان ادب سے وقت موت پر میتنا تم کی
جائے تم سے لیکن اب۔“ ہم جہر میں کر سکتے ہیں کہ آفرت میں
اُس کے لیے نیک صلے کی دعا کریں۔“

”رہنمائی مرنے والے کے حق میں بہتر کرے گا۔“ جیکب
نے دعا دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تھا اسے ساتھی کو اس قسم کا دورہ پہلے بھی پڑا ہے؟“
کیکاش نے اڈوگر کو کہنے کی خاطر پوچھا۔

”نہیں صاحب۔“ آج پہلی بار اُس کی حالت ایسا غریب
ہوئی تھی میں جیسے بیٹھے اُس سے بہانہ لکنا شروع کر دیا پھر
دیکھتے ہی دیکھتے فرشتے پر گر کر توڑ پھوٹنے لگا۔ اڈوگر بھاری ہوئی
آواز میں بولا۔ ”میں فون ہی آپ کو خبر کرنے دوں گا تھا اُس کے
بعد کچھ ہو رہا ہے آپ کے سامنے ہوا۔“

تھا وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا میرے ذہن میں بس یہی جیسے
کا خیال آگیا تھا جس کے بارے میں جہاز کے بوزے کہتے تھے
بنایا تھا کہ وہ دشمن کو ہٹانے کا عمل جانتا ہے، اس نے یہ بھی کہا
تھا کہ جیسے اپنے اس عمل کے بارے میں کسی قسم کا مذاق پرورش
کرنے کا عادی نہیں ہے، لہذا جہاز کے ٹلے کے تمام افراد اس سلسلے
میں مشغول تھے۔

نادرس محلے کے کاہنوں میں سے زیادہ تر نمونہ اور
طاقت ور تھا اس لیے ممکن ہے اس نے کسی موقع پر بکسین
کو مذاق میں کوئی ایسی بات کہہ دی ہو جو اسے ناگوار سمجھا ہو اور
پھر۔۔۔ نادرس نے جس انداز میں دلیباغی کی حالت میں خودکشی
کے عمل کا مظاہرہ کیا تھا اس کے نتیجے میں بھی کسی بدروح یا
کالے جادو کا ہاتھ نظر آتا تھا موت سے تین دن وہ نفسی طور پر
کسی ایسی ناامید قوت کے زیرِ اثر تھا جو اس پر پوری طرح
حادی تھی۔ نو فیکہ میرا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ آؤ کچھ دیر
تک مجھے حیرت بھری نظروں سے گھورتا رہا پھر کچھ کہنا چاہتا
تھا بکسین اچانک اس کی نظر اٹھنے پر ایش جانب بڑھی اور
دوہڑے لائی دھے دھیری سے اٹھ ا اور مجھے کچھ کچھ بغیر
تیر کی طرح اپنے کسین کی طرف واپس چلا گیا، جانتے وقت
اس کی آنکھوں میں خون کی سرخیاں بڑی نمایاں طور پر جھلک
اٹھی تھیں۔

میں نے اڈوگر کے جانے کے بعد مزید افندی طور پر عورتوں کی بائیں جانب نظر ڈالی تو خود بھی جوئے بغیر نہ دھکا دیا۔ جیسے انسان ہی لا پڑاوتی سے ریٹنگ پر جھکا کر ہاسٹل کے کھنکھانے میں غوغا مچا۔ یہ فیصلہ کرنے میں کئی دھندلاہٹیں تھیں۔ اسی آگے ناموں کی موت میں کسی ایک جیسے زائے سے جیسے کا ہاتھ خود وراثت مل رہا تھا اور اڈوگر اس کو دیکھنے کے بعد ہی ہمارے قریب سے اٹھ گیا تھا۔ میرے علاوہ جیکب اور کیلا کش نے بھی اڈوگر کے اچانک آنے کو نہاں سے اضطرابی حالت میں جانے اور دھنسنے پر جیسے کی موجودگی کو نوٹ کیا تھا۔ اڈوگر اسی کیلا کش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں تعذرات کے گہرے تاثرات موجود تھے۔ اس کی نظریں بدستور جیسے پر جمی ہوئی تھیں۔

”گوئیام بھی ایمان لے آئے“ جبکہ سب مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”مجھے پہلے ہی شک تھا کہ نامن کی موت یو جعبی حالات میں ہوئی ہے“

”ہمیں اب بنجیدگی سے جنکیسن کے سلسلے میں غور کرنا پڑے گا“۔ میں قدے تجارت سے بولا۔

تدقیقیں اگر غلط ہو جائے تو مرض بڑھ کر کسی مریض
موت کے گھاٹ تک پہنچا دیتا ہے یہ کیلا شس نے بڑے
سلجھے ہوئے بیجوں میں کہا ہے جس کی جلد بازی کا مضر اثر
کڑوا چاہیے۔ ہر کتاب کے جوہر سوچ سہے ہر مغلط ہو
محض ہمدی باتوں نے اڈا کر کے دل میں بھی جلیں کی خور
شقاوت اور انتقام کے جذبے کو برا دے دی ہو۔ غلام
نامہن کی موت سب ہی کے لیے پرامرارت ثابت ہوئی۔
ایسی حالت میں نامہن کے قریبی دوستوں کی ذہنی حال
نامہل ہونے میں کچھ وقت دروستے کا ممکن بھی سمجھی تو
کی بریں انسانی وجود میں اچانک اتنی گہری اور مضبوط
ہیں کہ ایک معمولی سی مخالفت بھی شکوک کا پیش نہ
جاتی ہے اور اس کے بعد حالات عجیب صورت بھی اختیار
کر جاتے ہیں۔

اگر تم مرنے نہ چاہتے تو ایک کامیاب مفرد فرد بن گئے تھے۔ جبکہ نے اکتانہ پوچھے تو جین کڈ، ہمارے پیش کے نیا، تمھارے ہی انداز میں بیسی صدی سادی باتوں کو اچھا کروا دینا۔ ایک شے کو عام کہہ سکاں میں کامیاب ہو جاتے ہیں میرا مانور مقرر ہو چھو کر لڑنے کے پیشے کو اپنا لیا۔

کیڈکس نے خبیث کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا مسکرا کر ابرو اٹال گیا جیسے اس نے خبیث کو کوئی اہمیت دینا مناسب نہ سمجھی ہو۔

”پڑھنا میں نے کیا کاش کو قائل کرنے کی کوشش کی
 اتنا تو کم مانتے ہو کہ اگر جکیں کو دیکھنے کے بعد ہی ہمارے
 پاس سے اٹھنا پڑے“

”سو فیضانِ سلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امان کی ثبوت میں جسکے ہی کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔“
کیا کاش نے جرح و دفع کر دی یہ ٹھوس ثبوت کے بغیر دنیا کا کوئی قانون کسی شخص کو مجرم یا قاتل میں گردان سکتا ہے۔

وہ ملک و دشمن کو کیا جاسکتا ہے۔ یہ جب تک تیزی سے بڑھا۔
وہ تو متحدہ ریاست پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ کیکر ش
جھلا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ نہ ان کو تبلیغ کے وسیع اپنے
ذہب میں شامل کرنے کی کوشش کی کہ ہوا اور اس کے انکار
پر کم نے وہ منظم سے اس کے حق میں بھیا کیا کہ وہ ہوں تاک
موت کی دعا کیا ہو جو قبول ہو گئی ہو۔
گو ماں نہ تھے۔۔۔

مجموعہ: "کیلاش" نے اس کی بات تیزی سے کاٹے
 ہوئے کہا: "اڈاگر یہ نامد کی موت نے بڑا لگا اتر کا ہے اور

ہا حالت میں آؤ کر کے ذہن کو ایک ذرا سی کوئشن ہے
 کے خلاف بھی بے آسانی جھل جاتا ہے۔
 میں اتھارہی بات تسلیم کرتا ہوں لیکن کہ تم جیسی کی
 کو غیر فاضل شخص کہہ سکتے ہو؟ میں نے سجدی سے کہا۔
 حالات کے پیش نظر اس کی ذات اور پرنسپل اور جو دو کوئی
 بردینا فاضل مندی کے مترادف ہو گا؟
 تم تعجبناقی ہو رہے ہو جمال کی کلاش نے بدستور
 لی سے جواب دیا۔ میں نے کب کہا کہ تم کوئی کلاش
 مکانات سے بالاتر ہے ہو سکتا ہے کہ تم کوئی کلاش
 مطابق اصل مجرم جیسی ہی رہیں ہیں اس کے خلاف فرد
 اماند کرنے سے پہلے کچھ ایسے مخصوص ثبوت تلاش کرنے ہوں
 جو نام کی پراسرار موت کا متحرک بنے ہوں اور اس تحریک میں
 نہ کا ہتھ بھی ملے نہ ہو۔

” اس کا روت ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم عین قریب
نے کی خوش کریں “ جبکہ نے کہا۔
- ایسے نے مجھے بتایا تھا کہ عین مسافروں کی تفریح و تفریح
یہ ان کی فرائض پر ذرا حوصلہ کر بلائے کے عمل کا مظاہرہ کرتا رہتا
” میں نے جبکہ کی تائید کرتے ہوئے کہا ” ہم بھی عین کے
نشر کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تم بھی آزاد ہو “ آخری بارے پر میں
دیر دیر سے زائد زور دیا تھا۔
” مجھے کوئی اعتراض نہیں “ یہ کہنا کمال ملتا تھا۔
میں بھی عین کی ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا۔
” دیکھو۔ وہ ہمدردی ہی طرف آ رہا ہے “ جبکہ نے آہستہ
کہا۔

ہم نے پلٹ کر دیکھا، جیسے جب معمول سکول آجرا ہادی
 آیا آ رہا تھا، ہم اپنی اپنی نشستیں پر سنبھل کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن
 اس طرح کو کبھی نہ کہہ سکتے تھے۔ اس لمحے میں ہر نے دیا کہ ہم اس کی
 اتنا پر خلک کر رہے ہیں یا اس کی وجہ سے غماز ہوئے ہیں۔
 میرے سر پر حرم آج آپ کو لانی نظر نہیں آ رہا تھا جیسے
 سب ان کے راہ راست مجھ سے دریافت کیا۔

”ادھ“ میں نے قدسے مسکرا کر جواب دیا: ”ماؤں کی موت
 بعد میں اُسے کیسے میں بند کر رہا تھا؟“
 ”تھے بھی ماؤں کی موت پر دکھ جوا ہے۔“ جبکین نے
 بالشت بنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا: ”وہ محل میں ہے۔“
 ”یاد جان مارا اور کار آمد تھا؟“

”دنیا میں بڑا دل لیسے اسرار و رموز موجود ہیں عقل جن کی
توجہ ہمیشہ پیش کرنے سے قاصر ہے، کم بڑا دل باتوں پر ایک
درست سے متحقق نہیں ہوتے اور ان میں ضعیف الاعتقاد رکھ
کر دوڑ کر نکرتے جاتے ہیں لیکن جب ایسی ہی کوئی ناقابل یقین
بات یا حادثہ ہلکے ملم میں آتا ہے تو ہم اس کے پاس سے
سوچتے ہی مجبور ہو جاتے ہیں عجز و عجزت جلد لیے حادثوں کو کھینچ
کر اپنے ذہنوں سے نکال بیٹھتے ہیں یہ عجیب کچھ کچھ قسم کے
اندویش و جذبات کی ترجمانی ہے عجز و عجزیہ خود نہایت عجیب و
سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا ”ہر کسما ہے کراہ
حضرات ناموں کی موت کو بھی ناقابل توجہ سمجھ رہے تھے یہاں لیکن
مجھے یقین ہے کہ اس کی موت کالے جادو کا نتیجہ تھی“
”کالا جادو“ یہ کیا کسٹھ ہے جو نیچے کی پڑی شان دار
اداکاری کرتے ہوئے جنت سے کما۔

”محقق اس بات کا یقین کیسے ہے کہ نارمن کی موت فالے
جادو کے سبب ہوئی ہے تو میں نے تیزی سے پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ تم فانا اس کی موت کے وقت کہیں قریب موجود بھی نہیں تھے“ عجب نبی زبان میں بولا۔

”آپ کا خیال درست ہے ہولی فادر، جس نے بڑے احترام سے عجب کو دیکھتے ہوئے جواب دیا: جس وقت دارسن کی کثرت واقع ہوئی اس وقت میں ابن روم میں حجاز کے فرسٹ انجینئر مسٹر باسٹن کے ساتھ تھا۔ آپ چاہیں تو تصدیق کر سکتے ہیں۔“

۳ اس کے باوجود تم اتنے دنیویق کے ساتھ ماہرین کی قوم کو بیک بہیک کا کرشمہ کیسے کہہ رہے ہو؟ جبکہ کرسی پر پہلو بیٹھتے ہوئے سوال کیا اس وقت وہ خلاف توقع بڑی دلاش و دھڑلے کی باتیں کر رہے تھے۔

”وہ حالات جو مجھے میرے راجپوتوں نے بتائے ہیں“
 جبکہ ہلوات رو میں جس کسی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانا چاہتی
 ہیں تو وہ جیتے جاگتے انسان کی بدخلت و بداشت نہیں
 کرتیں۔ شاہی ایسے دہکڑے صاحب، انجکشن جیسے میں بھی، کام
 لے رہے اور نہ فالے نے سب لوگوں سے فدا حاصل کر کے خود کو
 سمندر کی آغوش میں بھیج دیا۔“

• دو تونٹھیک ہے ترے جیسے، لیکن
• ایک مرث ڈاکٹر ہے جیسے نے کیا کش کی بات کہاتے
ہوئے کہا: ”ابھی میں نے اپنی بات حق نہیں کی۔ مجھے میرے
ساتھینوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ مارن کے چہرے لو گرگزن پر
خون کی نماز کے بجائے زردی پھیل ہونی چھٹی اور میری جیزرک

بات کی علامت ہے کہ وہ بیک بیک کا شکار ہو رہے۔ ویسے محسوس ہے کہ کچھ لوگ ناموس کی موت میں میرا ہاتھ محسوس کر رہے ہوں۔ جس کا آخری جلد سن کر کیا کش کے علاوہ میں بھی چونک اٹھا، جس کی گھنٹہ کو نے اچانک پیچھے ہٹا اور پراسرار صورت اختیار کر لی تھی۔ ایک طرف تو وہ پورے نقیب کے بدن کی موت کو کسی بدروح کا انتقام بتا رہا تھا اور دوسری طرف اس نے بری عرب مروتی سے اور صفائی کے ساتھ اپنی ذات کو بھی شامل کر لیا تھا۔ ”مگر کیوں؟... کہانی کے ہماری باتوں کی جن جن غلطی تھی یا پھر اس کی پراسرار قوتوں نے اسے مجھ سے دلوں کے پیچھے سے آگاہ کر دیا تھا اور مجھے ہمارا مصیبت دہانے کے لیے ایسی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر بندوں کے پیچھے کا جائزہ دیا مگر اب وہ بالکل ناہل نظر آ رہا تھا۔ میں اس کی لاپرواہی پر اندھی اندھلا کر رہ گیا شاید اس لیے کہ میں نے جانے کون سے گرم سمجھ لگا تھا۔

”تھوڑا تھوڑا؟“ کیا کش نے میرے پوچھنا میں سمجھ نہیں سبب ہم موقع واردات پر موجود ہی نہیں تھے اور جہاز کے ایک دترہ آؤ فیسر کے ساتھ آئین دم میں تھے تو پھر کیا ہے تو پر کیوں کر شبہ کیا جا سکتا ہے؟

”اس لیے کہ یہ بات جہاز کے کپتان سے لے کر میرے تمام افراد کو معلوم ہے کہ میں دعوں کو بدلنے کا قائل کرتا ہوں اور اس ضمن میں کسی کا مذاق برداشت نہیں کرتا“۔ جیسے اسے اس بار بھی لاپرواہی سے کہا۔ ایک انداز پیش پیری کی بات ہے۔ ”اوس نے آؤ گھر کی موجودگی میں میرے اس فن پر کچھ دیکھ چکے تھے لیکن میں بس کمر لایا تھا“ دوسرا کوئی ہنر تو شاید میں برداشت نہ کرتا مگر ناموس کی بات اور تھی۔ میں اسے اس کی محنت اور جانفشانی کی وجہ سے بہت پسند کرتا تھا لیکن اس کی موت کے بعد۔ ہر وقت ہے آؤ گھر میری ذات پر شبہ کر رہا ہوں۔

”آؤ گھر کا شبہ بنیاد ہے۔“ کیا کش نے تیزی سے بولا۔ ”مگر کمزور منہ ہر ہم اس بات کو گواہ ہیں کہ تم جانے کے وقت وہاں موجود نہیں تھے“

”جیسے... میں نے لینے دل کی زیر موتی دھوکوں پر ہنسنا کا پورا پورا پتہ کیا تم دعوں کو بدلنے کا قائل کر کے معلوم کر سکتے ہو کہ ناموس کی موت کے پیچھے کیا راز پوشیدہ ہے؟“ ”کیوں نہیں؟“ جیسے نے رشتہ پورا اعتماد دینے میں جواب دیا پھر مٹا سنجیدہ ہو کر بولا۔ ”مگر میری بات پر یقین کرنا کرنا۔ لوگ میرے عمل دیکھ کر اسے شعبہ بدی کہتے ہیں۔“ ”لیکن ہم فیما راعل ضرور دیکھنا پسند کریں گے۔“ کیا کش

نے دل چسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”اوس میں تو پہلے ہی تم سے اپنی ویسٹی کا اظہار کر رہا ہوں۔ میں خون کے گھونٹ کی کرپے تکلفی سے بولا۔ ”خام خود پر اس لیے کہ تم نے میرے شہرانی کو اس سفر میں ہمارے لیے بہت کارآمد بنا دیا تھا۔“

”میں نے غلط نہیں کیا تھا میرے محترم۔ نامی کہا۔ اس کا اندازہ آپ کو تب اس وقت نہیں ہو سکتا مگر آنے والی وقت ادعالات شاید میری بات کی تصدیق ضرور کریں گے۔“ ”کیا نیل ہے کیا کش بولا۔ ”کیوں نہ آج رات کھانا کے بعد ہم کھائے کیوں میں آجائیں؟“

”میری خوش قسمتی ہوگی لیکن آج کی رات اگر فی معاف کر دیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔“ ”کیوں۔ کیا آج کی رات دعوں کو بدلنے کے لیے سارا کا نہیں ثابت ہوگی؟“ کیا کش مسکرایا۔

”آپ غلط سمجھ ڈاکر۔“ کیا کش کی ہنسی کر جیسے ناموس کرتے ہوئے پہلی بار ناگوار لہجے میں کہا پھر فوراً ہی خواہ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ ”آج رات میری ذہنی کمزوریوں رو میں ہے اور میں ذہنی کے معاملے میں سرشار لینے کو اپنی جان سے شکایت کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا۔“

”آئی ہسی...“ ”ٹھیک ہے ہم کل رات کھائے کیوں میں موجود ہوں گے۔“ کیا کش نے جلدی سے سمجھ کی اعتبار کرتے ہوئے کہا۔ ”شاید اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ اس کی مسکراہٹ اور طنز بھرا ہوا دیکھ جیسے کو ہار گوارا تھا۔“

”میں آپ محضات کا منتظر ہوں گا۔“ جیسے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر سرگرم دینا ہوا چلا گیا۔

”جیسے کے جانے کے بعد ہم بڑی دیر تک اس کی پراسرار باتوں پر بحث کرتے رہے۔ مجھے خاص طور پر اس بات کی سبب خوشی تھی کہ اب کیا کش بھی میرا اور جیکب کی طرح جیکو ذات میں دل چسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔“

اس رات کھانے کے بعد میں اپنے کیمپ میں سوئے کی غرض سے جا کر لیٹ گیا مگر نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ناموس کی حیرت انگیز موت اور جیکب کی پراسرار شخصیت نے میرے ذہن کی کوری طرح پرانگندہ کر دیا تھا۔ ہر ذہن کی اپنے بستر پر کوسوں پر ہاتھ دبا لیکن کسی طرح حیدر آئی، میں نے اپنی دشت گھڑی پر نظر ڈالی اچھی کچھ ایسی زیادہ رات بھی نہیں ہوئی تھی سارے نوکامل تھا میں پڑھنے کے ارادے سے اٹھ بیٹھا پھر جانے کیوں مجھے خیال آ کر وہ اپنی داستان ناموس

کر ناموس زندگی اور موت کا کوئی اعتبار نہ تھا پھر سفر میں نے اعتبار کیا تھا اس کی کامیابی کا بھی کیا یقین تھا کسی وقت بھی کوئی حادثہ ہماری سانس کر رہا ہے جسم کی قید سے ہمیشہ کیلئے آزاد کر سکتا تھا۔

اپنی داستان رقم کرنے کا خیال مجھے کھوں بھی زیادہ ہوا کہ میں اپنی جائداد کا تھنا وارث تھا اور میری جہانگاہ موت کی صورت میں میرے عزیزا قارب میں سے میں نے سانس لٹٹے ترک کر دیے تھے میری جائداد کے لیے آٹھ کھڑے تھے جو مجھے مرے کے بعد کسی صورت میں منظور نہیں تھا چنانچہ میں ہرگز جہاد کی علامت میں ایک موتی سی جود کا بی نکالی اور اپنے نامی کے واقعات کو ایک ایک کر کے اس میں گھنے بیٹھ گیا کہ میری موت کے بعد بھی اگر میری غروریت داستان باقی رہ جاتی تو وہ میری جائداد کے لیے خالقانی طور پر تحفظ کا سامان پیدا کر سکتی تھی۔ اس کے علاوہ نامی میں مجھے حیرت انگیز واقعات پیش آئے تھے اور وقت کے بچے میں جہان راستوں سے گزرا تھا میں نیا دلوں گئے انھیں بھی رقم کرنا چاہتا تھا۔ کاپی اور رقم لے کر میں میرے آگیا، ذہن کی جیکوئی کے لیے میں نے ایک سوٹ جہاز کا اس کے متعدد طویل کش لیے پھر کھنڈ شروع کیا۔



”میرا نام جمال متغیر ہے۔“ ناموس سال میں نے ایک جاگیر گھلنے میں آٹھ کھول تھی میرے والد متغیر میں نے میری پیدائش پر لوری جاگیر میں دل کھول کر دھوم دھوا کیا، اس لیے کہ میں بڑی منتوں اور راضیوں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ میری پیدائش ہر جہان میرے والدین کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

دولت میرے دوسرے قریبی عزیزوں کو لٹوئے واؤں کے سینوں پر سانپ بھی لٹوئے تھے اس لیے کہ میں اپنے والد کی جاگیر کا جائز حق دار بن کر ان کے داروں پر اداس بن کر ٹھیک پڑا تھا۔ میرے والد میں غرور و تعجب نہ کر رہا تھا، انھیں کبھی بھی دولت کی دلیل تیل یا جاگیر سے وہ لگاؤ نہیں رہا جو میرے والد ذہنیت رکھنے والے جاگیر داروں کو ہوتا تھا، وہ انسان دانت دل اور دم و مصلحت کے پابند تھے، غرور میں سے ان کا ہر تہاؤ ہمیشہ بڑا بڑا ہوتا تھا وہ کسی ذات یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں لوگوں کے گھر دوسرے کام آنا اور ہر طرح سے ان کی دل جوئی کا خیال رکھنا ان کی عادت تھی شاید یہی سبب وہ جاگیر دار متغیر جیسے کے بانی تھے مولوی متغیر جیسے کے نام سے مشہور ہو گئے تھے ان کی قدر تھی اور نیک فطرت تھے جہاں ان کے لاکھوں دست

بنائے تھے وہاں کچھ ایسے دشمن بھی تھے جو والد صاحب کا نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کے لیے گتات لگائے بیٹھے تھے۔ میری پیدائش نے والد صاحب کو بڑھاپے میں جیسے کا نیا حوصلہ بخش دیا تھا لیکن کا تب تقدیر کو شایہ میرے مختصر فغان کی خوشحال منظور نہیں تھیں میں ابھی بارہ تیرہ برس کے سن کو پہنچا تھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ان کے انتقال نے میرے والد کی کمزوریوں کو لیکن وہ اب میرے لیے زندہ رہنے پر مجبور تھے۔

ماں کی موت کے کچھ عرصے بعد والد صاحب نے تعلیم میں میری بڑھتی ہوئی ویسٹی اور ذہانت کو دیکھتے ہوئے مجھے کڑی سے اوجھڑ کر کے قریب ایک بڑا قصبہ (الہ آباد بھیج دیا، انھیں میری جدائی ایک دن کو بھی منظور نہیں تھی لیکن انھیں میرا مستقبل بھی عزیز تھا اس لیے مجھ کو خود سے جدا کرنا پڑا۔ میری شجاعت کھیلے انھوں نے اپنا ایک پڑا اوتار قابل اعتماد حاکم میرے ساتھ کر دیا۔

مجھے اپنے والد کی محنت اور دم دھن کا اندازہ تھا حالات نے انھیں زندگی کے ایک عجیب دور رہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں ایک سمت اولاد کی محنت انھیں جیسے پر مجبور کر رہی تھی اور دوسری طرف جوی کی طویل رفاقت کے بعد اچانک جدائی کا غم ان کے لیے ناقابل برداشت تھا مجھے ان باتوں کا بخوبی احساس تھا چنانچہ میں نے پوری محنت اور دل جمعی سے پڑھنا شروع کیا، میری محنت راتیں گاہ نہیں گئی، میری کامیابی کا امتحان میں نے اعلیٰ درجے اور ممتاز نمبروں سے پاس کیا۔ میرے والد کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ میں کچھ دنوں کے لیے چھٹیوں میں کودی آگیا میری شان دار کامیابی نے میرے والد کے غم کو بڑی حد تک دھکا کر دیا تھا۔

میرے کے بعد میں نے بی بی لے لیا اور اسے کیا اوداس بار پہلی پوزیشن حاصل کی میری تصویق نام مقامی اخباروں میں پہلے صفحے پر شائع ہوئی میرے والد کی سرتپیں دو چند ہوئیں ان کی خوشحالی کا اب میں کروی میں شغل متاں کروں امد جاگیر کی دترہ داریاں نبھال لوں لیکن مجھے جاگیر داری سے زیادہ ملم حاصل کرنے کا شوق تھا اس لیے میرے والد نے مجھے دکن کی کوشش نہیں کی میرے والد خود بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اس لیے میری ضد کے آگے مجبور ہو کر انھوں نے مجھے دکن جانے کی اجازت دے دی جہاں سے میں بارہ لاکھ لاکھ ڈگری لے کر واپس آیا اور الہ آباد میں پڑھ کر تیس شروع کر دی۔ میرے والد کے پاس دولت اور ذہن میرے پاس ذہانت کی کوئی

کمی نہیں تھی برتنہ کہ قانون کے میدان میں میرے مقابلے پر بڑے بڑے سودا اور درمیدان موجود تھے جو برسوں سے اسی پیشے سے منسلک تھے اور جن کی پیری کسی بھی مقدمے کی کامیابی کی ضمانت کبھی جاتی تھی لیکن میں نے بہت تیس ہزاری اور بہت کم مدت میں اپنی ممکنہ ادب ڈبہ ڈبہ کی انتھک کوششوں سے اپنا مقام بنا لیا اور صف اول کے قانون دانوں میں شمار ہونے لگا۔

میرے پاس بھی بڑھت ہو کر ان کی بھیڑ بگی رہتی تھی لیکن پھر اچانک ایک مقدمے نے مجھے ایسی شہرت بخشی جس سے الہ آباد میں میرے پر نام کا طوطی بولنے لگا۔ ایک عاقل اور کی وراثت کا کیس تھا جس کی ایک فریق نے ملے کی برہ اور اس کی اکلوتی لڑکی تھی اور دوسری فریق نے ملے کے چند ایسے عزیز زاد تھے جو برصغیر پر برہ کو عاقل سے بے دخل کر کے اس کا حق بھی نصیب کرنا چاہتے تھے مجھے اندر ہی اندر اس کا اندازہ نہیں تھا، عام طور پر اس لیے کسی بھی نہیں لیتا تھا جس میں مجھے کسی برہ یا قبیلے کے خلاف کھڑا ہونا پڑتا ہو یا نہ ہو کہ وہ کیس میں نے جان لو جو کو اپنے ذمہ لے لیا اس لیے کہ برہ کا کیس الہ آباد کے سب سے بڑے بیرسٹر گھوش بڑی دلچسپی سے اور بڑی کے مقابلے پر آکر دوسرے بیرسٹر اپنی سالہ کو خراب نہیں کرنا چاہتے تھے پھر یہ فریق دوم کے پاس اتنا کمزور ہوا تھا جو دوسری تیسری پیشی ہی میں مقدمہ ختم کر دیتا۔

جس میں اس کیس کے سلسلے میں ہائی جرنل کی تفریق دوم کی غرضی کا کوئی ٹھکانا نہ ملا میرے سامنے منشی نے مجھے دیکھنے کی برہمن کوشش کی میرے دوست اور بی خواہ برٹن نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ کیس میں کوئی جان نہیں مفت میں بنی بنا ہی سا کھاد و عزت کو داؤ پر لگانے سے کیا فائدہ وکالت نامہ واپس لے لو لیکن میں نے جرمو فریق دوم کو زبان دے دی تھی اس لیے اب میرے لیے بھیجے ہٹنا یا پشت دکھا کر اپنی شکست کا اعتراف کرنا ناممکن تھا۔

گھوش قانون کے میدان میں میرے سب سے بڑا حریف اور دشمن تھا بہت عرصے پہ دو دنوں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ابھی تک میں ایک دوسرے کے سامنے آنے کا موقع نہیں ملا تھا، گھوش اپنا ہر حال بنا اور غرض مزاج آدمی تھا لیکن اس کا باطن اس کے ظاہر کے بالکل برعکس تھا، انتہائی کینہ بردار اور گندی ذہنیت رکھتا تھا دوسروں پر کچھ اور بھانسا انسان کو ذلیل کرنا اس کی دل پسند بات تھی اور میں وہ ہر جو کچھ مجھے بڑا تھا اس لیے میں اس کا

اتھار کرتا تھا۔ ہر حال جس روز میں نے ہائی کورٹ میں اپنے وکالت نامہ داخل کر لیا اس کے دوسری دن بڑی نے فوراً کر کے برا ٹھکانا ڈالنے کی کوشش کرنے ہوئے کہا۔

• حال بیٹے۔ میں نے سنا ہے کہ برہ کی عاقل داؤے کیس میں تم نے دوسرے فریق کی پیری کرنے کی ہائی جرنل سے "میں اکل" میں نے دل ہی دل میں سکرلے ہوئے کہا۔

• کیوں کیا کوئی خاص بات ہے؟

• برہ کا کیس میں لڑ رہا ہوں۔ بڑی نے ٹھوس ٹھوس گھٹیا انداز میں اپنی بڑی کا اٹھار کرتے ہوئے کہا "میرا مشورہ مانو اور وکالت نامہ واپس لے لو اس لیے کہ تم بھی بچے ہو گھوش قانون کے میدان میں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے میں نہیں چاہتا کہ تمہاری سالہ کو برہ کیس میں کوئی ایسا شدید دھچکے پہنچے کہ تمہاری پریکٹس کو نقصان پہنچ جائے"

• اکل۔ آپ میرے رزلٹ میں اس لیے ہیں آپ کا ہمیشہ بہت اتھار کرتا ہوں مگر مجھے افسوس ہے کہ ایک بار وکالت نامہ داخل کر لینے کے بعد تم سے واپس لینا چاہوں گا کے خلاف ہے۔ میں نے نہایت خوب لکھے ہیں کہا پھر کچھ طنز کرتے ہوئے یوں کہ "ان گھر برہ کے معاملے میں آپ کا کوئی ذاتی مفاد شامل ہے تو دوسری بات ہے آپ کے مفاد کی خاطر میں آپ کا برہ مان سکتا ہوں"

تم بڑی توجہ اس کیس پر صرف کرنی شروع کر دی میں نے اپنے کیس کی تفریق سے اسٹیڈی کی۔ جناب جہاں جھول تھا اُسے بڑے کیس کی تفریق سے جمع لے بیٹھو اور کو کچھ ناخوش کرنے لگے میں نے بڑی صورت حال اور کیس کے اہم پہلوؤں کے بارے میں آگاہ کیا مگر جہاں کی غصہ میں بھی ٹھوڑی دیر کی اور ان کے بیانات پر پوری طرح ناخوش فرما کر اعلیٰ کیس کے ذہن نشین کرانے۔ نو فیک کیس کی صورت ہی کچھ ایسے انداز میں بدل دی کہ پہلی ہی پیشی پر بڑی ٹھکانا کر دیا گیا۔

• کیس میں مقدمے کی بار بہت کا انحصار داخل اور ٹھوس ثبوت پر ہوتا ہے اور کسی بھی صورت میں ایک مایا کیس یا برہ کو برہ مقدمے کو اپنی اتنا کٹر نہیں بنالینا چاہیے ورنہ وہ جذباتی ہو جاتا ہے اور جذبات کی زد میں بہک کر اکثر ایسی ناخوش فطانتیں کر جیتا ہے جو مقدمے کی باطل کو یکسر مٹ کر دیکھ دیتی ہیں کچھ ہی روز پیش نہ کر دے کیس میں بڑی کے ساتھ بھی دو پیشی آدمی تھے میں بلا کسی جھجک تسلیم کرنا ہوں کہ بڑی میرے مقابلے میں کیس زیادہ تجربہ کار اور اندیش اور گھٹا کٹھن لگا ہوا تھا، برہ کے کیس کے سلسلے میں میں مذمت سے کچھ زیادہ ہی اس بات کا اعتقاد تھا کہ وہ جب چاہے گا کیس جوت لے گا جتنا تجربہ مجھے غور کرنے کی خاطر وہیں دیتا رہا لیکن اس کا ضرورت سے زیادہ اعتماد ہی اسے دوا اور دیر ہر سال بعد جو کیس کا فیصلہ ہوا تو وہ میرے روناؤں کے حق میں تھا۔

آج رات میں جس قدر غوشی ہوئی اس کا انداز میرے سوا اور کون لگا سکتا تھا، وہ انتخابات جو بڑی کے خلاف تھے میری شان میں دوڑاں قیدیہ چھاپ رہے تھے مجھے جڑت سے مبارکباد کے پیغام موصول ہو رہے تھے بڑی کو اپنی شکست کا اتنا افسوس ہوا کہ اس نے کوہٹ آنا مانا بند کر دیا وہ دیکھا اور برہ بڑی بڑی کھڑکی کا کٹا نہ بن سچے تھے انہیں بڑی کے خلاف زبان کھولنے کا ہانا ہاتھ لگنا تھا نو فیک ایک ہی مقدمے نے مجھے غرض سے اٹھی کوشش پر بھی دیا تھا لیکن میری یہ غوشی بھی بہت ماضی ثابت ہوئی غرضیوں کے ان ہی ایم میں مجھے ایک دن اچانک وہ غمناک خبر سننی پڑی جس نے مجھے میرے برہ پر غور سے پیشے سے بدل کر دیا۔

گوری سے میرے والد کے سب سے عزیز ملازم دیوان جی نے مجھے میرے والد کی اچانک موت کی اطلاع دی تو میری میری نگاہوں میں اندھیر ہو گئی، میں اسی حالت میں دفتر سے اٹھ کر گوری کے لیے رات بھر جاگتا رہا اپنے والد کی موت کا گمراہ

ہوا تھا، دسوات وغیرہ ختم ہونے کے بعد ایک روز دیوان جی نے عاقل کے سلسلے میں والد صاحب کا وصیت نامہ میرے حوالے کیا تو میری آنکھیں ساون بھاؤں کی طرح برس برس کر کے والد صاحب نے اپنی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میرے نام کر دی تھی میرے سینے پر سے غم کا بوجھ کچھ ہٹا ہوا تھا مجھے ایک نیا غم سنا پڑا، دیوان جی نے مجھے دینی زبان میں بتایا کہ برہ والے مقدمے میں میری کامیابی کی خبر میرے والد کے لیے ملک ثابت ہوئی تھی اس لیے کہ میری بہت سے ایک برہ کے لیے ہلے ہلے آشنا نے کو اٹھار دیا تھا، اس کے علاوہ میرے والد کا اس بات کا گم بھی تھا کہ کہیں تو گرنے کے برہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا وہ ایمان اور جھوٹے لوگ تھے انھوں نے جو نے کا قذات تیار کرانے تھے جہاں کی کامیابی کی ضمانت بن گئے۔

میں ماتھل کر رہ گیا۔ جوتہ کمان سے نکل چکا تھا واپس نہیں آسکتا تھا، تقدیر میرے حق میں جو فیصلہ صادر کر چکی تھی وہ اٹل تھا میری بیانی یا بڑی کیس کے مرمم اب کی روح نشین تو پہنچا سکتی تھی لیکن میری بیسی کے دائرہ کو وہ نہیں سکتی تھی شاید اس لیے کہ میں نے زندگی کی ابتدا ہی میں اپنے لیے غلط راستے کا انتخاب کر لیا تھا، میرے والد کی تربیت کا نتیجہ ہوا میری فطرت مجھے ہر حال جھوٹ اور محروم و قریب سے شدید نفرت تھی جبکہ میرے پیشے کی بنیاد بھی جھوٹ پر تھی ایک بڑے ہونے کے ہلے اپنے موکل کا کوئی کمزور ملازم تھا، لوگ قتل کرتے تھے مجھے ان کو قانون کی نگاہ میں میں مذمت ثابت کرنا پڑا۔ روگنا دکرے اور مجھے انھیں بے گناہ ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا۔ اٹھے اسی بات کا معادہ ہوا تھا۔ میں نے برہ پر غلط اور جھوٹے مقدمے سے اپنا دامن بچا دیا تھا لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ اس پیشے میں زندگی کی سب سے اہم کامیابی ہی میری بیبی کا باعث بن رہے گی اور والد صاحب کیوں خاموش سے مجھے داغ مفاقت لے کر دینا سے متنازع ہو گئے۔ ہر حال باپ کی موت کے غم اور صدمے سے میرا دل اتنا بڑا ہوا کہ میں نے وکالت کا پیشہ بیٹھنے ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا، لوگ میرے اس فیصلے پر سخت بدظن ہو گئے۔ میرے چوتھے دوستوں نے مجھے سمجھا دیا کہ میرا فیصلہ بالکل غلط ہے کہ بڑے زوردار جلیس کیس کیس پر فیصلہ اٹھاتا تھا، اس میں کسی چھک یا تیرہم کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

وقت کے ساتھ میرے دل کے زخم بھی مند ملنے لگے میں الہ آباد کی رطوبت ترک کر کے کوئی آگیا۔ دولت کی فراوانی بہتوں کو مکاش کیے ہوئی ہے جاگیر سے ہونے والی آمدنی کے

اتنی رات گئے میں سے کہیں پر دستک پٹنے کی :-
 - برقیاتی کی باتوں سے پرہیز کیا کرو گے کیونکہ شے کیا :-
 ہو سکتا ہے اس غریب کے سر میں واقعی دردِ بڑا ہو اور میرے

ان کے دو بیٹاں بھی کسی تلخ کنی نے مرے سے جہنم ہی نہ لیا ہو۔

فرنیچ اردو ریڈر

میری ہنستی کھینچتی زندگی کا رخ موڑ دیا۔ مجھے وطن سے دور در بدر کر دیا اور۔۔۔ اور۔۔۔

میں سے کہیں میں لگی ہوئی دیوار گیر گھڑی نے اپنا رخسار گواہ

پروفیسر محمد اشرف قیمت: 90/-

دھوکے میں وہ تھا نے کہیں برہنہ گئی ہو۔
 "ہاں وہ مجھے ٹانگہ ہی سمجھ کر آئی تھی لیکن خود کہیں آئی؟
 اگر برس دو دھن تو اپنے شوہر کو گول لینے بھیج دیتی۔
 یہ بھی ممکن ہے کہ اسے مردود کے علاوہ کوئی اور بھی
 تکلیف لاحق ہو۔ میں نے جب تک کی نظریں بچا کر یککاش کر
 آنکھ مٹاتے ہوئے بند کر دی تھی۔

مخلدول کی تحفہ یککاش نے میرا اشارہ سمجھتے ہوئے
 جب تک پوچھا "برہنہ کیا تم نے اسے گول لے دی تھی؟"
 "دب ٹیپر کی ننگی، اگر وہ میرے دھنکالنے پر فوجا جیسے
 کہیں کے سامنے سے چلی نہ چلی ہوتی تو میں شاید جھگڑا ہوتا
 ہمیشہ کے لیے اسے مردود سے نجات دلا دیتا۔ جبکہ موٹ
 پہاتے نہ تو بولا میری بات کا یقین کرو، وہ عورت نہ صرف
 یہ کہ محسوس ہے بلکہ بدکردار بھی ہے۔"

مگر باہتار امانہ صبح سے اسی وجہ سے سوجا ہوا ہے کہ
 رات ایک ایسی صورت نے جڑ بٹھ خرابی کے لباس میں ملیرس
 مٹی تھانے کہیں کے دروازے پر دستک کیوں دی کیوں یہی
 بات ہے نا؟ یککاش نے پوچھا۔
 "تم نے سمجھ لی بات سمجھ لیے ہر دوا سوجا، اگر سولیا زندہ
 ہوتی تو؟"

"لعنت ہے تمہاری سوچ پر" یککاش بھلا گیا "جیوی
 کے مرنے کے بعد بھی غلامی کی لو باس نہیں چھٹی۔
 "بات غلامی کی نہیں میری حیثیت کی ہے۔ جب تک نہ
 بھی تھلا کر کہا "تم لوگ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اگر کسی کو میری
 شخصیت اور میرے کردار پر انکلی اٹھانے کا مترفع مل گیا تو
 میری سالہا سال کی محنت اکارت جائے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں بات کی نزاکت کو۔ میں نے درمیان
 میں مدلی سے بولتے ہوئے کہا "میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ
 ہمیں اگلی بدگاہ پر اس مایہ جی جوڑے کو جہاز سے اُتار دینا
 چاہیے۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے" یککاش بولا "چنک۔
 طویل سفر میں کسی عورت کا ساتھ ہر نا اشد ضروری ہے۔ اس
 سے فتنے بنتے، احباب کو سکون ملتا ہے۔"

جب تک گھر کو یککاش کو دیکھی لیکن بات ناشتہ آ
 جانے کی وجہ سے مختصر ہو گئی۔ میں نے دوبارہ اذان کی پڑھارو
 موت کا مسک جھپٹ دیا۔ یککاش کا خیال تھا کہ کہیں میں جا کر
 دھن کو بلانے کا عمل دیکھنے سے پیشتر ڈاکٹر کو مزید کورڈا چاہے
 اس طرح ممکن تھا کہ جیسے کے بالے میں کچھ اور ایسے ثبوت مل

"اور دوا دے خوف ہم جی موت کی آنکھوں میں آنکھیں
 ڈال کر سکرانے کا عادی بننا ہے۔ یککاش بولا "سیاح اگر
 موت سے براہ راست ہونے لگیں تو پھر وہ دنیا کے ان عجائبات
 کی سرینیس کر سکتے۔ ہوا کا دیکھ دیکھتے ہیں۔
 "آپ نے درست کہا میرے عزیز، لیکن جان پر کھڑے خطروں
 کو دعوت دینا اور آنکھوں کو نہ کرانڈے کنوں میں بھلا کر لگا
 دینا بھی میرے نزدیک دانش مندی نہیں۔ اس بار ایشلے نے
 قتلے خشک لیے ہیں کہا۔ میں آپ کو یقین دلاؤں کہ
 ہماری جانب سے آپ حضرات کو شکایت کا مترفع نہیں ملے گا۔"
 "میرا خیال ہے کہ ہم اپنا کی بندگاہ سے جزیرہ ہوائی کا
 سفر اختیار کریں اور اس کے بعد موسم کے تیز دیکھنے کے بعد
 ہی کوئی فیصلہ کریں گے۔ میں نے بوڑھے کپتان کے لیے
 کی تجویز کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ شاید ایشلے کو یککاش
 کی بات ناگوار گزری تھی۔

"میں نے سنا ہے کہ جزیرہ ایٹر کے کھنڈرات تالیخ
 سے قبل کے دور کی بہترین یادگاریں ہیں اور وہاں کی ہر چیز
 صرف یہ کہ ناقابل اعتبار اسرار اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ برکھاظ
 سے قابل دید بھی ہے۔ یککاش نے اپنی معلومات کا اظہار
 کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے درست سنا ہے میرے عزیز۔ ایشلے بسترور
 سنجیدگی سے بولا۔ لیکن ایک جزیرہ ایٹر پر ہی کیا موقوف ہے؟
 اس وسیع و عریض دنیا میں کہ درازوں ایسے حادثات رونما
 ہوتے رہتے ہیں عقل جن کی کوئی تو جیسے پیش کرنے سے
 قاصر ہے اور ہزاروں مقامات ایسے بھی موجود ہیں جہاں بھی
 ایک علم اور تہذیب کی روشنی نہیں پہنچ سکی۔ افریقہ کے گھنے
 جنگلات اور دور دراز علاقوں میں آج بھی وہی تہذیب پرورد
 ہے جو ہزاروں سال پہلے تھی۔ ہم جس سندھ کی لڑوں پر سفر کر
 لے رہے ہیں اس کے نیچے بھی ایک پراسرار عجیب و غریب دنیا
 موجود ہے لیکن اس پر اسرار اور ناویہ دنیا کی سیر کرنے کی
 خاطر ہم دیہہ و دانستہ اگر اپنا جناح کوڑوں کو میرے نزدیک
 یہ عمل دانش مندی کے معافی ہوگا۔" ساسوں اور جہاز دانوں
 کے بھی کچھ اصول مقرر ہوتے ہیں۔"

بوڑھے کپتان کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے
 وسیع تجربے کے آگے یککاش کے کٹناہی اور سطحی تجربے کی
 بائیں سن کر بھلا گیا تھا، یککاش نے بھی ایشلے کی بات سن کر
 برا سامنہ بنایا اس لیے کہ ہم نے برہنہ بوری عقاب کو دو
 ماہ کے لیے کرائے پر حاصل کر لیا تھا اور اس عرصے میں لے

کر یہ جزیرہ ہوائی سے واپسی پر ہم درمیان کے کچھ اور جزیروں
 مثلاً کریسٹم اس اور فانیگ (CHRISTMAS AND FANNING)
 کو بھی دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد ہم خاص طور پر ایٹر جزیرے
 پر جا لیں گے اور پھر کوئل سی کو عبور کر کے ہم ترقی بھی جانا
 پسند کریں گے۔

میں یاد کر کے اپنے سفر کے مقامات گنا مارا، بوری
 عقاب کا بوڑھا پر تنگانی کپتان بنایت خاموشی اور نوبہ سے
 میری باتوں پر غور کرتا رہا، اس کا چہرہ کبھی اندھنی جذبات کی
 ترجمانی سے عیسر عادی اداسیٹ نظر آتا تھا لیکن جب میں
 خاموش ہوا تو اس نے مجھے بہت طو سے دیکھ کر مسکراتے
 ہوئے کہا۔

"میرے عزیز آپ جیوی عقاب اور اس کے لے کے خدا
 پر ہے دواہ کے لیے حاصل کر رکھی ہیں اس لیے ہمارا فرض ہے کہ
 آپ کے برہنہ کی بلاسی چون و پیر لے لیں کی جائے لیکن بحیثیت
 کپتان مجھ پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ آپ حضرات کو
 سفر کے دوران پیش آنے والی مشکلات سے قبل از وقت آگاہ
 کر دوں۔"

"کیا تھا کہ یہ خیال میں کوئی جیوی سفر پر مشکلات کے بھی
 غم ہوا ہے؟" یککاش نے جو طبیعت بھی ہم جو واقع ہوا تھا
 ایشلے سے سوال کیا۔

"آپ نے میری بات کا غلط مطلب لیا ہے میرے عزیز۔
 ایشلے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ مشکلات سے میری مراد موسم
 سے تھی جو بدلتے رہتے ہیں جیوی سفر کے دوران ہمیں سیزن اور
 موسم کے مترفع تغیرات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"نہیں کیا اندازہ ہے سراسر ایشلے۔ میں نے بوڑھے کپتان سے
 دریافت کیا۔ کیا میں نے جو پروردگار مرتب کیا ہے اسکے دوران
 موسم کا کنیز کریں حاصل ہوتا ہے؟"

"میں آپ کو سفر کے انتھاء کا مشورہ دوں گا میرے عزیز۔
 ایشلے نے اپنا بائیں بھرے لئے بات انداز میں جواب دیا۔
 "اپنا کی بندگاہ سے جزیرہ ہوائی جانے کے بعد اگر ہم ایٹر
 آئی لینڈ کی طرف اپنا رخ کریں تو ان مترفع طوفانوں سے
 بچ سکیں گے جو ہمارے لیے پریشان کن ثابت ہو سکتے ہیں۔
 "میری موت میں ہمیں وقت بچانے کے لیے جزیرہ ایٹر کا
 پروردگار ترک کرنا ہوگا۔ لیکن یہ صرف میرا مشورہ ہے ہم دو ماہ
 تک ہر حال آپ کا برہنہ مانے کو تیار ہیں اس لیے کہ کھار اور
 سچا ہمارا زنا سائیکلون اور سخت دونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے
 ہر ہتھ اندازہ کرتا ہے۔"

"صبح جزیرہ میرے عزیز۔ اس نے میرے قریب آ کر
 کہا پھر سمندر کی جانب دیکھتا ہوا بولا "میری آمد آپ لوگوں
 کے لیے کسی مصلحت کا باعث تو نہیں تھی؟
 "نہیں سراسر ایشلے۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "ہمارے درمیان کوئی لاز و نیاز کی باتیں نہیں سفر سے متعلق
 گفتگو ہو رہی تھی۔"

"میں جیوی دوبارہ کرنے کی غرض سے آیا تھا کہ فنی
 جزیرے کی سیر کے بعد آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟
 "جزیرہ جی کے بعد ہم ہوائی جزیرہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں
 گے۔ میں نے اپنے ذہن میں طے شدہ پروگرام کو دہرائتے ہوئے

اپنی مرضی کے مطابق ہتھمل کرنے کا حق رکھتے تھے۔
 میں حالات کی نزاکت کو سمجھ رہا تھا، ایسے کے معاملات
 کھل کر کوئی حکم جاری کرنے کی صورت میں بھی سفسکے دوران
 نہیں بے شمار خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا اس لیے کہ اس کی
 حیثیت برصاں ناخدا کی تھی دوسری طرف اگر میں کیکلش کو کپتان
 کے سامنے سمجھانے کی کوشش کرتا تو وہ بھی میری باتوں کا پرمان
 سکتا تھا، ابھی کوئی درمیانی راستہ نکالنے کے بارے میں غور کر
 رہا تھا کہ جب تک ایسے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
 ”سید عظیم کی قسم، میں بھی موت سے نہیں ڈرتا لیکن تم خوش اور
 نادیدہ قوتوں سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔“
 ”فادر جب تک۔ میں آپ کا شاہد سمجھنے سے قاصر ہوں۔“
 بڑے کپتان نے پامپ کا ایک بخش لے کر کیکلش کی سمت
 وضاحت طلب نظروں سے گھومتے ہوئے کہا: کیا آپ کس خیال
 میں ہیں نے کوئی غلط بات.....؟
 ”نہیں سید موت۔ جبکہ جلدی سے بولا: تم میرا
 مطلب نہیں سمجھو گے، میں میرا اشارہ اس سیاتی جڑ سے کی طرف
 تھا جو ہائے ساختہ اس جہاز میں سفر کر رہا ہے اور.....“
 ”مگر رات اس سیاتی جہاز سے شب بخوابی کے بائیک
 لباس میں آدمی رات گئے فادر جب تک کے سکون کو برقرار کرنے کی
 کوشش کی تھی۔ میں نے جب تک کا جملہ تیزی سے کاٹتے ہوئے کچے
 ایسے انداز اور لہجے میں یہ بات کہی کہ بڑا کپتان بھی زیرِ لب
 مسکرائے پر مجبور ہو گیا۔
 ”اوتھ۔ ایسٹ نے اپنی ہنسی ضبط کرنے مجھے اور جب تک
 چہ سے پر ابھرنے والی جھلاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے کہا: اگر مجھے
 معلوم ہوتا کہ وہ عورت اچھے کردار کی مالک نہیں ہے تو میں اسے
 احوال کے ساتھ کو بھی بھری نقاب پر تیار نہ دیتا۔“
 ”مجھے بھی صرف یہی شکایت ہے میرے دوست جب تک
 معصوم صورت بنا کر ایسے کو مخاطب کیا ہے تم نے جسے بنا دی ہے
 میں اس سے بھی زیادہ سخت پر مجبور ہو گیا ہوں اور میرے دونوں
 متعلقہ دوست میری بے بسی کو سمجھنے کے بجائے مجھ پر فقرے
 چست کرنے سے باز نہیں آتے۔
 ”آپ ٹھنک رہیں فادر جب تک میں اس عورت کو نہ صرف
 یہ کہ تہیہ کر دوں گا بلکہ اگلی ہندو گاہ پر اسے آنا بھی دوں گا۔“
 اور ایسے کی بات سن کر جب تک سکون کا اتنا احساس لیا
 تھا کہ اس کی پوزیشن اور وضع خیرین تھی ایسے مسکرائے ہوا اپنے
 کہیں کی طرف چلا گیا تو میں نے بھی اطمینان کا احساس دیا لیکن
 کیکلش جب تک پر برس پڑا۔

قاتل فقیر

انتخاب

طارق اسماعیل ساگر

قیمت -/60 روپے

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

”حق میں ایسے کے سامنے طاقت کی باتیں نہیں کرنی چاہیے تھیں۔
 طاقت ہی سہی لیکن رتبہ عظیم کی قسم مجھے یہ سن کر بے حد
 سکون ملا ہے کہ موت جلد ہم اس شخص اور اپنی ہندو جڑوں سے
 نجات حاصل کر لیں گے۔“
 اگر تم نے مزید طاقت کی بات کی تو میں اس سیاتی جڑ سے
 کرنا سامان بنا کر سفر کی دعوت لینے پر آمادہ ہو جاتا ہوں گا۔
 میں جانتا ہوں کہ آگے ہاتھ جوڑ کر دم کی درخواست پیش کرتا
 ہوں۔ جب تک روپے والی آواز میں ہاتھ باندھتے ہوئے کس تو
 کیکلش بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔
 دوسرے کھانے کے بعد میں آرام کرنے کی غرض سے اپنے
 کہیں میں آ گیا، ایسے کی باتوں سے میرے ذہن کو اور الجھا رہا تھا۔
 ایک سال کی کیفیت سے مجھے درجنوں کی واپس کا نتیجہ نہیں تھا
 ہندو دھرم میں آگاہی کا تصور ضرور موجود ہے ان کے عقیدے کے
 مطابق روح بھی نہیں مرقی، موت ایک عارضی تبدیلی ہوتی ہے اور
 روح ایک جسدِ عاقل کو چھوڑ دینے کے بعد پھر کسی اور جگہ رہا کر
 جسم میں داخل ہو جاتی ہے، کیکلش نے مجھے یہی بتایا تھا لیکن
 میرا عقیدہ اس سے مختلف تھا پھر مجھے اس بات کا یقین کیوں
 نہیں آ رہا تھا کہ درخشاں مجھ سے پیشہ کے لیے روٹھ چکا ہے اس کو
 میرا ساتھ چھوڑے پر اسے چھوڑا وہ میرے تھے یہ اور بات تھی کہ
 میں اس کی یاد کو بھی ایک لمحہ اپنے دماغ سے لٹائے مجھے تھا یہ محبت
 کی شدت تھی جس جو میری ماضی کی حسیں یادوں کو تازہ کیا کہ میرے
 نفس لیکن محبت کی شدت میں مرنے والوں کو کوئی زندگی تو نہیں عطا
 کر سکتی تھیں پھر میرے والوں کے تعاقب میں کیوں بھاگ رہا
 تھا؟ کیا موت اس لیے کہ اس نے مجھے اس بات کا یقین دلایا
 تھا کہ ہادی عبادی ماضی ہے اور ہم دوبارہ پھر ملیں گے؟
 ہوسکتا ہے میری زندگی نے میری محبت کی شدتوں کا اندازہ
 لگا لیا ہوا اور محسنِ مومن دل کی خاطر اس نے مجھے دوبارہ ملاقات
 کی نوعِ دی بڑا خوب ہمیشہ سچ تو نہیں ثابت ہوتے، کبھی بھی ان
 کی تعبیریں بڑی بھیاں ہوں تاکہ ثابت ہوتی ہیں ان
 باتوں کو سمجھنا تھا لیکن پھر بھی شاید اس لیے سفر پر نکل کھڑا ہوا
 کہ میرے والوں کی آخری خواہش تھی اس کی آرزو تھی جس کی
 تکمیل کی خاطر میں نے خود کو مصالحت کے دھاروں پر چھوڑ دیا تھا
 جب میں نے زندگی میں اس کی کسی بات کی تھی نہیں کی اس کے
 کسی تصور کو نہ نہیں کیا۔ اس کی کسی خواہش کو رو نہیں کیا تو
 مجھ اس کے مرنے کے بعد اس کی روح کو صدمہ میں کو پھنسا سکتا
 تھا شاید یہی ہے میں ایک ایسے سفر پر نکل کھڑا ہوا تھا جس کی
 کوئی منزل مبین نہیں تھی پہلے سے کوئی مقام طے نہیں تھا میں سفر
 بلا سفر کے ہوا کچھ نہ تھا اس لیے کہ اس نے۔ میری کامیابی نے،
 میری درخشاں نے مجھے طویل سفر کا حکم دیا تھا۔
 ایسے کی باتوں نے مجھے سفر میں آندہ پھنسائے تھے
 انہیں کے بارے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا، شاید وہ بھی
 ہم سے یہی کتنا چاہتا تھا کہ میں وہ سید مقصد اور سید معنی سفر کر
 کر دیتا چاہیے نہ کہ اس سے میرے سفر کا چور چور دیا تھا اور
 ہاں کہہ کر چاہتا تھا کہ مجھے کسی سامنے کے پیچھے سمجھنے سے پرہیز
 کرنا چاہیے لیکن کیکلش کی باتوں نے اسے دامن کر دیا تو وہ خاموش
 ہو گیا تھا باطل اس سب کی طرح جس کی طاقت ابروں کے اندر بھی
 ہزاروں بھیاں اور غولاک طوفان چھپے ہوئے ہیں۔ جوں کی
 خاموشی اور سکون میں ایک قریب ہوتا ہے سرب کی اندھیرے
 پانی کچھ کر ماضی بھانگنا شروع کر دیتا ہے لیکن اس کی پائین قدم
 نہیں مڑتی تسخیر اور بڑھ جاتی ہے۔
 میں بھی شاید سرب کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا تھا زندگی
 کا ترس میں ایک ایک کر کے مجھ سے روٹھ چکی تھیں نالائے نے مجھے
 جو ذمہ دیا ہے اس سے میرا سبب لڑائی ہو گیا تھا اس لیے سرب کے
 پیچھے اندھا دھند بھاگنے میں بھی میرے لیے ایک کیلک تھا ایک
 کیکلش تھی، قریب ہی سہی مگر اس قریب میں غیروں کے بجائے
 میری کوئی ہوئی محبت کی کچھ حسیں یادوں پر مشدد تھیں اگر
 دھوکا تھا تو میں نے خود اسے دیدہ و دانستہ کھانے کی کوشش
 کی تھی اچھا کہ موزوں کے دھوکوں سے بھر دئے تھے میں اس کے
 غصے میں یہ دھوکا بھی میرے لیے بہت کم از کم تھا۔
 امیدوں کے سہارے کچھ وقت تو گزر رہا تھا، البتہ میں نے اپنے
 وہ بچہ جی دوستوں کو ساتھ لے کر شاید خود مرضی کا ثبوت دیا تھا۔
 مجھے اپنی زندگی پر اطمینان تھا لیکن مجھے اس بات کا حق تو نہیں
 تھا کہ اپنے دوستوں کو بھی اپنی بے بسیوں میں کچھ تباہی بفرشال
 کر لیتا، جب تک کی بات جلد تھی وہ بھی میری ہی طرح سفر سید
 تھا اس کی بیوی بھی اسے اچھا دماغ ملاقات نے گئی تھی
 لیکن کیکلش نے تو ابھی تک اس سفر کا آغاز ہی نہیں کیا تھا
 جو شادی کے بعد دوسرے سفر میں مل کر ایک ساتھ شروع کرتے ہیں۔
 بلکہ ان ہی باتوں سے اچھوڑا تھا کہ میرے کہیں کے
 وہ راز پر پھنسی نے ہنسنے سے دست دئی میرے معاملات کا خیرازہ
 منتشر ہو گیا ابھی کچھ دیر پیشتر ہی ہم تینوں دوست کھانے کی
 میز پر موجود تھے اس لیے دست دینے والا یقیناً طود پر جب تک
 کیکلش کے سوا کوئی اور تھا۔ میں نے ایک لمحے کو سوچا لیکن یہ
 وہ آمادہ میرا دھرم ہی ہو لیکن جب دوسری بار دستک کی آواز سنی
 دی تو میں بستر سے اٹھا، کہیں کا دروازہ کھولا تو ڈر لپک لپک لپکتی
 تیزی سے اندر داخل ہوا کہ ایک لمحے کو میں سمجھ گیا، اندھیرے
 اجازت لیے بغیر اس نے کہیں کو اندر سے بولٹ کر دیا اس کے

جس پر ہر پشت اور دیوار کی کھٹے چلے تاخراٹ ہو جوتھے میں نے کوئی نہ نکالت کو بڑی سرمٹ سے عسوس کیا گونے کے حالات اور ماضی کے اندھ بنک حادثات نے مجھے خود اپنے منہ سے بھی مختار دہنے کا عادی بنا دیا تھا، جتنی دیر میں اگر نے کہیں کرولٹ کیا میں تیزی سے لپک کر اپنے بستر کے پاس آگیا جہاں تکیے کے نیچے میز پر کولٹ بیٹوں موجود تھا، کسی شخص سے لٹنے کے لیے اب میں پوری طرح تیار تھا، اگر اور کسی دربان کو کہہ دیتا تو اس کا جسم بہ آسانی چھلنی کر سکتا تھا میری مٹائی نگاہیں اگر کوئی بھی ہوتی تو یقیناً دل اندر ہی اندر دھوکہ دے دیتا لیکن میں نے چہرے کے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ پھر وہ جیسے ہی دروازہ کولرٹ کر کے گھومنا میں نے تیز اور پیچھے ہونے کے لیے میں لوچھا۔

تم اس وقت مجھے ذہنی طود پر بہت زیادہ پریشان اور لہجے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

صاحب: اس نے تیرا امید لگا ہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے دلی زبان میں کہا تھا مجھے آپ کے کچھ فردی باتیں کرنی ہیں۔

جنکین کے سلسلے میں؟ میں نے سوال کیا تو اس نے بڑی سرمٹ سے اثبات میں سرکو جنبش دی۔

کچھ دیر خاموشی کا وہ فطری راز داری سے بولا۔ صاحب مجھے شبہ ہے کہ میرے دوست "ارمن" کو کسی جنکین نے کسی بد روح کا نشانہ بنایا ہوگا۔

مختصاے پاس کوئی ثبوت ہے اس بات کا؟ میں نے اگر سے سہاٹ لیے میں سوال کیا، اس کی جانب سے متوقع خطرہ دور ہو جانے کے بعد میں اطمینان سے اپنے بسترو پر لیگا۔

ثبوت تو نہیں ہے صاحب لیکن موت سے صرف ایک روز قبل "ارمن" نے جنکین کا مذاق اڑایا تھا، اگر نے سرگوشی کرتے ہوئے جلت کر دروازہ کی سمت کچھ ایسی مشکوک نظروں سے دیکھا جیسے اسے شبہ تھا کہ باہر کوئی دروازہ سے گھلا کھڑا اس کی باتیں سن رہا ہے۔

دوستوں کے دربان تو ہنسی مذاق کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔ میں نے اس بار اپنے حامی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ جنکین کے ایک گروٹے میں خاموشی سے بیٹھا ہم دونوں کی باتوں کو لیے صد غور سے کان لٹکے سن رہا تھا۔

آپ نہیں سمجھے صاحب "ارمن" نے دلوں کو جلاسنے والے عمل کے سلسلے میں جنکین کا مذاق اڑایا تھا۔ اگر نے اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے کہا: جنکین اس بات کو کسی

ثبوت پر ہر پشت نہیں کرتا کہ اس عمل کے سلسلے میں کوئی اس کا مذاق اڑائے، اس نے "ارمن" سے کہا تھا کہ اسے وہ مذاق بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔

وگرنہ کیا خیال ہے کہ جنکین نے کسی بد روح کے ذریعہ "ارمن" کو موت کے گھاٹ اتار دیا؟

یہی بات ہے صاحب۔

لیکن تم اس قتل کو نہایت کیوں کر کر دے؟ میں نے کہا۔

میرا مطلب ہے کہ ثبوت کے بغیر اسے جیسا کس طرح قاتل پھیرایا جا سکتا ہے؟

بد روحوں کے خلاف دنیا کا کوئی قانون ثبوت نہیں پیش کر سکتا۔ اس بااثر و کالج پر اسرار و سفاک تھا۔ اگر جنکین بھی کسی ایسے حادثے کا شکار ہو جائے جس کا ثبوت مل سکے تو کسی لمحے کی؟

کیا مطلب؟ میں نے پوچھتے ہوئے دریافت کیا۔

جس وقت "ارمن" پر دیوانگی کا دورہ پڑا تھا اس وقت جنکین جہاز کے ایک ڈیڑا اور اسطر باسٹن کے ساتھ انجین روم میں موجود تھا، میں نے اس بات کی تصدیق بھی براہ راست سطر باسٹن سے کر لی ہے۔

اداس کے باوجود جنکین کو قاتل سمجھ لے رہے ہوئے؟

ہاں صاحب۔ اس لیے کہ جنکین ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں بھی کوئی حرکت کے بغیر سے جا رہے مار سکتا ہے۔ اگر نے کہا تھا: بد روحیں نظر تو نہیں ہیں لیکن عمل کرنے والے کے اشاروں پر ناپائے کے لیے ضرور مجبور ہوتی ہیں۔

مختاری باتیں میرے لیے عمر سے کم نہیں ہیں میں کرتا ہوں بولا۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ جنکین ہی نے کسی بد روح کے ذریعہ "ارمن" کو اس کے مذاق کی عزت ناک مزادی سے نوکیا وہ نہیں بھی۔ میرا: ثبوت کہ جنکین کو رو میں اس باسٹن بھی خبردار کر سکتی ہیں کہ تم اسے قاتل سمجھ رہے ہو۔

جنکین کے فزقوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکتا۔ اگر نے مسکراتے جواب دیا: میں نے بھی اسے قتل کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے وہ اپنی جگہ ممکن ہے اور میرے خلاف بھی قتل کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جا سکتا۔

مگر تاہم جنکین کو قتل کر دے؟ میں نے پوچھتے ہوئے اسے گھورا۔

اس وقت وہ میرے دو چکر ٹھیک میں منٹ ہوئے ہیں۔ اس نے میرے کہیں میں لگی ہوئی گھڑی کو بغور دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ جھاکر کہا: مجھے آپ کے کہیں میں آئے تقریباً

پندرہ منٹ ہو چکے ہیں یعنی میں آپ کے پاس ٹھیک ایک بج کر اڑیس منٹ سے موجود ہوں اب اگر اس عرصے میں کوئی تیرا شخص جنکین کے ناپاک دیو کو ختم کر دے یا جنکین از خود کسی حادثے سے دو چار ہو کر مر جائے تو کیا آپ یقین کر لیں گے کہ اسے میں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے؟

اگر کے ہونٹوں پر ابھرنے والی شیطانی مسکراہٹ دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ اس نے یقیناً جنکین کے خلاف کوئی خطرناک منصوبہ بنایا تھا اور مجھے بھی بلا واسطہ اپنا گواہ بنا چاہتا تھا، میرے ذہن میں جلی کر نہ اچھی، اگر نے نہایت خوب موافقت اور جلال کی سے مجھے اپنی سازش میں شریک کرنے کی کوشش کی تھی میرا دل تفریق اندیشوں سے دھڑکنے لگا، میں نے اگر کو بغور گھورا، اس کے ہونٹوں پر بدستور بڑی معنی خیز اور زہریل مسکراہٹ چھلنی ہوئی تھی، میں نے خود کو پرے ہٹا دیا کرتے کی بھر پور کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میرے "ارمن" دوست ممکن ہے تم نے جنکین کے خلاف جو فزق منصوبہ بنایا ہے اس میں کامیاب بھی ہو جاؤ لیکن تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ تم ایک ڈیڑا اور شخص کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف بھی کر چکے ہو۔

میں تسلیم کرتا ہوں صاحب لیکن مجھے آپ پر پورا پورا اعتماد ہے۔ وہ ایک ثبوت بخیرگی سے بولا: مجھے یقین ہے کہ آپ میرے خلاف کوئی نہیں دیں گے۔

اس یقین کی کوئی وجہ خود ہوگی؟ میں نے تعجب سے پوچھا۔

جی ہاں! اگر نے ہونٹ چباتے ہوئے میری نظروں میں نظری ڈال کر کہا: آپ ادا آپ کے دست "ارمن" کی جہت ناک موت کے معنی شاد ہیں اس وقت تک میرا ذہن جنکین کی قوت نہیں گیا تھا، میں "ارمن" کی موت کو شیش تیر دی کھانا تھا لیکن جب آپ نے میرے گھر کو یاد اور کسی دشمن کا حوالہ دیا تو میرا تھا خشک اٹھا۔ صاحب! ایمان سے کیے گئے کہ کیا آپ لوگ بھی جنکین کی شخصیت کو مشکوک نہیں سمجھ رہے ہیں؟

تم نے جنکین کو قتل کرنے کے لیے کیا منصوبہ بنایا ہے؟ میں نے اگر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا، اس کی دلیل اتنی مقبول تھی کہ میں نے اسے ٹال جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

مجھے افسوس ہے صاحب کہ میں قبل از وقت آپ کو اپنے منصوبے سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ ہر حال میں آپ کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں جنکین کو ہر قیمت پر مارا کہہ ہی دے ہوں کہ خواہ اس کے لیے مجھے خود اپنی جان کی بازی نہیں نہ لگانی پڑے۔ اگر ٹھوکی آواز میں بولا۔

مگر تم نے بھی دوست شخص کو اعتماد میں لے کر جنکین کو قتل کرانے کی کوشش کی ہے تو یہ سراسر شادی حماقت ہوگئی۔ میں نے ہوا میں تیر مولا نے ہوئے نہایت بھید سے کہا: اگر وہ شخص بڑا لگایا تو اپنی جان بچانے کے لیے یقینی طور پر تمھاری سازش کو بدلے لقا کرے گا۔

ایسا نہیں ہوگا صاحب۔ اگر نے گھڑی پر دوبارہ نظری ڈالی اس وقت دو بج کر گیا وہ منٹ ہوئے تھے وہ دروازہ کی سمت جانے کے لیے چلا پھر دروازہ کا کولرٹ کرانے میں گھوم کر گئے لگا: کیا میں یقین رکھوں کہ آپ میرے اعتماد کو نہیں نہیں پسندیں گے؟

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، موت، اگر کو سہاٹ نظروں سے گھورتا رہا، وہ میری خاموشی کو میری غیر رضامندی سمجھتے ہوئے تیزی سے دروازہ کولرٹ کر کہیں سے باہر نکلیا، میرا دل پتھر اپنی جگہ آٹھیں کھولے چپ چاپ بیٹھا تھا، میں نے اٹھ کر کہیں کو دوبارہ کولرٹ کر دیا، اگر کوئی آواز اس کی باتوں نے میرے سکون کو مزید وہم برہم کر دیا تھا، جس انداز میں اس نے مجھے اپنا ک قابل اعتماد سمجھا تھا وہ اب میرے لیے کچھ کم تعجب نہیں تھا اس کی باتیں عجیب اور ختم کسی شخص اس نے مجھے گواہ بنا کر اپنی پوزیشن مضبوط کر لی تھی، اگر میں اس کے اعتماد پر پورا اترا تو جاشہ اسے جرم نہیں سمجھا جا سکتا تھا لیکن اس کا یہ یقین کہ قاتل بھی قانون کی گرفت میں آجائے گا، باوجود اپنی زبان بند رکھے گا اس کی خوش فہمی ہی کا جا سکتا تھا یا پھر جیسا وہ اگر نے بھی جنکین کو قاتل سے بنانے کے لیے کوئی الزام اور پراسرار طریقہ ہی اختیار کیا ہوگا وہ نہ وہ اتنا بڑا اعتماد کیسے ہو سکتا تھا؟

میں ابھی اگر کوئی باتوں سے ذہن میں ابھرنے والی ان ہی گتھیں کو سلجھانے میں منہمک تھا کہ اچانک کہیں میں ٹوٹی ہوئی ایک اذیت ناک بجیج میرے کانوں میں گونجی انداز کچھ یوں تھا جیسے کسی تیز رفتور آدمی کو اچانک دس بارہ آدمیوں نے گھیرے ہوں کہ اچانک دیدی نے ذہن کرنے کی کوشش کی، مزید جرم سن کر میرا بے اعتدال اچھل پڑا، قاتل کی بات تھی لیکن اس سے زیادہ جہت ناک فزق بات یہ تھی کہ ابھرنے والی بجیج پوری شدت سے بلند ہو کر اچانک ہی گھٹتی گئی تھی۔

اسی لمحے حامی نے جھونک شروع کر دیا۔ میں نے ایک کرتیجے کے نیچے سے اپنا پتیل نکالا وہ جب میں ڈالتا ہوا باہر نکلیا جہاں میرے کہیں سے دو تہی جانب کچھ دم والے راتے ہیں۔ وہ بارہ افراد کا جہم پہلے ہی سے اکٹھا تھا، میں تیزی سے قدم اٹھا، مجھے کے قریب پہنچا تو حیرت سے میری آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

اگر جو چند منٹ پہلے میسٹر نے کھڑا کیس سے ہار کی موت کا انتقام لینے کا دعویٰ کرنا تھا اس وقت بڑی قسم کی کشت میں بجلی کے تاروں میں الجھا پڑا تھا اس کی آنکھیں خوف زدہ انداز میں معلقوں سے ابل کر ہر لمبی ٹھٹھیں اور پھر موت نے انھیں ساکت و جامد کر کے بڑا بھیاں بھیا انداز بخش دیا تھا اس کا سارا جسم اکڑ کر ہٹا گیا تھا اور جلد کی رنگت یوں سیاہ ہو گئی تھی جیسے نیگے ہاتھوں میں دوٹوٹے والے کرکٹ سے مرنے والے کو فروخت سے کچھ زیادہ ہی دھمکتا کر دیا ہو۔ لوگ اسے دور کھٹے جرتے رہے گھوڑے تھے۔ بوڑھا کپتان جہنم کر مرنے والے سے دور بیٹھنے کی ہدایت کر رہا تھا۔ شاید اگر جہنم تاروں سے الجھا تھا وہ اچھی تک جاگ رہے تھے چند لمحوں بعد بجلی آف کی گئی تو اگر کوئی تاروں سے علیحدہ کیا گیا جس سے شوکر وہ غشوں میں موت سے بھگتا رہ گیا تھا۔

جیکب نے علاوہ کیکاش بھی جہنم کی آواز سن کر انکھیاں کھانسیں نے اگر کسی موت کی تصدیق کر دی تو دوسرے علاج اس کی مرضی تھی اور سیاہ لاکش کو اپنی کر مژدہ دی رسومات کے لیے لے گئے ان لوگوں کے جانے کے بعد پلاٹا تو جیکس بھی غمے نظر آگیا۔ اگر کسی موت سے وہ بھی کچھ پریشان پریشان لگ رہا تھا لیکن جیتڑ اس کے کہیں اسے مخاطب کرایا پس بلاتا وہ تیزی سے میسٹر برابر سے گزرتا ہوا ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو گیا جہنم کی کشتوں کو میٹ کر لیتے سے بڑا دھمکتے۔

اظہار اگر کسی موت کو ایک اتفاقاً قیامت کا جاسکتا تھا جہنم کے قریب بجلی کا تار بھول کر قتل سے بچنے لگا تھا جیسے ہم پہلے بھی ایک دوبارہ دیکھ چکے تھے جیسی مژدہ کے تحت تاروں کی مرمت درمیان سے کر کے انھیں جوڑا گیا تھا لیکن اوپر نہیں کیا گیا، پھر سے نصحت ہونے کے بعد اگر کسی سے ملنے جہنم کی طرف جادو ہو گا کہ میرا دایاں طوط پر اس کا ہاتھ تاروں سے سے ہو گیا۔۔۔

تاریخ تاروں کو جوڑنے والی ٹیپ و درمیان سے کیس میں گئی ہو گی۔ اگر کوئی لگا تو اس نے ہاتھ جھانسنے کے بجائے ٹھنکے سے تاروں کو اڑھ مڑھ مڑھ سے تھام لیا اور پھر جو کچھ نتیجہ ہو سکتا تھا وہ ہماری نظروں کے سامنے تھا۔ کیکاش اور جیکب نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا لیکن میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اگر کوئی ٹھنکے سے اپنی ہاتھ بٹھا ہٹ کا شکار ہو گیا ہو لیکن جیکس کیسے زندہ نظر آ رہا تھا میرا تو کہ آج تو تاروں نے ہاتھ دیا تھا کہ میں نے جیکب اور کیکاش کو بھی یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ مرنے والا کچھ دیر پیشتر میسٹر کیس میں کھڑا کسی ادا کی موقوف موت پر پڑا ہوا انداز میں مسکرا رہا تھا، چند سرسری باتیں کرنے کے بعد اسی کیس میں آکر بے سدھ ہو کر بستر پر لیٹ گیا اور جیکس کے ہاتھ میں

گھر بیٹھے بغیر استاد کی مدد کے ملکی اور غیر ملکی زبانیں سیکھنے

جرمن اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	90/-
فرنگی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	90/-
ترک اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	60/-
فرنگی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	90/-
انگریزی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	75/-
پرتگالی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	30/-
جرمن اور دیگر	ہدفیر لی گوٹ ایم اے	90/-
جاپانی اور دیگر	ہدفیر لی ایم اے	75/-
جاپانی اور دیگر	ہدفیر لی ایم اے	60/-
انگریزی اور دیگر	ہدفیر لی ایم اے	60/-
فرنگی اور دیگر	ہدفیر لی ایم اے	75/-
کوریائی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	75/-
پارسی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	60/-
چنگ اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	45/-
چنگ اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	90/-
بلخاری اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	60/-
رومانی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	60/-
اطالوی اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	90/-
سپین اور دیگر	اکڑھ اشرف لی ایچ ای	120/-

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

سچے لگا۔ جس کی شخصیت ہر لمحہ کپڑا اور دھن ناک نیک اختیار کرتی جا رہی تھی۔

ہر لمحہ کے میں مطابق ہر بات کے کھانے کے بعد جیکب کی کیس میں جمع ہو گئے میری دھڑکی کی آنکھیں حیرت سے کیس کے چاروں طرف دیکھ رہی تھیں جہاں انواع و اقسام کے جانوروں کی مڑھ کھڑیوں کے ڈھلچکے اور تجربے بیٹے سے لگے تھے ان کے علاوہ بھیاں بھیاں اور ڈرائیو صورت والے مرد اور عورتوں کی تصویریں بھی فریم میں موجود تھیں ان تصویروں کے نیچے دنیا کے مشہور مصوف جادو گروں اور جادو گروں کے نام درج تھے۔ ان کے چہروں کو کھلیے ہی باہر انڈیا میں پینٹ کیا گیا تھا کہ دیکھتے والا انھیں بھوت اور چڑیل بھی سمجھ سکتا تھا۔ درمیان میں ترش سے بڑی بونی گل نیز پچھلے کے دو مسفہ عکس لگے ہوئے تھے۔ فرنگی کیس کے ماحول کو مکمل طور پر کپڑا بنانے کے تمام تر ساز و سامان موجود تھے۔ میں نے کیس کے ساز و سامان پر نظر ڈالنے کے بعد کیکاش کی سمت دیکھا اس کے ہاتھوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی جو بونی گلیوں میں سے وہ خود کر لے پرانا اور ماحول سے بالکل متنق رگھے کی کرکٹ سن کر رہا ہو۔

جیکس نے بڑے پرتپاک انداز میں ہمارا مقدمہ کیا۔ جہنم کی موت اس بات پر مبنی کہ جیکب کیکاش نے فحش کی جانتا تھا کہ کھانے کے درمیان بھی اگر کسی موت کے سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی جاسکتی ہے ان دونوں نے آپس میں گفتگو کی ہو۔۔۔

لیکن میری موجودگی میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہوا میں نے بھی جان بوجھ کر اس بات کو ترک کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ اگر کسی موت کے بعد جیکب جہنم کی مسکراہٹ ہو گا اس لیے کہ وہ اگر کسی کے ہاتھ میں اپنے جیسے کا اظہار اسی روز کر چکا تھا جس دن تاروں پر مسکراہٹ میں موت کا شکار ہوا تھا لیکن جیکب بھی غلطی واقعہ مٹھن اہ نادر نظر آ رہا تھا۔

ہم جیکس کے کہنے کے مطابق مولیٰ میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے تو جیکس نے نہایت ادب سے کیکاش کو غائب کرتے ہوئے کہا۔

میسٹر محترم میرے پہلے میں آپ کو موت دیتا ہوں کہ آپ کوئی سوال کریں میں دوسروں کے ذریعے اس کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔

اس قسم کے کھیل تماشے میں ہندوستان میں اکثر ہر ملک کٹھن دفاتر پڑھیں اور دیکھ چکا ہوں جہاں اکثر قتل کے مرتکب جیسا کوئی لائیا اور غلوک اہل شعبہ بازیادہ رنگ لے لے پنے اور

مولیٰ اور لانی سی بے سبب میں طبعی کھڑا لوگوں کو اپنی آستین کے اندر سے رنگ برنگے زوال نکال کر تالیل جانے پر مجبور کرتے کرتا تھا پھر کبھی ختم ہونے کے بعد اپنی اسی بے سبب میں لوگوں سے ریز گا دی جی کر کے اپنا بیٹ پالتا تھا کیکاش نے جیکس کی دعوت پر مسکراتے ہوئے کہا پھر ہولنا میسٹر دست تم نے خانا ہمیں سوال جواب کیلئے بیان جی نہیں کیا بلکہ دوسروں کو بلانے کا عمل دکھانے کا دعویٰ کیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ جیکس کیکاش کی بات پر خفا ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا، کیکاش کی بات کو اس نے بے حد خندنگی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے کہا۔ مجھے خوب یاد ہے میرے ختم کر میں نے کیا کیا تھا لیکن اس میں ختم شروع ہونے سے پیشتر ہم کمر سوال جواب کے ذریعے خود کو ماحول کے سانچے میں ڈھال میں تو کیا یہ مناسب نہ ہو گا؟

جیسا میں نے جیکب کے ادا سے نہیں آیا ہوں۔ کیکاش نے مسکراتے ہوئے کہا تم جانتے ہو کہ میں ایک مشہور معروف سرچ ہوں اور ہماری میڈیکل سائنس ان باتوں کی نفی کرتی ہے ہر حال میں دوسروں کو بلانے کا عمل دیکھنا ضرور پسند کروں گا بشرطیکہ تم اس کا مظاہرہ کر سکو۔

میرا دل دھڑکنے لگا اس لیے کہ کیکاش برابر ایسے جملے بول رہا تھا جو جیکس کو بے اور ناگوار محسوس ہو سکتے تھے۔ وہ نہیں بول رہی کہ چکا تھا کہ اپنے فحش کے سلسلے میں جیسی قسم کا ملوث ہونے کرنے کا عادی نہیں ہے، کیکاش کو ان حالات کا اندازہ بھی نہیں تھا میں نے تحت اگر کسی موت واقع ہوئی تھی۔ جس سے وہ محض ایک اتفاقاً حادثہ ہی رہا ہو لیکن حالات اور واقعات نے مجھے نہ جانے کبھی خوف زدہ کر دیا تھا۔ میں کیکاش کو اشارے سے ٹوٹا چاہتا تھا کہ وہ ذرا غلطیادہ کر گئے کہ جیکس نے اسی وقت ہاتھ بڑھا کر میری دھڑکی دینے دو دھواں لگ کے عکس کو روشن کر دیا اور جیکس کی دوسری تیلیں لگی کر کے دونوں ہاتھ کپڑا کے ادا کر دیا اور کوئی عمل پڑھنے لگا، اس کے ہونٹ متحرک تھے۔

نگاہیں لوری توجہ سے روشن عکس پر مرکوز تھیں اور ہاتھوں کی پھیل گئی آنکھیں بدلتی ہوئے جہاں طرف منڈلا رہی تھیں۔ کچھ دیر تک جیکس میں موت کی سی خاموشی طاری رہی پھر روشن عکس اوپر کچھ پڑھنا لیا۔ اندھ بٹے جھوٹے سا منڈلانے لگے کیکاش نے خانا اس موقع پر کچھ کھنے کی کوشش کی تھی لیکن جیکس نے تیزی سے اسے ٹھوکر دیا، اس کی آنکھیں خون انگشتی نظر آ رہی تھیں کیکاش کو کراہش دینے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے دوبارہ عکس پر اپنی نظریں جمادیں

پھر کچھ توقف کے بعد اس کی بھوس آواز مدھم مدھم میں سرسرا کر
 برتی گئیں میں گونجنے لگی مدھم گلوک سے غلاب تھا۔
 ”مقدم رد و خیزم! مختار شکر گزار ہوں کہ آج ہجرتم نے میری
 دعوت پر نیچے آنے کی زحمت گوارا کر لی۔ جس مختار سے دوسیاں
 جھگڑنے والی ایک طرح کی جاسوسی مہم مارا تھا کاش تو ہرگز اس
 اسے کھوٹنے کے بعد میں نے مختار سارا غایا یا اپنے میں آج پھر
 تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کہیں میں اپنی ملازمہ موجودگی
 کا کوئی ایسا ثبوت پیش کرو کہ میرے زمانہ اس وقت میرے
 ساتھ بیٹھے ہیں تھے۔ وہ تو کا مشا دیکھ سکیں اور اس پر یقین
 کر سکیں۔ میں ماریا کے ہشتے سے تم سے غلاب ہوں تمہیں
 درخواست ہے کہ تم جیسے کو ماریا میں نہیں کرو گی۔“
 جیسے بھوس آواز میں لڑتا رہا پھر میرے ہی وہ فائز
 ہوا کہیں کے مغربی گوشے میں رکھی ہوئی اس پر ہی اب بچے
 لگا کھنکھاتی پڑنے لگے ہوئے جیسے کے کپڑے وہاں سے اتر کر زمین
 میں گر پڑیں کرنے لگے جیسے کسی نادیدہ جسم نے انھیں پس کر
 باقاعدہ دھس مڑھ کر دیا ہو، کچھ ناگانی آواز میں بھی گونجنے لگیں
 اس کے بعد لیاڑھیں پر موجود جانوروں کے ڈھبے اور بچہ بھی
 متحرک ہونے لگے، جیسے کی نظریں بدستور غلوب پر جمی ہوئی
 تھیں البتہ اب اس کے ہونٹ حرکت نہیں کر رہے تھے۔
 میں نے تھوکر نکل کر اپنے خشک گٹے کو تر کرتے ہوئے
 جب تک کو کھنکھانے سے دیکھا، اس کے چہرے اور پیشانی پر بھی
 پسینے کے قطرے چھلک رہے تھے لیکن کیکاش اس وقت بھی
 سنبھہ نظر آ رہا تھا پھر جب جیسے نے دھن غلوب کی لاٹھ
 آٹ کو کسے دوسری تیاں روشن کیں اور کیکاش کی جانب داو
 طلب نظروں سے دیکھا تو کیکاش نے بڑا سنبھہ بنا کر جواب دیا۔
 ”یہ درست ہے کہ تم نے کچھ حیرت انگیز حرکتوں اور عمل کے
 ذریعے وقتی طور پر ہمارے ذہنوں کو تسخیر کر لیا مگر میں اب بھی...“
 ”ڈاکٹر طینہ جیسے نے تیری سے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔
 ”بڑھ چیز یا عمل جو قابل یقین ہو پر اسرار لگتا ہے لیکن اسے
 شعبہ انکا جوں کا توڑ نہیں کہا جاسکتا، ان باتوں کے پیچھے
 کوئی نہ کوئی عسکر ضرور ہوتا ہے۔“
 میں جانتا ہوں لیکن اس عسکر کو درجوں کی پراسرار موجودگی
 بھی نہیں کہاں۔ کتا کیکاش نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔
 ”ہرگز ہے کہ اس وقت ہم نے جہر دیکھا وہ پہلے سے کسی
 خاص طریقے سے ترتیب دے گیا ہو اور ہمارے انہماک اور ذہنوں
 میں پہلے سے موجود وہاں سے اسے ایک شکل دی ہو جو تار
 کی آواز اور کھوپڑیوں کی حرکت کسی برقی عمل کا اثر ہو، جیسا کہ

کو نہ کہوں۔“
 کیکاش نے مسکرا کر جیسے کو دیکھا پھر پلان چٹ والی
 نیل پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا، بند کر لیں جیسے کے ہونٹ اچانک
 دوبارہ متحرک ہو گئے وہ کوئی عمل پریہ نہ تھا اور اس باور اس
 کی نظریں اس سادہ کاغذ پر مرکوز تھیں جس پر اس نے پلان
 چٹ دکھا تھا کہیں میں جاری اس سانسوں کے علاوہ اور کوئی
 آواز نہیں سناں تھی، یہی سچی پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی
 اختصار ہی جب نیل نے آپ ہی آپ سادہ کاغذ پر حرکت
 کرتی شروع کر دی اور ہمارے دیکھنے ہی دیکھتے کاغذ پر ایک
 حسین اور خوب صورت صورت کے چہرے کے نقشہ کشا اچانک
 ہونا شروع ہوئے، تصویر بڑی تیزی سے نکل بروری بھی میرے
 علاوہ جب تک کی گئیں بھی جھپکنا بھول چکی تھیں پھر اس وقت
 تو میں حیرت سے اچھل پڑا جب تصویر نکل ہونے کے بعد
 نیل نے تھوکر ہر کر اس کے نیچے آٹا مقرر کے نام کے حروف
 نکل کر دیے۔
 جیسے کے کٹے پر جب کیکاش نے اپنی آنکھیں کھولیں
 اور تصویر پر نظر ڈالی تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی گئیں
 وہ گئیں اس نے جو کہ کر جیسے کی جانب دیکھا جس کے ہونٹوں
 پر خفاہ مسکراہٹ دھن کر رہی تھی۔
 ”اب کیا خیال ہے عزم ڈاکٹر، کیا آٹا تھر کی اس
 تصویر کو بھی آپ نگاہوں کا فریب یا شہدہ بازی کہیں گے؟“
 ”نہیں۔ یہ ہو ہوا سی عورت کی تصویر ہے جس کا آپ نے
 میں نے آج سے تقریباً تین سال پہلے کیا تھا۔“ کیکاش نے
 آواز کرتے ہوئے کہا۔ ہر چند کہ میں رد و خیز کی پراسرار کارکردگی
 کو نہیں مانتا لیکن...“
 ”آج آپ کو بہ حال اس کا اعتراف کرنا پڑ رہا ہے۔“
 جیسے نے تیزی سے جملہ نکل کیا، اس کے ہونٹوں پر بدستور
 خفاہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔
 ”ہاں۔ میں اب اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔“
 کیکاش نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔
 ”دب ٹیلم کی رقم۔“ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک
 ہوئے جیسے جیسے کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ کیا نام عمل
 کے ذریعے میری مروجہ بروری سولہ سے میری ملاقات کر سکتے ہو؟
 ”کسی مخصوص روح کو طلب کرنا میرے امکان سے باہر ہے
 فادر جب تک البتہ اگر آپ اپنے کسی سوال کا جواب پوچھنا چاہیں
 تو پلان چٹ کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے ہر سوال
 کا جواب دے سکتا ہے۔“

”اور اگر تم سولہ سے ملاقات پر لبذہ ہونوں میں بحیثیت
 مریض بھی مختار ہی نہ خواہش لوری کر سکتا ہوں لگا لکاش
 نے اپنی جھپٹ مٹانے کی خاطر جب تک کہ چھپڑا۔“ مجھے صرف
 تھا ہی شہر رنگ پر ایک تیز تر رنگا نرے گا، دوسرے ہی لے
 تم ہریش کے لیے سولہ کا قریب حاصل کر لو گے۔“
 ”اس کے بعد میں بد و خیز ہو کر تھا رہا جینا بھی دو بھر
 دہل گا اور وہ سالے حساب کتاب بے باقی کروں گا ہو موجودہ
 صورت میں میرے لیے ممکن نہیں،“ جیکب نے پلٹ کر کہا۔
 ”یہ تھانے بس کی بات نہیں مرنے کے بعد سولہ مختار ہی
 روح کو بھی اپنا تھا نہ لے گی کیکاش نے ہر جہر جواب دیا۔
 خامی و سربک ہمارے درمیان اسی قسم کی چھپڑا ہوتی
 رہی جیسے نے اپنی حیرت انگیز جاوہی میں مشین سے ہمارے
 بے شمار سوالوں کے جواب دیے جو حیرت و حیرت و حیرت ثابت ہوئے،
 میرے جی میں آئی کہ اپنے سفر کے انجام اور اپنی درخشش کے
 ہائے میں بھی دریافت کروں کہ آیا وہ مجھے دوبارہ حاصل ہو سکے
 گی یا نہیں مگر میں نے اس سوال کو بھی کسی دوسرے وقت کچلے
 ملتی کر دیا۔ جب کیکاش کیکاش کی موجودگی میں کوئی ایسا سوال
 کرنا مناسب نہیں تھا ہوا انھیں یہ ملاقاتی اڈلنے کا موقع فراہم
 کر دیتا۔
 ہم جیسے کے کہیں سے باہر آئے تو ہوا کے مڑاؤ خشک
 جھونکوں نے ہمارا استقبال کیا، سنبھہ کی لہروں کا شہر آج روزه
 کے مقابلے میں کچھ زیادہ تھا شاید اس لیے کہ چاند کی تاریخ
 برہمنی جا رہی تھی ہمارے درمیان و شے سے گزرتے ہوئے بھی جیسے
 کے عمل پر ہونٹ بروری تھی اچانک جب کیکاش نے کچھ سچے ہوئے کہا۔
 ”میں جیسے کی پراسرار تین سے ایک سوال تو کرنا بھول ہی گیا۔“
 ”اچھا ہوا جو تم نے خود کو ایک حماقت سے باز رکھا۔“
 کیکاش نے سنجیدگی سے کہا۔
 ”میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نازن کے بعد ڈاکٹر کی موت
 کیوں کر واقع ہوئی؟“ جیکب نے کیکاش کے گلے کو نظر انداز کرتے
 ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔
 ”کہیں؟ کیا تھانے خیال میں نازن کے بعد مختار ہی
 موت واقع ہوئی چاہیے تھی؟“ کیکاش نے دوبارہ جہر کی تو
 جب تک بھلا کیا۔
 ”آخر تم یہ بڑھت میرے ہی نیچے کیوں پڑے جیتے ہو؟“
 ”تھیں یہ احساس دلانے کی خاطر کہ مختار ہی اکثر و بیشتر
 باتیں حماقت انگیز ہوتی ہیں۔“
 ”کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں گونگا بن جاؤں؟“

”ایسی صورت میں اور زیادہ مضمرے اور مضمرے نظر آئیں گے۔“
 ”محمد مدین چھلانگ لگا دوں۔“ بیکس بیچ اٹھا۔
 ”پتلی ہاتھ لے کر ایک ہاتھ مندی کی بات کی ہے لیکن مجھے شبہ ہے کہ تم اس پر عمل نہیں کرو گے۔“
 ”یار بھل! بیکس بیچنے میں غلط کر کے کتنے ہونے انداز میں کیا تم کوئی ایسا طریقہ نہیں بتا سکتے کہ اس شخص کی فعلوں باتوں سے کسی طرح میری جان محفوظ ہو جائے؟“
 ”سہو باہمی میسی کوئی روٹی کا کش کر کے ایک کش کے بلے باندھ دو مجھے یقین ہے کہ اس طرح کو تھرا لڑکی خود اپنا برکش بھی نہیں لے گا۔“ میں نے بھنگی کے سے مشورہ دیا بیکس ایک مرد آہ بھر کر سنان کی سمت دیکھا پھر سب اختیار کر لی۔
 ”عشرے پر کچھ ہر ایک چل قادی کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے کیبنوں میں آگئے، بیکس کی بات کریں ہر جہز کہ منہسی میں آڑا گیا لیکن اب مجھے غور بھی احساس ہو رہا تھا کہ آڈر کی موت کے سلسلے میں جنکس سے معلوم کرنا چاہیے تھا، ہر کسٹا تھا کہ اس کی حیثیت ریجنر بلان چٹ خود اسی کے خلاف غریبی ثروت مبارک دتی تھی ہم میں سے کسی کو بھی اس وقت اس کا خیال نہیں آیا تھا، شاید اس لیے کہ عینکس نے ہمارے ذہنوں کو اس قدر الجھیایا تھا کہ ہم آڈر کی موت کو بیکس فرانسس کر بیٹھے تھے یہ بھی ممکن تھا کہ عینکس نے درجنوں کے ذیلیے آڈر اور مارن کی اموات کے سلسلے میں ہماری زبانوں پر نالے ڈال دیے ہوں ہر ماں میں نے طے کر لیا تھا کہ کسی دوسری ملاقات میں جنکس سے پہلے بتیہ سرائوں کے بول ہر فرد طلب کروں گا خاص طور پر اپنے سفر کے انجام کے بارے میں۔“

بستر پر سونے کے ارادے سے لیٹا تو مجھے اپنی اس موٹی کاٹی کا غیظ آگیا جس میں میں نے اپنی زندگی کی دستان کھنا شروع کی تھی کچھ سوچ کر میں اٹھ بیٹھا، کاٹی اور تیز کال کو زیر پر آگیا اور اپنی المناک داستان کا بقیہ قصہ کھنے بیٹھ گیا جانے کون میری یہ خواہش تھی کہ جلد از جلد اپنے ماضی کے حالات کو نظر بند کر کے اسے حال سے ملا دوں تاکہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کو میری زندگی کے ان شائبہ و تراز کا علم ہو سکے جو بولنے مجھے اپنی سہاگرنہ اپنے وطن اپنی بے پناہ دولت عزت و شہرت اور خود اپنے آپ سے بھی بیکار بنا دیا تھا۔ بس نے پورے اہماک سے قلم سنبھالا اور کھٹنا شروع کیا۔

شادی کا فیصلہ کرنا قطعی طور پر ایک فطری بات تھی۔

مہم جوئی فرار اور انسانی عزم و ہمت کی لازوال داستانیں

برف کا جہنم

انتخاب

طارق اسماعیل ساگر

قیمت: -/60 روپے

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

جاگد کارڈ بنا؟ کیا میرے دبی دیر نہ دشمن جو پہلے میرے والد کی موت کی دعا مانگتے تھے ادب اپنے موت سے ہٹنا کر کے لے لے مضطرب اور بے چین تھے؟
 باپ کی تربیت نے میرے کردار کے بیڑوں میں ڈیڑھ ڈال دھجی تھیں وہ عیش و عشرت مجھے پسند نہیں تھے جو مجھے جیسے امیر زادوں کے لیے تعصبات ہوتے ہیں مجھے تو ایک ایسے حسین ہمسفر کی عزت تھی جو موت میری ماضی موتی، زندگی کے ہر نشیب و فراز میں میرا ہاتھ تھا۔ یہی میری راز دار ہوتی میرے دل کی گزریوں میں جہاں کہ میرے احساسات کو جان سکتی، میرے غموں کے بوجھ کو بانٹ سکتی میری غمگاہ ہوتی اور جب میں دنیا کے جنگاموں سے تھکا ہوا راتم کو گھر واپس آتا تو اس کی ٹھنڈی اور سستی زلفوں کی ٹھنڈی چھاؤں تلے آرام کر سکتا اس کی لیے پایاں جھٹلی ٹھوب کر دینا وہاں سے بے خبر ہوتا، خرابی کی حسیں و ادیں میں کہیں اس طرح گم ہوجاتا کہ کئی بار رخ نہ پاسکتا تھے ایک ایسی خرابی زندگی کا راز تھی جو میرے دود کا دریا بن سکتی، میرے غموں کا مادا اور سستی اور میری دولت اور ہماؤ کے لیے وارث پیدا کر سکتی جو میرے بڑھاپے کا سہارا ہوتی اور میرے غموں کے ارمانوں پر ایسی ہتی بن کر فحشی کران کے خواب ہمیشہ کے لیے جل کر فاسد ہوجاتے۔
 لیکن میں اب اس کے کھنکھانے کا جوڑ نہیں کر سکتا تھا اس لیے کہ میں دنیا میں تنہا تھا اور میرے دشمنوں کی تعداد بے شمار تھی جو مجھے قدم قدم پر ڈسنے کے لیے کڑی ڈال ماسے بیٹھے تھے میں میں گھر میں بھی شادی کا بنیام جھپٹتا میرے دشمن اس گھر کی خرابیوں کو بھی پامال کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے میں چوبی چھپے شادی کر لیتا تو میرے اوپر پھر سے آنکھیں اٹھنی شروع ہوجاتیں میرے لیے لوگوں کی کوئی کمی تھی والد کی موت کے بعد ہی سے میرے دشمنوں نے مجھے اپنی حسیں آڑیوں کی خوب صورت زلفوں کے حال میں پھانسنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی میرے لیے اب ایک بے شمار دشمنوں کی پیشکش تھی۔
 دشتے جن کے پیچھے ہوں تھی، خود غرضی تھی شاد جاہل پریشہ نہیں میں نے ان تمام دشمنوں کو نفرت اور حقارت کے ٹکڑے کر دیا۔
 دنیا سے کٹ کر میں نے خود کو اپنی حویلی ایک محو و کر لیا تھا لیکن اب یہاں بھی تنہائی کا احساس مجھے دوسرا ہوا تھا، جبکہ شادی کے مشورے نے میرے ذہن میں ایسی ٹپک بڑا کر دی کہ میرا جی ہر چیز سے اجاٹ ہو گیا، میں نے سر ہاکیوں سب کچھ چھوڑ کر گوتم بدھ کی طرح بن پاس لے لوں کسی جنگل میں جا کر گیان حاصل کروں اور ہر ہوائیں ہر چیز سے کٹا

لی میں برائے نوجوان پر ایک ایسا وقت ضرور آئے گا جب میرے سینے میں احساس بڑی شدت سے ٹوٹ کر برتا بیکس کی باتوں نے مجھے بھی میری تنہائیوں کا احساس ملا میرے ذہن میں ایک بار پھر اضطراب کی کیفیت پیدا ہو گئی میں نے وہ کائنات کا پیشہ ترک کر کے کھٹنا شروع کیا تھا حالات نے میرے دل کی موٹائیوں کو باندھ کر رکھا تھا تو میں نے وقت سے غافلہ کرنے کے بارے میں نہیں سوچا، مجھان تھا میری خرابیوں میں تازہ اور گرم خون موجود تھا، ناچتا تھا تو وہ نیا دلوں سے بغاوت کر سکتا تھا، ان کو مڑنا نہ دیتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ جو لوگ مجھ پر غور کر سکتے تھے ان میں بہت سارے چرسے بات تنگ کر لینے کے واسطے تھے ان میں بہت سارے چرسے اپنے پچانے تھے، یہ میرے اپنے تھے جو دشمن بن کر مجھے برباد کرنا چاہتے تھے اور ان کی ناپاک اور گھناؤنی سازشوں کے پھرت ایک ہی جذبہ کار فرما تھا۔ وہ میرے دشمن اور میری دولت کے پیادے تھے۔

والد صاحب نے اپنی زندگی میں جو مصیبت کھوائی تھی اس کی دسے میرے سہارا اور کوئی ان کی گھبرائی ہوئی جائداد میں شریک نہیں ہو سکتا تھا، انھیں ہونا بھی نہیں چاہیے تھا اس لیے کہ وہ ہمارے قریبی عزیز و اقارب سے زندگی کے کسی نواز پر انھوں نے ہمارے دکھ درد میں سببہ دل سے شریک ہونے کی کوشش نہیں کی تھی، ہمیشہ میرے والد کی موت کی دعا میں مانگی تھیں تاکہ وہ ان کی بے پناہ دولت اور ہماؤ کو ہرب کر سکتے لیکن میں نے جہنم کے کران کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ چنانچہ وہ مجھ سے محبت کس طرح کر سکتے تھے وہ میرے خلاف ہر کچھ بھی کر رہے تھے اگر میں حق بجانب تھے اس لیے کہ قدرت نے میری تقدیر اور میرے تعبیب میں جو کچھ دراز اول رقم کر دیا تھا وہ ہر قیمت پر بولنا ہوتا تھا، مشیت الہی کے حکمت تو میں کچھ نہیں کر سکتا تھا پھر ہر دس کے خلاف بھی کچھ کرنا میرے لیے بے سود ہی تھا۔

خدا نے مجھے میری حیثیت سے بڑھ کر نوازا تھا مجھے دنیا کی ہر شائش دنیا کوڑی تھی، کروڑوں روپے تنگ میں جمع تھے، لاگوں کی جائداد تھی، ماہر کی عیسیٰ آمدنی تھی رہنے کے لیے شان دار حویلی تھی، گھوڑے چرنے کے لیے کاروبار تھیں قدرت کے لیے ملازم ہر وقت میرے سایہ، اشرافے کے منتظر رہتے لیکن اگر کے باوجود میں تنہا تھا، دولت جسم کو راحت دیا کر سکتی تھی لیکن روح کی تسکین کے لیے میرے پاس کیا تھا؟ میری زندگی کا قصہ کیا تھا؟ وہ دوسرا کون تھا جو میرے والد کی دولت اور

کون لیکن عقل کتنی ہے کہ زندگی سے فرار حاصل کر کے بے مہین
روح کو تار میں غلامیوں میں ترک دینا اسلام میں جائز نہیں
میں دینا سے بغاوت کر سکتا تھا، حالات کو مرنے کوڑ جواب دینے
کی طاقت رکھتا تھا لیکن باپ کی دی ہوئی تعلیم اور تربیت کے
پیش نظر اپنے مذہب سے دور نہیں جاسکتا تھا۔ پھر۔

اچانک ایک دن میں نے فصد کر لیا کہ کچھ دنوں کے لیے
اپنے ملک ہی سے دور چلا جاؤں اور کچھ عرصہ کون سے کواد
دون یہ ملے کر کے میں نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور
کیا کاش اور عجیب کو حیران چھوڑ دیا کہ روز سفر پر روانہ ہو
گیا، جانے سے پہلے میں نے ویلان جی کو تمام ضروری باتیں
کر دی تھیں خاص طور پر اس بات کی کہ میری مدد موجودگی
میں میرے دوستوں کا زیادہ خیال رکھا جائے اور انھیں کسی قسم
کی شکایت کا موقع نہ دیا جائے، اپنے دوستوں کو میں نے صرف
یہی بتایا تھا کہ کسی ضروری کام سے باہر مارا ہوں اور جلد ہی
واپس لوٹ آؤں گا۔

وہیں میں نے کوئی منصوبہ تھا نہیں از وقت کسی منزل کا
تعیین کیا تھا، جہاں گردوں کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں
ہوئی، یہ میرے میزبان باریٹ لا کرنے کے زمانے ہی میں ہجر
چکا تھا وہاں کی دلچسپی فضاؤں میں صنعتی اوبناٹ کے سوا۔۔۔
کچھ بھی نہ تھا، ہر چیز بکاؤ مال ہی تھے جب چاہت فرمایا جاسکتا
تھا اور جی اچاٹ ہو جانے کے بعد پرانے کھلونوں کے مانند
توڑ کر جھپٹا جاسکتا تھا، وہاں کا ہر تعلق مادی تھا جس کا روح
کی گراموں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا، ہر شے کے لیے
ایک قیمت مقرر تھی جس کے پاس دولت برتی وہ جذبہ
عادی ان شتوں کو جس وقت چاہتے خرید سکتے تھے فوئیکہ
وہاں کی فضا مجھے پسند نہیں تھی اس لیے میں نے پہلے کلکتہ کا
رہ گیا، جب کلکتہ میں دل نہ لگا تو رما کی راہ لی۔

برائیاں تھا کہ دنوں میں وہ کچھ دنوں کے لیے میرا
دل ہل جائے گا، بدھ مت کے بچہ ڈاؤن کے ہاں میں
نے بہت کچھ سنا اور پڑھ رکھا تھا، میں انھیں قریب دیکھنے کا
آرزو مند تھا، میں جانتا چاہتا تھا کہ بدھ مت کے پیادوں
نے زندگی کے کسی سیکو کو اختیار کر کے خود کو دنیا کی آغوش سے
دور کر لیا ہے وہ بارہا اندازے اس قدر پرچون کسے نظر
آتے ہیں کیا ان کی زندگی میں کبھی کوئی بچل نہیں ہوتی، کبھی
مدد بزرگ کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، میں ان کے سکون اور
ظہار کا راز جانتا چاہتا تھا لیکن جب تک ان کے بچہ ڈاؤن کی
چادر دیواری کے اندر قدم رکھا تو وہاں بھی مجھے جہم کا وارہ

کے نام بدھن توڑ کر ملک عدم کو روانہ ہو چکی تھیں، اس خبر کو
سن کر میری پکوں کے گوشے بھی ہلکے گئے۔

ابھی میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی باقی تھی کہ میرے
سلے کا دروازہ کھلا اور ایک کم نور رہ گیا۔ مجھے ایسا غصہ ہوا جیسے چاچا ایک زندہ
پوکر کے سامنے لگی تھیں وہی رنگ روپ وہی ناک و نشہ، وہی سحر۔
میں ڈولی ہوئی تو ایسہ خوابیدہ ہوئی، انھیں بالکل ویسی ہی سیاہ
اور لانی و لغین لنگی کی طرح شانوں پر بچھری اور بل کھاتی ہوئی
میں اسے میرے سر زدہ نظروں سے گھونٹنے لگا جیسے۔۔۔
میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا پھر پریم ناٹھ جی کی آواز میرے
کانوں میں گونجی تو میری محویت کا غلغلا ٹوٹ کر کرجیوں کی طرح
دیرہ دیرہ ہو گیا۔

”تم بھی اسے دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ مجھے دشواں تھا کہ
ایسا ہی ہوگا، پریم ناٹھ جی نے سکرانے، مونے کہا پھر دواڑے
کے قریب کھڑی لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے بولے ”ادھواؤ
کابل بیٹی۔ ان سے ملو، میرے بہت ہی پیارے اور سوگ
باشی پرے اکلوتے بیٹے ہیں۔“
تسلیم میں نے اس کے احترام میں کھڑے ہوئے، میرے
”نستے“ وہ ہاتھ باندھ کر لولی پھر لڑائی بل کھاتی ٹرچی
اور پھولوں سے لدی محبتی شاخ کی طرح جھک کر باپ کے
توقیب بیٹھ گئی۔
”میں جال بیٹے! بسے نا ہو ہوا اپنی ماں کی تصویر پر پڑا تھا
نے سکرانے دئے مجھ سے سوال کیا۔
”میں تریوں محسوس کر رہا تھا جیسے جاگتے ہیں خواب دیکھ
رہا ہوں، میں نے جیسے ہوئے جواب دیا، ایسی جیت انگیز محبت
شاد و نا دہی دیکھنے میں آتی ہے، رانی برابر بھی ترفن نہیں
محسوس ہوتا۔“

”اب شاید آپ رانی کا پرست بنانے کی کوشش کر رہے
ہیں، کابل کی مترنم آواز گونجی اور میرے کانوں میں دس
گھول گئی۔
”دیکھا تم نے، پریم ناٹھ جی بیٹی کی بات سن کر ٹپٹے۔
”بالکل اپنی ماں کی طرح شوق و جھیل جی ہے اب یہ شخصیں
سیلوں کی سیر کر لے گی، اپنی ماں کی طرح اسے بھی گھونٹے
پھرے اور نشتے علاتے دیکھنے کا ہے حد شوق ہے۔
”یہ تو بڑی اچھی بات ہے چاچا جی، میں نے بے تکلفی
سے کہا۔“ گائیڈ کے پیسے بھی بچ جائیں گے۔“
پریم ناٹھ جی کے علاوہ کابل بھی میرا جواب سن کر سکر
دی تھی۔

دوسری جانب اچانک رابطہ ختم کیا گیا تو میرا دل ٹوٹ
جیا۔

میں بڑی دیر تک ماضی کے حسین و عذراں میں غم رہا
جب کسی نے میرے سر کے دروازے پر دست نہ لگایا تو میرے
لات کا سین تیز زہر بچھریاں میں نے بچے ہوئے دل سے اٹھ کر
ماڑہ کھلا تو حیرت کے میز پر اٹھ کھڑا رہ گیا، میرے سامنے
پریم ناٹھ جی کھڑے سر اٹھے تھے، انھوں نے اپنی حیثیت سے
وہ والد صاحب اپنے پرانے تعلقات کا خیال کیا تھا، جی تو
فات خاندان سے اٹھ کر یہ میرے باپس ہوئے آگئے تھے پھر
اس کے کہ میں کچھ کتا دہ بڑی گرم ہوشی سے ہنگے بڑے اور
بڑا بل بٹا کھتے ہوئے بے اختیار مجھے سینے سے لگالیا پھر انھوں
میری ایک نہ چلنے دی اسی وقت مجھے اپنے ساتھ اپنی کار
بٹھا کر گھر لے گئے اور اپنے ملازم کو بھول چھوڑ گئے، ہاں کہ وہ
دیرہ دار کے میرا سامان گھر لے گئے۔

گھر پہنچ کر انھوں نے مجھے میرا کمرہ دکھایا پھر کمرے تبدیل
کے کی غرض سے اندر چلے گئے، کچھ دیر بعد ان کا ملازم بھولے
رہا، بڑا بڑا باندھ کر لے آیا اور میرے منہ کے کھسکے باوجود روپے
تھوں سے میرا سامان کھول کھول کر کمرے میں بٹھانے لگا۔
”ماٹھے“ میں نے ملازم کو روک دیا، ”تم میرا کام بڑا
بے ہوشیوں سے میری روایتی ہے، جہاں میں میری سیٹ
بہا ہو چکی ہے اب یہ سامان مجھے دوبارہ باندھا پڑے گا۔“
”اس کی نوبت فی الحال نہیں آئے گی، اس نے ناسبات
رہے جواب دیا، بڑے سر کھانے ہوئے جانے سے پیشتر ہی باپ
ہاں کینس کرادی تھی اور مجھ سے یہی کہا تھا کہ آپ ابھی
لہو لڑکیاں قیام کریں گے۔“

میرے پاس خاموشی کے سوا اور کیا چارہ تھا، ملازم سے
بٹھانے پر غصہ دینے سے گریز کرتی ہوئی کہ پریم ناٹھ جی نے سابقہ
تعلقات کو فراموش نہیں کیا تھا بلکہ پہلے کی نسبت زیادہ نیکیاں
کا بہت دیا تھا، شام کی چائیں نے اپنے کمرے میں بی
کر لیے کہ پریم ناٹھ جی کسی شکر کا دی کام سے گئے ہوئے تھے،
مجھے بہت سی کراچی تک چاچی میرے سامنے نہیں آئی تھیں
نہ کچھ طلب کیا گیا تھا۔ چار بجے بعد میں پریم ناٹھ جی کے
ساتھ ان کے خوب صورت ڈرائنگ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا
تھا وہ اب کچھ بولے ہوئے تھے گئے تھے گفتگو کے دوران میں نے
انھیں والد صاحب کی موت کی خبر سنائی تو وہ دیر سے میں نے
ان کا ذہن بنانے کے لیے چاچی جی کے ہاں میں پوچھ کر ان
کی آنکھیں اور برسنے لگیں وہ بھی پریم ناٹھ جی سے اپنے جیون

تقدیر میرے حالات کے گزرنے سے اپنے غم میں مصروف تھی۔ میں بحیثیت کی تلاش میں دنیا کی سیاست کو چھوڑا تھا اور قسمت نے مجھے میلان کی بھول جھلیوں میں الجھا رکھا تھا۔ اکابر مل بری زندگی میں اس قدر بے وقوفوں اور دردور دماغ سے داخل ہوئی کہ میں سوچ بھی نہ سکا، اس وقت جو کتاباں بات میرے اختیار سے باہر ہو چکی تھی۔

چریم ناتھ کے حکم کے بموجب کابل سے مجھے سیلون اور اس کے اطراف کے علاقے دکھانے خزانہ کر دیئے ایک حیدر پورے ساتھ تیس نے جی بھر کسیر کی وہ جلد ہی مجھ سے یوں ٹھس مل گئی جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے واقف رہے ہوں اور سالہا سال کی جذباتی کے بعد دوبارہ ہماری ملاقات ہوئی ہرگز میں جا چاہی کہ بعد از قراہ کرنا تھا، ہمارے تعلقات دیرینہ تھے اس لیے ٹھہر کر کسی قسم کی رک ٹوک ک کسول ہی نہیں تھا اور پھر دیکھنے والا تھا بھی کون چاہی جی پہلے ہی سو گنا بائیں ہو کر جی نہیں رہے چاہا جی انھیں اول تو اپنے سفارتی کاموں سے چھٹی نہیں ملتی تھی اور اگر کچھ وقت بچتا تو وہ اسے پنڈت اور جبار لوں کے درمیان گزارا کرتے۔ اپنے دھرم کے معاملے میں وہ بعد سخت اور کفر واقع ہوئے تھے اور گیان دھیان کی باتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے ان کے گھر کے ملازم بھی زیادہ مند تھے اور چریم ناتھ کی طرح وہ بھی بوجا پاٹ اور دھرم کے معاملے میں سخت تھے۔

ہیں جانتا تھا کہ کامل سے میرا ملاپ ناممکن ہے میں اس
 رخصتی کے بعد دوسروں کی طرح بڑی اچانکت سے ملا تھا لیکن کامل
 تو جیسے میرے دل و دماغ پر جادو کر دیا تھا، میری دنیا ہی
 دل ہی تھی، اس کی سیاہ اور نشی آنکھوں کا سرمہ پرکشش
 چٹا چمکا ملا گیا، اس کے ہا یک گلاب جیسے ہونٹوں کی مسکراہٹ
 سب کچھ لوٹ لے گئی، میرے پاس کچھ بھی باقی نہ بچا اس
 دھڑاوازیں جھروں کا ترنم تھا وہیں اس ترنم میں پوری
 کھجور چکا تھا، جب جانے کی کوشش کی تو دل نے تیری
 تمانے سے انکار کر دیا۔ کامل نے مجھے جو پیار دیا تھا وہ
 سسلیے زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھا، میں اس دولت کو
 ڈونڈنا نہیں چاہتا تھا، اس حسین وجود سے اپنی تہا زدگی کے
 لئے گوشوں کو مٹکانا اب میری زندگی کی سب سے بڑی آزدی
 لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ پریم تھا جیہ کہ ہر مرد اور
 عورت میری خواہش کو کبھی پورا نہ کرنے کا اور مذہب کی
 بجائے کامل سے کبھی قریب تر نہ ہونے کی۔ میں نے اس
 پر مقنا سر جیہ را زدن اتنا ہی اچھا لگا۔

کچھ جی تو نہیں: میں نے اس کا نرم و ملائم ہاتھ اپنے
 دل میں لیے، مرنے کہا: تھیں وہ ہم ہو گیا ہے:
 تھیں میری سو گند:

میں کوئلے کے قلم لانے پر تڑپ اٹھا، کامل مجھے اپنی
 نے زیادہ مزید تھی میں اس کی قسم کے آگے مجبور ہو گیا
 بیٹے ہمیشہ ذہن میں آتش فشاں کی طرح ادھڑا اندر
 اب جتھے میں نے وہ سانس کے سانس کامل کے سانس
 کر دیے "وہ بکتا بکتا میری بائیں سنتی رہی میں نے اپنے
 کے سانس ذہن کو کھول کر دیکھ دیا تو وہ کچھ دیر غم مہم رہی
 سے لفظی اچھ کر میری طرف دیکھا تو میں تڑپ اٹھا
 کی کمر بول جیسی آنکھیں جھپک جتنی ٹھنڈی میں نے مبلدی
 وہاں نکال کر اس کے آئینہ جڑب کے چہرے اختیار اسے
 بازوؤں کے حصار میں لٹا کر بولا۔

۱۰۔ کابل خدا کے لیے ان آنسوؤں کو روک کر ورنہ میں مر جاؤں گا :

نہیں جانی ہم زندہ نہیں گئے۔ اس نے اپنا ہاتھ میرے
 دل کے حصّے سے نکل کر بڑی بخیر گدی سے کھینچ لیا۔ میرے
 ایک دوسرے کے گنگ گنگ سینے کا وعدہ کیا ہے ہم آزاد
 ہیں۔ کھینچ کر اڑ کر کہیں دور چلے جائیں گے۔ کبھی ایسی جگہ
 جہاں بہت سے بری ہیں۔ ایک ایک کو سے سے جواز کر سکیں۔
 اس دھڑکنے پر ایسی کڑی گتہ نہیں کاہل۔ میں نے
 بڑی بے چارے میں جواب دیا۔ ہم جہاں بھی جائیں گے دھرم کی
 رو سے درمیان میں ہے گی۔

”ہم اس دلوں کو توڑ دیں گے۔ وہ بڑے یقین سے بولتے ہیں۔“

لیکن تمھارے تیا جی ہے

میں جانتی ہوں کہ لاکھوں نے ہزرت کاٹتے ہوئے کہا: وہ تیل گئے لیکن ہمیں ایک نہ ہونے دیں گے اس لیے کہ اگر ایسے زوردار کے نام پر کاک ٹگ جاسے گی اور وہ اسے کبھی نہیں مار کر لے سکے۔

میں بھی یہی سوچتا ہوں کہ چاہا چاہی کیا کہیں گے
سنے دینی زبان میں کہا کہ میں نے ان کے دشوار کو مختصر
چاہا ہے کہ اسے دیکھوں گا ان کو کہ:

”ایراست سوچ جاں ہم نے پریم کیا ہے کوئی پاپ نہیں کیا
 میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لبلی ”پریم تو امر ہوتا ہے
 ”مٹھے لمس تو ہم دن سے مٹا سکتا میں مٹھتا ہے جاچا“

[illegible]

کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا : میں تڑپ کر رہ گیا۔

• ایک بات بچہ میحوں جمال ہے

• کیا تھیں اجازت کی ضرورت ہے؟ میں نے اسے

جیتے رہے دیگا۔

”اگر میں ہم کو نہ مل سکتی تو ؟“ کا جمل بے بڑی مصروفیت

”تو تیرے مرنے کا دن اچھا ہے۔ شاید میں زندہ نہ رہ سکوں۔“

”...بہترین طرح اعلیٰ - سائیریاں دیکھ کر وہ جوں -

۱۰۔ انا پیار کر کے ہر جھ سے بے وہ سکرادی۔
۱۱۔ ممتا نے ایک اشاء پر مسکرتہ خان کو کہتا ہوا کہا:

تو ان کو دیکھ لو

”آزمائش وہاں ہوتی ہے جہاں من میں کھٹ ہوتا ہے۔“

وہ دستور مسکرتے ہوئے بولی تم اپنا من میلانہ کرو جہاں پتا جی

سے میں خود ہاتھ پھیل کر اپنا ادھیکار مانگوں گی :-

چاچا جی میں کابل کو حاصل کرنے کی خاطر...

نہر دارا پب ہو جاتا وہ دوبارہ بھڑک اٹھے تین کسی قیمت پر کابل کو تیرے حوالے نہیں کر سکتا، پانی اپرا دینی اگر تو میرے مقرر (دوست) کا لڑکا نہ ہوتا تو میں تیری زبان لگی سے کھینچ کر اپنے چرنوں تلے روند ڈالتا۔ تیری بھلائی اسی میں ہے کہ جب چاہتے اپنا سامان لے کر میرے گھر سے چلا جاؤ۔ جتنی جلدی ممکن ہو سبلوں سے بھی دور چلا جائیں تو تیرے سختی میں اچھا نہیں ہوگا۔

میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلا جاتا ہوں چاچا جی۔

نہر دارا جوتو نے اب مجھے چاچا جی کہا: وہ گرج کر بولے۔

جا۔ دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔

میرے لیے اب کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں تھی پر نہ

سننے ملاؤں کے سامنے میری جہلے مڑتی تھی وہی بہت

تھی شاید اگر میں مزید کچھ کہنے کی کوشش کرتا تو وہ مجھے دھکے

نے کر اپنے گھر سے نکال دیتے چنانچہ میں نے جلدی جلدی سامان

سمیٹا اور دہاں سے چل دیا۔ پریم تھکے ہوئے ملازم ملازم پرشاد

نے میرے ساتھ اتنی مرہائی کی تھی کہ میرے لیے ٹیکسی لا دی

تھی چہرہ میں ٹیکسی میں بیٹھے لگا تو اس نے میری گڑبڑ

ایک ملازم کا کافہ پھینکا اور پلٹ کر تیزی سے اندر چلا گیا۔

ٹیکسی میرے پیچھے چلی ہی پڑی میں نے دباؤ خود کو

اسی ہوٹل کا پتہ بتایا جہاں میں نے شروع میں قیام کیا تھا،

دام پرشاد کا چھینکا ہوا کافہ کا بخود میرے ساتھ میں تھا

پیراں بری طرح دھڑک رہا تھا، میں جانتا تھا کہ اس کا کافہ

موتے میں کابل کا کوئی پتہ ہوگا، اسی لیے میں اسے کھولے

ہوئے ڈور ملا تھا، کافہ کا وہ مختصر مختصر امیری موت اور زندگی

کا مسدود کیا تھا۔ کابل نے باپ کے سامنے جس طرح خاموشی

اختیار کر لی تھی اس سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ وہ باپ سے خوف زدہ

ہو گئی ہے لیکن دوسری طرف اس نے مجھ سے بھی محبت کے

سیکڑوں عہد پمال کیے تھے، بڑی دیر تک میں کافہ کے دروازے

کوالت پلٹ کر دیکھتا رہا پھر اسے کھول کر دیکھا۔ پیغام بڑھ خضر

تھا۔ کابل نے موت اٹھا لکھا تھا کہ جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ

کر بیٹھنا، میرا انتظار کرنا۔

سبلوں میں اب ایک منٹ کے لیے میرا کیکے کو جی نہیں

چاہتا تھا، اگر کا کافہ کا وہ مختصر مختصر قدموں کی زنجیر بن

جاتا تو شاید میں دوسرے جی دن اپنی قسمت کی پھینسیوں کو

کھینچنے دہاں سے کسی اور ملک کے لیے روانہ ہو جاتا لیکن کابل

مجھے زندگی کی نوید تھی میں بار بار اس خط کو پڑھتا رہا پھر

نظر اٹھا میں تو دم پرشاد دہاں موجود نہیں تھا میں ہاتھ

خازہ نکال دیا پرشاد سے میں اپنی کابل کے ہاں سے بہت

کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ غائب کچھ دیر تک کروا پس

چلا گیا تھا۔

کابل کا خط پالنے کے بعد میری سرتوں کا کوئی ٹھکانا

نہ تھا، ملاپ کی گھڑیوں نے عارضی جلائی کے لمحات کو بڑا

کٹھن بنادیا تھا، کل تک میں کتنا اداس کس قدر ابس ہفت

لیکن محبت کے ایک حقیرانہ سے مجھے میرے مروتہ جسم میں نئی

روح چھوٹ دی تھی میں نے سوچا کابل کو فون کر ڈن فون وہ

دیسر کرتی تو وہ دہاں بائیں کر لیتا، کوئی اور کال دیکھ کر تو میں

فون بند کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے دل کو سمجھا دیا، آہنی بے ہوشی

بھی ابھی نہیں اور وقت گزارنے کے لیے اپنا سامان پک کرنا

شروع کر دیا، میرے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔

خدا فاکہ کے وقت گزارا، اگلے روز میری بے ہوشی قابل

تھی، میں نے ساڑھے پانچ بجے ہی ٹیکسی منگوا لی پھر ٹھیک

بجے بند گاڑ پھینکا، کابل نے سات بجے کا کھانا تھا میں سامان

لٹکھ کر اسے جہم میں ٹیکس کرنے لگا مگر اس کے آنے میں بھی

دیر تھی بر حال میں نے یہ معلوم کر لیا کہ جہاز اس وقت کن

پر لنگھتا ہوا تھا اسے ٹھیک ساڑھے سات بجے بمبئی کے لیے

روانہ ہونا تھا، میں نے کابل کے انتظار میں چل تھی شروع

کردی میری نگاہیں بار بار کونوں کے چہرے کی جانب اٹھ جاتی

تھیں وقت چہرے کی دقتا سے گزر رہا تھا، مسافروں نے

جہاز پر چڑھنا شروع کر دیا تو میرا اضطراب بڑھنے لگا۔ ہونے

سات بجے ایک نوادر ہو گئی تھی ہی باشندہ نظر نہ تھا

اجاں کے سامنے آگڑا گیا، اس کا انداز اس قدر ہونڈا

تھا کہ مجھے غصہ آگیا، جن نظروں سے وہ مجھے گھور رہا تھا اس

یہی ظاہر ہوا تھا مجھے وہ کوئی مسافر سا ہوا اور میں کوئی عادی

جہم ہوا چاہا کہ لنگھتا ہوا چڑھ لیا گیا تھا مجھے اس کی حرکت

سخت گراں گزری تھی میں نے تیرہویں پرل ڈال کر اسے بھی نظروں

سے دیکھا، کچھ ہلکا ہوا چاہا لیکن نوادر نے چل کر دی۔

”کیا مسٹر جمال مغز آپ ہی کا نام ہے؟“

”جی۔ جی۔ میں اپنا نام سن کر چڑکا۔ جی ہاں میں مل ہنر

ہوں لیکن آپ؟“

”مجھے یہ لافا آپ تک پہنچانے کا حکم ملا تھا۔ اس نے

ایک لافہ میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا: اس میں آپ کے

کافیات اور کٹ موجود ہیں۔“

ہانا میرے انتظار کی بات نہیں تھی اس نے انتظار کرنے

جاتی اور میں مرتے دم تک اس کا انتظار کرنے کو تیار تھا۔

میں نے خود کو ہوٹل کے کمرے تک محدود کر لیا، مجھے ہنگاموں

نہ بدلتے ہوئے تھی چار روز تک میں اپنے کمرے میں

چار رہا، اس دوران نہ تو کابل نے کوئی پتہ بھیجا نہ فون پر

سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، میری امیدیں لکھو لکھو

رہی تھیں چہرے میں نے سوچا کہ کابل کو بھلا کیا خبر ہوگی کہ

میں کمان قیام کیا ہے، ہو سکتا ہے وہ میری تلاش میں جھگتی

ہی ہوں اس خیال نے میرے لیے سے سکون کو بھی برادر کر

جی بھی میں نہیں آ رہا تھا کیا کروں پریم تھکے گھر فون

اقامت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور اس کے سوا

ان کا حال اس حال معلوم کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی نہ تھا۔

گزرتے وقت کا ایک ایک لمحہ میرے لیے بڑا اذیت ناک

ہاں نے دور دراز انتظار کیا پھر بائیں ہو کر سبلوں کو تیرہ

نے کا وارہ کر لیا پھر روز بعد میں نے ٹیکو کیا اور کچھ تبدیل

کے اپنی ہیٹ پک کرانے کی خاطر ہوٹل سے جانے کا وارہ

بی رہا تھا کہ دو روزے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

”کون ہے۔ انداز تھا وہ میں نے یہ سوچ کر کہ کوئی ہوٹل

پیراں گھلائے ہوئے لیے میں کہا۔

”دستہ ہی لے دروازہ کھلا اور دام پرشاد گھر لنگھ آیا

بستہ سامنے موجود تھا، میرا دل یک لمحت دھڑکنے لگا۔

”دام پرشاد تم جو میں نے تیزی سے اس کے قریب جاتا

رہے کہا: سب غیریت تو ہے؟“

دام پرشاد نے بروہی نظروں سے میرے چہرے کی

ست دیکھی پھر اپنی بندھی سے ایک لافہ نکال کر میری طرف

جھانپا میں نے تیزی سے لافہ چاک کیا۔ اندر سے کابل کا کھانا

اپنی ہلا جان مجھے امید ہے کہ ابھی تک میرا انتظار کر رہے

ہے، کچھ عجیب ہیں تھیں جو میں تم کو پہلے کچھ نہ کھدے لیکن اب

الات انتظار ہو گئے ہیں دام پرشاد میرے چہرے کا آدنی

ہاں لیے اس کو کھانے پاس بیٹھ رہی ہوں کہ تم ہے اس

بہ زیادہ نہیں کھدے تھی میری بات دھیان سے سنو کل شام

ٹیک سات بجے بند کھا، پر سامان ہیٹ میرا انتظار کرنا،

فی اسادانہ بدلت میں نے کر لیا ہے، تم نرا کش مت ہونا،

اجل کو دنیا کی کوئی طاقت تم سے جدا نہیں کر سکتی۔ موت

جی سب سے۔

میں خط پڑھنے میں اتنا غرق کہ مجھے کسی بات کا ہوش

نہ تھا، کابل کا خط پکڑ میں آسمانوں پر اڑ رہا تھا، اس نے

پراسرار اور خوفناک کہانیوں کا مجموعہ

آدم خور مکڑا

انتخاب

طارق اسماعیل ساگر

قیمت - 60 روپے

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

”مشکوٰۃ“ میں نے انا فلاس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بیٹھ کر پڑھا تھا۔
 سے پوچھا: ”باقی کون کمال ہیں؟“
 ”اے اے! سو دینی بچے باقی تامل کا کرنی علم نہیں۔ اس نے
 سنجیدگی سے جواب دیا پھر تیزی سے گھوم کر مجھ میں گم ہو گیا۔
 میں سوچ رہا تھا کہ ہونے والے اس لفظ کو کھولا اس میں
 فرسٹ کلاس کے کسین کا بیٹھی ایک لاکھ موجود تھا بند گاہ
 پر گئے تھے اس کے بعد اعلان ہو رہا تھا کہ مسافر پریشانی
 سے بچنے کی خاطر جلد از جلد افسر رابطہ سے مل کر جہاز پر پہنچنے
 کی کوشش کریں میں نے دستی گھڑی دیکھی۔ سات بجنے میں
 دو منٹ باقی تھے میں نے ایک بار پھر جھوم بنگا دہانی کی
 کابل کا دور دورہ کوئی نشان نہیں تھا، اپنا کیمرا ڈھونڈ
 میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کیمرا ایسا تو نہیں کہ
 کابل کی آڑ میں پریم ہاتھ نے مجھے دھوکا دے کر سلوں سے
 بھاگنے کے لیے چال چلی ہو۔ اس خیال سے میرا دل ڈبکنے لگا
 کیس چھری خیال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اس لیے کہ پریم
 کے گھر سے روانہ ہوتے وقت بھی دم پریشانہ کابل کا پیغام
 لے دیا تھا اور بند گاہ تک پہنچنے کا پیغام بھی دیا تھا، میں
 نے اپنے دل کو سمجھا یا پھر اس خیال سے کہیں کابل پہنچے ہی سے
 جہاز میں نہ موجود ہو اور اس نے مجھے دوسرے پہنچنے کی تاکید
 اس لیے کہ ہرگز بند گاہ پر ہم پریم دونوں کا ایک ساتھ دیکھا جانا
 جلتے لیے پریشانیوں کا سبب بھی بن سکتا تھا میں نے جلدی
 جلدی ضروری کا ڈروائی ممکن کرانی اور سامان کیست اپنے کیمین
 میں آگیا لیکن کابل وہاں بھی نہیں تھی۔
 میں سامان کیمین میں دھوکا کر باہر نکل آیا میری لپٹن ٹائیڈ
 تھی میری لگا ہوا جہاز پر اور پہنچے کھڑے ہوئے لوگوں میں کابل
 کو تلاش کر دی تھیں گزرتا ہوا ایک ایک پل میری دستوں
 میں اضافہ کر رہا تھا پھر جب جہاز اور اس کے ملائے والی ٹریلر
 بنائی گئیں تو میں تڑپ اٹھا، جہاز کے روانہ ہونے میں اب صرف
 دس منٹ باقی تھے لیکن کابل میں آئی تھی میرا دل ڈبکنے لگا،
 پکوں کے نیچے باؤری کا گھنٹ اندھیرے میں جھانکے گئے میرے
 ساتھ کیمین نے کہیں کوئی دھوکا ضرور ہوا تھا لیکن میرا دل تکیہ
 کرنے کو تیار نہیں تھا کہ کابل نے میرے ساتھ دیدہ و دانستہ
 بلے دفائی کی ہوگی۔
 ٹھیک ساڑھے سات بجے جہاز کو حرکت ہوئی اور آہستہ
 آہستہ وہ ساحل سے دور ہونے لگا مسافروں اور بند گاہ پر کھڑے
 ہوئے لوگوں کے درمیان اودی اودی سلام کا سلسلہ جاری تھا، ہاتھ
 ہلا کر وہ ایک دوسرے کو دھت کر رہے تھے میری امیدیں

ایک ایک کر ٹوٹ چکی تھیں میں بلیک پر جھکا کھڑا ان پر
 دیکھ رہا تھا جو جہاز اور ساحل کے درمیان تڑپ ہی تھیں
 یوں غمگین ہو رہا تھا جیسے میرا سانس گھٹ کر رہ جاسے
 نے سوچا لیکن نہ خود کو بھی سمجھ سکے ان موجوں میں گم رہا
 ساحل تک تڑپ کر رہا تھا تھیں اور سر نہ کر رہے تھے وہاں
 آجاتی تھیں۔ بہت دیر تک میں بلیک تھا سے کھڑا تھا اور
 ستر لمپیں پر غور کرتا رہا پھر جب بند گاہ کے برقی فٹچے
 لگے تو میں گھسیٹے ہوئے مسافر کی طرح گردن ڈالنے اپنے
 میں آگیا اور تب۔ تب مجھے یوں لگا تھا جیسے میں کوئی
 دیکھ رہا ہوں مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہوئے
 نے جلدی جلدی آنکھیں مل کر غور کیا معرودہ خواب نہیں
 وہ حقیقت تھی جو میری کابل کے دل میں میسر نہیں
 اندھیرے سے اسے کھڑی مسکرا رہی تھی۔
 ”تم۔ کابل تم؟ میں نے جیت سے اس کے قریب
 ہوئے پوچھا۔
 ”ہاں جال! میں یہاں تھا دی کابل۔ اس نے بڑ
 دل آویز انداز میں کہا: ”کیا تھیں تھیں نہیں آ رہا؟“
 ”کابل۔ تم نہ آئیں تو میں....“
 ”بھئی۔ اس نے میرے ہنرموں پر ہاتھ رکھ کر تیزی
 کہا: خوشی کے تو تھیں پر ایسی بری باتیں منہ سے نہیں نکلا
 ”کابل۔ میری زندگی میں نے خود ہو کر پہلی بار ات
 اپنی آنکھوں میں دیر شدت سے جھینچ لیا۔ ”آنا تو میر
 جانے دل کو دھوکے میں بھی آپس میں مٹا گئے تھیں۔ ”کائنات
 کا ذرہ ذرہ ہمارے ہم آغوش ہونے پر جھوم اٹھا۔
 ہمیں پہنچ کر ہم نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قی
 کیا۔ دوسرے دن کابل اپنا دھوم بدل کر مسلمان ہو گئی، میں
 اسے سمجھنے کی کوشش کی مگر اس کے ارادے اٹل تھے وہ
 مرضی اور خوشی سے مسلمان ہونے کا ارادہ کر کے آئی تھی اس
 یاقا مد اور خوشی قدیم اٹھا تھا، میں نے اس کا نام ”درخشش
 جوڑ لیا ہے اس نے بخوشی قبول کر لیا۔
 کابل سے درخشش ہونے کے بعد ہم نے اسلامی طریقے
 سے دو معزز گواہوں کی موجودگی میں شادی کر لی وہ رات میری
 زندگی کی حسین ترین رات تھی اس رات دوسرے چہن رجسٹر
 ایک ہوئی تھیں اس رات میں نے درخشش کے ساتھ مل کر ایک
 نئی زندگی کے سینے سے قرا کو خوب صورت آغا کیا، ”درخشش
 اس رات اپنے ماں باپ کی یاد بھی آئی جو فطری بات تھی لیکن
 مجھے پالنے کے بعد وہ بھی بہت مسرور تھی۔

میں نے شادی کے دوسرے دو دیکھ کر شش اور جب تک کہ
 اس کی اطلاع کر دی دیوان جی کو پیغام روانہ کیا کہ حریف کو کتنے
 سرے سے آگے کیا جا رہا ہے۔ تاکہ درخشش کا شان دار استقبال ہو
 سکے، ”درخشش کو پالنے کے بعد مجھے ایسا غمگین ہو رہا تھا
 جیسے تمام کائنات کی خوشیاں اور خوشیوں کو کھینچ کر اپنے
 میں گھسیٹ رہا ہوں وہ جاگتی ہوئی تو میں اس کے سامنے بھاگ
 کی پریشانی کر رہا تھا، وہ دو جہاز تو میں اس کے خواب دیکھ کر
 پرول اس طرح نکلتا رہتا جیسے وہ سب کچھ ایک خواب ہو۔
 میں درخشش کے ساتھ لوہے بند دروازے اور پوری دنیا
 کی سرکڑا جاتا تھا لیکن درخشش ابھی بھی کہنے وہ اپنے
 اہل گھر جانے کی چھوڑ کر دوسرا پروگرام ترتیب کیا جانے لگا
 چنانچہ میں نے دیوان جی کو اپنے پہنچنے کا تاروا دیا اور تیسرے
 ہی دو تھیں آباؤ پیچہ کی جہاں کی کوشش اور جب تک کہ توقعات
 سے بڑھ کر ہمارا نشان دار اور پتہ پکا خیر مقدم کیا، سولہ دنے
 ہونوں کی طرح آگے بڑھ کر درخشش کو گلے لگا لیا۔
 دیوان جی نے میرے حکم کے بموجب حریف کا نقشہ ہی بل
 والا تھا، ہر چہ کر کے سرے سے ترتیب دیا گیا تھا اور نہایت
 سلیقے سے سجایا گیا تھا میرے ملازمین بھی میری شادی پر بہت
 خوش تھے، میں ان سے بڑی گرم جوشی سے ملا چہرہ درخشش
 اور اپنے دوستوں کے ساتھ انداز لگا۔
 ”جنگل ان تمام جہاں تم تو اتنی ہی کے بجائے دیوی اٹھا لائے تو
 کی تلاش نے درخشش کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ”میں نے تو
 پسوں میں بھی نہیں پہنچا کہ میری بیوی اپنی اتنی سند اور کونوں ہو
 گی۔ ”جنگل ان سلسلہ دو دنوں کی جوڑی بنائے لکھے۔
 ”تو کسے کے بیچ میں ان گھروالی مثال صادق آ رہی ہے۔
 بیگنے سے مراد ہر گھر شو بھی ہے کہا: ”میں بھی تھا لے انتخاب کی
 داود تیار جس ادا یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ بجائی کی قدر آئی
 طرح کرنا جس طرح....“
 ”خبردار جمال! کی تلاش تیزی سے بول پڑا: اس یادری
 کے سائے سے بھی دور رہنا اور تم بھی جلد کے غلام بن جاؤ گے۔“
 ”پریت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں کی تلاش
 جی۔ ”جب تک نجد کی سے بولا: ”میں تو خیر جوہوں وہ ہوں لیکن
 جمال۔ ”تم ان ملتے کو بھی دیکھ لینا، میرا دعویٰ ہے کہ میری
 اتنی خوبصورت اور حسین جوڑی نہ ہو....“
 ”مرد نہیں رہتا۔“ فادر جبکہ بن کر بیوی کے طلوع
 پائے لگا ہے۔ ”کی تلاش نے بہت سے کہا تو میں مسکرایا جب تک
 بھی جھینپ کر رہ گیا۔
 درخشش اور سولہ بھی ہمارے قریب آگین سولہ یانے
 بھی مجھے بھاریک ادا اور بڑی حسرت سے کہا کہ درخشش اتنی
 خوب صورت اور حسین ہے کہ اس دنیا کی مخلوق نہیں گنتی،
 یہاں کے دیس کی راج کماری گنتی ہے درخشش اپنی تعریف
 سن کر مسکرا دی پھر اس نے اپنے حسن اخلاق سے فوراً ہی
 کی تلاش اور جب تک کہ بھی اپنا گڑیہ بنالیا، پھر دیر بعد مہینت
 کا ساحل حتم ہو گیا اور ہم سب مل کر ایک ساتھ لیں ہنسنے
 لگا ہے مجھے جیسے برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔
 دوسرے روز جبکہ اور کی تلاش نے مل کر ہماری دعوت
 کا اہتمام کیا، اس پر تکلف نہ ہوئے میں میں آباد اور کڑی کے
 خاص خاص لوگوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور کچھ سرکاری افسروں
 کو اناراد سے بھی بلایا گیا تھا، رات گئے تک دعوت کا سلسلہ
 جاری رہا میرے دوستوں نے مجھے اپنی خصوصی مبارک ادا
 اور قیمتی تحائف سے نوازا پھر وہ ایک ایک کر کے دھت ہونے
 لگے، میں کی تلاش اور جب تک کہ ساتھ مل کر ہماروں کو دھت
 کرنے میں لگا ہوا تھا کہ دیوان جی نے آکر مجھے ایک طرف بلایا
 پھر ہنسنے بولے۔
 ”سرکار! چتر کوٹ کے ڈپٹی کمشنر صاحب آپ کو تنگی
 میں بلا رہے ہیں۔“
 میں نے دیوان جی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی
 اور ان کے ساتھ انداز لگا جہاں ڈپٹی کمشنر آئے گا اور
 پنڈت اوم پرکاش ایک کمرے میں میرے منتظر تھے،
 آندہ کار کو میں بیٹے سے جانتا تھا، ہمارے درمیان کوئی متعلق
 راہ دو کمر نہیں تھی لیکن جاگیر کے سلسلے میں وہ تین بار ملاقات
 کے دوران اچھی خاصی سلام دعا ہو گئی تھی پنڈت اوم پرکاش
 کو کی تلاش نے مدعو کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ کڑی کے سب
 بڑے پنڈت تھے اور ہندوؤں کے طبقے میں ان کی بڑی قدر و
 منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔
 میں کمرے میں داخل ہوا تو ڈپٹی کمشنر آندہ کار نے ہاتھ
 مسکرائے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا لیکن پنڈت اوم پرکاش نے
 مجھے دیکھتے ہی کچھ ایسا کر دیا اسامندہ ناظر نظر پھیر کر میرا
 ہاتھ خٹکے بغیر وہ سکا۔ میں نے زیادہ توجہ اس لیے نہیں
 دی کہ مجھے معلوم تھا کہ پنڈت چہاری تم کے لوگ علاقے میں
 ہونے والی دھتوں میں شریک ہونے سے انکار تو نہیں کرتے
 لیکن جہاں مسلمان مذہب اور دھم کا آجائے وہاں کچھ زیادہ
 ہی جھوٹ چھات کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں تاکہ آپسے
 طبقے میں ان کی زیادہ شہرت ہو سکے۔

”میں آپ کو شادی کی فلی مبارکباد پیش کرتا ہوں سر۔
جمال“ ڈپٹی کمشنر نے بڑی گرم جوشی سے مجھے مبارک باد
دیتے ہوئے کہا۔
”شکریہ سزا آندہ“ میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا پھر بولا
”فریٹے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“
”اس خوشی کے موقع پر مجھے اپنی سرکاری حیثیت کا
اخبار کرتے ہوئے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے لیکن میں آپ کے کچھ
ضروری باتیں دریافت کرنے کے لیے مجبور ہوں۔“
”تکلف چھڑ دیے آندہ جی“ میں نے ڈپٹی کمشنر کے لیے
کی بنیاد کی خوشی کرتے ہوئے کہا ”آپ جو دریافت کرنا
چاہتے ہیں خوشی سے دریافت کیجئے۔“
”آپ کی بوری کا نام کیا ہے؟ ڈپٹی کمشنر نے سگریٹ
نکال کر جلاتے ہوئے پوچھا۔

مجھے آندہ کمار کے سوال پر ایسا لگا جیسے مجھے میں کسی
نے میرے کپڑے اتار لیے ہوں میں نے حالات کی نزاکت کو
محسوس کرتے ہوئے پنڈت اوم پرکاش کے چہرے پر
نظر ڈالی جو بدستور نہ جھپٹاٹے جھٹھا تھا۔ آندہ کمار کے سوال کے
ساتھ ہی پنڈت جی کی کٹاؤد پیشانی پر لاتعداد آؤلی تریجی
نکلیں بھی اُبھرائیں۔ میں سمجھ گیا کہ میرے سر پر ہونا تو جی
نے مجھے ہراساں کرنے کی خاطر غالباً اپنا اثر و رسوخ استعمال
کرنا شروع کر دیا ہے مجھے اس بات کا اندازہ پہلے نہیں تھا میرا خیال
تھا کہ پریم ناتھ کو اس بات کی خبر ضرور مل گئی ہوگی کہ کابل اب
کابل نہیں بلکہ اپنی مرضی سے درخشاں بن چکی ہے اور اس بات
کے علم میں آجائے کہ بعد پریم ناتھ کو بات بڑھا کر خود اپنی
جاگ سنائی نہیں کرانی چاہیے تھی لیکن شاید وہ بھی اپنی دھرم
برادری کے ہاتھوں مجبور ہو کر حماقت کرنے پر آمادہ ہوئے تھے

ایک لمحے کو میں غور فرمود ہو گیا لیکن مجھ میں نے بڑی بنیاد
سے ڈپٹی کمشنر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھتا سزا آندہ“
”میں نے آپ کی بوری کا شہد نام دریافت کیا تھا آندہ کمار
نے بنیاد کی سے اپنا سوال دہرا دیا۔

”میرا خیال ہے کہ آپ نے دعوت نامہ پڑھنے کی ضرورت
نہیں سمجھی تھی ورنہ میری نیگم کا نام دریافت کرنے کی ذمہ داری
میں نے سنبھال لی تھی۔“ میں نے زہر خند سے ڈپٹی کمشنر کو گھورتے ہوئے
جواب دیا تو وہ سہما کر دنگ پنڈت اوم پرکاش اپنی گنجی کھوپڑی
سہلانے لگا۔
”آپ نے پریم ناتھ جی کا نام تو سنا ہوگا۔ ڈپٹی کمشنر نے پتیرا

بل کر کہا۔ سیلون میں میرے عہدے پر تعینات ہیں۔
”خوب اپنی طرح واقف ہوں۔“ میں ہنستے ہوئے
بولتا ”وہ میرے والد کے بڑے بیٹے اور پرانے دوستوں میں
سے ہیں۔“
”چھڑو آپ پریم ناتھ کی بیٹی کا محل کا نام بھی ضرور
ہوگا۔“ آندہ کمار نے الفاظ چبانے ہوئے دریافت کیا۔
”جی ہاں۔“ میں تھکے تیز ہو گیا۔ ”آپ جس کا محل کا ذکر
ہے میں وہ مسلمان جو بھی ہے اس کا نام اب درخشاں ہے۔
وہ میری بوری ہے۔“ فرمایا اور کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں آندہ
”میں اطلاع ملی ہے کہ آپ نے زبردستی کابل کو مسلمان کر
اس سے شادی کر لی ہے۔“ ڈپٹی کمشنر نے آواز اونچی اٹھائی
کی کوشش کی۔

”سزا آندہ“ میں نے اسے غور و نظر سے گھورا۔ ”اگر
آپ بیان دنگ میں جنگ ڈالنے آئے ہیں تو میں اس کے لیے
بھی تیار ہوں اور اگر آپ کا مقصد قانون کے دائرے میں رہا
واقعات کی چھان بین کرنا ہے تو میں صبح آپ کے دفتر بھی
آ سکتا ہوں۔“
”اپنی عزت پر اس آیت کو تم کیسے ناجائز سمجھتے پنڈت
اوم پرکاش نے اٹھتے ہوئے تیز آواز میں کہا۔ ”دوسرا دن آؤ
کا بھی کچھ دھیان ہے نہیں۔“
”پنڈت جی“ میں نے بڑی مشکل سے اپنا منہ مضبوط کر
ہوئے کہا۔ ”آپ کو میرے معاملات میں دخل دینے کا کوئی
اختیار نہیں اگر آپ اپنی زبان بند رکھیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔“
”کیا کرو گے تم میرا پنڈت نے لال پیلا ہوتے ہوئے
پوچھا۔ کیا کاموں سے دھکے دے کر ٹھکرا دو گے؟“

”سزا آندہ“ میں نے قدرے سخت لہجے میں ڈپٹی کمشنر
سے احتجاج کیا۔ ”پنڈت جی کو روکنے کی کوشش کیجئے ورنہ میں
بھی تلخ کلامی پر آمادہ ہو جاؤں گا۔ اگر آپ کی کوئی عزت ہے تو
آپ کو میری عزت اور حیثیت کا خیال بھی دیکھنا چاہیے۔“
”حالات کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے سزا آندہ۔“
آندہ کمار نے مجھے آپ سے باہر جانا دیکھ کر پنڈت اوم پرکاش
کراٹھ سے خاموشی دینے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔ ”میرے پاس
اس بات کی تحریری رپورٹ موجود ہے کہ آپ نے ایک بیڑا لڑکی
کو دروغاً کرپٹ مسلمان کیا جس سے شادی کر لی۔“
”بنیاد نے مجھے اختیار ہے کہ واقعات کی چھان بین کروں۔“
”اور چھان بین کیسے کیے آپ نے اسی وقت کا انتخاب کیا

ہے۔“ میں نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے سر آواز میں پوچھا۔
”آپ کو اگر یہ وقت مناسب نہیں لگتا تو کل صبح آپ
میرے دفتر تشریف لے آئیں۔“ آندہ کمار نے میری جھلاہٹ دیکھ کر
ذہلے ہوئے کہہ دیا۔
”بہتر ہے۔“ میں دانت پیس کر بولا۔ ”کل میں آپ کے
دفتر آ جاؤں گا۔“
”اگر دعوت نہ ہو تو اپنے ساتھ ثبوت کے طور پر ضروری
دستاویز بھی لے آئیے گا تاکہ بعد میں دوبارہ پریشانی نہ اٹھانی
پڑے گی۔“
”آل رائٹ“ میں نے بات ختم کرنے کی غرض سے خون
کے گھونٹ پیئے ہوئے سیاہ آواز میں جواب دیا۔
”اگر آؤ گے تو اپنی مسز کو بھی ساتھ لے آئیں گے
ان کا بیان بھی درکار ہوگا۔“ آندہ کمار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ
بار بار انگ پرتیل چمک رہا تھا۔ میں اس خوشی کے مرتعے پر کوئی
بدمزگی نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ وہ
آسانی سے تین تیس گے اور میں بات کو جتنا سخت کرنے کی
کوشش کروں گا وہ اتنا ہی شیر ہوتے جائیں گے چنانچہ میں نے
کچھ سوچ کر کہا۔

”سزا آندہ۔“ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں بار بار یہ
بھی ہوں۔“
”اوہ۔ آئی سی۔“ ڈپٹی کمشنر سنجیدہ ہو گیا۔ ”یہ بات تو میں
بھول ہی گیا تھا اچھا۔ اب اجازت چاہتا ہوں۔“
”دن سنو۔“ اس بار میں نے الفاظ چبانے ہوئے کہا۔
”آپ کو اگر زحمت نہ ہو تو پوچھنے کے دفتر سے میرے نام کا
ایک نوٹس ضرور جاری کر دینے کی گزارش کروں گا۔ میں بغیر نوٹس
کے کسی دفتر میں جا کر اپنا وقت برباد کرنے کا عادی نہیں
ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نوٹس اور اس میں جاری ہونے سے
ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی فائل پر آ جاتا ہے اور اس
کی رد واد اخذ والوں کو بھی یہ آسانی ملتی رہتی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ آندہ کمار نے جوتے ہوئے مجھے گھورا۔
”میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو سمجھ میں نہ
آئے۔“ میں تلخ آواز میں بولا۔ ”تالی ایک ہاتھ سے نہیں پکڑتی
اس کے لیے دوسرے ہاتھ کا ملانا بھی ضروری ہوتا ہے۔“ میرا
مطلب یہ ہے کہ اگر پریم ناتھ خود اپنی بدنامی چاہتے ہیں اور
اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹنا چاہتے ہیں تو پھر مجھے خاموش
رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کو تو یہ نصیحت
کی کوئی ذاتی دتا دیر بار بار کا جھگڑا ٹھانے کے لیے ایک بار اخبار

میں نمایاں طور پر شائع کرادی جائے تو اس سے دوا فائدہ ہوتے
ہیں آؤں یہ کہ انسان بہت سادی زحماتوں سے بچ جاتا ہے
اور دوسرے یہ کہ اس سے دوسرے فریق کی شہرت کو بھی خاص
پیشگی مل جاتی ہے۔ ایسی پیشگی جو اس کے نام اور کارناموں
کو راتوں رات بڑے اونچے مقام پر پہنچا دیتی ہے۔“
”اس سے نقص اس کا خطہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔“
آندہ کمار نے پیل بار ہونٹ چبانے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
”خوشی دہلاؤں کو یا با بھی تو نہیں جاسکتا سزا آندہ۔“
میں نے مسکراتے ہوئے کہا پھر معصوم صوٹ بنا کر پوچھا۔ ”پڑاں
جس کے کیا حکم ہے آپ کا۔ دوسری ملاقات کب اور کہاں
مناسب ہے گی؟“
”میں آپ کے فون پر بات کر کے طے کر لوں گا۔“ آندہ کمار
نے جھلاتے ہوئے کہا۔

”جیسی آپ کی مرضی ڈپٹی کمشنر صاحب۔“ میں نے
زہر خند سے جواب دیا۔
آندہ کمار لیٹ کر تیزی سے باہر چلے لگا۔ پنڈت
اوم پرکاش نے ذہنی طور پر اپنی زبان بند کر لی تھی لیکن اس
کی ہٹکا ہوں سے نفرت اور حقارت کی جگہ ریاں اہل رہی
تھیں جاتے جاتے اس نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے
کنا چاہتا ہو۔ بالک۔ تم نے ہمیں جھپٹ کر چھوڑا نہیں کیا۔
”میں نے اپنے لیے یہ پچھتاوا ہے گا۔“
میں نے پنڈت اوم پرکاش کے منہ لگا مناسب
نہیں سمجھی خاموش کھڑا اسے گھونٹا رہا جب وہ بھی کمرے
سے چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا اور قہم اٹھانا بڑا بہر
آگیا جہاں وہ سیدھا میری راہ دیکھ لے تھے میں انھیں
بخصت کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بغیر اس میں خود کو ڈھکڑپھونک
دیکھنے کی کوشش نہ کر رہا تھا لیکن اند ہی اند یہ خیال بھی مجھے
پریشان کر رہا تھا کہ انھیں ابھی ختم نہیں ہوا۔ شروع ہوا ہے۔

”میں سمجھتا ہوں۔“ آندہ کمار نے جوتے ہوئے مجھے گھورا۔
”میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو سمجھ میں نہ
آئے۔“ میں تلخ آواز میں بولا۔ ”تالی ایک ہاتھ سے نہیں پکڑتی
اس کے لیے دوسرے ہاتھ کا ملانا بھی ضروری ہوتا ہے۔“ میرا
مطلب یہ ہے کہ اگر پریم ناتھ خود اپنی بدنامی چاہتے ہیں اور
اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹنا چاہتے ہیں تو پھر مجھے خاموش
رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کو تو یہ نصیحت
کی کوئی ذاتی دتا دیر بار بار کا جھگڑا ٹھانے کے لیے ایک بار اخبار

میں نمایاں طور پر شائع کرادی جائے تو اس سے دوا فائدہ ہوتے
ہیں آؤں یہ کہ انسان بہت سادی زحماتوں سے بچ جاتا ہے
اور دوسرے یہ کہ اس سے دوسرے فریق کی شہرت کو بھی خاص
پیشگی مل جاتی ہے۔ ایسی پیشگی جو اس کے نام اور کارناموں
کو راتوں رات بڑے اونچے مقام پر پہنچا دیتی ہے۔“
”اس سے نقص اس کا خطہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔“
آندہ کمار نے پیل بار ہونٹ چبانے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
”خوشی دہلاؤں کو یا با بھی تو نہیں جاسکتا سزا آندہ۔“
میں نے مسکراتے ہوئے کہا پھر معصوم صوٹ بنا کر پوچھا۔ ”پڑاں
جس کے کیا حکم ہے آپ کا۔ دوسری ملاقات کب اور کہاں
مناسب ہے گی؟“
”میں آپ کے فون پر بات کر کے طے کر لوں گا۔“ آندہ کمار
نے جھلاتے ہوئے کہا۔

کائنات

ایم اے راحت قیت:- 100

کابل کو درخشش کے وہپ میں حاصل کر کے بے جو
کا کل سکون حلاقہ وہ اسے برباد کرنا چاہتے تھے۔

بڑے احمق اور نادان لوگ تھے، آتما جی نہیں جانتے تھے کہ
اب جمال اور درخشش ایک جان دو غالب بن چکے تھے ہماری
خوشحال اور غم مشترک تھے، یہ کیسے ممکن تھا کہ جسم کے ایک حصے
کو گزند پہنچتا اور دوسرے کو مطلقاً اس میں نہ ہوتا۔ جانے وہ
کس انداز میں سوچ رہے تھے۔

میرزا خاں تھا کہ شادی کے بعد پریم ناتھ دانش مندی کا بیٹا
بنیتے ہوئے خاصوشی اختیار کر لیں گے۔ وہ بڑھے تھے کچھ سوچ
بوجھ رکھتے تھے جب ہی تو اعلیٰ عہدے پر تعینات تھے انھیں
کچھ لینا چاہیے تھا کہ تیرکان سے نکل چکے، اسے واپس
لانے کی کوشش بے سود تھی۔ ان کا ترسٹ یوں بھی خالی ہو چکا
تھا، انھیں بھتیجا والے بیٹے چاہیے تھے، کابل باغ تھی، بوشیار
تھی، تعلیم یافتہ تھی، اس نے اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کیلئے
جو فیصلے کیے تھے بہت سوچ بچھو، اپنی مرضی اور خوشی سے
کیے تھے، دنیا کا کوئی قانون اسے اس کی مرضی کے خلاف زندگی
گزارنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا، یوں بھی کابل سے ورتاش بن
کر اس نے پرانے رشتوں کے درمیان مذہب کی دلوار حاصل کر لی
تھی مگر وہ شاید ویرانے ہو گئے تھے جب ہی تو ہماری زندگی
میں خوشیوں کے بجائے زہر گھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

پریم ناتھ نے ہماری شادی کو اپنے دھرم کی آن کا مسئلہ
بنالیا تھا، شاید اسے اس کے حلقے کے پنڈت بھادیوں نے کسا
دیا تھا، دیوی دیوتاؤں کی لازوال اور لائی تو توں کے احساس
نے غالباً ان کی آنکھوں پر شبیاں باندھ دی تھیں یا پھر محبت
نے انھیں فطرت دلائی تھی اور اس بات کا دباؤ ڈالا تھا کہ
جس طرح بھی ممکن ہو، ہمیں ایک دوسرے سے میلیدہ کر دینا چاہئے
غرضیکہ وہ اوجھا دار کرنے پر آمرا تے تھے۔

میں نہیں جانتا تھا کہ درخشش کو حالات کا علم ہو اور
اس کا معصوم وجود خزان کی پیش محسوس کر کے کھلائے گئے
اس لیے میں نے دھوتوں کو قبول کرنے کا سلسلہ ہی ختم کر دیا۔
میری جاگرو اور ملائے کے لوگ چاہتے تھے کہ مجھے دھوتیں
میں نے ان کے لیے اسپتال کی تہمیر کے سلسلے میں جو کچھ کیا
تھا وہاں کا اظہار عقیدت کرنا چاہتے تھے اس کے لیے انھیں
موتنے کی تلاش تھی اور میری شادی نے وہ موقع انھیں فراہم
کر دیا تھا، مگر میں ان کے غلوں کو اپنے اندیشوں کے پیش نظر
بڑی خوب صورتی سے مٹاتا رہا، کبھی کسی بات کا ہانہ نہ کر کے
دھوتوں سے پہلو تھی کہ جاتا تھا مبادا کہ بھر کوئی ایسا ناخوشگوار

واقعہ پیش نہ آئے جو درخشش کے لیے بھی باعث پریشانی
ثابت ہو۔

میں نے دیوان جی کے علاوہ دوسرے تمام ملازمین کو بھی
اس بات کی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ کسی امینی کو جوہلی کی
مدد دیں میری اجازت کے بغیر، داخل ہونے والے جیل میں نے
ملاقات کا کو بھی جوہلی کے باہر قائم کر دیا تھا، تاکہ وہ قسم
جوہلی کے اندر نہ سکیں جو ہمارے گلشن کے لیے بخوش ثابت
ہوں اور ہماری بھاری کٹھن کو تاراج کر دیں میں بھی جیتی پر
ان باتوں کو درخشش کے کانوں تک نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا
ورنہ وہ سراسر بوجھ بن جاتا، میری زندگی اسے اپنی زندگی سے بھی
زیادہ عزیز تھی، اسی لیے اس نے اپنا دھن دولت و دھرم اور
گھر بار چھوڑ کر مجھے اپنا لیا تھا، اس نے میری خاطر جو قربانیاں
دی تھیں وہی بہت تھیں، یہ تو سازشوں سے آگاہ کر کے
میں اسے کسی نئی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

کیا کیش اور جیکب والی دعوت نے مجھے غلط پوچھانے
پر مجبور کر دیا تھا۔ میں تو بچی کشتر آندھما سے خائف نہیں
تھا اسے بھی میری حیثیت کا بخیر اندازہ تھا، وہ یہ بھی جانتا
تھا کہ اگر معاملہ عدالت تک پہنچا اور درخشش نے اپنی مرضی
سے مسلمان ہونے کا بیان عدالت کے روبرو دے دیا اور اسلام
قبول کرنے کی سند پیش کر دی تو آندھما کی کمری ہو جائے گی۔
آندھما کا خاصا سمجھ دار اور ہر شے کا خلدہ افسر ہونے کی وجہ سے
کسی طرح دھونس دھڑلے سے کام نہ کرنا چاہتا تھا، اسی لیے
اس نے دعوت کے درمیان مجھے ہراساں کرنے کی کوشش
کی تھی اور آنکھیں لال پیل کر کے اپنا توہید کا کرنا چاہتا تھا۔
مگر جب میں بھی تنبیہ ہو گیا تو وہ پنڈت ادم پرکاش کر کے
کر خاموشی سے چلا گیا، بات بڑھ جانے کی صورت میں اس
کی شخصیت پر حریف بھی آسکتا تھا، میں اس پر ہلک مروت
کا دعویٰ کر دیتا تو اسے طمان جانی شکل ہو جاتی۔ اس نے مروت
کی نزاکت کو بھانپ لیا، اسی لیے تیزی سے چلا گیا اور اب مجھے
اپنی غلطی کا اس پر ہونا تھا، مجھے وہ موقع ضائع نہیں کرنا
چاہیے تھا، مگر یہ گفتگوں و زوائد کے مصداق عمل کرتا تو وہ دباؤ
کھن کر سکتے آئے کی جرات نہ کر سکتے تھیں، وقت گزر چکا تھا،
اب اس بچہ پھٹنا یا کعب افسوس ملنا پکار تھا، ہر حال میں نے
طے کر لیا تھا کہ اگر دوبارہ میری عزت پر چڑھ کر نے کی کوئی کوشش
کی گئی یا میری عزت کو مر بار اڑا لیا تو میں بھی خاموش
نہیں رہوں گا، اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔

میں نے آندھما کو اد پنڈت ادم پرکاش ملای گفتگو

مشہور ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر کی کاش یا جیکب کے دیدہ و آنتہ نہیں کیا میں حالات
از بگ، بچھنا چاہتا تھا، مجھے یقین تھا کہ ادم پرکاش کی کاش
روصرت حال سے فرد مطلع کرے گا، کیا کیش میرا دوست تھا،
لیکن وہ ہر حال ہندو تھا، کچھ لوگوں کے لیے دوستی دنیا کے تمام
رشتوں سے زیادہ اہم ہوتی ہے دوستی کی خاطر وہ سب کچھ
قربان کر دیتے ہیں لیکن کچھ لوگ مذہب کو دوسری تمام باتوں پر
ترجیح دینے کے عادی ہوتے ہیں میں کیا کیش کو آزما چاہتا
تھا کہ وہ کس شمار تھا، میں ہے جوہلی کے ایک حصے میں رہے
ساتھ رہنے اور دوستی کے مقدس رشتے کی بنا پر مجھ سے مجھ سے
سب زیادہ قریب تھا۔ وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے رات کے
گھب اندھ کے میں منتخب میری پشت میں چھو رکھتا پکتا
تھا، مجھ سے پہلے کیا کیش کے سلسلے میں سر پنا چاہیے تھا
مگر میں نے ایسا نہیں کیا، مجھے اپنی دوستی پر اعتماد تھا اور میں
نے اسی اعتماد کو آزمائش کے لیے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

دیوان جی جاگیر کے سب پرانے اور قابل اعتماد ملازم تھے
والد صاحب بھی ان پر اندھا اعتماد کرتے تھے چنانچہ میں نے
بھی دیوان جی کو جاگیر کے کاموں کے سلسلے میں مکمل طور پر دست
سیاہ دے دیا، مالک بنا رکھا تھا، ہر معاملے میں مجھے مشورہ
کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور میں ہر بار یہی جواب دیتا تھا کہ وہ
جو مناسب سمجھیں کریں میری طرف سے کلی اختیار ہے، دیوان
جی کا کل نام خان شہزاد خان تھا، ہماری ملازمت اختیار
کرنے سے پہلے وہ پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل کے عہدے پر تعینات
تھے، اپنے سرکاری عہدے اور اختیارات سے چھٹنا فائدہ دیوان
جی کے اٹھا یا تھا وہ شاید بھی کسی اور نے اٹھا یا ہو، مگر ان
شہزاد خان صرف نام ہی کے نہیں کام کے بھی شہزاد تھے، انھوں
نے اپنے علاقے میں بھی بزم کو پروان چڑھنے کی اجازت نہیں
دی، بڑا رعب اور دبدبہ تھا، ان کا لیکن دوسرے علاقے میں
بشیرت ہوئے کے آؤئے، ناچار خوشراب خان نے اور کالے وجہ
خان شہزاد خان جی کے دم سے زندہ تھے۔

والد صاحب کے کہنے کے موجب خان شہزاد خان نڈر
بے خوف اور جان دار آدمی تھا۔ ایک وقت میں بھی اس کا
نام طوط تھا لیکن کوئی خاص ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس
بار کوئی آج نہیں آئی تھی۔ وہ دعویٰ بھی کرتا تھا اور دوسروں کو
بھی کھلانے کا عادی تھا، لیکن کسی کی دھونس اور برتری پر پشت
کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا، اسی وجہ سے افسر جی اس
کے مروت کے سے گھر پر نہ گئے تھے اور وہی وجہ تھی جو تھنا ناچانچ
کے بجائے شہزاد خان دیوان جی کے ہاں سے ملاتے ہیں

دور دراز کے علاقوں تک شہزاد خان کی دھاک بھی
ہوتی تھی کیا مجال تھی کہ کوئی پرندہ بھی اٹھائے کے بغیر اس کے
ملائے میں پر جاتا، شروع شروع میں اسے اپنی دھاک
جملے کیلئے بڑے با پڑیلے پڑے تھے، ان کوکل سے کھانا
پڑتا تھا جو پہلے سے اپنے قدم جاتے ہوئے تھے کسی کے منہ
سے تر لڑا جھین لینا بچوں کا کھیل نہیں شہزاد کا پناہا ہوتا
کے لیے ابھی خاصی محنت کرنی پڑی تھی، متعدد بار اسے حریفوں
کے ہاتھوں گری چٹ بھی برداشت کرنی پڑی تھی لیکن وہ
جن کا بچکا تھا، اس نے بہت نہیں ہاری۔

دوسرے بدعاشوں اور غنڈوں کی طرح شہزاد تار بکی
میں چھپ کر دار کرنے اور دشمنوں کا صفایا کرنے کا عادی
نہیں تھا وہ لاکھ لاکھ اپنے دشمن پر حملہ کرنے کا عادی تھا اس
کا کٹنا تھا کہ جو لوگ پشت سے وار کرتے ہیں وہ مرد نہیں،
زخمے ہونے میں چنانچہ شہزاد کو مروتیہ کے لیے ابھی خاصی
مدد جہد کرنی پڑی تھی تب کہیں جا کر اس کا سکہ چٹا شروع
ہوا تھا، بڑے بڑے بدعاشوں نے شہزاد کے نام کے آگے
کان پھوڑ کر تو بکر لی تھی اور اس کو بڑا مان لیا تھا۔

مئی برسوں تک اس کے نام کا ہڈا دور دور تک بچتا
رہا پھر شہزاد کی زندگی میں بھی ایک انقلاب آیا، خراب
اور جوئے کے ساتھ تھا اسے جوان اور خوب صورت لڑکوں
کی بھی لڑ چڑھی تھی اس میدان میں بھی وہ خاصی شہرت
حاصل کر چکا تھا، بھولو کی اسے پسند آتی تھی وہ اسے حاصل کیے
بغیر دم نہیں لیتا تھا، اس کے ڈار اور خوف سے شریف لڑکوں
نے گھر سے باہر کھنا چھوڑ دیا تھا، لیکن شہزاد کے گھر کے اسے
یہی نہ کسی طرح غریب بننا ہوتے تھے کہ نکلان گھر کے اندر ایک
نئی کلی نے کھنا شروع کیا، یہ اور شہزاد خان پہل فرصت
میں اس کی کو بچوں کے ہاتھ کے مندر سے بنا شروع کر دیتا۔
اسے اپنے ارادوں میں بھی ناکامی کا مزہ نہیں دیکھنا پڑا تھا
جو کادٹ و میان میں آتی اسے شہزاد کے گھر سے ٹھوکر مار کر
دور کر دیا کرتے تھے۔

شہزاد خان کا نام اور کام زور شور سے مل رہا تھا والد
صاحب کی جاگیر کے قریب رہا وہ ایک گاؤں میں دو کڑوں
کے مکان میں تنہا رہتا تھا۔ اس کے بزرگوں باغ و بنائے دلربا
کے ہاں میں کسی کو کوئی غریب تھی ایک دو بار کچھ لوگوں نے
اس سے دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن شہزاد نے ہر
بار لوگوں کو تار دے کر ایک ہی جواب دیا: میں آسمان سے

طنز و مزاح

مظفر بخاری -/125	تج در پنج
مظفر بخاری -/75	قصہ مختصر
مظفر بخاری -/90	ایک سواک (کالم)
مظفر بخاری -/100	گستاخی معاف
مظفر بخاری -/100	ایک سونو (کالم)
مظفر بخاری -/200	چمن کو چلے

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور نمبر 2

بروز تیز مرقی جاری تھی جب وہ تمام رد و اس بچا تو اچھو کر
وہ برفا قین پر چمکتے لگا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے
نئے نئے اثرات نظر آ رہے تھے میں اس کے چہرے کے آثار
پر ڈھاؤں بغور نگاہ ڈالی ایک کیکش ٹٹلے ٹٹلے دک گیا۔
"جان تعین ابھی لڑی طرح حالات کا اندازہ نہیں ہے؟"
اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا: "پنڈت ادم پر کاش اور اس
کے چیلے تھکے ساتھ رہے پانے پر عاذا دانی کا منصوبہ بہت
دیر ہے۔"

"کیا چاہتے ہیں وہ جھڑے؟ میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔
"وہ کامیل کی واپسی چاہتے ہیں۔"
"کابل نہیں۔ دوشان۔ میں نے ٹھوس آواز میں جواب
دیا پھر لڑا: "تھرا کا مشورہ ہے تو؟"

"تمہ نے کیا اندازہ لگا یا ہے میرے بلے میں؟ ہاں ہاں
کیکاش نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے حد تعجب سے
دریافت کیا: "تو کیا میں اتنا بچ ہو سکتا ہوں کہ تم کو بھائی کی
واپسی کا مشورہ دوں گا؟"

"میں نے....."
"نہیں؟ اس نے بڑے کرب میں ڈبلے جلیے میں میری
بات کاٹتے ہوئے کہا: "پتلے سے سوال کا جواب دو۔ کیا تم

"عماذ جگ پر ٹٹلے دہنا ہی مردانگی کی دلیل ہے۔
میں کرپٹ دکھا کر بھگتے والے بڑول کھاتے ہیں؟ میں
تھکا کر ہلا۔"

"بہت خوب؟ کیکاش نے آلی بجاتے ہوئے کہا: "تم نے
ابا کھنے بھگتے کا کام پھر شروع کر دیا ہے؟"

"مہنا نے خیال میں سیر تفریح کے لیے کون سا باڈی
عام زیادہ مناسب ہے؟ میں نے کیکاش کی باتوں کو
سوس کر کے ہرے پوچھا۔ میں جان رہا تھا کہ وہ مجھے حسین
ہے دور جانے کا مشورہ کیوں نہ رہے شاید اسے بھی حالات
اہم ہو گیا تھا یا پھر اس نے عموں کو لیا تھا کہ اگر کسی میں آیا
ہے تو اتنے زیادہ خطرہ پیش آ سکتا ہے۔"

"نہیں! تال چلے جاؤ۔" وہ بے پردائی سے بولا: "آج کل
بڑن بھی ہے اور وہاں میرے واقف کاروں کے دو ایک
دشمن مکان بھی ہیں تحقیق کوئی دشواری پیش نہیں آئے
نہ اور ہنر مون بھی شان دار ہے گا۔"

"خاد کی آگ جب پھیلتی ہے کیکاش کرمت میدانی
ملاؤں تک محدود نہیں رہتی، صبح اور ہوا بھی اس کی زد میں
جاتے ہیں میں نے کیکاش کو معنی نیر نیر غزل سے دیکھتے ہوئے
دھجھکاؤ بتاؤ۔ تمہ نے کیا سنا ہے؟"

"کیا سنا ہے؟" کیکاش نے مزیت سے بیکس جھپکاتے
ہوئے کہا: "پانچا ہک تھا دی کھوڑی پر بغراط کہاں سے سوار
ہو گیا، کیلے پر کی اڈا ہے ہر؟"

"بے ہوش نہیں بڑے پتے کی بات لہو چھوڑ رہا ہوں؟
اس نے سنجیدگی سے بڑاؤں دیکھتے ہوئے کہا: "یہ بتاؤ کہ پنڈت....
اگر کال کے تم سے کیا باتیں کی ہیں؟"

"اوہ؟" کیکاش ہک ٹٹلے سنجیدہ ہو گیا: "کوئی باتیں
بھی تمام باتوں کی خبر ہو گئی ہے؟"

"مجھے اسی روز خبر ہو گئی تھی میرے دوست جس دن
انڈیا کا وہ پنڈت ادم پر کاش کو قتل کی دعوت میں اگر
میلان ہا جان ہوئے تھے؟"

"وہ کامیل پر کاش نے براہ راست بھی تم سے کہا تھا؟
کیکاش نے ہر پتے ہوئے سوال کیا تو میں ہر پتے کر کے
دعوت والے روز کی باتوں کا کلم نہیں ہے۔ وہ میرا دوست تھا
میرا ساتھ ہک ہی چھت کے نیچے دہنا تھا، میں نے اس سے
کہہ دیا تھا مناسب نہیں سمجھا ادا انڈیا کے اپنی تمام گفتگو
خون سے آفرنگ ہو رہا تھا، کیکاش میری باتوں کو
بہت لڑنے سن رہا تھا، اس کے چہرے پر خون کی گرکوش

"آپ کے خیال میں میں پنڈت ادم پر کاش کے
ساتھ کیا جتنا اعتماد کرنا چاہیے؟ میں نے دیوان جی سے سوا
اس سے پتلے کہ وہ کوئی خزاں کرے نہیں اسے
دینا چاہیے کہ تم نے بھی ہاتھوں میں چڑیاں نہیں ہیں؟
میں نے دیوان جی بولے: "آپ نے حکم دینا میں پنڈت جی
اسی زبان میں سمجھاؤں گا کہ وہ دوبارہ سوئی کی طرف نظر اٹھ
کی جرأت بھی نہیں کریں گے۔"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے سنجیدگی سے کہا
"ہاں اگر ان کی طرف سے کوئی بات ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا۔"
دیوان جی تھوڑی دیر تک مجھے پنڈت بچاؤں کے بارے
میں اپنے تجربات سے فائدے لیے پھر سیرت سے بھرے
وعدہ لینے کے بعد واپس ہوئے کہ وہ دوسری جانب سے کوئی
کارروائی شروع ہوئی تو وہ بھی پرکوش نہیں رہیں گے۔ اسی
رات جب میں کھانے سے فارغ ہو کر دوشان سے ساتھ اپنی
خواب گاہ میں جا رہا تھا کیکاش نے مجھے روک لیا۔ اس نے

کہا تھا کہ وہ مجھے سے اسپتال کے سلسلے میں کچھ اہم اور ضروری
باتیں کہنا چاہتا ہے میں دوشان کو خواب گاہ تک چھوڑ کر
کیکاش کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گیا کیکاش غلاب
ترتیب کے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آیا تھا۔ میں آگیا کیکاش غلاب
تمہاں نے بغیر کسی متنبہ کے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"کمال! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے جانی کر ساتھ لے کر کچھ
فون کے لیے حسین آباد سے کہیں دور چلے جاؤ۔"

"حیرت؟ میں نے پوچھتے ہوئے کیکاش کو دیکھا۔
"کیا اس وقت تم نے مجھے صرف ہی مشورہ دینے کے لیے بلا یا تھا؟
"ہاں؟" کیکاش بولا: "خاد کی بعد تمہیں ہنر مون
منانے کے لیے دو روزہ ملاؤں کا تفریحی سفر اختیار کرنا چاہیے۔
اور تم ہر کوئی میں گھس کر بیٹھو گے جو بیٹھو گے انہیں سب
کچھ بے دکھا ہے۔ میری ماں تو کس جی سی سیاڈی ملائے کی
طرف نکلی جاؤ؟ کیکاش نے اپنا ہی منکر تے ہوئے کہا: "ہی
دن تو سیر تفریح کے ہوتے ہیں بچے پیدا ہونے شروع ہو،
جائیں تو پھر گھر سے جبرے کا مزہ کر کر رہا ہوتا ہے۔"

"یہ مشورہ تم مجھے پتے پتے بھیجے ہو؟ میں نے کیکاش
کو بغور دیکھتے ہوئے کہا: "سچ بتاؤ، کوئی خاص بات ہے؟
"تم کو ملازمہ برات کے نیچے ادریٹے بیٹھ جاتے ہو؟"

کیکاش نے دستانہ لے میں جواب دیا: "میں مقید تفریح کے لیے
کسی پر فضا مقام پر جانے کا مشورہ نہ رہا ہوں۔ ملازمہ پر نہیں
بیچ کر ملازمہ دی جان بھلی جاری ہے۔"

کی ضرورت نہیں رہی۔ میں آپ سے دعوت لینے آیا ہوں۔
"دیوان جی؟ میں پوچھتے ہوئے بولا: "یہ آپ کیا کہہ رہے
ہیں آپ کو کس بات سے یہ احساس ہوا کہ مجھے باہر کر آپ
کی ضرورت نہیں رہی کہیں کیکاش یا جیکب کی نصیحت سے
آپ کی دل شکنی نہیں ہوئی؟ اگر ایسی بات ہے تو میں.....
"مہنا کے لیے مجھے گھر کا داس کے آگے کچھ کہہ کر مجھے مشورہ
نہ کیجئے گا۔ دیوان جی تھا کہ ہاتھ باندھتے ہوئے تیزی سے کہا۔
"کچھ تو پتلے! آخر بات کیا ہے؟ میں نے نرمی سے
دریافت کیا۔"

"دو سال بھر سے ایک فعلی سرزد ہو گئی ہے۔ دیوان جی
نظر میں چھلکا کر بولے: "میں اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔
"محل کرات کیجئے دیوان جی! میں ابھی تک کچھ نہیں سمجھ
سکتا۔ میں نے مصافحت طلب نظروں سے پوچھا۔

"دعوت والے روز میں نے آپ کی اور اپنی مشترک انکار
کی باتیں سن لی تھیں۔ دیوان جی سنجیدگی سے بولے۔
"اوہ؟ میں نے مسکراتے ہوئے پردائی کا منہ چرکھا۔
"تو یہ بات ہے؟"

"یہ بات اتنی معمولی نہیں ہے چھوٹے سرکار! دیوان جی
نے بدستور سنجیدگی سے کہا: "ہماری خاموشی چھلنے دشمنی کو ان
اچھلے کوئے کا موقع فراہم کرے گی آپ ان پنڈت بچاؤں
کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے، اگر ابھی سے ان کی گوش مال نہ کی
گئی تو ہم ہمارا جینا حرام کر دیں گے۔ آپ کا ان لوگوں کے من گنا
ٹھیک نہیں ہو گا لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ ایسے لوگوں سے
کس نشان میں بات کی جانی ہے؟"

"والدہ صاحب نے مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا
دیوان جی! میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں آپ کی وفاداری کی
قد کرتا ہوں مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ میں ہرگز
ہوں اگر انڈیا کے کسی طاقت کا اثر دیا تو میں اس کے
دانت مجھے کر دیں گا؟"

"ایسے مصافحت تاؤں یا کوئی پتھر کی ذلیعہ نہیں
سمجھتے جاتے چھوٹے سرکار! دیوان جی نے ہر پتے پتے
جواب دیا: "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انڈیا کے صرف
اپنی حیثیت کی آٹے کر آپ کو ڈانے دھمکانے کی کوشش
کی تھی لیکن ان پنڈت بچاؤں کا کچھ کرنا ادھی ہر ہوتا ہے۔ یہ
بیش چھپ کر انہیں سیرت میں پیچھے سے ہاد کرتے ہیں اور
وہ بھی جبر ضرورتوں کا ادا ہوئے چھٹے بھلا جھگٹ نظر آتے ہیں
انڈیے اتنے ہی سیاہ اور کالے ہوتے ہیں؟"

دوستی کے مقدس رشتوں کو ذات پات سے کم تر سمجھتے ہو؟ کیا اس دھرتی پر پیار و محبت اور دوستی سے زیادہ بھی کوئی اصول ہے موجود ہے؟

”مجھے غلط مت سمجھو کیا کیش“ میں نے جلدی سے کہا۔

”میں نے صرف تم سے مشورہ طلب کیا تھا“

”میں بھی دوست ہوں نہ کیا کیش بھلا تے ہوئے بولا۔

”ایک ڈاکٹر ہوں اور سہ ماہی ہوں میں کبھی دیکھتا ہوں ہی نہیں

کی زندگیوں ہوتی ہیں ان مریضوں میں۔ ہنگامہ دہی اور ذات پات کے لوگ جوتے ہیں لیکن جلتے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے

ہے۔ مریض کی پسے دل سے سبوا کرنا اور اسے زندگی کی خوشیوں سے جھکا کر دیکھنا ہمارا نہیں کرتے وہ انسان نہیں دیکھتے ہوتے

ہیں نہ کیش جوتے ہیں اور میں۔ میں تو تمھارا دوست ہوں۔

”اگر میری شخصی بات سے تمھیں دکھ پہنچا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں لیکن حالات نے میرا ذہن بری طرح الجھا رکھا ہے۔ میں نے کیا کیش کے غلوں کو غلوں کرتے ہوئے کہا۔

”میری جگہ تمھو نے تو شاید تمھیں بھی گڑبڑا جانتے۔

”تمہیں کیا سوچا ہے؟

”میں اپنی خوشیوں کو انھی آسانی سے غلوں کے حملے

نہیں کریں گا۔ میں نے سہ ماہی میں جواب دیا۔ میں اپنے

دشمنوں سے ڈٹ کر کھتا ہوں گا۔ میں آندھکار کو بتاؤں گا

کہ میرے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے نہ بدت۔

اگر کاش نے آگودھرم کرم کا چکر چلایا تو میں اسے بھی دیکھ

لوں گا۔ میں نے اب تک بہت برداشت کیا لیکن اب۔

زندگی میں پہلی بار میں نے سکون کا سانس لینے کی کوشش

کی ہے تو وہ میرا سکون برباد کر دینا چاہتے ہیں معرکہ کی قسم

میرے دوست انھوں نے بالائے صفر کو مجھے میں غلطی کی ہے۔

بات اگر صرف میری اپنی خوشیوں کی ہوتی تو شاید میں دکان بچا

کرنا کر رکھ لیتا۔ اس کے سامنے مجھے کیا دیتا لیکن درخشاں

تھا کہ وہی اور پاس پردوس کے علاقوں میں وہ سب سے

مانا جاتا ہے۔ وہ مجھے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میر

طرح درخشاں بھائی کی پریرم نا تو مجھ کے پاس جانے کے

تیار کروں۔

”تم نے کیا جواب دیا؟

”میں نے اوم پر کیش کو باور دلانے کی کوشش

کہ کوئل اپنی مرضی سے سلطان ہوئی ہے اور کسی حیثیت پر

پاس کے گھر واپس جانے پر تیار نہ ہوگی۔

”پھر؟

”پھر کیا۔ وہ مجھے یہ دیکھنے سے کہہ گیا کہ اگر کچھ

انگلیں سے نہ نکال کر وہ دوسرا نظریہ اختیار کریں گے۔

”اور تم اسی لیے مجھے حسین آباد سے دوپیلے جا

مشورے سے نہ گئے۔ میں نے نہ رخصت سے بولا۔ ان باتوں

کچھ حاصل نہ ہو کر کیا کیش اگر نہ بدت اوم پر کیش اور

نے مجھ سے دشمنی کی ٹھکان لی ہے تو پھر میں بھی خاموش

رہوں گا۔

”میں کتنا ہے ساتھ میں میرے دوست لیکن مقبر

ان کی طاقت کا اندازہ نہیں کیا کیش نے سنجیدگی سے

دیا پھر میری نگاہوں میں ابھرنے والی نفرت اور حقارت

غصوں کرتے ہوئے تیزی سے بولا۔ میری بات سمجھنے کی

کو جمال موت کی خاطر ایک شخص جان بوجھ کر کہہ

سے مقابلہ کر سکتا ہے لیکن تا وہ اور گندی تو قیاس میں

ہوں وہاں انسان بے بس اور مجبور ہو کر رہ جاتا ہے۔

درخشاں گپیاں نہیں پھر ہم سب کو نصحت کر کے

اب گاہ میں آجائے۔

اس وقت بھی میں کیا کیش کے پاس سے اٹھ کر نکل گیا۔

من ہر انور درخشاں نے مسکرا کر خندہ پیشانی سے میرا

بال کیا تھا۔

کیا دل سے ہونے والی تھی گفت و گو میرا سا روموڈ چٹ

ٹھانسن درخشاں کی ایک ادا ایک سلاٹ نے میرے

چہرے پر غصہ ڈال دیا۔ ابھی میں اس کی آنکھوں کے

پتے غماز کی ایک جھلک نے مجھے بھی مدہوش کر دیا۔

صبح میری آنکھوں سے دیر سے نکلی میرے ذہن پر بات

نس سے ہونے والی گفت و گو اور درخشاں کی لازوال محبت کا

راہنما رہی تھا۔ درخشاں کی آواز دل سے ابھری تو

جلدی سے بستر چھوڑ کر غسل خانے میں گھس گیا۔ وہ لازم

نہی کی میر گوارا ہی تھی میں جلدی جلدی اپنا صیغہ درست

باہر آ کر وہ کمرے پر ہاتھ ٹیکے میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔

”جانتے ہو اس وقت کیا بج رہا ہے؟ اس نے مجھے

بھری نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”سارے نو۔“ میں نے دیا دیا پر غلطی کلاک کو ٹھیک کیوں

نے ہوئے نہایت سادگی سے جواب دیا۔

”میری بارگاہی کی میز لگاؤ فی فنی ہے۔“ اس کے ہونٹوں

کلاٹ آئینہ نکلی اچھڑائی۔

”کل سے جلدی آنکھ کی کوشش کروں گا۔“ میں نے

کہہ کر لیا۔

چھوٹے دو دنوں ہنستے مسکراتے ہنستے کی میر پر آگئے۔ نانتے

فراموشی پانے کے بعد درخشاں سلاطین نے اس کے اراکے سے

نے گئی تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ حریف اور جیک کے مکان کا مدنی

لڑکھا آواز یاد بھی نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں میں نہیں

نا تھا کہ درخشاں حریف سے باہر قدم نکالے حالات کے

باغ میں ایک ڈاسا بھی خطہ مول لینے کو تیار نہیں تھا اور

ل کر میں نہیں تباہ سکتا تھا کہ باہر ہمارے دشمن گھات لگا

ہو گیا ایک دوسرے سے جدا کر دینے کے منصوبے پر تیار ہیں

میں نے درخشاں کو روکنے کے لیے باتوں میں الجھا لیا

کی کہ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اسے باہر جانے سے

باز کر دینا لیکن پھر قدرت نے میری مشکل حل کر دی سیلا

بہن کی کام سے آگئی تو میں نے سکون اور اطمینان کا لمبا

کنا لیا پھر ان دونوں کو چھوڑ کر باہر آ گیا۔ میرا ذہن پرستور

پر آگئے ہوا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر اس وقت سلاطین آتی

تو درخشاں کو روکنے کے لیے کیا باز تر اختیار اور ہمارے آکر

تک تراتے جا سکتے تھے تب تک حالات کی پردہ پوشی کی جا

سکتی تھی میں بہت دیر تک انھی خیالوں میں الجھا رہا۔ پھر

اجا تک میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اندہ جا کہ میں نے لباس تبدیل

کیا باہر آ کر کچھ ڈی غلطی اور ڈاؤنڈ کو کچھ کیش آفس چلنے

کی ہدایت کر کے آدھے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر

آنکھیں بند کر لیں۔

وقت اور حالات نے میری شرائط میں دوڑتے ہو

کی کرکٹس اچانک ہی نیکر دی تھی۔ پیرم ناخہ کی جانب سے

مجھے پریشان کرنے کی ابتدا ہو چکی تھی میں غصہ کا گھونٹ پی کر

میر کر گیا تھا۔ میں آندھکار سے اچھی طرح واقف تھا، خوب

جاننا تھا کہ کس نہایت اور کس کینڈے کا اندیشہ اس کی

شخصیت اس کی حیثیت کے مقابلے میں بڑی گھٹیا تھی اس

کی ترقی کا راز اس کی ذاتی اہلیت نہیں اس کی بوری تھی جو

نہایت بے باک اور دوزخ واقع ہوئی تھی۔ آندھکار سے ترقی

کے قہقہے مداح لے کے تھے وہ سب اس کی بوری کا مری نر

کے بدلتے تھے۔ غمراہے شادی سے پہلے آندھکار صرف

پریس انسپکٹر تھا لیکن غمراہ اس کی زندگی میں کشمیری نر

ہوئی صرف بیچ سال کے مختصر عرصے میں وہ آندھکار سے ڈوٹی

کرتے کے عہد سے تک جا پہنچا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے سامنے

دوسروں کی کوئی عزت اور وقعت نہیں سمجھتا تھا لیکن مجھے

معلوم تھا کہ وہ باہر سے جتنا دلیر اور مددگار آتا ہے۔ آندھ

اتنا ہی بڑوں اور کار کا تھا اسی لیے میں نے اس وقت اچانک

اس سے ملاقات کرنے کی ٹھکان لی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ

درخشاں سے میری شادی کے سلسلے میں بھی کچھ قانونی نوٹس

بھیجے کی طاقت نہیں کرے گا، اگر وہ ایسا کرتا تو خود کو سگے

گلے بھینچ رہیں چھٹا لیتا۔ میں اسے عدالت کے کمرے میں

کھڑا کر کے جتنا ذلیل و سوا کرتا اسے اس کا احساس بے ہی ہو

گیا تھا۔ وہ بیرونی حیثیت سے میری کا کردگی سے بخوبی واقف

تھا اسی لیے اس نے دعوت سے جانے کے بعد خاموشی اختیار

کی تھی لیکن کیلاش سے نہ بدت اوم پر کیش کے گنبد عوام

معلوم ہو جانے کے بعد میں نے خود پہل کرنے کی ٹھانی تھی۔

میں جانتا تھا کہ اس طرح کماؤ کم اپنے دشمنوں کو اس بات

کا احساس دلاؤں کہ میں نے ہاتھوں میں چڑیا میں بین دیکھی

ہیں میری خاموشی میرے دشمنوں کے حوصلے بڑھا سکتی تھی

چنانچہ میں نے اچانک سامنے آکر ان کے حوصلے پست کر دینے

اپنے آپ کو دوسرے فریق کے مقابلے میں زیادہ دولت مند اور شہرت یافتہ سمجھ لو ہوا اس سے کہیں زیادہ کمتر ہوا ایسی صورت میں آپ کی کہیں گے ؟

”میں آپ کے ساتھ بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ آئندہ کماؤ ملنا کو افسرانہ شان پر اتر آیا یہ بر حال یہ امر مشورہ ہے کہ اگر موجودہ معاملے میں آپ تختہ مٹے دل و دماغ سے کام لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔“

”گو یاد دہش لفظوں میں آپ مجھے بحیثیت ڈپٹی کمشنر یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ کوڑی کے لوگ میرے مزے لگنے کی کوشش کریں اور میں خاموش رہوں مذہب کے نام پر شیعہ بازی کہنے والے بازادی لوگ میرا سکون برباد کرنا چاہیں اور میں چپ بیٹھا دیکھتا رہوں مجھ سے طاقت کے نام پر یہ مطالبہ کیا جائے کہ میں اپنی بیوی کو زبردستی گھر سے دھکے مار کر اس لیے نکال دوں کہ اس کے باپ کو یہ رشتہ پسند نہیں میں بیگن تیز ہو گیا، ڈپٹی کمشنر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گرجا وار آواز میں بولا ”اگر کوئی ایسا یہ مطالبہ آپ سے کیا جائے تو آپ کے دل پر کیا کرنے کی گا؟“

”میں بھی نہیں مشر حال۔ آئندہ کم کم جائے نرملانے پہنچے۔“

”یہ تو چھوٹا کیا پیڑم تھا جی یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنی دھرم پتی کو ان کی خاطر چھوڑ دیں؟“

”جی ہاں۔ دوسری صورت میں عرصہ حیات میرے راو پر تنگ کر دیا جائے گا۔ میں زہریلے ماگ کی طرح بل کھا کر لوں گا۔“

”پریم ناتھ اور اس کے اذیت افروزوں نے غالباً مجھے بزدل سمجھ لکھا ہے۔“

”آئی سی۔ نرملانے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے دیکھتے کہا۔“

”یہ تو بڑی نا انصافی کی بات ہے آئندہ۔“

”میں قانونی پوزیشن سمجھ لو ہوں میں حال آئندہ کرنے پہلی بار غالباً نرملہ کی وجہ سے ایک اہم شخصیت کا اعزاز کوٹنے لگے گا۔ دنیا کا کوئی قانون کسی بالغ لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور ایسی صورت میں کہ جب اس نے اپنا دھرم بدل کر باقاعدہ شادی بھی کر لی ہے۔“

”کچھ قوانین اہم جی میں مشروطی کمیشن میں نے دانت پیٹے جو سب سے باکی سے کہا ہے پندت۔ بھادوں کا قانون ہوندا ہے اور دھرم شالوں میں دیوی دیوتاؤں کے نام پر دھرم کی آڑ لے کر وضع کیا جاتا ہے۔ جرنل اور منترن کا قانون جو پرتو مرگ بھلا (ایک صاف کپڑے) پر کس جاکو دھرم کو تیار و برباد کر سکتے تھے۔ ہوتا ہے۔ اور سفلی قوتوں کا قانون جو گندے ہون

کی گندی پیداوار ہوتا ہے لیکن دشمنوں کو موت کے آواز کو مانتا ہے۔ آپ جس قانون کی بات کر رہے ہیں وہ بھی اندھا ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان قوانین سے جن کی مثالیں میں نے دی ہیں مگر آپ کا قانون ان قوانین کے خلاف کوئی فرد ہر عام نہیں کر سکتا۔“

”میں سمجھتی نہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے چھلاتے ہوئے درمیان سے کاٹ دی۔ آپ کتنا کیا جاہ ہے یہ۔“

”میں آپ کو قبل از وقت حالات سے باخبر بناب والا میں نے جیشہ و راز لیب و لہجہ اختیار کر

کما ہے ہر کتا ہے کل حالات اجاب تک غراب صورت لیں اور قانون کو بنا دوسری ایک فریق سے شکایت

”میں اس جگہ کی وضاحت چاہوں گا۔ آئندہ الفاظ چاہتے ہوئے افسرانہ انداز میں کہا۔“

”پندت اہم پر کاٹش جو آپ کے ساتھ میرے میں بھی آپ کے گھٹیا طریقے اختیار کرنے کے منصوبہ ہے۔ میں دینگ آواز میں بولا۔ اس ڈونڈ کو تو آپ کی موجودگی میں بھی مجھ سے گستاخی کی کوشش کی تھی

۔ اب اس نے سر جی کی کلاش سے مل کر یہ مطالبہ میں اپنی بیوی کو اس کے گھر واپس بھیج دوں۔ بعضوں انجام بہتر نہ ہوگا۔“

”کیا سر جی کی کلاش تحریری طور پر اپنا بیان دے سکے۔ میں فی الحال اپنے کسی دوست کو آواز میں نہ

چاہتا، البتہ اگر آپ چاہیں تو میں جمل ہفتہ بار ایٹ لا باقاعدہ تحریری بیان دے سکتا ہوں اور ان پورس کی بھی کر سکتا ہوں جو پرتو ناتھ کے گندے پیش میں اس کا

پیش کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے اس بار سخت کہا پھر فوراً ہی معنی تیز انداز میں آئندہ کار کی دھنسی دگ

لکھتے ہوئے بولا۔ بات اگر آگے بڑھی تو میں بھی دوسروں باغی کر کے نقاب کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔“

”آپ چنتا نہ کریں، جمل صاحب۔ آئندہ کلا کے نرملانے تنبیہ کی سے جواب دیا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس معاملے میں آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہے۔“

”شکوہ نرملہ دیوی۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ یہ یہی چاہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ انصاف نہ کیا جائے

سہ انصافی سے بھی گریز کیا جائے میں اگر دوسروں کی مجبور ہو سکوں ہوں تو دوسروں کا بھی فرض ہے کہ وہ ان حالات کی کوشش کریں جو انسان کو مجبور شرافت کو تیرہا کہ

راہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔“

”استری مرد کی عزت ہوتی ہے اور اپنی عزت بچانے لیے منشی سب کچھ کر گزرتا ہے۔ نرملانے سرتاتے ہوئے کہا۔ ایسا

زبان سے نرملہ کی باپ نہیں بلکہ کہ ہے۔“

”بہت بہت شکوہ نرملہ دیوی ایسی صوف میں جواب دینے ان غلطیاں حاضر ہوا تھا۔ میں نے نرملہ کو تنقید آمیز نظروں سے

پہنچے ہوئے کہا پھر پلٹ کر تنبیہ کی سے آئندہ کار کی سمت دیکھا جو نرملہ کے جواب پر اندہ ہی اندہ نرملہ دیکھا جھلس کر رہ گیا تھا لیکن

سوائے ہرٹ چپا کو چپ ہوجانے کے وہ اور کبھی کیا سکتا تھا مجھے اس کی بے بسی دیکھ کر سرت، مرد ہی تھی۔“

”میں اب اجازت چاہوں گا سر آئندہ میں نے ڈپٹی کمشنر کو غائب کرتے ہوئے تنبیہ کی سے کہا۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ

پہل میری جانب سے نہیں ہوگی لیکن اگر میرے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کی گئی تو اپنے بچاؤ کے لیے اور زندہ رہنے کے لیے مجھے لاکھ پاؤں لانے پڑیں گے۔“

پھر میں آئندہ کار سے معافی کر کے واپس آگیا۔ اس کی آنکھوں میں چھلنے والا غلطیاب میرے لیے بڑا تنکیر بخش

نات۔ ہوا۔ میری کھری کھری بائیں سن کر رہا لکھ گیا تھا وہ ایک زندہ اور شہر حالانے میں امن و امان بڑھار دیکھا اس کی دھڑلانی

تھی لیکن حال اس کے مجبور ہو کر اس کے بس میں نہ رہا دی کا شہرت دلت والے ڈونڈ تھا۔ وہ اس کے لیے اب مزدور بن گیا تھا۔

جلد بازی میں شاید وہ بھول گیا تھا کہ جمل ہفتہ بار ایٹ لانے دھنسی طور پر وکالت سے ملے گی اختیار کر لی تھی لیکن وہ مرا

نہیں۔ زندہ تھا۔“

آئندہ کار کے کمرے نکلنے وقت میں نے خاص طور پر اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا تھا۔ میری اچانک آمد اور پہلے ایک

باؤل نے اسے ذہنی طور پر لکھا دیا تھا لیکن نرملہ کی حالت اس کے برعکس تھی شاید اسے مکمل حالات کا اندازہ نہیں تھا یا پھر وہ

ان تنگ باتوں میں لکھ کر اپنے جسم کی تڑپاؤں کی اور چہرے کی تنگنگی کو سن کر نہیں کر چکا ہوتا تھی میرے کمرے دھندت

لگتے وقت بھی اس کی بے ایک اور سرتانی نظروں نے دروازے تک میرا تعاقب کیا تھا ”ان نگاہوں میں کسی اطمینان کا نہیں

پکڑا پائیت کا اخبار تھا۔ شاید وہ چہرے اور سادہ نظریں سے گزرا۔ یہ شخص سے اپنائیت اور بے تعلقی کا اخبار کرنے کی عادی ہو چکی تھیں۔“

اپنا ہک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سر کیس کے دروازے

گنگا کے

پجاری ناگ

اے حمید

جس دیش میں گنگا بہتی ہے۔ اس دیش کے
پراسرار بت خانوں کیلاش پر بت کے
مندروں جنوبی بھارت کے ہوس پرست
پجاریوں کی خفیہ عشرت گاہوں اور
بندھیاہل کے خطرناک جنگلوں میں ایک
پاکستانی نوجوان کے حیرت انگیز ایڈوینچر سفر کی

جنگی داستان

قیمت: حصہ اول = 150/
حصہ دوم = 200/

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

پر کوئی آہستہ آہستہ دستک دے دیا ہو میں نے اختیار ہی طور پر
 اٹھ کھڑا ہوا علم اور کالی بند کے جلدی سے انداز میں لگا پیر
 بستر پر بیٹھ کر دروازے کی سمت دیکھنے لگا۔ مجھے خود بھی اپنی
 اس منطقی کیفیت پر تعجب ہو رہا تھا کہ اس کی آواز سن کر مجھے
 اسی طور پر دروازے کے قریب جانا چاہیے تھا مگر نہ جانے
 وہ کون کی قوت تھی جو مجھے دروازے کے قریب جانے سے
 روک رہی تھی۔

بحری عقاب آہستہ آہستہ جھپکے۔ لے رہا تھا جس
 کا وارح مطلب یہ تھا کہ باہر سرحد کی وجہ سے میں تلام موجود
 ہے میں نے وہاں پر بھی گھڑی پر نظر ڈالی اس وقت رات کے
 تقریباً نو بج رہے تھے۔ میں ڈانسی گھٹنے میں اتنا متفرق ہو
 گیا تھا کہ وقت کا اندازہ نہ دے سکا۔ لیکن دستک کی وہ آواز مجھ گھٹنے
 کے باوجود اس قدر پر کارثر تھی کہ میری غریب فرشتہ گئی۔

میں باہر پر مچا دروازے کو کھینچا جا رہا تھا۔ میرا یہ فعل
 یقینی طور پر اچھا نہ اور پکارا تھا اس لیے کہ باہر اگر کوئی تھا
 تو دروازہ کھلے بغیر نہیں آسکتا تھا پھر میں بلاوجہ دروازے
 کو کھینچ رہا تھا۔ باہر سے مچوں کا شور مچا
 صاف سنا دیتا تھا۔ دستک کی آواز میرا دم بھی پرستی ہے
 میں نے اپنے ذہن کو کشتی دینے کی کوشش کی۔ ڈانسی میں میں
 نے اپنی ماضی کی داستان جہاں تک کہ تم کی تھی اس کے آتے جو
 واقعات اور حادثات رونما ہوئے تھے وہ آج بھی میرے لیے
 ناقابلِ غم تھے اگر ان پر اصرار اور حیرت پر ان کے واقعات کا ذکر کسی
 اور نے کیا تو شاید میں تمام جوانوں پر یقین نہ کرتا لیکن
 وہ سب کی سب میرے ساتھ گزرتے تھے۔ میری آنکھیں میں ہلنک
 واقعات کی پشیم دید گاہ تھیں یہ ان پر اصرار بائوں کو بھلا کیسے
 فراموش کر سکتا تھا جنھوں نے آج تک مجھے کرب اور آذیت
 دوچار کر رکھا ہے ان حادثات کا ایک ایک نقش آج بھی
 میرے ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ ہے۔

شاید ان ہی نا قابلِ ترمیم واقعات کا اثر تھا جو میرے
 لاشعور میں بے ہوشے رہا ہوں نے اس دستک کو میرے شعور
 میں بیدار کر دیا تھا۔ وہ یقیناً میرا دم تھا۔ میں نے خود کو کچھ یا
 چھو کہیں کی لاش آت کر کے سونے کے ارادے سے بستر پر
 دراز ہو گیا۔ باہر سرحد کی لہری بحری عقاب سے ٹکرا کر شراب
 شراب کی جڑ آواز پر پکار رہی تھیں وہ لہری ان کو میرے
 کانوں میں گونج رہی تھیں۔ مجھ پر آہستہ آہستہ غم کی طاری ہو
 چکی تھی میری آنکھوں کے چہرے بو جھل ہونے لگے۔ نیند کا خواہ مجھے
 تھپک تھپک کر سلا رہا تھا کہ دستک کی آواز پھر میرے کانوں

درمانی فاصلہ نہیں اس وقت دم ہو گا۔ وہ مجھے اپنے سارے
 پھر غضب انگ انداز میں پھینکا رہا تھا اور سر مار رہا تھا لیکن
 حصار کو لگا رہا تھا۔ اس نے سے تو امر تھا۔ میں نے مل کی دھڑکن
 پڑنا پڑنے کے پتھر پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ جلدی سے سر پہ
 کے چہن کا نشانہ لیا۔ ٹریک و بانا جاتا تھا کہ ایک کشت پتھر پر
 میری گرفت ویشی برعکس میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔
 میں بھی پتھر پتھر سے سانپ کے چہن کو دیکھنے لگا جس کے
 اندھے اپنی درختال کی صیغہ جاتی صورت نظر آ رہی تھی وہ
 موت کے سر کا لے کے چہن میں جیسے محسوس ہو رہا تھا۔ وہ
 میری درختال ہی تھی جسے میں لاکھوں میں شناخت کر سکتا تھا۔
 میں کوئی غراب نہیں دیکھ رہا تھا حقیقت سے وہ چار تھا میری
 نظروں مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھیں پھر درختال کے ہونٹوں کو
 جنبش ہوئی اور اس کی ٹانوس آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔
 "جہاں اس قدر غم سے کیا دیکھ رہے ہو کیا تمھیں اپنی
 نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا ہے؟"

"درختال... میں... ہم... سانپ... میں نے بڑا
 الفاظ بولنے شروع کر دیے۔

"ہاں جہاں تو سے ملنے کے لیے تمھیں ایک نظر دیکھنے کیلئے
 مجھے طرح طرح کے دپ اختیار کرنے پڑتے ہیں لیکن یہ دپ
 عادی ہیں میں تمھارے سامنے آنے نہیں بلکہ یقین دلانا چاہتی
 ہوں کہ ہم اسی دنیا میں ایک باہر چھو لیں گے"

"درختال! میں نے دیکھتے ہوئے کہا تمھیں تلاش کرتے
 کرتے میں بہت شک کیا ہوں"

"ہمت سے کام لو جمال! ہم بہت جلد ایک جہاں میں گئے
 اس نے بڑی اپنا نیت سے کہا پھر شکایت بھرے لیے میں ملی۔
 قدم مجھے اتنی دھوکوں کھڑے ہو۔" بھگتی تمھیں شاید میرا یہ
 دپ پسند نہیں آیا"

"درختال... درختال... میں نے اپنے بال نوچتے
 ہوتے کرب انگ لیے میں کیا میں بالکل جہاںوں کا درختال"

"میرے قریب آؤ جمال! ذرا نہیں"

درختال کی آواز میں کس سے دل کی کیفیت ڈالنا ازل
 ہو رہی تھی میں نے ایک قدم آگے بڑھایا پھر تنک کر رک
 گیا۔ میرے دل نے کہا۔ اگر وہ درختال ہے تو حصار کے اندر
 آئے کیوں گزرتی رہی ہے جس سے پہلے بھی وہ میرے قریب
 آج بھی تھی مجھ آج میں جیگا رہی تھی! اپنا کب سے سن بدن
 میں خوف کی ایک سرور لہر دو گئی۔ ماضی میں بھی میرے دشمنوں

نے مجھ ان گنت قریب کیے تھے میری معصوم درختال بھی ایک
 ایسے ہی ذہیب کا شکار ہو کر موت کے چنگل میں جا پھنسی تھی اس
 کی موت کے بعد سے گزری طاقتوں نے میرا بیچا چھوڑ دیا تھا
 لیکن شاید اب ایک باہر وہ میری اور درختال کی ملاقات کے
 درمیان حائل ہوا چاہتے تھے۔ درختال نے مجھ سے دور دراز سفر
 کے بعد موت کے دپ میں ملے کو کہا تھا پھر وہ سانپ کے دپ
 میں کیوں آئی تھی؟

سیاہ سانپ کی حقیقت کو آڑنے کیلئے میں نے اپنا ایک
 اپنے چہرے پر کڑی کڑی کے تاثرات نمایاں کر کے اٹھ کھڑا تھا کہ
 دوبارہ اس پر ان لیا۔ میری اس اپنا ایک حرکت پر درختال کی
 آنکھوں میں بھی خوف کی جھلکیاں ابھرا میں اور مجھے یقین ہو گیا
 کہ وہ میری درختال نہیں بلکہ کوئی سفیل طاقت ہے جو درختال
 کے صدا بے خوب صورت قریب نے کہ موت سے بھکا کرنا
 چاہتی تھی معرہ برمال درختال کا دپ دھار کر سنے آئی
 تھی اس لیے میں نے فخر کرنے میں جلد بازی نہیں کی بلکہ کافی
 ہوئی سر آواز میں بولا۔

"اگر تم درختال ہو تو اندھا باؤ وہ نہ میں تمھیں شرم کر دوں"

سیاہ سانپ غضب انگ ہو کر نہ میں پر چھن مارا۔ کاپی
 کے خیال نے اسے سرائے پر مجبور کر دیا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ
 وہ میرا کوئی پرانا دشمن ہے جو مجھے درختال کی پرچھائیں سے بھی وہ
 دیکھنے کیلئے ابھی تک میرا تعاقب کر رہا تھا میری آنکھوں میں
 خون اتر آیا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر ٹریک و بولید نام کی آواز
 کے ساتھ ہی سیاہ سانپ ٹرپ کر گرا پھر اپنا ایک میری نگاہوں سے
 اوجھل ہو گیا۔ میں نے کہیں سے باہر نکل کر اس کا تعاقب کرنے
 کی حاجت نہیں کی تھی ماضی کے شرار واقعات اپنا ایک کب سے
 ذہن کے پردوں پر جا بھرا کہ اس میں گڑ بونے لگے میرے کڑل
 کی دھوکوں کیلئے شباب پر تھیں آنکھوں کے سامنے۔ اور کسی
 چھپنے لگی تو میں نے بڑھ کر کہیں کے دروازے کو دوبارہ بولت
 کیا پھر لڑکھاتا ہوا اپنے بستر پر اٹھ گیا۔ تمام جسم پیسے سے شراب
 ہر دو تھا میں نے آہستہ سے خود کو پر سکون رکھنے کے لیے
 آنکھیں موند لیں۔

صبح اٹھنے کی میری سر جبک خلاف توقع خاموش نظر آ
 رہا تھا۔ میں نے کیکر شکر کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا
 لیکن اس نے اشارے سے مجھے یہی سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ
 بھی جبک کی خاموشی کی وجہ سے لالچ ہے۔ سوچ کر کہ کہیں ہے
 وہ رات دیر تک جاگتا رہا ہوا نیند کا خارا ابھی تک اس کے
 ذہن پر موجود ہو رہا ہے اسے چھیننا مناسب نہیں سمجھا ذاتی طور

پرمیں الجھا ہوا خنکات والا سیاہ سانپ ابھی تک میرے ذہن میں کندلی مارتے بیٹھا تھا اور میں اسے غضبناک انداز میں جھپکاتے سن رہا تھا۔

ایک مرتبے بعد بھرامی کے زخم تازہ ہونے لگے۔ جتنی باتوں کے تجربے نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ بھری غصہ پر میری دشمن ضرور مروجہ ہے کوئی ایسا واقف کار دشمن جو میری سابقہ زندگی کے واقعات سے بخوبی واقف تھا اور مجھے درخشاں سے دور رکھنے کے لیے میرے دشمن کا پیاسا ہونا چاہیے کہ وہ کون تھا؟

”جیسے“ میرے ذہن میں اچانک نائب کپتان کا نام ابھرا۔ یہ تو میرا رشتہ کا ایک خاندان کا رہنے کا محل جانتا تھا۔ پلانر کپتانی کے ذیلیہ ہر بات کا جواب طلب کر سکتا تھا۔ جس کے میرے دشمنوں نے سلون سے روایتی کے وقت اس کی خدمات حاصل کر لی ہیں اور اب وہ آہستہ آہستہ مجھے اپنے جال میں پھانس رہا ہے۔ ہمدردی کے ذیلیہ وہ صرف میرے ماضی کو کھنگال سکتا تھا بلکہ وہ جیجی بھی دریافت کر سکتا تھا جہاں درخشاں نے ایک نئے انداز اور ایک نئے رد و پ میں مجھ سے دوبارہ ملنے کو کہا تھا۔ یقیناً وہ جیسے ہی ہوسکتا تھا جو میری موت کا خواہش مند تھا۔ میرے دشمنوں نے اس کی خدمات حاصل کرنے کیلئے بلاشبہ بھاری نقد دی ہوگی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ گزشتہ رات نامی نے مجھے کسی بد روح کی بوچھاڑ کا نوٹس نہیں دیا، بلکہ بے خبر ہوتا رہا۔

میرے ذہن میں آدھیاں چلنے لگیں حالات نے مجھے اس بار میں بھنور میں چھنسا دیا تھا اس سے بچ نکلتا میرے لیے دشوار تھا۔ بھری غصہ پر جیسے ہی دھاکا میچھی ہوئی تھی۔ علاج سے لے کر کپتان تک سب ہی اس سے روتوں کے عمل کی وجہ سے کڑھاتے تھے۔ بات کسی شہر کاؤں بالک کی ہوتی تو میں زندگی چلانے کیلئے دوڑ دوڑ کر سکتا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈاڑھ ہوسکتا تھا لیکن سہرا پر میرے رسلے جہاز کی دنیا بڑی عمدہ ہے اور جیسے اس دنیا کا بلا شکر تیرے بادشاہ تھا۔ یہی پوری طرح اس کے دم و دم پر غائب ہوتی اس چہرے کی اندھنی جو غوغا رانی کے بچوں میں کھلوانا ماتا ہے وہ دل بھر کر اس سے کھینچتی ہے ایک لمحہ کو آزاد ہو جوتی ہے وہ سہا سہا بھٹا ہوتا ہے پھر زندگی کو موت کے بلے دم ہاتھوں سے پھانسنے کی خاطر اچانک بھاگ کھڑا ہوتا ہے لیکن اسے پناہ نہیں ملتی بلکہ ایک ہی جست میں دوبارہ

اسے اپنے نوکیلے پنجوں میں دبوچ کر مڈھال کو دیتی ہے اور یہ تھیل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ بی کا دل نہیں اکتا جاتا اس کے بعد وہ ایک ہی وادی میں اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ میری حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ جیسے ابھی مجھے تھیل میں رکھا تھا۔ خوف زدہ کر کے ڈھیل سے دھکا دے اسے معلوم تھا کہ میرے لیے پناہ کی کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے۔ میں راہ فراہم کرنے سے قاصر تھا، پوری طرح اس کے دم و دم پر تھی لیکن اب شاید وہ موت اور زندگی کے اس تھیل کو تیز کر دیتے۔ پر مجبور ہوا مجھے گا۔ اس نے گزشتہ رات جس روح کو سانپ کے دم میں میری موت کا ہر کارہ بنا کر بھیجا تھا میں نے اسے زخمی کر دیا تھا۔ مجھے شک ہے کہ کبھی کوئی دشمن نہیں ہی کیوں اتنا ضرور جانتا تھا کہ چوٹ کھا یا ہوا شکار ہمیشہ خطرناک انداز میں لپٹ کر حرکت کرتا ہے جیسے جی اب مجھے کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھے گا اس کا دوسرا وار یقینی طور پر پناہ دیا اور بھڑوڑ ہوگا۔

”نشتے سے فادح ہو کر تم میرے پر آگے سینڈ کی ہوگی میں اس وقت بھی دریا زبے کا امتداد دیکھتا ہوں۔ اتنا زیادہ بھی نہیں کہ ہم کیوں کے سامنے بھی ہوئی کہ میں پر نہ بیٹھ سکتے۔ ہوا صحتی زیادہ خشک تھی آسمان بالکل صاف تھا۔ میرے پر آہستہ آہستہ زندگی بیدار ہو رہی تھی بھری غصہ کے لمحے کے افراد بیدار ہو کر اپنے اپنے کام میں مصروف ہو چکے تھے۔ کیا تجھے سانپ سونجھ گیا ہے؟ کیا کیکش نے سانپ کی طویل خاموشی سے اکتانے ہوئے کھلمسان کا نام سن کر میں بھی چونک اٹھی۔ کیا کیکش بدستور کیکش کو گھومتے ہوئے بولا۔ ”کچھ پتہ تو نہ چلے کہ آفرات کیا ہے کیا سیامی عورت نے کل رات پھر شب خوابی کے لباس میں مجھ سے دروازے پر دنک دی تھی؟“

”نہیں۔“ کیکش نے ایک مڑاؤ کر جواب دیا۔ ”کل رات مجھے دنک کی آواز نہیں سنائی دی تھی لیکن میں لوہے و ثوق سے کر سکتا ہوں کہ وہ سیامی جوڑا ہلے لیے ہے۔ بے حد خوش ثابت ہو رہا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ تمنا دار ماغ بالکل ہی مفلک گیا ہے۔ کیکش جھلا کر بولا۔ ”بلکہ جو کسی کے پیچھے پڑ جائے اس کا احوال کے خلاف ہے۔“

”کپتان ایسے نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس جوڑے کو اگلی ہندو گاہ پر بھری غصہ سے آواز دے گا۔“ میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ دو روز بعد فی جڑ پتہ پر دست گراماں ہوں گے۔“

انسانی تاریخ کا ایک انوکھا سفرنامہ

عاطون

اے حمید

میں رب عظیم سے یہی دعا کروں گا کہ یہ دن آسانی اور خبر خوشی سے گزر جائیں۔

”بھائی جیکب! کیا کیکش نے موت جیتنے کے لیے تمہارے گھر پر حملہ کیا ہے؟“

”جی ہاں! وہ اسی طرح منہ بھلا ہے۔ میں بول کر دے رہا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دے گا۔“

”تم سب کو یہ دوسرے ہر بات کی نفی کرنے کیلئے اپنی مددگار سانس کو دریاں میں گھسیٹ لیتے ہو اس لیے تم نے کچھ کتنا ایسا ہی ہے جیسے گھر کے آگے میں بجنا۔“ جیکب نے براس منہ بولتے ہوئے کہا۔

”خداوند میں اتنا پڑوسی نہیں چلتی میرے بھائی۔“

”کیکش نے بڑی پرسش سے جواب دیا۔“ جیسے کے آگے میں بجنا صبح جاوے۔“

”مفلک کے مقابلے میں تم جیسے کو بھی سہمت کے اعتبار سے بڑھاتے ہو اس لیے تمہارے سامنے زبان سے کوئی بات نہ کہنا بلکہ سو رہی ہے۔“ جیکب تجویز کی سے بولا۔

”میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو کل رات پھر جیکب کے ساتھ کوئی حادثہ گزرا ہے میں نے کہا پھر براہ راست جیکب سے پوچھا۔“

”خدا را اندازہ بالکل درست ہے لیکن میں یہ سانس۔“

”سیدھی طرح بتاؤ کیا بات ہے؟ کیا کیکش نے موت جیکب کی گردن پر ایک ہاتھ سے گرفت مضبوط کر کے مرنے لگا۔“

”اگر اب تم نے میری مددگار سانس کی نشان میں ایک صحت بھی نہ کر گزرا تو نہ کہ دو دن کا۔“

”بھائی! میں گردن تو چھوڑ دو۔“ جیکب نے تیزی سے کہا۔

”چرا کیکش کا ہاتھ بنا کر گردن سہلاتے ہوئے بولا۔“

”تقریباً ڈیڑھ گھنٹے پہلے میں نے اچانک کیکش سے اس طرح ہٹا دیا تھا جیسے نشتے میں دھت ہو۔“

”خداوند! یہ کیکش کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔“

”خداوند! یہ کیکش کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔“

”خداوند! یہ کیکش کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔“

”کیوں؟ کیا کیکش نے دیکھی تھیں؟“

”کل رات وہ شب خرابی کے لباس کے بغیر ہی آگئی تھی۔“

”وہ موتی تو نقیب مانو میں کل رات ہی اس کا گلا گھونٹ کر ہیشہ کیلئے اس کی خودست سے نجات حاصل کر لیتا۔“

- اہرام مصر سے فرار =/150
- اندلس کی آخری شمع =/125
- ہڑپہ کی ناگن =/125
- عاطون موت کے دروازے پر =/200

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

”بھرتہ میں نے سبک دیا، واپس گیا تھا، رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ سے کیا تھا؟“

”مجھ سے یہ طاقت مرزا ہو گئی کہ میں نے اٹھ کر کہیں کا دروازہ کھول دیا تھا، جب تک کہ نہ جانے کیوں بھر پھری تھے مجھے کما تے دلال میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے جو تھے میں صحت پر ہکا ہے میں نے سوچا تھا کہ اسے اس کہیں تک جا کر چھوڑاؤں گا مگر وہ اس کیفیت میں سمندر کی لہروں پر چل قدمی کا لڑوہ نہ کر لے لیکن جاننے ہو چکا ہوا ہے کیا برا ہے میں نے تیزی سے پر چھا کر کیش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھیں، دہی تھی وہ جبکہ کوٹھنے جا رہا تھا۔ وہ ان بچے کو فی دمی روح نظر نہیں آیا، جب تک نہایت سنجیدگی سے جواب دیا، ”البتہ کسی کے کرانے کی آواز بڑے واضح طور پر میرے کانوں میں آ رہی تھی میں نے ادھر ادھر دیکھ لیکن وہاں کسی کا نشان بھی نہیں تھا۔“

”نکس ہے کوئی اپنے کہیں کے اندر کر رہا ہو یا کیش نے تیزی سے کہا، تم نے گواہ دی اور احمق ہوا تھی سی بات سے ڈر کر بات بھر جاگتے تھے۔“

”بے شک تم کی قسم وہ میرا دم نہیں تھا، جب تک قسم کھاتے تھے جواب دیا، ”وہ آواز میرے کہیں کے بہت نزدیک سے آ رہی تھی میں نے اس آواز کا تعاقب بھی کیا تھا۔ خدا نے بڑا بڑا برتر کا سایہ مجھ پر برقرار ہے مجھے میں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی میرے کہیں کے دروازے کے بائیں جانب لپٹا رہے گا، جیسا کہ ہولے کر رہا ہو، جیسے وہ زخمی رہا ہو اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہوں اسی لیے وہ مجھے دیکھنے سے قاصر تھا۔ میں دھنستے کہ اس کی آواز میں سننا رہا پھر میں نے دل پر ہر کر کے اس ناویدہ زخمی کو مخاطب کرتے ہوئے لگا دیا۔ ”کہن ہے؟ اور پھر جب تک کہ دوبارہ بھر پھری نہ کر کیش کو گھوٹتے ہوئے کہا، کیا تم یقین کرو گے کہ میرے لٹکارتے ہی وہ آواز ایک لحظہ مستم ہو گئی تھی؟“

”جب تک بات سن کر کیش کے ہونٹوں پر مضحکہ خیز ہنسنے لگا، ”ایکین میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں میں اس سانپ کے بالے میں مڑ کر نہ لگا جو رات میرے سینوں کی گولی سے زخمی ہو کر جا بھگ گیا تھا۔ میں جس وقت ٹائمری کھانا بند کر کے اٹھا تھا اس وقت ڈیڑھ گھنٹہ بچنے ڈر رہے تھے وہ کے عمل کا حوالہ دیا تھا اور۔۔۔ میرا کہیں بھی جب تک کہ بائیں ہاتھ پر واقع خندانی ساری بائیں شخص اتفاق نہیں ہو سکتی تھیں جب تک کہ ہاتھ صرف

”خون درست تھا، وہ ناویدہ قوت جو سانپ کا دل پہ اختیار کر کے مجھے ڈسنے آئی تھی میری گولی سے زخمی ہوئی ہو گیا تھا میں سے اوچھل ہو گئی اس کے بعد غائب ہو گیا۔ اس طاقت جب تک کہ کہیں سے نکلا گئی اور جب تک کہ کہہ کی آواز تھی وہ بھی اسی ناویدہ قوت کی رہی ہوگی۔ لیکن وہ کون قوت تھی؟ کیا وہ تجس کی شرارت تھی؟ میرا دل نہ زور سے دھڑکی رہا تھا۔“

”میں یقین بنی کہ اسے ایک شہدہ دل کا بشریکہ قرار ملاں نہ سمجھو۔ لیکن غلطی شروع ہو کر کیش کی تبدیلی کر رہے ہیں جب تک کہ یہ مجھے عرصے کے لیے یہ بھول جاؤ کہ تم پاؤں کا پھر پڑ۔“

”سنسنی خیز آواز کے پڑھار ڈالنے کھنا شروع کر دے مجھے یقین ہے کہ عیشیت ڈالنے لگا، تم زیادہ کامیاب ثابت ہو سکتے ہو۔“

”لعنت ہو تمھاری سنجیدگی اور تمھارے مشورے پر۔“ جب تک تم لگا کر لولا پھر لٹک کر کہیں میں چلا گیا کیش اس کی بھلاہٹ پر مسکرا رہا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ جب تک جو کچھ کہہ رہا تھا وہ صرف مذاق نہیں ہے۔ میں نے اجماع سے کہا۔“

”کیا تم بھی اس قسم کی فضولیات پر یقین رکھتے ہو؟ کیش نے مجھے ہر بات سے گھورا۔“

”کیوں کیا تم بھول گئے ہو کہ ماضی میں اس قسم کے شرار حادثات میرے ساتھ پیش آچکے ہیں؟“

”وہ نہایت بجا رویوں اور عقل کرنے والوں کی شرارت تھی، کل رات جب تک کہ جو کچھ محسوس کیا وہ بھی پرانے واقعات کے سلسلوں کی ایک کردی ثابت ہو سکتی ہے۔“

”لیکن اب انھیں تمھاری ذات سے کیا دلچسپی باقی رہ گئی ہے؟“

”میری ذات نہ سہی لیکن وہ نشان کی ذات سے ان کی دلچسپی بڑھال ختم نہیں ہو سکتی۔ میں نے مرد آہ بھر کر جواب دیا، ”تم کو یاد ہو گا کہ اس نے مرستے وقت کیا کہا تھا۔ ہم اسی دنیا میں بہت جلد دوبارہ پھر ملیں گے۔“

”میں نہیں مانتا۔“ کیش کی تیزی سے بولا، ”تم شادی سے قبل وہ درخشاں نہیں کا جمل تھی۔ ہو سکتا ہے مرستے وقت اسے آواگن کے عقیدے کا وہ بیان آگیا ہو اور اس نے تمھارا دل بھلانے کے لیے وہ بات کہہ دی ہو۔“

”اگر وہ بات صرف میرا دل رکھنے کو کہی گئی ہوتی تو پھر

”سے دشمن مجھے کل رات موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش بھی نہ کرتے۔“

”کیا یہ کیش اچھل پڑا، وہ نہایت سنجیدگی سے مجھے۔۔۔“

”ہاں بیکے دوست ہیں میں نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔“

”بیکے ہیں ناویدہ قوت کی کرہ کی آواز سننی تھی وہ میرے ہتھوں کی گولی سے زخمی ہوئی تھی۔“

”کیش کے اصرار پر میں نے اسے کوشش رات کے واقعے کی تفصیل سنا دی وہ بڑی دلچسپ خاموشی میں کرسی پر مہلبد لٹا رہا۔ متعدد بار اس نے مجھے ایسی نظروں سے بھی گھورا جیسے اسے میری میم لڑائی پر شہید ہو چکا ہو کچھ سوچ کر بولا۔“

”اگر تمھاری بات تسلیم کرنی چاہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم اب تک زندہ کس طرح ہو چکا ہو؟“

”پراسرار قوت جو تم پر رات کو حملہ آور ہونا چاہتی تھی خون کی روشنی میں بھی نظر آئے بغیر تمھیں ختم کر سکتی ہے۔“

”اس کا جواب بھی وہی گدی تو نہیں لے سکتی ہیں جو میرے دے آزاد ہیں۔ میں بھلاتے ہوئے بولا، ”ہر حال ایک بات یقین ہے کہ وہ مجھے اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔“

”جمال، کیا کیش نے بڑی اپنائیت سے کہا یہ اگر تمھارا ہی خیال ہے تو پھر تمھیں اپنی زندگی بچانے کی خاطر یہ سفر فردا ترک کر دینا چاہیے ایک دوست کی نیثیت سے میں بھی تم کو یہی مشورہ دوں گا۔“

”شکریہ، میں نے نہ زبردستی سے جواب دیا۔“

”کیا مطلب؟ کیا تمھیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے؟“

”موت میری ہے میرے دوست جہاں اور جس گھڑی کو وہی چننی ہے انسان اس سے فرما نہیں کر سکتا۔ میں نے سمندر کی متلاطم لہروں کو دیکھتے ہوئے کہا، ”وہ میری زندگی کا سوال تو تم جاننے ہو کہ وہ درخشاں کی صورت میں مجھ سے دو ٹوٹتی ہے۔“

”ہم کہیں سے مستقبل کے بالے میں معلوم کر سکتے ہیں۔“ کیش نے تھوڑے وقفے سے مشورہ دیا تو میں اس کی محبت کی شدتوں کو محسوس کر کے سکڑا دیا۔ وہ جادو ٹونا اور مستقبل میں وہ کوئی فعلیات میں شام کرتا تھا لیکن میری خاطر آج وہ خود مجھے جس سے ملے کا مشورہ دے رہا تھا۔

”اے پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“

”آشنا، تمھاری تصویر اپنی نگاہوں سے دیکھ لینے کے بعد میں

شیو سینا کے دہشت گرد

اے حمید ایڈوینچر قلم سے

بھارت میں ایک محب وطن پاکستانی کی

لرزہ خیز اور سنسنی خیز داستان

چار جلدوں میں

قیمت: مکمل سیٹ = 600 روپے

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

بھی اس کا قائل ہو گیا ہوں۔
 • بیچارے کی کلاش میں نے اسے مالتے ہوئے کہا۔
 • گزری ہوئی باتوں کے بارے میں کچھ بتا دینا اور بات ہے
 لیکن مستقبل کے بارے میں سوائے خدا کے اور کوئی کچھ نہیں
 بتا سکتا۔
 • ان راجاؤں کو کیا کہو گے جنہوں نے اپنے آپ کو
 مطمئن کرنے کے لیے بڑے بڑے نجومی اور سفلی کے ماہر
 پال لئے ہیں؟
 • وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کیلئے ہوتے ہیں مستقبل
 ان کی نگاہوں میں روشن ہوتا تو وہ دوسروں کی ملازمتیں کرنے
 کے بجائے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوئی سبیل تلاش
 کرتے اور راجا جانوں کی طرح غائب ہونے کی گزار
 دہے ہوتے۔
 • پھر بھی ہو سکتا ہے کہ جنکس میں ہمارے سفر کے بارے
 میں کچھ بتا سکے۔
 ایلے کے اجلے سے ہمارے درمیان جنکس کا مسئلہ ختم
 ہو گیا۔ میری خود بھی اس منہ میں کلاش یا جیکب سے کچھ نہیں
 کتنا چاہتا تھا فاقی طور پر میں نے طے کر لیا تھا کہ جنکس کو
 مٹولے بناؤں اس سے نہیں بیچوں گا۔ اگر وہ میری جان کا لاگو
 تھا تو اس سے بنا دینا چاہتا تھا کہ وہ میری نظروں سے پوشیدہ
 نہیں ہے۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ میں اچانک اس کے
 سامنے جا کر اسے خشت درگدیا چاہتا تھا۔ میں نے ماضی میں
 اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ میں کلاش کو
 گرفتہ رات کے واقعات بھی سمجھی۔ بتانا لیکن مجھے جیکب پر
 دم لگ گیا تھا۔ میں کلاش کو مطمئن کرنا تو کبھی دنوں تک وہ
 ناویدہ فوت کی زخمی کایہ کا حوالہ کرے کہ جیکب کی عافیت
 تنگ کرنا دیتا۔ ایلے نے اس وقت اچانک نواہر ہرگز میری
 ایک بڑی شکل مل کر دی تھی۔
 کلاش کی کیفیت میرے برعکس تھی وہ ایلے کی قوت
 ملاحت پر غور کر رہا تھا۔ اسی لیے اس نے ایلے کو آنا
 دیکھ کر یہی اپنی توجہ دوسری جانب مبذول کر لی لیکن میں
 نے جان بوجھ کر ایلے کا تیرہ قدم مسکراتی نظروں سے کیا۔ ہاتھ
 کے اشارے سے میں نے اسے غالی کر دیا۔ میری ہمت کی دعوت ہی
 تو وہ ایک لمحے کی کلاش کو دیکھ کر خشک ہو کر رہ گیا۔
 ہونے لگا۔
 • میرا خیال ہے کہ اس وقت میرا آپ لوگوں کیلئے
 کسی ملاحت کا سبب نہیں بنی ہوگی۔

• اے، مسٹر ایلے، تم یہ کلاش نے اس کی آواز
 پر سمجھتے ہوئے اس کی طرف دیکھی پھر سکتے ہوئے کیا۔
 تم کو یہ یاد رکھنا چاہیے، اگر کہا تو میں اپنے اندر وزن رکھتی
 یقیناً تمہاری عمر بہت طویل ہوگی۔
 • تم سے رات کوئی خدمت ہے؟ ایلے نے کلاش
 بڑی گرم ہوشی سے دیکھ مالتے ہوئے پوچھا۔
 • کوئی خاص بات نہیں وہاں میں تم سے سفر کے
 میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔
 • آج آپ کے ساتھ فادر جیکب نظر نہیں آ رہے
 ایلے نے کلاش کی بات کو بڑی خوبصورتی سے نظر
 کرتے ہوئے کیا۔ انھیں اب توسیاتی قانون سے کوئی شک
 نہیں۔ ویلے میں نے ان دونوں میان بری کو تینہ پیر کر دیا
 کہ وہ آئندہ غلط روئیں۔
 • تم نے ہر ایک مسٹر ایلے کی کلاش بولا، ایک اچھا
 تفریح ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہی ہیں تو سوسچر دہشت
 سیاہی خانوں کو یہی طرح اس بات پر آمادہ کر لیا جاتا کہ وہ
 جیکب میں اپنی دلچسپی کا اظہار شروع کر دیتی۔ جھگڑا
 سگند سفر نہایت دلچسپی اور آسانی سے گزر جاتا۔
 • اے، یہ بھی ممکن تھا کہ ایلے جیکب خود کو سمجھ رہی ہو
 لگا کر اس سے غور فلامی حاصل کر لیتا یا پھر اس عورت کو جا
 سے مار ڈالتا یا اس سے مسکرا کر کہا۔
 • میرا ذاتی اندازہ بھی یہی ہے کہ فادر جیکب نہایت
 نیک دل اور ہر چیز کا شغفیت کے مالک ہیں۔ ایلے نے اس
 خیال ظاہر کیا کہ پھر موضوع بدلتے ہوئے بولا۔ میں اس وقت
 وہاں آپ لوگوں کو شکار کی دعوت دینے کی غرض سے جا
 ہوا تھا بشرطیکہ آپ حضرات پسند کریں۔
 • شکار کی کلاش نے تعبیر پہنچائی کیا بھری قضا
 اس وقت کسی شکار اور گھنے جنگل کے درمیان سے گزرا۔
 • آپ دیکھ آ رہی ہیں سرور میں کلاش پر بڑے
 پڑکائی کی تان نے جواب دیا۔ شکار سے میری مراد وہیل تھی
 شکار تھی ہم اس وقت سمندر کے جس صفے سے گزر رہے ہیں
 چھوٹی وہیل سے بھر پور پکے چھلیوں کا شکار میرا پسندیدہ مشا
 ہے اس لیے میرے ساتھیوں نے بطور خاص آج اس کا
 اہتمام کیا ہے اگر آپ بھی شریک ہونا پسند کریں تو یہ سب
 خوش قسمتی ہوگی۔
 • کیا خیال ہے حال ہمارے شکار پر؟
 • تم بڑے شوق سے شکار دیکھو میں اتنی دیر میں ایک

کہا ہم نشانہ لیتا ہوں۔ میں نے کلاش کو مالتے کی خاطر
 کہا۔ البتہ تم جیکب کو فادر ساتھ لے جاؤ اس لیے کہ اس کے
 بغیر تعین نہ نہیں آئے گا۔
 • اے، اگر جیکب کو دیکھ کر چھلیوں نے حال میں سمجھنے سے
 انکار کر دیا تو کلاش نے ہنسنے ہوئے کہا پھر وہ جاکر جیکب
 کو زبردستی بچوا لیا تھا۔
 کلاش اور جیکب ایلے کی دعوت پر شکار کھیلنے کیلئے
 حوش کے سامنے والے صفے کی جانب چلے گئے تو میں نے اطمینان
 کا سانس لیا کہ میرے لیے میں انھیں کراپے کہیں میں چلا گیا
 • کہ کلاش یا جیکب میں سے کوئی فادر کسی وجہ سے غائب
 دیکھتے تھے تو میری بات غلط ثابت ہو جائے تو کچھ حاصل
 پھل کا شکار اس قدر دلچسپ اور فرصت طلب ہوتا ہے۔ یہ
 لیے جنکس سے تمہاری میں ملاقات کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔
 میں اس سے مل کر اپنے ذہن کی کچھ اچھی گرمیوں کو تھکھا چاہتا
 تھا یہی اندازہ لگنا چاہتا تھا کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور کتنے
 سیر ساتھ جو ہر سارا راجہ تیرہ تیرہ حادثہ پیش آیا تھا اس
 میں جنکس کا کس قدر ہاتھ ہے۔
 نصف گھنٹہ اپنے کہیں میں گزرنے کے بعد میں باہر نکلا
 اور تیرہ تیرہ قدم اٹھا، جنکس کے کہیں پر جا پہنچا لیکن مجھے اپنی
 ملاحت کا احساس اس کے کہیں پر پہنچنے کے بعد ہی ہر سگنا تھا
 ایلے کی فیر موجودگی میں جنکس کا کنٹرول دم میں ہونا لازمی
 بات تھی چنانچہ اس وقت وہ کنٹرول دم میں ہی کسی تھا میں نے
 ایک لمحے کو سر ہکا کے دایس جا کر کلاش اور جیکب کے ساتھ شکار
 میں مصروف ہو جاؤ لیکن پھر اس ارادے کو ترک کر کے میں
 کنٹرول دم کی جانب قدم بڑھانے لگا۔
 جنکس دل نہ تھا نہیں تھا بھری عتاب کا فزونی غمخیز
 باسٹن بھی اس کے ساتھ تھا دل کے درمیان کسی بات پر
 زور دار بحث ہو رہی تھی جو میرے بیچ جانے سے ختم ہو گئی۔
 جنکس نے مجھے دیکھ کر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
 • میرے غمخیز۔ آپ کیا آپ کو شکار سے کوئی دلچسپی
 نہیں ہے؟
 • این فزونی اور شوق کی خاطر کسی کو جان سے مارنا میرے
 نزدیک نہ رہی ہے۔ میں نے مرثیہ کی نسبت سے
 تعلق سمجھتے ہوئے لیے میں کہا۔
 • اپنا اپنا نظریہ ہے میرے غمخیز۔ جنکس نے ایک نظر
 سر باسٹن پر ڈالے ہوئے جواب دیا۔ کچھ لوگ دوسروں کی
 جان لینا لگا کہہ سکتے ہیں اور کچھ جیسے کے اعتبار سے کسی کی روح

کہا نہ اپنی شان سمجھتے ہیں۔
 • تم اپنا شمار کس صف میں کرو گے؟ میں نے جیکب کی جانب
 سر کر کے پوچھا۔
 • میرا مطلب ہے کہ کلاش
 عیاری معلنے کی امید تھیں کسی دوسرے کی جان لینے پر
 اس کا سکتی ہے؟
 • ابھی تک کسی ایسے تجربے سے میرا واسطہ نہیں پڑا ہے جنکس
 مسکرتے ہوئے بولا۔ لیکن ہے بخودی رنم کی لالچ لگے گا ہر پرکا
 بھی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی انسان کو قتل کر دینا سب سے
 بڑا اور ناقابل معافی گناہ ہے اور دولت کی ہوس کی خاطر کسی کر
 موت کے گھاٹ اتارنا میرے نزدیک ذہنی خلاشی کی دلیل
 ہے۔ ہاں اگر کثرت موت اور ان کی آجائے تو پھر مستقبل ان
 کو آدم خوردہ زندوں سے بھی زیادہ غور غور اور بے رحم بنا دیتا ہے۔
 • باسٹن کی موجودگی میں جنکس سے کھل کر بات نہیں کی
 جا سکتی تھی اس لیے میں ابھرا دھڑکے تیس کرنا اور پھر سر
 باسٹن کچھ دیر بعد چلا گیا تو میں نے جیکب کی اختیار کرتے ہوئے کہا۔
 • میرے جنکس میں کسی وقت بالکل تنہائی میں تم سے ملاقات
 کرنا چاہتا ہوں یہ ملاقات قطعی نجی اور ذاتی نوعیت کی ہوگی
 میں یہی چاہوں گا کہ اس ملاقات کا علم میرے دوستوں کو
 بھی نہ ہو سکے۔
 • اگر میں آپ کے کسی کام آسک تو میری خوش قسمتی
 ہوگی۔ جنکس نے میرے ہر کے تاثرات کو پڑھنے کی
 کوشش کرتے ہوئے کہا کیا آپ کو کوئی اہم مسئلہ درپیش ہے؟
 • ہاں۔ میں نے گری جیکب کی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔
 • اس مسئلے کا تعلق میری موت اور زندگی سے ہے۔
 • نہیں۔ جنکس نے جواب سنا کہ چو کا۔ آپ۔ میرے
 ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟
 • یہ مذاق نہیں حقیقت ہے میرے دوست۔ میں نے
 اس کے ہر کلمے پر نظریں جھلتے ہوئے کہا۔ یہ میری
 خوش قسمتی ہے کہ میں اس وقت تھا کہ سامنے موجود ہوں
 ورنہ میں جنکس کی گندی طاقتیں مجھے کل رات ہی ختم کر
 چکی ہوتیں۔
 • میرے غمخیز آپ کیا فرماتے ہیں؟ جنکس کے چہ
 پر ابھرنے والا اضطراب قطعی طور پر تصنع و بناوٹ سے پاک
 تھا اگر وہ ادکاری تھی تو پھر مجھے یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ وہ
 نیچرل ادکاری میں اپنا شان میں نیکی رکھتا ہوگا۔ ہر حال وہ میرے
 بیان پر خوش کلاش کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ میں آپ کو یقین
 دلانا ہوں کہ بھری عتاب پر آج تک ناویدہ قاتلوں نے۔ لیکن

نہیں: "ابہا کہ جس نے کچھ سچے ہوئے کہا۔ مجھے ناراض کی
 بڑا سراقت کر بھی فراخ کس نہیں کرنا چاہیے۔ میں اسے فراموش
 کر چکا تھا۔ کیا اب مجھے بخیر کی ہے ان بنوں پر غور کرنا ہوگا۔
 کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ کون کون آپ کے ساتھ
 کیا کردی ہے؟

آج رات کھانے کے بعد تھکائے جبین میں آؤں گا
میں نے جیکبسن کی بات کو مان لیا تو بڑے سنجیدگی سے کہا: پھل کے
شکار کے بعد میرے ساتھی لٹھیا بھنگ کر بہت تھک سوتے
کی گردش کر گئے۔ میرا انتظار نہ رہا جبین آج رات کھانے
کے بعد تھک چکا ہے جسے جیکبسن میری بات کا کوئی جواب
دنیا میں تیزی سے پلٹ کر گزروں دم سے باہر آؤں گا۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ بھول چکی کا شمار کھیلنے کے بعد سبک اور یکدش بری طرح تھک کر خود ہونے لگتی تھی۔ جھوٹی کوئی نہیں بلکہ بھول چکی کے کنا لے بسی لگ کر بھول چکی بھولنا اور بات سے تکیں کھٹے سمندر میں سوہے کے ہونے پر تکیوں اور شیشوں کے ذریعہ وہیل یا شاہکار کا شمار کرنا خاصا ہوشیار اور تھکا ہونے والا کام ہوتا ہے چنانچہ میرے دوستوں کی حالت بھی خیر ہو رہی تھی۔ رات کا کھانا بھی انھوں نے خلاف معمول ہلدی کھا لیا پھر اپنے اپنے کمرے میں جا کر گھوڑے بیچ کر سو گئے۔ میرا رات صاف تھکا۔ میں بلیکس کے کیمپن پر گیا تو وہ پروگرام کے مطابق پر امن منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی مسکراتھی۔ میں نے اس کے چہرے کے اثرات سے یہی اندازہ لگایا کہ وہ میرے رکنے سے پہلے ہی سے میرے لئے میں سوتا ہوا ہے شاید وہ کوئی مقررہ عرصہ اندک کر چکا تھا۔

بیابان میں یہ بناوٹ بھی مژدوری سمجھتا ہوں کہ میرا
 چاروں طرف کی طرف سے گزشتہ رات دلہے حادثے کے
 در سے صاف نہیں تھا اس لیے اس کے کہیں میں لانے سے
 ہی میں نے خود کو بلوری طرح حالات سے تبرؤ آنا ہر نہ
 بلے تیار کر لیا تھا میرا تو ایک خفیہ طور سے پیشہ فریگ
 ان کے نیچے مڑو تھا جسے میں حسب قبولت فوری طور پر
 حال کر سکتا تھا۔ بیس کے احاطہ میں نے اس کے ساتھ کافی
 بھر بھرم اسی مینر پر آگے جہاں مجھ کو ایک بار پہلے بھی میں
 کو کہانے کا مکمل ویجھ چکا تھا۔ کچھ توفیق کے بعد میں نے
 میں گزشتہ رات سیاہ سانپ کے نمودار ہونے کا پورا
 نہ تعبیر نہیں لے سکا اور وہ قطعہ بھی سنا ویا جس کا ذکر عجیب
 تھا۔ بیس کی نایت بچہ کی گے میری را و دستار بل صوف
 ال وقت وہ چونکہ یاجتہد کا فکری اٹھار کر کے

میرزا ننگا نہیں بدستور جیسا کہ ادھر مجھ ہی ہوئی تھیں
اس نے اپنی جگہ سے ایک مہمئی سی جنبش بھی نہیں کی
الٹراس کی پکڑوں اور آنکھ کی پتلیوں نے کچھ عجیب انداز
میں حرکت کی تھی یوں جیسے کسی کواشاؤں اشاروں میں آگے
بڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور پھر ایک میسٹر مثلے سے
ایک کراہ نکل گئی تھی جس نے ایک لحوت لڑی قوت سے میرے
سیرے بازو پر نانا شاید دیا کہ اگر تو ٹیکھا بیٹھلی میسٹر
سے نکل کر جیسن کے تدریس کے قریب جا پڑا میں نے پلٹ
دیکھا لیکن میں میسٹر اور جیسن کے علاوہ کوئی تیسری شخصیت
کو دیکھ نہیں سکی تھی لیکن وہاں کوئی روح موجود تھی جس نے جیسن
کی جگہوں کی جنبش کا مفہوم سمجھ کر مجھ پر ایسا حکم کر دیا تھا
میں نے دوبارہ سے ہونے انداز میں جیسن کی سمت دیکھا وہ میرے
پستل فرمٹس سے اٹھ چکا تھا۔

[illegible]

”مستر جیکسن نے میں نے اس کی بات کو کاٹنے سے تیزی سے کہا یہ درست ہے کہ میں رات کو جہاں بھی سوتا ہوں ایک مضموناً طلوعے میں حصار گھنٹیں دیتا ہوں لیکن آفرات فرات کی کیوں؟ کیا یہ سسر دشمن دن میں بچہ پر حملہ آور نہیں ہو سکتے؟“

”یہ ایک طویل بحث ہو گی مسٹر حال ہی جیکسن نے کہا۔“

”فی الحال آپ یہ سمجھ لیں کہ کچھ توہیں ایسی ہوتی ہیں جو رات کے گھپ اندھیروں میں زیادہ حیرت انگیز اور گراں رسا راتوں کی مالک بن جاتی ہیں اور انہی خوب صورتی سے اپنے دشمن کو موت سے بہکا د کرتی ہیں کہ دنیا کا کوئی قانون ان کے خلاف ایک رات برابر بھی شہر نہیں کر سکتا۔“

”درست ہے۔ جیکسن نامزد اور ڈاکر کی موتیں تو روز روشن میں واقع ہوئی تھیں، وہیں سے تعجب ہے پوچھا۔“

”نہیں سیرے ہی عرض کر سکا ہوں میرے محترم کہ نامزد اور

”نبیہ! یہی عورت نے تیزی سے جواب دیا۔ میں تو
محتاج نہ ہوں، کب مریم بیٹی کرنے میں مصروف تھی۔“

مہربان سربراہِ مہر، جلد بازی کام کو خراب کر دیتی ہے۔ نیکی
 لگے سے بولا بھروہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس جانب تمام
 سامنے لگا دھر ملاڑیوں کے لیے دو چھوٹے عیس بنے ہوئے
 وہ اس کہیں کے سامنے بیچ کر کہہ گا جس میں میا می جوڑا
 ملا تھا، میں نے جسکے کو راحت طلب انڑوں سے نیکی
 سنا چاہتا تھا، ایک اس نے مجھے خاموشی سننے کا اشارہ
 پر زور دیا۔ اسے کان لگا کر کچھ سننا، دہائی لیے مومنوں
 ہاں طو پر پسر پسر اچھو کر جو ٹکنا شروع کر دیتا تھا اور ضرور
 کے وقت مقرر خلافت قریع وہ اس وقت باطل خاموشی
 البتہ زبان بہر نکال کر اس نے اپنا شروع کر دیتا، ساتھ
 وہ بار بار گونگ اور پٹا کر اس طرح جسکے کو دیکھنے لگتا تھا

”سفر سے باز رکھنا چاہتے ہیں؟“ میں نے حکیم کے بٹے
 وحیت سے دریافت کیا۔
 میری حالت فیر ہونے لگی۔ ورنہاں کے کچھ بمزے لٹھا

یہ تھا رافاتی مشر ہے لاسا۔ جس نے غوس اور شک
آوازیں کما۔ جس ایک خاص سٹے میں ہتھاری دینے کی غرض
سے آیا ہوں۔

میری مدد! لاسا چوبک اٹھا۔ میں سمجھی نہیں مگر جس
مشر اسٹے سے تم کو جبری عقاب پر پناہ دے کر احسان
کیا ہے۔ کیا تم اس احسان کا بدلہ نہیں چکاؤ گے؟ جس کے
لبے میں گڑا فطر تھا۔

میں دبے پھاڑ پھاڑ کر کہیں ادا لاسا کو دیکھ رہا تھا
ان کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں البتہ لاسا کے بازو کا زخم
دھبائے کیوں مجھے وہ دہ کر کشک دہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا
جیسے اس زخم سے میری ذات کا کوئی گہرا نقص ضرور ہے باقی
کی نظرس بھی لاسا پر جمی ہوئی تھیں وہ غلطے میں بڑی تیزی
سے اپنی کھال ہلا رہا تھا لیکن مجھے حیرت تھی کہ اس نے ابھی
تک ایک بار بھی جو نہنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”میں مشر اسٹے کا یہ احسان تمام زندگی یاد رکھوں گا۔
لاسا نے ہر وقت چاہتے ہوئے کہا۔ اگر میں آپ کے کسی کام
آسکوں تو میری غرض شمتی ہوگی۔“

”تھیں ہمارے کستان سے زیادہ مشر جمال اصغر کا شکر گزار
ہونا چاہیے اس لیے کہ جبری عقاب کو انھوں نے دو ماہ کیلے
کرائے پر حاصل کر رکھا ہے۔“

”میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں مشر جمال۔ لاسا نے میری
جانب دیکھ کر کہا لیکن اس کی نگاہوں میں انہماک نظر کے بجائے
مجھے نفرت اور تعارت کے طے جلتے تاثرات نظر آتے تھے۔
شاید وہ میرا دم ہی رہا ہو۔“

مگر چند رات ایک سیاہ ناگ نے مشر جمال اصغر کو ٹپنے
کی کوشش کی تھی لیکن جمال صاحب نے اسے زخمی کر کے بھگا دیا۔
جس کے لاسا کو کھوٹے ہتھوں میں چاہتا ہوں مشر لاسا کہ
تم اس ناگ کو بچوٹے میں میری مدد کرو۔

لاسا نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ جس کے کونوں خوار
نظروں سے گھوٹنے لگا اور تب اچانک میرا ذہن جاگ اٹھا۔
لاسا کے بازو کا زخم اس کی آنکھوں میں ابھرنے والے نفرت
اور تعارت کے جذبے اور پھر اس کا جس کے خطرناک نظروں
سے گھوڑنا۔ میرے ذہن کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں میری نگاہوں
میں خون اتر آیا۔ میں لاسا کو تھماتا تو نظروں سے گھوٹنے لگا۔
نامی کی نظری کی کیفیت بھی بڑھتی جا رہی تھی مگر وہ ہنسوا
خاموشی سے اپنی دم کو تیز حرکت دے رہا تھا۔

”تم نے میری درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یہی

نے بڑا کر لاسا کی طرف دیکھا، اس کا لباس اتارنا دیکھنا تھا
ہم لوہا نظر آ رہا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔
”جس نے میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جس کے کوٹھا
ہوئے کہا۔ لاسا مر گیا۔“

”یہ مرے گائیں میں نے غم دوست البتہ نامی کے ہاتھوں
براس کی بادداشت اور سفلی طاقتوں کو ہوش کے لیے ڈنگ
فرز کر دے گا۔ جس کے نے بڑے اطمینان سے کہا۔ اب یہ
نے اپنے نطری بے ضرر ہو گیا ہے۔ ہر وقت ہے کہ اس کا دہنی
نامی بچ رہا ہے ایسی صورت میں میں اسے باندھ کر رکھنا
کیا نہیں یقین ہے کہ وہ سیاہ ناگ اسی کا دوسرا روپ
تھا۔ میں نے لاسا کی طرف نفرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”روپا! اچانک جس کے کی آواز میں پھر وہی خوابیدہ سحر
بلار ہو گیا جو میں نے اس کے کین سے اٹھتے وقت محسوس کیا
تھا۔ وہ میری بات کا جواب دینے کے بجائے روپا کی طرف دیکھ
رہا تھا۔ ہنسوا کہیں کی دیوار سے بھی کھڑی ہو چکی تھی ناگاہوں
میں لاسا کا حسرت ناک انجام دیکھ رہی تھی لیکن جس کے کی آواز
ان کے اس طرح چوکی جیسے طویل نیند سے اچانک بیدار ہو گئی
وہ میرے قریب آؤ روپا! جس کے نے اسے نرم آواز میں
دہا تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے قریب جا کر کھڑی
رہی نامی میرے قریب آکر میرے قدموں میں خاموش
پڑ گیا تھا۔

مجھے وہ سب کچھ ایک خواب سا لگ رہا تھا، جس کے میری
فطرت سے کس زیادہ پراسرار اور طاقت ور ثابت ہو رہا تھا
ناگاہوں میں اس نے تمام فتنوں کو اپنے قابو میں کیا تھا وہ
تھم رہا تھا۔

”یقیناً اس نے میرے نامی
ناتوانی میں کوئی مہیو چوبک دیا تھا جو وہ بھی اس کا مہیو
نہ رہا۔ میں نے لاسا کو اب وہ روپا کے اوپر اپنی نادی پڑھوا
دیا۔“

”جس کے نے نرم اور غصے آواز کیوں میں ابھری۔
لاسا کو سب جانتی ہو۔ تھامے ادا اس کے درمیان کیا
شتر ہے؟“

”میں اس کی داسی ہوں۔ روپا نے یوں بولنا شروع کیا
وہ خواب میں بڑا بڑا رہی جو۔ ہماری طاقتات بنا اس
اور لاسا کے فتنوں میں دل کے بڑے منہ نہ تھی
لاسا نے کل رات ناگ کا روپ کیوں اختیار کیا تھا؟“

جس کے نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اب لاسا میرے غلام
کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا، مجھے اس کی باتوں پر یقین کر لینے
کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا، جس کے کی کمر پر شخصیت جس
انداز میں اچانک ابھر کر میرے ذہن پر مسلط ہوئی تھی اس
نے مجھے اس کی باتوں پر اعتماد کر لینے کو مجبور کر دیا تھا۔“

جس کے نے بدستور دوا کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔
”وہ اس دشت (بدستور) کو مارنا چاہتا تھا جو ایک
ویاکل آتا (بے چین روح) کا بچھا کر رہا ہے۔ روپا نے جواب
دیا۔ لاسا کو ایک تھانہ بھاری نے حکم دیا تھا کہ وہ اس کام
کو تیز (ملدی) نہائے کی کوشش کرے لیکن کل رات
وہ خود زخمی ہو گیا۔“

”کیا بھاری لاسا نے تم کو بھی جنتز منتر سکھائے تھے؟ میں نے
جس کے نے سنجیدگی سے پوچھا۔
”نہیں۔ میرا کام کیوں... اپنے مشر کی سزا ہے
لاسا کا من بدلنا ہے۔“

”روپا۔ کیا تم جانتی ہو کہ لاسا اس وقت کہاں اور کس
حال میں ہے؟“

”ہاں۔ روپا نے پکیں چھپائے بغیر کہا۔ اس کے وہ
میرے پاس اسی کہیں میں ہے اسے جہاز کے سٹنڈ سے
نائب کپتان نے زخمی کر دیا ہے اس زردوش پرکتا چھوڑ
دیا تھا۔ جس نے میرے ہاتھ کے اگلے مشر کو بچھڑا دیا ہے
”نہیں! اچانک جس کے کی آواز ٹھوس اور بھاری
ہو کر ابھری۔ تم کو حالات کا کوئی علم نہیں تھا جس کے نہیں
معلوم کہ لاسا کی زخمی ہوا۔ میری بات دھیان سے سنو دای
روپا، تم لاسا کے زخمی ہونے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی
تم لاسا کے پیلو میں بے خبر سو رہی تھیں صبح ہتھاری آئے
کھلی تو لاسا نہیں زخمی نظر آیا۔ کیوں کیا تم میری بات سمجھ
رہی ہو؟“

”ہاں میں سمجھ رہی ہوں۔ روپا نے خوابیدہ لہجے میں
جواب دیا۔ مجھے لاسا کے زخمی ہونے کا کلاں میں معلوم،
صبح میری آنکھ کھل تو میں نے اپنے دیوتا کو زخمی پایا تھا۔
”تم بہت سزا بردار ہو روپا۔ اب اب تمہیں نیند آ رہی ہے تم
سب کچھ بھول کر سو جاؤ۔“ گری نیند۔ جس کے نے بدستور
ڈپا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر اس نے آگے بڑھ
کر دوپا کو ایک بازو سے سہارا دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس
کی آنکھوں کو آہستہ سے بند کر کے فرس پر لٹا دیا اور ہم
باہر گئے۔

جس کے نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اب لاسا میرے غلام
کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا، مجھے اس کی باتوں پر یقین کر لینے
کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا، جس کے کی کمر پر شخصیت جس
انداز میں اچانک ابھر کر میرے ذہن پر مسلط ہوئی تھی اس
نے مجھے اس کی باتوں پر اعتماد کر لینے کو مجبور کر دیا تھا۔“

کے ساتھ چلا گیا۔

”کیا تجھ اس معاملے سے کوئی دل چسپی نہیں؟ میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے یہ سہ دوست۔ آؤ ہمیں چل کر دیکھنا چاہیے کہ ان بے چاروں پر کیا گزری ہے۔ میں بے کنتا ہوا کہیں سے باہر نکل گیا۔ میرے ذہن میں گزشتہ رات کا ایک ایک منظر گھوم گیا۔ رہا پانے دی جان دیا تھا۔ جیسے سے ذہن نشین کر لیا تھا لیکن میں قریب پہنچ کر حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا، روپاکا طرف سے میرے دل میں کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن لاسا۔ جیکسن نے اسے بے بروہی کی حالت میں چھوڑ دیا تھا، اس کا خیال تھا کہ لاسا بروہش میں آنے کے بعد اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا۔ مای کے دانتوں کا زہر اس کے جسم میں سرایت کر کے اس کی۔۔۔ یادداشت الٹ پلٹ کر دکھ گئے۔ لیکن یہ ضروری تو نہیں تھا مضبوط اعصاب والے افراد اپنے اندر بڑی سے بڑی قوت چھوٹ بھی برداشت کر جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں لاسا تو گندی طاقتوں کا مالک تھا، ہر سکتا تھا کہ کسی کا دل قوت نے بے بروہی کی حالت میں بھی اس کی مدد کی ہو اور اس کے ذہن کو محفوظ رکھا ہو۔

میں تیز قدم اٹھاتا دھڑکتے ہوئے لاسا کے کہیں کے سامنے اچھا خاصا جھوم ہو چکا تھا۔ اُسے اس کی چیخوں کی آوازیں بھی ملتی تھیں۔ میری تحقیق میں نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ کوچریتا ہوا ماند داخل ہوا تو یہی کہیں کھلی کی کھلی گئیں لاسا کے جسم پر وہی لباس تھا جو اس نے رات پہن رکھا تھا اور جسے میری نظروں کے سامنے مائی نے اپنے تیز دانتوں سے تار تار کر ڈالا تھا۔ مگر اس وقت وہ لباس ثابت نظر آ رہا تھا البتہ اس پر خون کے بچے ہوئے دھبے ضرور موجود تھے۔

لاساکو جواز کے مسئلے کے دو افراد نے بھجور دیا تھا۔ اس کی پیشانی پر زخم کا خاصا بڑا نشان نظر آ رہا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح دایہ تابی تک رہا تھا۔ اس کی ذہنی رو بک بک جی جی شاہ اسی لیے دو ٹونڈہ آدمیوں نے اسے مضبوطی سے بھجور رکھا تھا اور کیکش قریب بیٹھا اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ میں ابھی چوٹی پہنچ گیا ہوں لاسا کی وحشت اور دیوانگی کا قاتل شدہ دھبے میں مصروف تھا کہ جیکسن میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس وقت بھی ”نارل اور بے پروا نظر آ رہا تھا۔ میں نے غیر اطمینانی طور پر اسے مخاطب کرنا چاہا۔

”مشر جیکسن، کل رات۔۔۔“

”آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے تھے تیزی سے کہا۔ کل رات میں میان بوری نہایت آرام اور سکون کی نیند سونے لگے تھے۔ جب عادت بیلار ہوئی تو اس نے اپنے مرد کو زخمی دیکھا کہ وہ آوازہ بھی کھلا ہوا تھا۔

جیکسن کی آنکھوں میں کوئی ایسا حضور موجود تھا۔ جھرجھری لیے بغیر وہ سکا، بھرے یاد آ گیا کہ اس نے رات سختی سے ناکہ کی تھی کہ میں ان باتوں کا ذکر کسی اور سامنے نہیں کروں ورنہ وہ آئندہ میری سیسے کام نہیں آئے گا۔ کی گھوٹی نظروں نے مجھے اچانک اپنی حماقت کا احساس تو میں سمجھ گیا اور بات بولتے ہوئے بولا۔

”یہ سب کچھ اچانک کس طرح ہو گیا؟ یہاں طلبہ کا رات تک فوارے تلے کے افراد نے بھی ٹھیک ٹھاک حمار میں دیکھا تھا۔“

”مشیت ایزدی اسی کہتے ہیں۔“ جیکسن سرد آواز بولا۔ کل رات تک اس عذاب کو بھی اس بات کا دورہ نہ ہو گا کہ اگلی صبح کا سولج اس کی دیوانگی اور پاگل پن پر پیغام کے طور پر ہو گا۔

ناٹن اور ڈاکٹر کی موت کے بعد لاسا کی دیوانگی کے مسئلے کے افراد کو خاصا متاثر کیا تھا۔ وہ کہیں کے باہر آوازیں میں جھگڑتیاں کر رہے تھے لیکن ایٹلے نے آکر وہ پر واپس جانے کی تلقین کی تو وہ سر جھیکا کر واپس چلے گئے۔ اپنی آواز میں بڑبڑاتا اندر داخل ہوا۔

”میری کچھ میں نہیں آتا کہ جب لوگ شرابے دو گھنٹہ بھی مضرت نہیں کر سکتے تو پوری بوسل خالی کرنے کی حماقت کرتے ہیں۔“

”پاس۔ کیا آپ نے دیکھا تھا کہ۔۔۔“

”نہ کہ سکا لیکن اس کی قسمت اچھی تھی جو یہ رنگ کے لوہے سے حور کر گیا۔ پھر میں نے دو ڈاکٹر اسے کھڑا کیا ہوا تو شاید دوسرے چلے میں بے پروا کے درمیان پڑا ہوئے کھارہ ہوتا۔ پیشانی کے زخم اور شرب کی تھپی نے اسے بے پروا کر دیا تھا، میں نے اسے اٹھا کر واپس اس کے کہیں میں ڈال دیا تھا۔ لیکن اب یہ پاگلوں کی طرح شور کیوں مچا رہا ہے؟

”یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے سراسیمہ۔ کیکش نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ اگلی بندرگا دیکھ میں اسے باندھ کر رکھنا ہو گا۔“

”باندھ دو۔ باندھ دو۔ ایٹلے نے اپنے آدھوں کو لیے روٹی سے حکم دیا۔ رانی کی کچی شرب زیادہ مقدار میں لی جانی تو کھوپڑی سی طرح پلٹ کر رہ جاتی ہے دو تین دنوں میں آپ ہی آپ ٹھیک ہو جائے گا۔“

ایٹلے کے حکم پر لاسا کو اس طرح رسیوں سے بھجور دیا گیا کہ وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا، کچھ دور میں یہ غیر جواز کے ایک کونے سے وہ سہ کرنے تک پھیل جی کو لاسا کثرت سے نوشی کی وجہ سے پاگل ہوا ہے۔ وہ اشتیاق سے کچھ دیر مشیت تلے کے افراد کے ذہنوں پر طاری تھا کہ ملت باؤں کی طرح چھٹ گیا اور اب وہ دل کھول کر لاسا کی دیوانگی کا مذاق اڑا رہے تھے البتہ وہ اپنے کی حالت سے دوچار تھی اور کھنگلی باندھے لاسا کو گھومتے جا رہی تھی۔

ہر لاسا کے کہیں سے نکل کر دوبارہ عورتے پر تے تو جیکسن اجازت لے کر نرسوں کو سمیت چلا گیا، کیکش کثرت سے متناقی ٹی تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ”یاد رہا۔۔۔“ لاسا والا کہیں بھی میری کچھ میں نہیں آسکا۔

”کیا مطلب؟ میں نے وضاحت چاہی۔“

”یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے لیکن اس کی وجہ شرب نہیں کچھ اور ہے۔“

اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

جیکب کیکش کے کہیں میں آنکھیں بند کر ڈالنا ہی منہ میں کچھ بہا رہا تھا اور بار بار ہاتھ سے سینے پر صلیب کے نشان بنا رہا تھا، ہمارے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں پھر کیکش کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

”کیسی حالت ہے اس شخص کی؟ زندہ ہے یا فقہ پاک ہو گیا؟“

”کوہنڈمت ہو یہ کیکش شرفی سے بولا۔ تجھے راتے کا لانا نکل چکا ہے یعنی لاسا اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے لیکن اس کی جبین و جبین بروی رو باخبر و عافیت ہے اور کھاری خیریت اب ہم لوگ خدا سے نیک چاہتے ہیں۔“

”تجھیں رہے عظیم کی قسم، ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ کیا بات ہے جو جیکب نے کھلتے ہوئے پوچھا۔“

”لاسا کو آج صبح اچانک اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اس کی بروی نے ایک رات بچنے کے کہیں کے دروازے پر شرب خوابی کا باریک لباس پہن کر دھنک دی تھی چنانچہ وہ یہ صدر برداشت نہ کر سکا اور۔۔۔“

”پاگل ہو کر رہا ہے بے اور زیادہ مضبوط بھیلانے کیلئے زندہ ہے۔“ جیکب جھوٹے ہوئے بولا۔

”یہ بچھلے لیے نہری موقع ہے فادر جیکب۔ کیکش نے کہا۔ روپاکا دلجوئی کے لیے اس وقت تجھیں اس کے پاس ہونا چاہیے۔“

جواب میں جیکب نے کوئی تلخ اور سخت بات کہنی چاہی تھی لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور میں کھانے والی نماز کو دنگا ہوں سے گھومتا ہوا کیکش کے کہیں سے باہر نکل گیا۔ جیکب کے چانے کے بعد کیکش نے بھجور لاسا کی دیوانگی کے مسئلے میں سنجیدگی اختیار کر لی چاہی لیکن میں اسے ذکر سے بچنا چاہتا تھا۔ اس لیے کچھ دیر بیٹھا ہوا ہی ہاں ہوں کر رہا پھر اٹھ کر اپنے کہیں میں آ گیا۔

جیکسن نے جو چاہا دیا تھا اور میں انداز میں سوچا تھا تب کچھ ایسی طرح ہوا کہ کہیں میں مگر میں بہت دیر تک اس کے پاس نہیں سوچتا۔ پھر میرا ذہن درخشاں کی طرف چلا گیا۔ مجھے ایک مسلمان کی حیثیت سے تحقیق نہیں تھا کہ وہ مجھے اسی دنیا میں دوبارہ ملے گی لیکن واقعات اور حالات یہ سب اس عقیبت کی نفی کر رہے تھے، نہایت بھاریاں اور بھاریاں نے درخشاں کی زندگی میں بھی میرے اوپر آدم غور گھوں کی طرح بیٹھا کر دی

تھی۔ ہر وقت وہ خوش گجروں کی مانند میری خوشیوں پر سائے کی طرح منڈلاتے رہتے ان کی خوش بختی کی درخشاں کو کچھ سے چھین لین گئے بربادوں سے بھنکا کر دین میں سے ان کے بچپن سے نفاذ حاصل کرنے کی ہر گز کوشش کی کچھ پاک روشن اور مقدس حقائق نے میرا ساتھ بھی دیا تھا مجھے وہ نورانی پسند آج بھی یاد ہیں جنھوں نے بار بار مجھے موت کے سڑے پر لایا تھا اس دہانے کی صورت آج بھی میری آنکھوں میں نقش بنی ہوئی ہے میں جسے پاگل سمجھا تھا میرا خیال تھا کہ وہ کسی حسین عرب لڑکے کی طرح پیکر و شیرازی زلف گرہ گیر میں الجھ کر اپنا بکوشس حواس کھو بیٹھا ہے کسی کی شہوہ طرازیوں نے پیٹے اس کا دل ہوا لیا پھر اس کے مال و دولت کا صفایا کو کے اس طرح اپنی دلیر سے نکالیں پھر کڑھنکار ہر گاہ کہ اپنا ذہنی توازن نہ برقرار رکھ سکا ہوگا، بکوشس مند ہونا تو کڑے بھلائیوں کی طرح کچلی کوچوں اور دیران قربت میں فوس گروہوں اٹانا چھڑا۔

میں نے اس کے پاسے میں کچھ بھی سوچا تھا لیکن وہ اس کے برعکس نکلا، وہ شہر حجازی کا نہیں مستحق حقیقی کاروان تھا اس کی پردا زمر سے دین کی بلند یوں سے کیس زیادہ ثابت ہوئی وہ میری سطح سے بہت اونچا تھا اس کی آنکھوں کی شوق میں کائنات عربوں پر کھڑی تھی وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد تھا، فاضل اس لیے کوئی حقیقت نہیں دیکھتے تھے۔ اللہ کے اس پالیے اور نیک بندے نے بھی میری مدد کی تھی لیکن قصور ان کا نہیں میرے نصیب کا تھا۔ میری حقائق نے مجھے اچھے اور برے کی شناخت بھلا دی تھی۔ میں راہ سے بھٹک گیا تھا۔ قدرت نے درخشاں کو میرے وجود سے علیحدہ کرنے کی نشان لپی تھی چرمیں کیا کر سکتا تھا سوائے اسے نبھانے کے اور اپنا سوچنے کے۔

درخشاں کی جاننے ماضی کے ذہن کی کھڑی پھر جزیری تو زخم پر ہو گئے۔ اندھ بی اندھ رہنے لگے لیکن اب اس دور میں تڑپ اور بے معنی نہیں تھی۔ وہ کمب اور اذیت نہیں تھی جسے عموماً کو کے میں بیچ اٹھتا تھا ملاوٹ کے لگاتار تھا۔ اس وقت درخشاں میرے ساتھ تھی ماس کی جدائی کا تصور بھی میرے لیے ناقابل برداشت تھا مگر اب میں تنہا تھا۔ درخشاں کے تصور سے کیلنا میری روح کی غذائ بن گیا تھا۔ اس کی لافوں سے بیٹے ہوئے وہ لے بھی مجھے بہت عزیز تھے جو بے سکوتوں نے زندگی کی ستر میں مجھ پر حرم کر دی تھیں، ان ہی یادوں نے تو ابھی تک درخشاں کے تصور کو میری ذات سے تھی کر لیا تھا دانیق بقرار تھی ایک تعلق قائم تھا، یادوں کی کک اور خوش

شاہ فاروق حاکم مصر

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

50/-

شاہ فیصل شہید

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

50/-

ہلر کی حیات معاشرہ

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

90/-

ہلر کے آخری دس دن

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

75/-

سکندر اعظم

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

75/-

نپولین بوناپارٹ

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

75/-

رومانی شاعر لارڈ ہارن کی

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

50/-

حیات معاشرہ

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

50/-

ہمارا راجہ رنجیت سنگھ اور

پروفیسر ایم اشرف لی۔ ایچ۔ ڈی

100/-

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

کی نہیں ہی اب میرے وجود کے لیے ملامت بنی تھی میں درخشاں کے قصہ کو ہمیشہ تازہ رکھنا چاہتا تھا۔

اپنے کمب میں آئے کے بعد میں بہت دیر تک ماضی سے جو بچوں میں جھگڑا رہا، لاسانے دوشان میں مگر مجھے پھر اس وہم میں مبتلا کر دیا تھا کہ میں درخشاں کو دوبارہ حاصل کر لوں گا، خود درخشاں نے بھی یہی کیا تھا اور حالات کے نشیب و فراز بھی یہی ثابت نہی کر رہے تھے کہ اب دوشان فاصلے کھٹنے جا رہے ہیں بس کوئی لمحہ ایسا آنے والا تھا جب مندر کا طویل سفر ختم ہوگا میرے قدم اب بھی سزمین پر تریں گے جہاں میری درخشاں میری زندگی میری روح، میری دنیا کا کچھ نہیں ہے وہاں میں میری منتظر ہوگی اور میرے دل کی دھڑکیں اسے پہنچے ہوئے وہاں میں بھی شاخت کر لیں گی ماس نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا، چوں کہ کیا ہے، یہ تو آنکھوں کی طرح دنگ بدلتے رہتے ہیں زمانے کی مرد و گرس بھلس کر اپنی تازگی، اپنی شہنائی، اپنا سب کچھ کھو دیتے ہیں مسخ ہو جاتے ہیں تو ان کی بچان مشکل ہو جاتی ہے لیکن روح کا رنگ ایک ہوتا ہے وہ اپنی اصلیت کبھی نہیں بدلتی، دھڑکن کی کول کے سنائوں گرا تا رہتی ہے کسی تیش سے وجود کا احساس باقی رہتا ہے یہی دھڑکن شاخت کا بہترین ذریعہ ہوتی ہیں جو تعلق دل کی گڑبڑوں سے قائم کیا جائے بھی نہ نہیں ہوتا، اس کی یادیں کبھی نہیں نہیں البتہ بھولوں کی ملک بن کر ہواؤں میں کیسے غم فروز ہو جاتی ہیں اور میں اسی ملک کی تلاش میں سرگرداں تھا ہر میرے ہر بچے گشت سے روٹ کر کیس دور ویرانوں میں گم ہو گئی تھی۔

درخشاں کی شدتوں نے مجھے مرا کے پیچے سرٹ بھاگنے اور دڑنے پر مجبور کر دیا تھا میری تڑپ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی زندہ تھی اور اسی تڑپ نے مجھے کسی کی آخری خواہش کی تکمیل پر اکا دیا تھا، میں اسے بھی اپنی دیوانگی کھڑا تھا، جان بوجھ کر خود کو ایک حسین فریب سے دہا تھا لیکن شاید یہ فریب نہیں تھا مجری عقاب پر لاسا کی موجودگی نے اس فریب کو ایک دنگ عمار کر دیا تھا۔ وہ میری جان کا لاگ تھا، مجھے ختم کر دینا کا ہتا تھا اس لیے کہ میں اپنا سفر جاری نہ کر سکوں پنڈت اور پجاریوں نے دہلی دیوانوں کے اٹالے سمجھ لیے ہوں گے وہ چلنے ہوں گے کہ اگر میرا سفر کا سیلاب دہ قوس کی منزل درخشاں کے وہاں میں میرے رہنے ہوگی، وہ مجھے منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہتے تھے، یہ صرف میرا ذاتی خیال نہیں تھا، لیکن نے بھی دوشوں سے یہی کچھ دریافت کیا تھا۔

میں نے بچے بعد وچکے کئی سگریٹ بھوک ڈالے، میرا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ منزل کی توقع نے میرے اندر ایک نئی تڑپ پیدا کر دی تھی، لیکن کی باتوں نے میری آتش شوق کو ہوا دی تھی، میں اپنے کہیں میں ٹھنڈا دہا جب دل کو کسی دور چمیں نہ آیا تو میں نے امدادی کھول کر عمل کا پانی اور قلم کالا اور اپنی داستان کا بقیہ حصہ جو میرا ماضی تھا ادبے بہت عزیز تھا۔ کھٹے بچھ گیا۔



دہلی کشنر انڈیا سے ملاقات کرنے کے بعد میں خود کو بڑا بلکہ محسوس کر رہا تھا میرے ذہن پر جو بوجھ تھا اسے میں نے اندک کار کے دفتر میں اپنے دنوں سے آوارہ بھٹکا تھا، کل حالات کی طرح اختیار کرتے، کل تھی لیکن میں نے وہ قلم بھٹکا کر دیا تھا جو اندک کار کے دفتر سے لے کر بڑھ گیا تھا، نرمل کی موجودگی نے مجھے اور شیر نادیہ میں جا بھٹکا کہ اس کی موجودگی میں اندک کار دل پر نہ کھلنے کی جرات نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ نرمل کی ایما پر ہی مجھے اندک کار گیا تھا وہ نہ ہوتی تو شاید مجھے اس ملاقات سے کیلے دوچار بچر اور لگانے پڑتے دنوں میں مجھے معلوم تھا جو مرد عورت کو اپنی حقیقی کار نیہ بناتے ہیں وہ اس کی موجودگی میں زیادہ بڑھ چڑھ کر بائیں کرنے سے گریز کرتے ہیں، خیس بڑا یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اگر بلند یوں تک جانے والی سڑھیاں کیس اچانک پریوں سے ملے تو کھیں تو وہ منہ کے بل واپس زمین پر گر گئیں گے۔

آندک کار کا بھی یہی حال تھا، نرمل اس کی کھٹتی دگ تھی اسی کی وجہ سے آندک کار نے ترقی کی منزلیں طے کیں ماس لیے وہ ان سے ڈرتا تھا وہ اس کی بری ہونے کے باوجود اس پر عادی تھی اس لیے کہ اس نے آندک کار کی خوشیوں کی خاطر اپنے جسم اور اپنی دلچ کی پاکیزگیوں کی قربانی دی تھی آندک کار کو بلین سیکلے چلنے کیلے خود پسندیوں میں گھر گئی تھی آندک کار اور اس کے دوشان صوف ایک ہی قدرتشک تھی دونوں میں غیرت تھی فرق صرف اتنا تھا کہ آندک کار لیے طر فی کا مظاہرہ کرتے کے باوجود نرمل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا لیکن نرمل اگر کھل کر یہ فری پرا تر آتی تو شاید آندک کار کو بھاگنے راستہ نہ ملتا یہی وجہ تھی کہ نرمل کی موجودگی میں وہ اندھ بی اندھ کھولتا رہا، خن کے گھونٹ چیارا دیکھیں فاسکس رہا، ایک دوبار اس نے کرسی کی طاقت کے نشے میں چور پری لینے کی کوشش کی لیکن نرمل اس سے کھٹتی سے مجھ سے ہمکلام تھی لی دیکھ کر

وہ غور کو ٹھنڈا کھنے پر مجبور ہو گیا۔

اتنا کھانے کا آفس سے نکل کر میں سیدھا حویلی کی طرف واپس ہوا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ آج کا کام کل پر نہ ہاں اور پنڈت اوم پر کا کلاس سے بھی دو دو ہاتھ کرتا چلوں لیکن حویلی سے میری زیادہ دیر خیر حاضری درخشاں کو پریشان کر سکتی تھی اس لیے میں نے اوم پر کا کلاس سے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا، لیکن بھی میں دوپہر کے کھانے سے قبل حویلی پہنچنا چاہتا تھا لیکن ڈرائیور کی چابکدستی اور برق رفتاری کے باوجود میں پوسٹے دو بجے پہلے حویلی نہیں پہنچ سکا۔ میرا اندیشہ غلط نہیں تھا درخشاں میرے لیے صحت پریشان تھی۔ میں جاگیر کے کام کا بہانہ کرکے شیش چکا تھا۔ درخشاں مطمئن ہو گئی۔ اس نے فوری طور پر مجھ سے کہہ دیا کہ میں آؤں مسکرا کر ہونٹوں پر ہنسی کرکے استقبال کیا۔ لباس تبدیل کرنے میں میری مدد کی پھر جب میں اس کے ساتھ میز پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا تو اس نے دبی زبان میں کہا۔

”جہاں۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ آپ جاگیر کے کاروں میں دل چاہی لیتا شروع کر دیں لیکن ایک درخواست ہے میری۔“
”حکم دو درخشاں۔ میں نے اسے بار بار دیکھتے ہوئے کہا۔“
”درخواست کا لفظ اتھاری زبان پر چڑھتا نہیں۔“
”مجھے اپنا مقام معلوم ہے جہاں۔ وہ مسکرا کر بولی۔“
”میری جگہ آپ کے قدموں میں ہے، مجھے وہ نہیں دینی چاہیے۔“
”تم قدموں میں رہو گی تو انوش خانی ہو جائے گی۔ وہاں کون ہے گا؟“

”آپ کو اختیار ہے۔ اس نے شرارت سے میرے چہرہ پر دیا۔“
”جی اور کو انوش کی ذمیت بنالیں میں اعتراض نہیں کروں گی۔“
”کیسی باتیں کر رہی ہو جہاں میں؟ میں نے اسے لہنے لہنے سے اس کا ہاتھ دبانے ہوئے کہا۔ میں اور تھکے سوا کسی اور کے ہاں میں سوچوں۔ خدا کرے اس سے پہلے....“

”میں فحش کرتی ہوں۔“ وہ کہتے ہوئے گھڑ کر بولی۔ ایسی بری باتیں زبان پر نہ کہتی تھیں۔

”چلو غلطی ہو گئی۔ معاف کر دو اور یہ بتاؤ کیا کتنا چاہ رہی تھیں؟ میں نے اسے بار بار دیکھتے ہوئے پوچھا۔“

”میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ حویلی سے کہیں باہر جا یا کر کوئی تھکے تھکا جا کر یا کریں۔ اس نے آہستہ سے کہا۔“

”اس طرح مجھے بھی اطمینان ہے گا۔“

”اطمینان۔ میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ درخشاں کو دھماکتا خوب نظروں سے دیکھا میرا دل اچانک دھڑکنے

لگا۔ میں نے سوچا کہ میں درخشاں کو ان حالات کا علم تو نہیں دے گیا جو میں اس سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

”مجھے غلط نہ سمجھیے۔“ وہ پریشان سی ہو گئی۔ میں آپ پر کوئی بندش یا پابندی عائد نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

”لیکن کیا درخشاں؟ میں نے بار بار بھرے انداز میں کہا۔ تم مجھے کیا کہنا چاہتی ہو۔ کچھ کہتے کہتے دک کہیں گئیں؟ جو کہنا ہے کہ ڈرائیور کی جان اس طرح ذہن کا بوجھ بٹکا ہو جاتا ہے۔“

”پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے لیکن۔ اس نے ایک اوائے دلہانہ سے کہا۔“ وہ اہل میں آپ کے زیادہ دیر انگ رہیں تو جانے کیوں میرا دل آپ ہی آپ دھڑکنے لگتا ہے۔ اس نے

سیدھے خیالات میں کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔“
”مثلاً؟ میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔“

”آپ سمجھتی ہیں کہ میں کون کون جہاں۔ وہ اٹھا کر بولی۔ ہر وقت بس بچے رہتے ہیں کبھی تو بالوں کی طرح بات کو سمجھ

لیا کریں۔“
”درخشاں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

کہا۔ خدا کی قسم میں اتھاری باتوں کا مفہم نہیں سمجھ سکتا، بہتیں پالنے کے بعد میں واقعی بچہ بن گیا ہوں اب بالغ بننے کی

کوئی خواہش نہیں رہی۔ دل چاہتا ہے ہمیشہ اتھاری گویاں کر دیکھ لیتا ہوں اور تم مجھے تعجب تک کہ کر لیاں دیتی رہو۔“

”دن بھر سوئے دو اور رات آئے تو یہ وہ خود ہی اپنی سوچ پر بل کھا کر شرم سے دوہری ہونے لگی ہنسی نکالتے کرتے

ٹپٹے بولی۔ کیا ہے جہاں! کھلنے کے دوران تو کچھ دیر کے لیے سنجیدہ ہو جا یا کرو۔“

”اچھا سرکار، علیے کھانا کھا لیجیے۔ باقی باتیں اپنے کمرے میں چل کر کریں گی۔“

ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے، درخشاں بار بار میری طرف دیکھتی اور اچھی کبھی ہوتی بات کو صوبھ کر جلدی

سے نظریں جھکا لیتی، میں خاموشی سے کھانا کھا تا رہا لیکن میرا ذہن درخشاں کی بات سے الجھ گیا تھا۔ مجھے خدا شہتا کہیں

وہ ہلے حالات سے واقف نہ ہو گئی ہو کہ نہ کے بعد ہم اپنے کمرے میں جا کر لینے کریں نے درخشاں کی۔

”اب بتاؤ، وہ کیا بات تھی جو تم کھانے کے دوران مجھے سمجھانا چاہ رہی تھیں۔“

”جہاں۔ وہ میری طرف کو دیکھ کر بولی۔ تمہارا کیا خیال ہے

کیا یہی کیوں میرے جدا ہو جانے کا دکھ نہ ہو گا؟“

”درخشاں۔ میں کانپ اٹھا۔ کیا تمہیں اپنی غلطی پر

حال بد ہے۔“
”چودھری بچوں کی طرح سوچنا شروع کر دیا۔ اس نے میرے

چہرے کی تاثرات پر مجھے تو میرا سے میرے کانوں پر چسکی

پڑنے ہوئے شرمی سے بولی۔ اگر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوتا

نہ ہوتے، کتنی چسکے سے تمہیں چھو کر بھڑک جاتی مگر ایسا نہیں

ہے۔ میں نے تمہیں سن کی گراہیوں سے ٹوٹ کر چاہا ہے اپنی

مرضی سے اپنا دھرم بدل کر میرے درخشاں سے من موڑ لیا ہے۔

تمہیں پانے لگے۔ اپنا دھرم تو کیا میں اپنا ہیون بھی بدلان کر

سکتی تھی؟ وہ آہستہ آہستہ جذباتی ہونے لگی۔

”ایک بات کہوں جہاں میں۔ میں نے اس کی سنجیدگی ختم

کرنے کی خاطر اسے چھوڑا۔ اتھاری زبان سے ہندی کے لفظ

برے نیچے لگتے ہیں۔“
”میری طرف سے اپنے دل میں اب خیال مجھ نہ آنے دینا

یہ میری اہمیت ہے یا کہ کی تو میں ہو گی۔ اس نے ہونٹ لٹکتے

ہوئے میری بات کو نظر انداز کر کے آہستہ سے کہا۔

”اچھا بابا، نہیں سوچوں گا ایسی باتیں۔ میں نے کانوں کو

دھڑکاتے ہوئے کہا پھر اسے گھور کر بولا۔ تم ہو رہی جاؤ گے

وہ بات پھر بڑی خوب صورتی سے مال گئیں جو کھانے کی میز

پر خورج ہوئی تھی۔“
”جہاں میں جا رہی ہوں کہ تم کہیں جا کر ڈونچے بتا دیا کرو

تاکہ۔ میں پریشان نہ ہو کر دوں۔ وہ سنجیدگی سے میری

دھڑ دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کے لیے میں منجھس تھی، اپنا ثابت

تھی اور اس کی کھیں میس گری تھیں آنکھوں میں پستہ لینے چاہ

ہی چاہتا نظر آ رہا تھا۔

”پریشانی سے اتھاری کیا مراد ہے۔ کیا میں بچے ہوں جو

مڑک پر کھینچے گئے تھیں۔ ہم جو جہاں کا کوئی مجھے نانی کی لالچ

لے کر کاٹھالے جاسے گا؟“

”تم سمجھتی ہیں کہ کوشش کیا نہیں کرتے۔ درخشاں نے

میری طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر میرے ہاتھوں میں

اپنی آنکھوں کو کھینچتے ہوئے بولی۔ زخم تازہ ہو تو درد اور تڑپ

کا احساس زیادہ نہیں ہوتا لیکن....“

”خدا کے لیے، درخشاں۔ میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ جو کچھ

کہنا ہے ایک بار کہہ دو، زیادہ پریشان نہ کرو۔“

”میں تمہیں ڈیڈی اور ان کے پنڈت چکا دیوں کے جتنے

کہا ہے میں بتاؤ چاہتی ہوں۔ وہ جلدی سے بولی۔ تم ان

لوگوں سے واقف نہیں ہو میں جانتی ہوں کہ وہ اوپر سے جھٹنے

اچھے اور صاف نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی میلے اور سیاہ ہیں۔

”مجھے ان لوگوں سے کیا لینا ہے؟ میں چڑکی چکر اس

خیال سے کہیں میری بات سے درخشاں کی دل آزادی نہ ہو

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے جو کچھ لینا تھا وہ لے چکا اب

ان لوگوں سے کچھ کچھ نہیں چاہیے بھول جاؤ انھیں۔“

”میں انھیں بھول بھی ہوں جہاں لیکن وہ۔ وہ ہنسنے سے

نہیں بھولیں گے۔ درخشاں نے سنجیدگی سے کہا۔ ڈیڈی کے

علقے کے لوگ انھیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ پھر کے ٹکراتے

دیکھیں گے کچھ کے دیں گے۔ وہ ہر قیمت پر مجھے اتھاری زندگی سے

واپس نکالنے کے لیے کی کوشش کریں گے۔“

”اور تمہارا کیا خیال ہے؟ میں ہاتھ پر ہاتھ کے دور

بیٹھا تھا شہر دیکھتا ہوں گا۔ میں نے ہونٹ چپلے ہوئے سوچ

دیا۔ انھیں کھل کر سامنے آئے، خدا کی قسم میں ان کو حویلی چن

کرمت کے گھات اتاروں گا، میری زندگی میں وہ تم کو ہاتھ

بھی نہیں لگا سکتے۔“

”وہ اپنے دھرم کی ان کی خاطر اس سے بھی زیادہ دھڑک

سوچ سکتے ہیں۔ درخشاں ہاتھ ملنے ہوئے بولی۔ وہ کالی کے

منہ کے بجاری میں دہری نے انھیں جھوٹ سے دیکھی ہے،

وہ خود کو اپنی کالی قوتوں کی وجہ سے بہت بلوان سمجھتی ہیں

جاپ اور تمہیلے ان کو مڑ مڑ کر دیا ہے۔ اپنی طاقت کے آگے

وہ کسی اور کو کچھ نہیں سمجھتی۔ بیٹھک اور جاپ کر کے انھوں نے

جنرل شہر بھی سمجھ لیے، میں ایک سے ایک گئی پڑا ہے۔ مال۔

میں دہری ہوا، کہیں وہ تمہیں اکیلے میں کوئی نقصان پہنچانے

کی کوشش نہ کریں وہ بڑے نیچ ہیں گری سے گری حرکت کر

گزنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔“

”اب بات ہو چکی ہے میں نے درخشاں کو کہنے کی خاطر

پر چھا۔ ہماری شادی کو آج پورا ایک ماہ ہو چکا ہے تمہیں

آج ہی ان باتوں کا خیال کیسے آ رہا ہے؟“

”آج سے پہلے تم اتنی دیکھتے باہر جہاں تو نہیں گئے تھے۔“

وہ بڑی مصحمت سے بولی۔

”ار واہوں کو دل سے نکال دو درخشاں۔ میں نے تسلی

دینے کی بولا۔ اول تو یہ جو کئی سا دھوا اور پنڈت بجاری میل

بال بھی پیکا نہیں کر سکتے اور اگر بھی ایسا ہوا تو پھر دیکھا جائے گا،

ابھی سے ان باتوں کو سوچ سوچ کر اپنا خون جھلنے سے مارا ہے۔“

”خدا کرے میری عمر بھی تمہیں۔“ جاتے جاتے میں

جا رہی تھی کہ تمہیں یہ باتیں بتا دوں تاکہ تمہارا دھرم درخشاں

سے باتوں کی ایک اور لٹ کا پانی نرم انگلی سے چھوڑنے سے

ہوئی۔ وہ بڑے خشنال لگ رہے ہیں۔ دلی دوتاؤں نے انہیں سونے کے ساتھ ڈاکو یا گنڈے سمجھا یا گنڈے نے ان کے دھڑوں کو بھینس گئے کہ وہ بڑے ہیں۔ ان کے جتر منتر کے برعکس ان ہی کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

• درختال میں نے اسے موضوع سے ہٹانے کیلئے کہا۔
• سنا ہے تمہارے منہ دل کے اندر یہ جو نرسدہ اور جھول جھال بجا رہی ہیں یہ اندر سے بڑی دل بھری اور دل بھری ہوتی ہیں یہ ان پنڈت بھادوں کے ساتھ کیے گراما کر رہی ہوں گی۔
• ان بھادوں کی منت پوچھو چال یہ پنڈت اور بھادوں کے لیے اپنے خیر کی جینٹ کو بھی پڑا کر رکھتی ہیں۔ درختال زیر لب سسکا کر کہتی ہیں۔

• شری کی جینٹ اور بنی۔ میں سمجھا نہیں تھو۔
• ہم کی قربانی ان بھادوں کے لیے تو اب ہوتی ہے۔
• سچ۔ میں شوح ہو گیا۔ بڑی لپٹ انفرادی مشن دی نظر نے پہلے بتایا ہوتا تو کسی مندر میں پتھر کی موتی کے سامنے آئی پالتی مار کے دھوئی رانے بیٹھ گیا ہوتا۔ پھر بھی سنو۔
• شنب کی ٹھنڈی ٹھنڈی پھیلا رہی اور برکھا برستی۔
• مہو بھی تم سے پھر شروع کر دوں وہی باتیں۔

• بھادوں۔ میں نے بکے ہوئے انداز میں اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ آج میں کھول دوں۔
• بڑی بات۔ اس نے خوشی جی بھیدگی سے مجھے دانا۔
• اچھے بچے منہ نہیں کرتے، کھانے کے بعد چپ چاپ آجھو موند کر سوجاتے ہیں چلو۔ موندو کھائیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر میری آنکھیں بند کر دیں اور آہستہ آہستہ گنگائی لگے، وہ مجھے لوری دے کر سنانا چاہتی تھی میں آہستہ سے جا ہی لیتا ہوا کچھ اور اس کے قریب ہو گیا پھر اس کے لباس اور جسم کی تک سے سچ جیسے سب سے بچو غور کی حلائی کرنا شروع کر دی۔



• درختال نے جن غطروں کا اظہار کیا تھا وہ میرے پیش نظر تھے لیکن میں اسے اس کے باپ کے کرتوت بتا کر دیکھی نہیں بنا چاہتا تھا، اس طرح لاطم بنا رہا ہے میں ترسے لکھ نہیں جانتا۔
• دو روز تک میں درختال سے قریب رہا لیکن تیسرے روز میں رانی سے باہر نکلا اور کوئی کی طرف چل پڑا پنڈت ام پر کاش کا قرقر ابھی بیکسر اور باقی تھا، میں اسے بھی پکڑ کر دینا چاہتا تھا۔
• ڈراؤنڈ میرے اعتماد کا آدمی تھا پھر بھی میں نے اسے سختی سے ہدایت کر دی کہ اگر کوئی تیسرا شخص میرے سامنے میں کچھ دریافت

میں میری چل قدمی کو غلط دنگ میں پیش کیا جائے۔ میرے بعد اس کے قریب میرا اس طرح کھڑا ہونا بھی نامناسب تھا۔ آہستہ آہستہ پنڈت اور بھادوں کی نظریں بار بار میری جانب سے رہیں تھیں ابھی میں اسی ادھیڑوں میں تھا کہ ایک بھانا بند سے باہر آئی، میں اس کا سر اور جوائی کیچر کرکٹ شدہ رہ گیا۔
• مرعہ سادی میں وہ جوالا لکھی نظر آ رہی تھی اس کا چوڑا آتر ادلب اسکا کی تیسرے آزاد تھا پھر بھی جس کی شناس میں چوٹ رہی تھیں شرابی شرابی، لچائی لچائی نظریں جھکائے وہ چھوٹے چھوٹے قدم تھا کیچر تو تیسرے کے کنارے آئی، جبکہ کر آخری بار مندر کی سمت دیکھ کر ڈنڈوت کیا پھر آہستہ سے ٹپٹی اور سادی کا لٹو سنبھال لی پتلی پتلی کھائی، جادو جگائی سیر جھول سے نیچے اترنے لگی۔ میں نے عوس کیا کہ اس وقت بے شمار نگاہیں اس بھادوں کے نازک دل میں دن پر پھیل رہی تھیں لیکن وہ ان نگاہوں کی کاش سے بے نیاز نیچے اترتی رہی۔
• قریب کے گوری تو ہوا کا ایک مست جھوکا اس کے جسم کی حرکت میں سے وجود کو منظر کر گیا۔

• سنو۔ میں نے غیر انتہائی طور پر اسے آواز دی۔ اس میں سے رائے کو کوئی دفع نہیں تھا۔ اس کی سرکشی کے کربا۔
• نفا سے تے جیسے مجھ پر بے غوری طاری کر دی تھی، جیسے میں اس کی آنکھوں کے سحر میں کھو کر رہ گیا تھا۔ جیسے وہ آواز میرے لمبوں سے تینوں دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔
• جی۔ وہ یکدم رک گئی۔ آہستہ سے گھوٹی نظریں آواز ترنم آواز میں پوچھا۔ آہستہ آواز دی تھی بڑی بڑی۔
• ہم۔ میں آج پہلی بار اس مندر میں داخل ہوا ہوں۔

میں روانی میں کمر گیا۔
• یہاں صباں چڑھ کر بندھے اوپر چلے جائے، جھگوان کے پھولوں تک پہنچنے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔
• اس کے لیے میں طوار کی کسی کات تھی، شاید وہ مجھے ہی کوئی برا لوس پنڈت یا حریص بھادی سمجھ رہی تھی۔
• لپٹت اس کے کان اس تسر کی آوازیں سننے کے عادی ہو چکے ہوں گے۔
• جی تو اس نے نظریں کو غائب کرنے والے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔
• میں ایک ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں۔ میں میری سے بڑا لٹے پنڈت ام پر کاش سے مناسبت اور۔ اور میں ہندو تینوں مسلمان ہوں۔
• اس نے پہلی بار چوبیس کی میری طرف دیکھا۔

• سلام ملک۔
• تم تم مجھے جانتی ہو؟ میں نے تعجب پوچھا۔
• میں ہاتھی ہوں سرکار، جیوں لال مالی کی بیٹی۔ اس نے اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ مجھے شاکر کیجئے میں آپ کو بھی پنڈت بھادی سمجھ بیٹھی تھی۔ پتا چلی کہ خبر ہوئی تو وہ ناراض ہوں گے۔
• کوئی بات نہیں، میں نے الطیان کا سانس لیا پھر ایک تکیا دی کراچی طرف بڑھتا دیکھ کر سبٹ لے لی میں لڑا۔ مجھے پنڈت ام پر کاش سے مناسبت کیا تم مجھے اس کا پتہ بتا سکتی ہو؟
• وہ مندر کے چھوٹے اہل والے پڑے کیے رہتے ہیں۔
• ہاتھی نے بڑی مصحوبیت سے جواب دیا یہ کسی سے بھی پوچھ لیا۔
• شکریہ۔ میں نے غصہ کرنا۔ بھادی قریب آچکا تھا۔
• ہاتھی نے اسے دیکھا تو جلدی سے نظریں جھکائیں جسم کو پکا کر اس نے مجھے تعظیم دی پھر چلنے کر لیے بے پک دادی برستے پھاہک کی جانب چلی گئی۔
• بھادی میرے قریب پہنچ کر رک گیا، اس نے جاتی ہوئی ہاتھی کو نہایت میلی نظروں سے دیکھا پھر پلٹ کر مجھے سر سے پاؤں تک یوں گھورتے لگا جیسے اس نے منہ باس میں چل رہی آدمی کو دیکھا ہو اس کی نگاہوں میں میرے لیے غارت اور نفرت کا احساس جھلک رہا تھا، جس سے اس نے پچان لیا ہو کہ میں مسلمان ہوں چننا سے وہ اپنی بڑی شری خوں خوار آنکھوں سے مجھے دھرب کر کے کی کوشش کرنا، بار بار نہایت سے میں نے کون بترم؟ اس چھوٹی سے کیا باتیں کر رہے تھے؟
• پنڈت ام پر کاش کا پنڈت دریافت کر رہا تھا۔ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔
• مسلمان گتے ہو۔ کیوں؟ اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔
• تمہارا خیال درست ہے۔ میں نے باپ آوازیں جوائی دیا پھر تیزی سے پلٹ کر مندر کے پھلے لٹنے کی طرف تدم بڑھانے لگا۔
• اہل کے پڑے کیے دو سہ ملائیں سے آگ تمہک ایک خوب صورت اور شاندار مکان موجود تھا، میں یہاں سے اس طرف گیا، میرا مذہب جھیک ہی تھا، مکان سے باہر نکلے طالع ایک بھادی نے مجھے اس چتر سے پر۔
• میں نے کھانکھا کہ جڑت کے تنے کو دھیان میں لے کر بڑی خوب صورتی سے بنا لیا گیا تھا۔
• غالباً ام پر کاش اسی جہیز پر مہنگا ہونے کا عادی تھا۔
• میں چتر سے کی طرف پلٹا تو جھلک کر کہ گیا، وہی جھانکشا بھادی جو مجھے مندر کی سیر جھول کے قریب ملا تھا اس وقت

کالی دنیا

ایم اے راحت قیمت: 100/-

بھی دو کھڑا غور غور نظروں سے لکھ رہا تھا۔ شاید وہ مانتی کے پرندوں میں سے تھا۔ اسے میرا ہاتھ سے پائیں کرنا برا لگا تھا۔ میں اسے نظر انداز کر کے چوتھوں کے قریب گیا اور اس سے نیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ہٹا لگا بجاری بدستور در کھڑا لکھ گھولنے جا رہا تھا۔ میں نے نفرت سے منہ پھیر کر اپنی توجہ دوسری جانب مبذول کر لی۔ یوں بھی میں چھوٹے مرنے لذت بجاریوں کو کمزور لگا کر اپنی حیثیت خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو منٹ بعد ہی پندرہ اوم پر کاش اپنے مکان سے باہر نکلا لیکن مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہلکا ہوا۔ کٹھ پتلی پر لاندروا آدمی تو بھی بکریں پیدا ہو گئیں ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے پیچھے گھومے ہوئے بجاری کو واپس اندر جانے کا اشارہ کیا۔ پھر سینہ تان کر قدم اٹھانا میرے قریب آ گیا۔ اس کے تیرہ بر لو خط ناک ہوتے جا رہے تھے۔ وہ میری غیر متوقع آمد سے کچھ الجھ بھی گیا تھا۔ شاید اسے مجھ سے اس جسامت کی امید نہیں تھی۔

”کیا بات ہے بالک؟ اس نے قریب آ کر گھومنے لپے میں پوچھا۔ بیان کیوں آ رہا ہے؟“

”اوپر کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ ہمارا ج۔ میں نے نرم آواز میں جواب دیا۔“

”بائیں؟ اس نے الفاظ جباتے ہوئے کہا پھر برہنہ سے بولا۔ کیا چاہتا ہے؟“

”اس راز و محبت میں آپ کھل کر باتیں نہیں ہو سکی تھیں۔ میں نے کہا۔ اسی سلیے میں بیان حاضر ہو گیا ہوں۔“

”تو نے آند کا سے بھی ملاقات کی تھی۔ کیوں تاؤم پر کاش نے مجھے کھانے والی نظروں سے گھومتے ہوئے سوا ل کیا۔“

”آپ کا خیال ٹھیک ہے ہمارا ج۔ میں بات آواز میں بولا۔ تین روزہ پیشتر میں آند کا بجاری سے بھی مل چکا ہوں۔“

”ہم۔۔۔ وہ عقادت سے بولا۔ ابھی تک بدھی (مغل) ٹھکانے نہیں آئی، ہوائ میں اونچا اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”ہمارا ج۔ میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ کیوں بیلر مترا (دوست) ہے اس نے مجھے ہتھ مارا پیغام دیا تھا۔“

”پھر کیا سوچا ہے تو نے تاؤم پر کاش کا لہجہ اور سرو ہو گیا۔“

”مکتی چاہتا ہے تو ادھی کو لے جا کر اس کے پتا کے دھانے واپس چھوڑ آ۔“

”اندکریں انکار کر دیں؟“

”موکھ۔۔۔ وہ کوک کر بولا۔ نظریہ نیچے کے بات کر تو

نہیں جانتا کہ اس سے کس سے باتیں کر رہا ہے۔“

”سنو ہمارا ج۔ میں نے کھٹ کھٹ غیر قابل کرتز آواز میں کہا۔ میں تجھیں ہی بتائے آیا ہوں کہ میرا بھچا چھوڑ دو، میں نے آند کا لکھ گھولنے سے بھی یہی کہا ہے کہ میرا راستہ کھٹنے کی کوشش نہ کریں ورنہ۔۔۔“

”خود کو بہت بلان بھٹا ہے۔ آخ تھو۔ اوم پر کاش نے ہلکا ہلکا کھٹے ہوئے نفارت سے کہا پھر زمین پر ٹھوکر کر بولا۔“

”وہ دولت نے تیرا دماغ کر دوا کر دیا ہے چار پکین (کٹ میں) پڑھ کر بولنا سیکھ گیا۔ ابل کپڑے سے تن ڈھانکنا سیکھ کر کاش پر رائے کی کوشش کر رہا ہے۔ پر تو اتنا یاد رکھ موکھ کہ اراجی ہٹ کر بالاکا کڑوں سے بڑا ہے کبھی پندت بجاری سے بچو لڑنے کا تو بچنے کی کوشش نہ کیجئے۔“

”میں بیان تم سے شکستیا یا کھڑے کے داؤد چکھنے نہیں آیا ہوں پندت۔ میں نے گھٹے سے ہنٹ کھٹے ہوئے کہا۔“

”صرف یہ بتائے آیا ہوں کہ پریم کا تھی سن کال کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ اب مسلمان ہو کر درختال ہی گئی ہے۔ اراجی میری جوی ہے مجھے دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے نہیں چھین سکتی۔“

”کال کے سینکڑوں سے لگائیں ملا کر بات کر رہا ہے۔ جیسر ہر جہلے کو موکھ۔ اوم پر کاش بل کھا کر بولا۔“

”سے کی قدر کر۔“

”جا، جا کسی چوتھی کو ہاتھ کی رچی نہیں دکھاؤ مجھے بتائیں گے کہ تیرے بھوش (مستقبل زندہ) میں کیا کھائے۔ جا۔ چلا جا۔“

”میں بیان تھا ارجاش سینے سے نہیں آیا ہوں ہمارا ج لڑن بکٹے آیا ہوں کہ تالی دونوں ہاتھوں سے جیتی ہے۔ میں نے غصوں آواز میں جواب دیا۔ بتر ہو کر تم میرا راستہ چھوڑ دو۔“

”مجھے بھی اپنے بچاؤ کے راستے آتے ہیں میں بھی آنکھیں نیلی سیلی کر کے مات کرتے ہا انداز جانتا ہوں۔“

”اپنی جوانی پر بڑا گھٹنہ جہجے۔ کیوں تاؤم پر کاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔“

”مجھے ملے کھڑا ہوں پندت ہمارا ج، تھا را کیا خیال ہے؟“

”سادہ شد تاؤم پر ہی اوپر کی ہے اندر سے باہر کھوکھلا ہے۔ ایک دم کنگال۔“

”اس کا فیصلہ تو وقت ہی کر سکتا ہے۔ میں نے اوم پر کاش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔“

”بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا بھی سیکھ گیا ہے۔ پندت نے بڑبڑ سے کہا۔ ان کے منہ آئے کی کوشش کر رہا ہے۔ جنھوں نے دیوی دیوانوں کو رامنی کرنے کیلئے اپنا بیجوں تیاگ دیا ہے۔“

”میں جا رہا ہوں اوم پر کاش۔ میری باتوں کا دھیان نہ کھتا۔“

”میں نے بڑی سے کہا۔ میری تھادی کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن نے مجھ کو نے کی کوشش کی تو پھر مجھے بھی جوابی کارروائی کرنی پڑے گی۔“

”میں جانے کے اڑنے سے بٹا، ایک قدم آگے بڑھا یا پھر ٹھٹھ کر رک گیا۔ وہی بٹا گیا بجاری میں نے ہاتھ کے طے میں مجھ سے باز پرس کی تھی یہ راستہ رکھ کھڑا تھا۔ جہان باہر سے میرا اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ میں سے مقلد میں بہت زیادہ نمونہ اور مضبوط قوی کا مالک نظر آ رہا تھا۔“

”میں نے بھی جانتا تھا کہ جنگ میں جیت ہمیشہ اسی فریق ہوتی ہے جس کے حوصلے بلند ہوں میں تنہا اس منہ دیا اس نہیں آیا تھا کہ بجاری میرا رستہ روکیں اور میں اپنی سست تیر کر دوں میں تو جان تھیلی پر رکھ کر گھر سے نکلا تھا۔“

”وہ کی بات کا یا تو خود مر جائے گا یا اپنے دشمنوں کو مار کر لے گا۔“

”بجاری کو سامنے دیکھ کر میرا خون گردش میں آ گیا۔ میں نفارت بھری نگاہوں سے اسے گھورا۔ اسے یاد کرانے کوشش کی کہ وہ مجھ سے عداوت کی موت اور بربادی کو دیکھ رہا ہے۔“

”جواب میں وہ مسکرایا۔ جیسے اسے میری بات سن کر ہی لگتی ہو میرا غصہ اور تیز ہو گیا لیکن میں اس کے کہ میں اپنے راستے سے ہٹانے کیلئے کوئی اقدام کرتا پندت اوم لاش کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔“

”لڑت چھوڑ دے گروہاری جانے سے اس بڑا دھی کرتا۔“

”ہمارا ج۔ گروہاری نے احتجاج کیا۔ یہ تھا را اعلان راتھا۔“

”مٹ جا۔ چھوڑ دے اس کا راستہ۔ اوم پر کاش نے نہ دیکھتے ہوئے کہا۔“

”میں قاتل چرنوں کی دھول ہوں ہمارا ج۔ گروہاری نے ہاتھ بانڈھ کر کہتی۔“

”مجھے آگیا دو۔ میں اس سے کہا کہ اسیا ٹٹ دینا چاہتا ہوں جو اسے سارا جیون ویاہل لکھے گا۔“

”میں نے اوم پر کاش سر دھولے میں بولا۔ میں اس پوتر تھاں پر گندنا خون نہیں کرنا چاہتا اسے جلنے سے گروہاری نے اس کی اس پر لڑائیں ہوا۔“

”گروہاری اوم پر کاش کے حکم پر نظریں جھکا کر میرے سے بہت گلیا میں نے گھم کر پندت کو دیکھا وہ غصے لکڑا پٹا پٹا ہوٹ چلا رہا تھا۔ بڑا جی جا رہا آگے بڑھ کر لکڑا گھونٹ دہن اس کے ناپاک وجود کو ہمیشہ ہمیشہ

”میں نے غصہ کر دیا اور گروہاری کے محوٹے محوٹے کڑواں لیکن میں نے خود کو بھی یاد کیا یہ اقدام دانش مندی کے منافی ہوگا، منہ کر احاطے کے انداز کر میں ان سے دست و گریباں ہو جانا تو ان کی نظروں میں میری حیثیت بے حد کمزور ہو جائی چنانچہ میں خون کا گھونٹ لی کہ منہ کے احاطے سے باہر گیا۔ تیز تر قدم اٹھاتا گاڑی تک گیا، ڈیڑھ منٹ بعد جلدی سے ایک کرکچی نشست کا دروازہ کھولا میں اسے واپس حویلی چلنے کا حکم دے کر اڑنے بجھے گیا نشست سے نیک لگا کر میں نے آنکھیں بند کر لیں مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ گروہاری اور اوم پر کاش کی باتوں نے میرے خون کی گردش تیز کر دی تھی میں خود کو حویلی پہنچنے سے پہلے نادل کر لینا چاہتا تھا لیکن حالات نے ایسا کیا کہ ایک نیا رخ اختیار کر لیا میری جھٹا بہت کم ہو جانے کے بجائے اور بڑھ گئی۔ احمد علی میرے والد کے دفتروں کا ڈراموڈ تھا۔ دس سال سے ہمارے ہاں ملازم تھا۔ اپنے کام میں بڑا باہر تھا لیکن اس وقت اس نے نہ جانے کیوں گاڑی ایک نیم چترہ دیوار سے محکوم دی تھی میری آنکھوں کے آواز سن کر ہی کھلی تھی ہم اس وقت ایک کھٹ کے ہسپتال کے قریب تھے حویلی شکل ایک میل دودھ گئی تھی میں بڑی سے پھلا دروازہ کھول کر بیٹھے اتر آ، مرکز پر اپنا کوئی خاص طریقہ بھی نہیں تھا کہ احمد علی جیسا مشتاق ڈیڑھ گھنٹہ کر کسی حادثے سے دوچار ہو جانا، گاڑی جس انداز میں سوک سے کچھ نیچے ڈھلان پر پہنچی ہوئی نیم چترہ دیوار سے محکوم تھی اس سے پہلے نظریں یہی اندازہ لگا یا جسکے تھا کہ ڈراموڈ یا تو نے میں دھت تھا یا پھر اسٹیزنگ پر بیٹھے ہی بیٹھے سو گیا تھا لیکن احمد علی میں یہ دونوں خامیاں سنیں تعین ڈیڑھ کی اوقات میں وہ ہمیشہ ناست مستور اور صاف و چوبند رہنے کا عادی تھا اور شراب کو اس نے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا، بر حال یہ وقت ان باتوں کے سوا کچھ نہ کہیں تھا۔“

”حسین آباؤں پر جو کہ میرے بے شمار جاننے والے تھے۔ اس لیے دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ آدمی میرے قریب جمع ہو گئے۔“

”حادثے میں کوئی ایسا خاص نقصان بھی نہیں ہوا، گاڑی کا کھلا حشر تو ہوا اس اندک کی جانب چپک گیا تھا البتہ احمد علی اسٹیزنگ پر میرے لیے اس طرح بے حس پڑا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو۔ دو آدمیوں نے میری مدد کی، ہم احمد علی کو کھٹ ہسپتال لے آئے۔“

”اندھے گئے، ایک کاش موجود تھا اسے غریب تو جی گتا ہوا آگیا، احمد علی کو فوری طور پر طبی امداد پہنچانے کی کوشش کی گئی لیکن وقت گزر چکا تھا، احمد علی نے طبی امداد ملنے سے پہلے ہی دنیا سے اپنا تعلق ختم کر لیا تھا، میں کی کاش کے ساتھ اس کے

کھانے کا بندوبست بھی حویلی کے خاص باوجودی خانے سے کر رکھا تھا۔ بظاہر وہ بڑا خوش حال اور مطمئن نظر آتا تھا۔
 کیکش اپنی تیاری مکمل کر کے تقریباً نصف گھنٹے بعد دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو کچھ الجھا الجھا اور بڑبڑاتا نظر آ رہا تھا۔
 ”اگر تعین بیاں کچھ مزوری کام ہیں تو میں تنہا چلا جاتا ہوں حویلی کا فاصلہ ہی کتنا ہے۔ میں نے کیکش کی الجھن کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ڈاکٹر عارف کو مزوری دیا ہے دیکھ دی ہیں یوں بھی آج مجھے فرصت ہی فرصت ہے۔ کیکش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر میرے ساتھ باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی ہسپتال کے احاطے سے نکل کر کھلی سڑک پر آئی تو اس نے تھوڑے وقت کے بعد بڑی تیزی کی سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: حال کیا تم تیار ہو کر احمد علی کو ایسی کون سی پریشانی تھی جو وہ بریج پر لے کر نکال دے گا۔“
 ”یہی بات مجھے بھی پریشان کر رہی ہے“ میں نے مذہب کی حالت میں جواب دیا: ”جہاں تک یہ خیال ہے وہ ہر طرح سے آسودہ حال تھا۔“

”پھر اچانک ذہنی باؤ کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“

”اس کا اندازہ تو تم مجھ سے بہتر کر سکتے ہو۔“

”کچھ باتیں انسان کی سمجھ سے بالاتر بھی ہوتی ہیں۔ کیکش تنہا سائے سڑک پر نظر چلتے ہوئے جواب دیا: ”میں مکمل سنسن اور رانی طاقتوں کے ذریعے پیش آنے والی اموات کو نہیں جانتی ہماری اصطلاح میں موت دو قسم کی ہوتی ہے، طبعی اور غیر طبعی اور ان دونوں اقسام میں مختلف قسم کی اموات کے مختلف نام اور اس کی وجہ بھی ہوتی ہے لیکن.....“

”تم آخر کتنا چاہا ہے جو؟ میں نے کیکش کی گفتگو سے اچھے ہوئے پوچھا: ”کیا احمد علی کی موت اور رانی طاقتوں کا نتیجہ ہے؟“

”ہاں۔ اور ادم اس کی وجہ جانتے ہوئے کیکش بھی بے گناہ تھا۔“

”کیا مطلب ہے؟ میں نے حیرت سے پوچھتے ہوئے پوچھا۔“

”جہاں کیا یہ درست ہے کہ کم کر دی کے بڑے منہ میں پنڈت ادم پر کاشش سے ملنے گئے تھے؟“

”ہاں۔ میں اسکا رد نہیں کروں گا میں نے حیرت سے پوچھتے ہوئے پوچھا۔“

”پنڈت ادم پر کاشش نے احمد علی کو اپنی نپا سارا طاقتوں کا نشانہ بنا کر انھیں آئندہ کے لیے ہوشیار دہنے کا اشارہ کیا ہے۔“

”اور؟ میں ہوش چھانے ہوئے بولا: ”تعمین کیسے معلوم

ہے جس کا کہ میں نے کیا، احمد علی کی اچانک موت نے میرے ذہن پر گہرا اثر کیا لیکن قدرت کو کاشش یہی منہ تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ کاشش اس غریب کی حرکت تک اچانک ہوشیار نہیں نے اس آواز میں کہا: ”یہ بھی کیفیت ہو کر

نہا ہسپتال قریب تھا وہ مجھے زیادہ دشا ریل کا سامنا

اچھاتا

کہاں سے آئے تھے؟ کیکش نے پوچھا۔

”جا کر کے ایک گڑی کام کے سلسلے میں مجھے لوگوں سے

ٹوٹے کرتے تھے۔ میں نے دروغ کوئی سے کام لیتے ہوئے کہا

پوچھا، احمد علی کی موت کے بارے میں تھا اور کیا خیال ہے؟“

”ڈاکٹر عارف نے اسے ایڈمنڈ کیا تھا، وہی تفصیل رپورٹ

لیجے ہیں۔“

میں نے ہسپتال کے ایک آدمی کو بھیج کر گریج سے مری

رہوا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر گئے لیے اس کے حوالے کر دی

رو میں لیکھا لکھی کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا اور درختاں کو بھی اپنے

اچھے سے باہر کر دیا تھا البتہ احمد علی کی موت کی خبر کو چھپا گیا

فاس لیے کہ درختاں بھی مرنے والے کو بہت عزیز ہو سکتی تھی۔

کاشش اور میں بیٹھے اس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ ڈاکٹر

ارف بھی کمرے میں آ گئے۔

”کیا دوا کر دیا؟“ کیکش نے پوچھا: ”ہاں فیلیمو؟“

”نورسٹ۔ ڈاکٹر عارف نے تجویز کی ہے کہ دوا کر دیں۔“

”کیا یہ دوا کا نتیجہ ہے؟“

”کیا مطلب ہے؟ میں نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔“

”اس کے دماغ کی شریانیں اچانک محسوس ہواؤں سے پھٹ گئیں

اور خون ٹپ گیا تھا اس لیے اس کی موت واقع ہوئی۔“

”آپ نے رپورٹ تیار کر لی؟“ کیکش نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“

ڈاکٹر عارف کے جانے کے بعد کیکش نے دیران جی کو بلوا کر

کاشش کی تجویز و تعینات کے لیے مزور دیا۔ میں نے دے دیا پھر وہ میری

وجہ سے چلنے کی تیاری کر لیے نکلا۔ میں خود شش مینڈ احمد علی کی

موت کے بارے میں مزور کو سارا، وہ مجوزہ زندگی گزار رہا تھا لیکن

بیش بہت خوش و غم رہنے کا عادی تھا، میرے علم میں ایسی

کوئی بات نہیں تھی جسے اس کی پریشانی یا ذہنی دباؤ کا سبب

تھا جاسکتا۔ اس کی تنہا دہی میں محسوس ہوتی تھی درختاں نے

کاشش کو کر اس میں تھوڑا اضافہ بھی کر دیا تھا، وہ حویلی کے

اس حصے میں رہتا تھا جہاں ملازموں کے کوارٹر بنے تھے تنہا آدمی

تھا اس لیے میں نے اس کی آسانی کے لیے بطور خاص اس کے

کر سکتی، مجھ سے دل بڑا شہ ہوتی اور پھر چارو ناچار اپنے اپنے گھر کی سمت واپس چل ماتی، وہ لقیٹا ایسا ہی سوچ رہے تھے جیسی تو میرے رو پر براہ راست وار کرنے سے گریز کر رہے تھے، وہ نہایت مکر اور چال بازی تھے، دغا بازی سے کام لے کر درخشاں کے دل میں میری نفرت کے بیج بونے کی کوشش کر رہے تھے۔ درخشاں کو شک کا کرنے کے لیے میرے دل کے پربندہ قی رکھ کر دغا چاہتے تھے۔

میں بڑی دیر تک خیالات کے تانے بانوں میں الجھا رہا تھا، یہ بات واضح ہو چکی تھی، وہ کسل کھٹے نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اس خیال نے مجھے ایک نئی قوت بخش دی۔ میرے سر سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا لیکن اسی شام ایک اور حادثہ پیش آیا جس نے میرے ذہن کے وقتی سکون کو بھرپور متاثر کر دیا۔ درخشاں کے ساتھ شام کی چائے پینے کے بعد یوں ہی چل قادی کرنے کی غرض سے اپنے باغ میں آ گیا، درخشاں بھی میرے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن سلیبا کے اعلان سے اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ سلیبا کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلی گئی تھی۔

باغ کا ایک چھوٹا سا کمرہ میں واپس چلی کی جانب آ رہا تھا کہ مجھے شام سے اپنے کوئی ملائے بٹیکے کالی میون لال دیوان جی کے ساتھ دکھائی دیا۔ میون لال کو خلاف توقع جیسے آباد میں دیکھ کر میرا ہاتھ خفکا اس لیے کہ صبح ہی میں اس کی بیٹی مانتی سے بڑھ منہ میں مل چکا تھا۔ وہ شاید پہلے ہی گودھاری لال ٹاپنڈت ام پرکاش کا کوئی نیا پیغام لے کر میرے پاس آیا تھا، اس خیال کے ذہن میں بھرتے ہی میرے تئیر بدل گئے۔ مجھے اس وقت دیوان جی کو بھی ہفتہ آور تھا، میں نے سختی سے برتنیں کوڑھ کر دی تھا کہ کسی کو میری اجازت کے بغیر حرم علی داخلے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے، شاید دیوان جی اسی لیے میون لال کے ہاتھ تھے، میں خوش ہو کر گریڈیون لال کو نفرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

”پرانا مالک“ قریب آ کر میون لال نے ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا۔

”کیا بات ہے؟ میں نے گردن کی نفیعت جنبش سے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا، تم اس وقت جیسے آباؤ میں کیا کر رہے ہو؟“

”میرے پاس آیا تھا چھوٹے سہارا اور۔ میں اسے مدد حاصل کرنے کے لیے پھر آیا تھا، دیوان جی تیزی سے بولنے لگا کہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھو، یہ سہارا مجھے جیسا کہ ان کے

ناچے کر وہ جادو کی ہڈی بھی اڑاتے ہیں جو دشمن سے بڑا دھڑکتی ہے۔ ہڈی میں گیس بھی بھری ہوتی ہوگی جو اور غائب اس ہڈی میں گیس بھی بھری ہوتی ہوگی جو اتنی ہوگی، میں نے سنا کہ تیرے کیا پھرے اختیار درخشاں انوش میں ہے کہ لولا جان کن یہ سب طاقت کی بنیاد میں جو کچھ ہے برمال میں پورا ہوتا ہے پھر پریشان ہو کر اپنا خون بلائے سے فائدہ پا لے، موت تمہاری نحر پریشان کیے رہتی ہے جمال؟“

”میں نے پھر دیکھ کر بولی۔“
”کچھ تو نہیں بولتا، میں نے شوقی سے رہنا ہے بھٹکے ہاں ہوگا۔“
”خیر، درخشاں نے میرے پیاسے کہا پھر میری انوش یہ گنتی ہوتی ہو کہ کس میں چلی گئی۔“

”مجھے خوشی تھی کہ میں درخشاں کے ذہن سے احمد علی کی موت کو کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن دوسری جانب شس کی باتوں کا یقین بھی آ گیا تھا، احمد علی لقیٹا گندی کا شکار ہوا تھا، درخشاں نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔“

”بھلے خروغ ہو چکا تھا، ٹاپنڈت ام پرکاش نے بڑا زور کی زندگی ختم کر کے اعلان جنگ کر دیا تھا۔“
”مجھے کیا شس کے ذہنیے ایک بار پھر وار کرنے کی ناکامی کا اس کی قوتیں لازوال ہیں اور اگر میں نے ان پر تسلیم نہ کیا، اور درخشاں سے دست بردار نہ ہوا، احمد علی سے مختلف نہ ہوگا، وہ دور در کوئی پورے نہ بنائے بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن۔“
”اگر وہ اس کے گھاٹ اتار سکتا تھا تو پھر اسے اس کا کتنا؟“
”میں نے بعد درخشاں آواز میں توئی، پھر وہ اسے واپس لے گئے وہ بارہا ہینے دیکھ میں دیکھ سکتے تھے اپنے سانچوں لے سکتے تھے مگر نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔“
”کھل میں میری جنت کی جڑیں بستی میری اور مضبوط

انہوں نے آسانی سے میں نے کہا، ڈنٹت تھے میری موت کے غلام کی نفرت ان کے لیے دو چند ہو جاتی، وہ اس راستے کی ایک جاسے کے انکار کر دیتی تھی پھر وہ اس نے پھر اپنا اپنا ملکوت درخشاں کے دل میں ایک پتھر کے رمال ہو جاتی تھیں کہ کسکتے تھے۔ پھر۔ وہ کیا چاہتے تھے؟ شاید مجھے کہیں درخشاں کو خفکا دون اس سے منہ موڑ لیں یہ چاہتے تھے، میری محنت نفرت میں تبدیل ہوتی تو مکمل پر محنت گتہ، شاید وہ اسے دیکھ کر درخشاں

ہو کر میں بڑھ منہ دیکھتا تھا؟
”جس وقت میں ہسپتال سے واپس آئی تھی، اس وقت پنڈت ام پرکاش نے اپنے ایک چلے کو سیر پاس بھیجی تھا تاکہ وہ مجھے احمد علی کی موت کا سبب بتا دے۔“
”کیا شس نے مجھ کی سے کہا؟ میں ان باتوں کو نہیں مانتا لیکن احمد علی کا میرے ہسپتال کے قریب ہی بیچ کر مٹا دیا گیا ہونا اور ایک بریل ہیرج کی تم ان باتوں کو اتفاق کو کہتے؟“
”کیا شس؟ میں نے غصے سے اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا، کیا تمہارے پنڈت ام پرکاش نے میرے لیے پھر کوئی پیغام بھیجا ہے؟“
”ہیں اس کا چاہا مجھے صرف احمد علی کی موت کا کارڈ بتا کر لے دیا، واپس چلا گیا تھا۔“
”تمہارا کیا مشورہ ہے؟ میں نے کیا شس کو کہنے کی کوشش کی؟ کیا پہلے ہی قدم پر میں اپنی شکست قبول کر لوں؟ کیا پنڈت ام پرکاش کے اشارے پر خوف زدہ ہو کر درخشاں سے زبردستی کارہ کئی اختیار کر لوں؟“
”میں کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرنا پڑے گا، طاقت کا کوئی ایسا راستہ جس سے سانپ بھی مر جائے اور لالھی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے؟ کیا شس نے کچھ سچے ہوئے کہا۔“
”جہاں تک بجائی کو کچھ پڑنے کا سوال ہے تو میں اگر تھادی جگہ ہوتا تو موت کو ترجیح دیتا۔“

”زہرہ باد؟ میں نے اپنی مسرت کا اظہار کیا، میں بھاری زبان سے یہی ایک جلد سننا چاہتا تھا۔“
”لیکن تم نے پنڈت ام پرکاش کو کچھ نہ کہا، اچھا نہیں کیا۔“
”کیا شس بولا؟ تم نہیں جانتے کہ اس نے کتنی چٹاؤں کے بعد کتنی دھان ٹسکیاں پراپت کر لی ہیں اس کی نظروں کا ایک بلا ہوا اشارہ قیامت ہی سکتا ہے، اس کی پیشانی کا ایک بل کسی کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے، احمد علی کی شان تھا یہ سامنے موجود ہے۔“
”موت برقی ہے میری جان، میں نے کیا شس کو دیکھ کر سسکرانے کی کوشش کی۔ ایک نہ ایک دن تو جانا ہی ہے پھر بڑی سی کیون بنا دے گی، تم ٹھوکر کر اور دھمکے کے مات کھٹے کرنے کے بعد کیون نہ دھت سفر یا دیا جائے؟“
”دانش مندی کی کوئی چیز ہوتی ہے؟ کیا شس تھلا کر لولا۔“
”اگر دانش مندی کی کسی میں ہے کہ کم درخشاں نے سامنے ان باتوں کا کوئی تذکرہ نہیں کر دے، ورنہ وہ پریشان ہو جائے گی میں نے بے پروائی سے کہا۔“

”میں کوئی کے اندر داخل ہوا تو درخشاں نے ہنگ بڑھ کر
”تم ان گندہ طاقتوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں جانے دو،
”جنگیدگی سے بولی، جس منہ منہ جانے والے پنڈت ہجادی
”عنان شکستوں کے مالک ہوتے ہیں جیسے شس جانے دو،
”اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں وہ میدان و دہانہ
”جی اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں میں نے تو یہ

”میں نے اس کی طاقتوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں جانے دو،
”جنگیدگی سے بولی، جس منہ منہ جانے والے پنڈت ہجادی
”عنان شکستوں کے مالک ہوتے ہیں جیسے شس جانے دو،
”اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں وہ میدان و دہانہ
”جی اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں میں نے تو یہ

جی کہ برتاؤ دیکھ کر جلدی سے اپنی نظریں جھکا لیں بات یہ تینا اہم تھی۔

• کیا بات ہے دیوان کی؟ میں نے دیوان کو وضاحت طلب نظریں گمراہ۔

• باہر تک میں آجائے جھوٹے سرکار دیوان آدم سے باتیں ہوں گی۔ دیوان جی نے حویلی کی سمت دیکھتے ہوئے کہا تو میری آنکھیں کھولیں، شاید وہ کچھ ایسی ہی بات تھی جسے درخشاں سے پوشیدہ رکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے مزید وضاحت مناسب نہیں سمجھی اور جیون لال کو گھونٹا ہوا اس ملاقاتی کرے کی سمت تھم بڑھانے لگا جو حویلی کے احاطے سے باہر تھیں، اسی لیے مخصوص کی گئی تھی کہ غیر ضروری لوگوں کو حویلی سے دور رکھا جائے، کیونکہ اس اور سبک دہلی وضاحت کے بعد سے میں بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا، میں ملاقاتی کے پس منظر پر دیکھتا تو دیوان جی نے جیون لال کو گھونٹتے ہوئے قتلے سخت انداز سے تنگوار لیے جسے کہا: چل شروع ہو جا، جو کچھ کرنے لے لے پتیا ہے چہرے سرکار کے سامنے بھی منہ سے اگلے نئے نوازاں اگر تو نے پھر پھر کرنے کی کوشش کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔

• جیون لال! میں نے دیوان جی کے جوتے ہنسنے دیکھ کر مال سے پرچھا: کیا بات ہے تم نے کیا کہنا چاہتے ہو؟

• مالک میں آپ کے ایک ایک بات کرنے آیا ہوں۔ جیون لال! ہاتھ باندھ کر بولا: مجھے اپنی ملازمت سے ہر باب سے ڈیجیو؟

• اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے تیزی سے کہا: اگر تم ملازمت نہیں کرنا چاہتے تو خود استعفیٰ دے کر چلے جاؤ لیکن جانے سے پہلے میں تم سے یہ مفروضہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ ایک ایک باتیں میری ملازمت چھوڑنے کا خیال کیسے آگیا۔ کیا کہیں مجھ سے یا میرے کسی کارکن سے کوئی شکایت ہے؟

• آپ دیوانا میں مالک میں آپ کے چہرے کی دھول بھی نہیں۔ وہ ہاتھ جوڑے ہوئے بولا: مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے مالک لیکن میں پھر بھی جیون لال کو اس پر دیکھتے دیکھتے کر لینے چہرے سے بعد کریں۔

• کیوں؟ میں نے جیون لال کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے سید گدے سے کہا: کیا یہ ضروری ہے کہ میں جتنی ملازمت کے چہرے کروں؟

• مالک! اس نے سخت زہد لے لے میں جواب دیا: اگر ایسا ہوا تو وہ یہ بھی شہانیں کرے گا وہ میں۔ حوا میں گواہی آپ کے ساتھ تک حوالی نہیں کروں گا۔

• دیوان جی۔ یہ سب کیا پھر ہے؟ میں نے اچھے ہونے دیوان جی سے دریافت کیا: یہ جیون لال کا کیا جانتا ہے؟

• میں نے پہلے ہی کہا تھا چھوٹے سرکار کہ یہ پندت بھاری

پیدائش اور علم نجوم

رنگ لائے گامو

جماد پاکستان

مرآۃ العروس

انار کلی

لال قلعہ کا آخری ناہار

خلافت اندلس

عظیم مدبر عظیم قائد

قائد ملت لیاقت علی خان

مضامین فرحت

دختران ہند

مکتبہ القریش

اردو بازار - لاہور 2

• اس نے کہا تھا مالک کا گھر میں نے اس کی گلیا کا پلن دیکھا تو وہ مانتی کے کول اور پلے خیر کو کھانے کے اسے کھنے پر پہنچنے کا اور مجھے ایسا سڑپنے کا کہ میں سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزاروں گا۔ جیون لال! زندگی بھر کی آوازیں بولا۔

• اسی کادوں میں نئی کر رہا ہوں مالک کہ آپ مجھے نوکری سے نکال باہر کریں۔ میرے بچاؤ کا کیوں یہی ایک آپ نے ہے۔

• تم گرہادی سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ تم نے وہ پتلا حویلی میں دفن کر دیا ہے۔ میں نے ایک عجیب و غریب شے کی۔ اس طرح تمھاری ملازمت بھی بچ جائے گی اور گرہادی کو تم سے کوئی شکایت بھی نہیں ہوگی؟

• یہ طریقہ نہیں چلے گا چھوٹے سرکار۔ دیوان جی نے ہاتھ نکاتے ہوئے کہا: گندی خان قیصر گرہادی کو بتاؤں گی کہ جیون لال جھوٹ بول رہا ہے اور پھر اس غریب کی مٹی اور زراہ پلید ہو جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ میں اسے دو جاہ راز میں کسی پتے سے چھپا کے دیتا ہوں، دہاں اس کا انعام تو فاداری اور نمک حلائی کے صلے میں اس کی تحواہ اس کے پاس پہنچتی ہے گی۔

• کوئی اور مناسب اور شرط طریقہ سوچو دیوان جی! میں نے اٹھ کر کمرے میں نکلنے ہوئے کہا: جیون لال! کے بعد گرہادی بھی اور کمرے میں کام پر تعینات کر سکتا ہے۔

• حویلی کے احاطے کے اندر وہ آپ کا بال بھی بیکانیں کر کے گا۔ دیوان جی نے بڑے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔

• ایک چھوٹا ایک بڑا پتلا بھی دفن کر لے جائیں تب بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

• کیا مطلب؟

• بڑے سرکار نے پوری حویلی کو احاطے سمیت ایک پتے میں بزرگ عالم سے پکڑا دیا تھا۔ دیوان جی نے کہا: کچھ دھمکوں نے انھیں بھی پریشان کرنے کی کوشش کی تھی جھوٹی موٹی خزانوں اور جھپٹ چھاؤں کے لئے تھے اس لیے آپ کے والد نے ایک شہنشاہ بزرگ عالم سے بھی بھیلوں پر آمیت اٹھائی اور سورہ یسین پڑھ کر حوا میں کونوں پر چھوٹک دیا تھا، اس حوا کے اندر کوئی بھی گندی طاقت آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

• یہ اطلاع میرے لیے نئی ہے دیوان جی لیکن نہایت سکون بخش بھی ہے۔ میں نے اطمینان کا اس لیے لینے ہوئے کہا۔

• میرے لیے کیا حکم ہے چھوٹے سرکار؟ دیوان جی ہونٹ چبانے ہوئے بولے: آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ سری طرف سے پہل کی گئی تو پھر مجھے اجازت ہوگی۔

• دیوان جی! مجھے آپ کی وفاداری اور محبت پر عمل یقین

مذات ہوتے ہیں ان کو جتنی دھیل دی جائے اتنا ہی آتے ہیں۔ دیوان جی نے حقارت سے ہونٹ چبانے ہوئے جیون لال کی ترہائی کرتے ہوئے بولے: نوکری کے بڑے بچاؤ کی گرہادی لال نے اسے آج مندر بلوایا تھا اور باکام اسے سونپا ہے جو یہ کسی قیمت پر کرنے کو تیار ہے اس کے بچاؤ کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی تعلقی کو ترک کر ملازمت سے ہٹوں اس نے خود ملازمت چھوڑ دی تو وہ کچھ جائیں گے کہ یہ ان سے انکار کر رہا ہے۔

• لے لے کیسا سوچا گیا ہے؟ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

• اس۔۔۔ گرہادی لال نے اسے مٹی کا ایک پتلا دیا ہے جس میں سونیاں چوست ہیں۔ دیوان جی نے وہانی میں گرہادی شاہن میں ایک گالی چھانتے ہوئے غصے سے کہا: اور وہ یون والی کہ بیان لاکر آپ کی حویلی میں کسی ایسی جگہ مٹی دھاتا تھا جہاں سے آپ کا انداز ان کا گزرتا ہوتا ہوئے مٹی کا پتلا! میں نے جو تک کر جیون لال کو دیکھا، پیر لہر دیکھیں ایک سخت تیز ہو گئیں میں نے بزرگوں سے رکھی تھا کہ اگر مٹی کا پتلا چھٹی ہوئی سونو میں سمیت کہیں دفن جائے تو اس وقت تک اس آدمی کو کسی کوٹ چسپ نہیں رہے گا پتے کہ زمین سے دوبارہ نہ نکالا جائے اور اس میں باؤنی سونیاں واپس نہ نکال لی جائیں جتنے عرصے تیلادفن ہوتے تھے کا ہشکل کرب ملازمت سے دو جاہ تڑپتا رہا ہے۔

اب اعمال کے بعد میرے سر و گلے گگنے تھے اور میری نوکری زہدہ در گردنا جانتے تھے۔ میں کچھ دیر تک ہونٹ دبا کر پھر جس نے دیوان جی سے پوچھا: وہ پتلا کہاں ہے؟

• میں اسے تین باؤں تھکا کر نہ دی میں ببا آیا ہوں اس کا توڑ مناسب تھا چھوٹے سرکار۔ دیوان جی بولے: میں جی ایمان کا براہ کھلاڑی ہوں گرہادی کو تو ایسا مزہ کچھ دے گا وہ تم کو مراد دے گا۔

• جیون لال! میں دیوان کی بات نظر انداز کرتے ہوئے گرہادی نے تمھیں کیا بدیت دی تھی؟

• اس نے ہی کہا تھا مالک کہ میں پتلا آپ کی حویلی میں نہ کروں پتلا لال نے ہاتھ باندھ کر کہا: اس نے مجھے رات کی قلمت دی ہے مالک اور۔۔۔

• مالک! یہ میں نے تیزی سے سوال کیا: تم کچھ کہتے کہیں ہو گئے؟

بولائے یہاں تو اندہ ہی اندر پھر چڑی پک رہی تھی اور کسی کو کان کان خبر بھی نہ ہوئی۔
”ہیں اندیشہ تھا کہ تم کو ہمارا تجویز کردہ نام پسند نہیں آئے گا۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ اس نام کی اصلیت بھانپتے ہی تم جیسے سے اٹھ جاؤ گے۔ کیونکہ بھلا یہ برہمن اٹھارا اٹھا رہے تو بتائیے میں کہ ہم نے تمہارا نام شتر بے ہار لکھا ہے۔“

”یہ کیا ہوتا ہے؟ درخشش نے ہوا جی ایک مٹی شتر بے ہار تھی جو کھتے ہوئے سوال کیا۔

”میں جی آج پہلی بار یہ نام سن رہی ہوں۔ سلو بولی۔
”ویسے رومانیک لگتا ہے۔“

”رومانیک نہ ہوتا تھا تو تمہارے ایک منٹ بھی اپنے قریب بیٹھنے دیتیں۔“ کیلاکشن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”کیا تو وہ بھی جیکب کو دیکھ کر مسکرا دی۔“

”کیا مطلب ہوتا ہے۔ شتر بے ہار کا۔“ درخشش نے پوچھا۔

”یہ بیکل اونٹ کو کہتے ہیں۔ یہ جیکب نے براس منہ بنا کر جواب دیا تو درخشش بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

”بھگوان کی بڑی کر پاپے کہ تم بھی سمجھتے ہو وہ نہ نہیں نہیں کا مطلب بھی سمجھا نا پڑنا کہ۔“ کیلاکشن نے چوٹ کی۔

”ویسے تمہارے لیے بیکل بھی خوب صودت نام دہنتا۔
”تم تو اپنی ہی طرح بند ہی رکھتے دوسرے مرجن۔“ جیکب نے

جھینپ مٹانے کے لیے کیلاکشن کا نام رکھتے ہوئے قد سے سنجیدگی سے کہا۔ ”تا بغلوں کی بات میں بچوں کو دخل نہیں دینا

چاہیے۔ اسے تنذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔“

رات کے سبک گفت گویاں وہ دل سپ سلسلہ جاری رہا پھر سب پہلے جیکب ہی نے جانیاں لیتے ہوئے عضل

برخواست کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور اس کی وجہ بھی کیلاکشن ہی تھا جس نے دل سے گڑھ گڑھ کر جیکب کے طالب ملی کے

زبان کے نقشے سنا شروع کر دیے تھے، جیکب کے ساتھ سلویا بھی اٹھ کھڑی تو کیلاکشن اور مجھے بھی اخلاقی اٹھنا پڑا۔

اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ جیکب اور سلویا کو نصیحت کر کے میں نے کیلاکشن کو دل کیا پھر

درخشش کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آگیا، درخشش بھی جوتی تھی اس لیے جلد ہی سو گئی لیکن میں دیر تک جاگتا رہا، حالت

کی نازکت پر خود و خوں کرتا رہا پھر میں نے سٹے کو لیا کہ دیوانہ

کے شوشے کے بموجب میں پہلی فرصت میں والدہماں

ملنے کے کسی بزرگ کال سے مل کر اپنے سنی میں دعا کرنا

درخواست کروں گا، مجھے یقین تھا کہ کوئی پیر مرد مجھے

تو میری تمام پریشانیوں اور تجھیں دور ہو جائی گی۔ ذہن

پکھلکا ہوا تو میرے ذہن پر بھی غنودگی طاری ہوئے

میں نے درخشش کے خوابہ حسن پر ایک جھرو پونظر ڈالی

آہستہ سے کوٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔

آہستہ آہستہ میرے اعصاب پر سکون ہونے لگا

کا خارا مجھے اپنی کتہ آغوش میں لے کر چھپکھپکے

پھر۔ پھر میں نے دیکھا کہ والد صاحب کا نورانی چہرہ میر

نظروں کے سامنے ہے۔ وہ مسرے پاؤں تک سفید لباس

طہری سے سامنے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں سڑا

کی تسبیح تھی جس پر ان کی آنکشت شہادت آہستہ آہستہ

رہی تھی، ان کے ہونٹ متحرک تھے شاید وہ کوئی دغیف

لہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے محبت اور شفقت

کا دریا موجزن تھا میں نے والد صاحب کو لے کر قریب

پایا تو پیالے آگے بڑھ کر لولا۔

”بابا جانی، آپ تو ہماری دنیا سے منور ہو گئے تھے

مہاں، لیکن تمہاری پریشانی مجھے واپس بھیج لاتی۔

صاحب کی نرم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”کیا وہ میں ہم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد بھی

اصل و پ دوبارہ اختیار کر سکتی ہیں؟ میں نے ڈرتے ڈرتے

سوال کیا۔“

”کفر مت بھوجو مال۔“ وہ برہمی سے بولے۔ ”وہ میں

پر دانا کرنے کے بعد دینا سے بے صلہ ہو جاتی ہیں صرف

تعلق اور تعارفی رابطہ برقرار رہتا ہے۔“

”بابا جانی۔“ میں نے دبی زبان میں کہا۔ ”حالات کا

توفیقوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔“

”بڑی اور مالوسی گنا ہے بیٹے۔“ ان کے لیے میر

تھی۔ بہت سے کام نور خدا تمہاری مدد ضرور کرے گا۔

”میرے دشمن گندی اود نادیدہ قوتوں کا سہارا۔

مجھے زہر کی گنا چاہیے ہیں۔“

”تم ایمان کا دامن تمہارے ہر کافر کا طہر دیر پائیں ہوتا۔“

صاحب نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرتے ہوئے بڑی شفقت

سے کہا۔

”بابا جانی۔“ وہ میری خوشیاں پامال کرنے کے لیے

منتر اور سفلی طریقوں کو رہنے کا لالچے میں۔ میں نے

میں وہ درخشش کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔
”مجھے معلوم ہے۔“

”مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ بابا جانی۔“ میں

نے والد صاحب کی نگاہوں میں بھانپتے ہوئے بڑی عاجزی سکھا۔

”اللہ پر چھروسہ کرو۔“ وہ ہنسنے لگا۔ ”والد صاحب کی

آواز میرے کانوں میں گونجی پھر وہ شوشہ بھرے انداز میں

گھبرا کر بائیں جانب دیکھنے لگے۔

والد صاحب کے نورانی چہرے پر ابھرنے اور پریشانی کے

سطح کیلئے تاثرات دیکھ کر میں تڑپ اٹھی۔ وہ کچھ مضطرب نظر

آئیے تھے۔ میں نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں بائیں سمت

دیکھا تو اپنی ہی خواب گاہ کو دیکھ کر جنم اٹھا، چھوٹی میری

نظر درخشش پر پڑی جو شب خروانی کا ہلکا آسمانی رنگ کا لباس

پہنے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی خواب گاہ سے باہر چلائی تھی اس

کا چہرہ اس وقت سیاہ نظر آ رہا تھا اور گلے کا انداز تیار رہا

تھا کہ وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے اس

کی کھٹی کھٹی نگاہیں بائیں ہی سے نور دکھائی دے رہی تھیں۔

ان میں زندگی کی کوئی حرارت باقی نہ رہ گئی ہو، جیسے وہ خواب

میں چل رہی ہو۔

میں فخرش لیا درخشش کو دیکھتا رہا، خواب گاہ میں

خیر دوستی کا بلب جل رہا تھا، اس دوستی میں درخشش کی

ایک ایک حرکت مجھے بہت صاف نظر آ رہی تھی، دروازے کے

قریب پہنچ کر وہ رک کھڑی، مٹی میں انداز میں ہاتھ بند کر کے اس

نے چٹینی نیچے گرانی اور اس کھٹ کی آواز کے ساتھ ہی میری

آنکھ کھل گئی میں نے ہلٹ کر ستر پر نظر ڈالی، درخشش وہاں

موجود نہیں تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا، میں نے جب کہ

دروازے کی سمت دیکھا اور محبت سے اچھل پڑا۔ درخشش

خواب گاہ کے دروازے سے باہر نکل رہی تھی۔

میں نے جلدی جلدی آنکھوں کو ملنا شروع کیا پھر

تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا، جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ خواب

نہیں حقیقت تھی۔

نگہداشت

اقیم علیہ قوت - 300

درخشاں کا پسند آدھی رات کے بعد یعنی خواب گاہ میں
کی طرح اپنے قدم باہر نکل کر لیے ریت اٹھ کر تھا۔ ایک
کھڑے چتر میں جو خواب دیکھ رہا تھا اس کا اظہار بھی کیا گیا
ذہن پر باقی تھا قد عالم صاحب ہی نے میری توجہ خواب سے
حقیقت کی دنیا کی سمت پھیر دی تھی میں درخشاں کو انھیں بھاڑ
تعب سے دیکھتا رہا، وہ دروازہ کھول کر باہر وادی میں گئی تو
میں مضبوط کر سکا، ایک جھکے سے اٹھا اور لپکتا ہوا ارادہ وادی
میں جا کر درخشاں کے سامنے اس کی راہ کی دیوار بن گیا۔ اس نے
مجھے دیکھا تو اس کے ہاتھ پر بڑے قدم لگے کہ میں اس کی چوٹی
پہنچتی نظر میں جذبات سے نفعیں عاری نظر آ رہی تھیں مجھے اپنے
رستے میں حال پاکر اس نے کسی دھمکیل کا انداز میں کیا دھمکیل باندھے
مجھے حیرت سے بولیں دیکھتی رہی میرے وہ درخشاں نہیں بلکہ اس
کی کوئی دھمکیل تھی جس نے پہلی بار مجھے دیکھا تھا اور دیکھ کر شناخت
کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

درخشاں کی نگاہوں میں اپنے لیے اہمیت کا
احساس دیکھ کر میں تڑپ اٹھا، میں نے اسے آہستہ سے نرم لہجے
میں مخاطب کیا۔

”تم۔ اس وقت۔ اتنی رات گئے کہاں جا رہی ہو؟
میری آواز میں درخشاں کے چہرے کے عجیب اثرات کچھ
اور گہرے ہو گئے ماس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا،
چند لمحے مجھے خالی خالی نظروں سے سختی رہی پھر مشین نا ملازمین
آہستہ سے چلی اور دوبارہ خواب گاہ کی جانب قدم اٹھانے لگی،

میں اس کی ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا، میں دل
کی دھڑکنیں برسرِ تیز سے تیر تیرتی جا رہی تھیں آج پہلی بار میں
نے درخشاں کو اس حالت میں دیکھا تھا، وہ غالباً بھری حالت
سے دو جا رہی تھی اس کی چھٹی چھٹی آنکھیں سامنے کی جانب اٹھی
ہوئی تھیں اور اس کے قدم جھلنے پہلے نہ استوں پر چڑھ رہے
تھے خواب گاہ میں بیچ کر اس نے دروازے کے لوٹ کو اندر سے
بند کیا پھر نہایت اطمینان سے آگے بڑھ کر بستر پر لیٹی اور آنکھیں
بند کر لیں۔

میرے لیے سب کچھ ناقابلِ یقین تھا میرے ذہن
میں آندھیاں چل رہی تھیں طوفان اٹھ رہا تھا، میں نے درخشاں
کی سیاق و سباق کو کسی مفاد رنگ میں محسوس کرنے کی کوشش نہیں
کی مجھے علم تھا کہ میرا واسطہ بن دشمن سے ہے۔ وہ بڑے شعلہ انقلاب
اور بے رحم واقع ہوئے تھے لیکن وہ ابھی طلوع سے اس مذہب
گھر سکتے تھے، میں نے خواب میں بھی اس کا اندازہ لگائے کی کوشش

”تم کس نیت پر پہنچے ہو؟ میں نے سپاٹ لیے میں دریافت کیا
”بظاہر تو یہ خواب بیداری کا کس معلوم ہوتا ہے۔“
کیکاش نے وضاحت کرتے ہوئے کہا، اس میں میں مریض بند
کی حالت میں بھی باہر جا سکتے ہوئے انسانوں کی طرح اٹھ کر
چلتے پھرتے ہیں لیکن ان کا شعوری طور پر دنیا سے کوئی تعلق
نہیں ہوتا، اس کیفیت میں وہ جو کچھ بولتے دیکھتے یا محسوس
کرتے ہیں بیدار ہونے کے بعد جیسے فراموش کر دیتے ہیں اور
ان کے سامنے اس ذکر کو چھیڑا جائے تو ان کے ذہنوں پر برا
اثر پڑتا ہے۔ ایک بات اور یاد رکھنا۔ جس وقت جب با
خواب بیداری کی کیفیت سے دو جا رہوں اس وقت انھیں
بہوش میں لانے کی کوشش بھی نہ کرنا، ایسا کرنے سے مریض کے
ذہن کو اتنا شدید جھکا لگتا ہے کہ وہ اکثر اپنا ذہنی توازن بھی
کھو بیٹھا ہے۔

”لیکن کل رات پہلے سے درخشاں باہر نکلتی تھی۔ میں
نے سنجیدگی سے جواب دیا کیکاش نے مریض کی جو نصیحت بتائی
تھی اس نے مجھے مزید الجھا دیا تھا۔

”یہ بھی ممکن ہے کہ تم کو کل رات پہلی بار اس کی بیداری کا
علم ہوا ہو، کیکاش نے جواب دیا۔ ہر حال تجھے اب زیادہ
احتیاط کی ضرورت ہے میں تجھیں آئندہ سے خواب گاہ اندر
سے تھقل کر کے سونے کا مشورہ دوں گا لیکن اس کے ساتھ یہ
بھی ضروری ہے کہ تم تالے کی چابی کسی ایسی جگہ رکھو گے جس

کا علم بھائی کو نہیں ہونا چاہیے۔
”میں سمجھ رہا ہوں۔ میں نے آہستہ سے کہا پھر کچھ سوچتے
ہوئے بولا کہ کیکاش کیا تجھیں یقین ہے کہ درخشاں کو خواب
بیداری کا مریض لاحق ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کوئی اور بات
تو نہیں ہے؟“

”اور بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟ کیکاش نے مجھے
وضاحت طلب نظروں سے دیکھا پھر خود ہی میری بات کا مفہوم
سمجھتے ہوئے تیزی سے کہا: نہیں۔ میرا خیال ہے کہ میں اس خیال
کل رات والی کیفیت کو پنڈت و جادوؤں کی شرارتوں سے منسوب
نہیں کرنا چاہیے۔“

”کیوں؟“
”اس لیے کہ تم کو ابھی پنڈت و جادوؤں کے جواب اور
جہنم منتر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، کیکاش نے سنجیدگی
سے جواب دیا۔ اگر کل رات کسی پنڈت کی شرارت کو قائل
ہو تو تو بھائی تجھیں دیکھنے کے بعد خاموشی سے واپس جا کر اپنے
بستر پر بھی عموماً نہ ہوں بلکہ تجھیں نقصان پہنچانے کی کوشش

کے بزرگ عالم دوست نے قائم کیا تھا تو کیا ہوتا؟“
”میرا جو دستاویز یاد تھا، میں تمہارا کیفیتوں سے نوازا
میرا جسم لینے سے شراب و برود تھا اور میں لیں اپنی جگہ
ایک بار دہا تھا جیسے مجھے شدید مریضی لگ رہی ہو میری
ہونے درخشاں کو جس حال میں دیکھا تھا اس کا ہر قسم کی
دلی قائل نہیں ہو سکتا تھا، وہ مجھ سے اس قدر بے نیاز
ہو سکتی ہجرت کی شدتیں اتنی جلدی نفرت اور خدائوں
انتہا کو ختم نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ یقیناً پنڈت اور جادوؤں
جہنم منتر کا شکار تھی میں نے سوچا کیا پریم ناتھ بھی کرتوں
دن کی شناخت بھول کر درخشاں کی زندگی کا دشمن بن گیا ہے؟
”اے اور اس کے سامنے اخلاق اور مذہب کی تمام سرحدیں
ہلا کر کہیں میں گئے گئے ڈوب چکے تھے؟ ان کے شیر
وہ ہو چکے تھے، وہ انسانیت کو بھول کر زندگی پر گرفتہ ہو
نے لگے خود اپنے لمبے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے؟“

میں نے شلے شلے ہاتھ کر درخشاں کی سمت دیکھا۔ وہ
خواب تھی اس کے چہرے پر پھر میرا کاندھا کر بار درخشاں
کی پانچ کی نظر آ رہی تھی میں آہستہ سے اس کے قریب گیا۔
چراغ کے بالوں کو اپنے چہرے پر بکھیر کر انھیں موزوں لیں
وردیاد و امانت سے بے خبر ہو گیا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو درخشاں حسبِ معمول روزمرہ کے
ہاں میں مصروف تھی کسی اور کھلے کتاب کی مانند وہ تازہ
اور شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ رات کی باتوں کا ایک ہلکا سا لمس
بھی تو نہیں نظر آ رہا تھا اس کے چہرے پر جیسے وہ ہر خیال
مجھے نیاز تھی، جیسے رات کی باتیں بعض ایک خواب یقین میں
لاقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا، میں نے بھی ان باتوں کا
ذکر وہ مناسب نہیں سمجھا میں اس کے ذہن کو گریہ کر اسے
پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”ناشتے کے بعد میں کیکاش کی طرف چلا گیا، میں نے
اسے درخشاں کی رات والی کیفیت بتائی تو وہ کسی گہری سوچ
میں ڈوب گیا، کچھ دیر بعد اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے گھورتے
ہوئے پوچھا۔

”کیا تم نے بھائی سے رات والی کیفیت کے سلسلے میں
کوئی بات پوچھی؟“

”نہیں میں نے مناسب نہیں سمجھا۔“
”وہاں نہایت کاٹھا ضابطہ بھی ہے کہ تم ان باتوں کا ذکر
بھائی کے سامنے نہ کرنا ورنہ ان کا ذہن شعوری طور پر بھی
الجھا جائے گا۔“

طنز و مزاح

انگور کھٹے ہیں	اعتبار ساجد
غالب کی آبرو	اعتبار ساجد
ایمر جنسی وارڈ	اعتبار ساجد
مٹہ شگافیں	اعتبار ساجد
جائیل اسے مار	اعتبار ساجد
اس طرح تو ہوتا ہے	اعتبار ساجد
غالب ہمیں بھی چھیڑ	اعتبار ساجد

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

تاریخی ناول

ابلیس مصر	الماس ایم۔ اے۔ 10/-
حسن بن صباح	الماس ایم۔ اے۔ 25/-
راہنمائی	الماس ایم۔ اے۔ 50/-
نور الدین زنگی	الماس ایم۔ اے۔ 50/-
سلطان عادل	الماس ایم۔ اے۔ 50/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

نہیں کی تھی۔

احمد علی اور جیون لال کی موت کے بعد میرا خیال تھا
مجھے سوچنے کی حمت ضرور دیں گے، مگر وہ انتظار کر رہے تھے
دو ملن دیکھنے کی زحمت گوارا کریں گے اور پھر اگر ان کو دوبارہ
یا پوری ہوئی تو وہ براہِ راست مجھے نشانہ بنانے کے بارے میں
کرکے لگے لیکن درخشاں۔ میرے ذہن میں دھمکے ہوئے
ایک سوال وہ رہ کر میرے دماغ میں چکر کے لگا رہا تھا،
”درخشاں اس مصداق سے پہلے جاتی ہو جو پوری کے گرد میرے

کڑی میں :-

”ہر مسئلہ کے لیے کوئی ماہر ہی کے گے اور پیشان کو حویلی
 کے احاطے میں باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیا ان
 لکھا کہ تباہی ہوئی بات پر غور کرتے رہے گا۔
 میں سمجھتا ہوں کہ کیا کشن نے مجھے حیرت سے گھورتے
 ہوئے دیکھا۔“

”کچھ نہیں۔ یوں ہی خیال تھا میرا“ یس نے جلدی سے بات بنادی۔

کیا کاش میرا مگرزی دوست تھی لیکن حالات کے
تکلیف ناپہ میں نے اس سے بھی امتیاز ضروری سمجھی میں نے اسے
بولی یا اس کے گرد قائم جہاد کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔
میرا ہوا دھوا دھر کیا میں کرنے کے بعد واپس آ گیا۔ وہ نشان
مستور ملازمین کے ساتھ گھر کے کاموں میں مصروف تھی۔ مجھے
کچھ کراس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرائی۔ میں نے اس
قریب جاکر بڑے پیار سے پوچھا۔

”رات نہیں مجھ سے کوئی شکایت تو پیش نہیں آئی۔“
 ”اوں ہزنہ۔“ اس نے خراتے ہوئے شونجی سے کہا۔
 ”رات ہیں بڑے سکون کی غند سوئی ہوں۔“

”آج کا کیا پروگرام ہے؟“
 ”اچھے بچوں کی طرح سوئیں گے اور — بس۔“
 ”نہ سوسکا کہ جواب دیا۔“ پندرہ روز کی چھٹی آپ پہلے ہی منظور
 چکے ہیں۔“

”وہ بات تو غلطی سے میری زبان سے پھسل گئی تھی۔“
 ”بری بات ہے جملہ! اس نے مجھے ٹوٹے ہوئے کہا۔“
 ”وہ زبان سے نکلی ہوئی بات پتھر کی گیر ہونا چاہیے۔“
 ”اچھا دار!۔“

میں جراب یا پھر ٹولہ لے کر جناب کی اجازت پر جوتو دو تین
ٹوں کے لیے باہر نکلاؤں جاگیر کے کچھ کام دیکھنے ہیں۔
”بڑے شوق سے جانے لیکن۔ گاڑی کوئی ڈرامو کرکٹ گاہ

دیوانہ بنی۔ میں نے انھیں کل رات ہی ہلا کر دی
کسی دوسرے معقول ڈیائیور کا انتظام ہونے بہت دیر
انھیں انجام دینا ہوگی۔

”یہ بڑا اچھا کام ہے۔“ درخشاں نے سکون کا سانس
 لے کر کہا۔ ”ویران جی نہایت ایلان ڈاؤنجاں شاد دہی ہیں۔“
 درخشاں نے خوشی خوشی میرا لباس نکالا۔ میں تیار ہو
 کر باہر نکلا۔ درخشاں نے اطلاع دی کہ ویران جی آگئے ہیں،
 تبدیل کر کے میں درخشاں کو اوردن کا ہوا باہر کر گاڑی میں بیٹھ

گیا، گاڑی حویلی سے نکلی تو میں نے دیوان جی سے کہا
پستل بھانے عالم بزرگ کے پاس لے جائیں جن کا یہ
بے حیران لال کی موت کے موقع پر مجھ سے کیا تعظیم
اثبات میں سر کو خیف سی جنبش نے کہ گاڑی کی راہ
کی تو میں نے نفست کی پشت کا گھر سے ٹیک لٹکا کر
بند کر لیں اور حالات پر غور کرنے لگا۔ تقریباً بیس
میں اپنے خیالات میں غم واد پھرا، کچھ مجھے بات دا
یاد آگیا، والد صاحب مجھے ماں کو یاد کرنے کا اشارہ
مجھے اپنی کوتاہی کا احساس بڑی شدت سے ہوا، تقریباً
سے زیادہ عمر گزر چکا تھا جب میں نے آخری بار واد
تقریباً حضری دی تھی، قربت ان حویلی سے کچھ زیادہ دور
تھا لیکن حالات اور جانچوں نے مجھے اس فریبے کی راہ
سے روک رکھا تھا۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ اتفاق
گاڑی اس وقت ہمارے آباؤی قربت ان کی چلی چار دیواری
سامنے سے گزر رہی تھی۔

”دیوان جی۔ گاڑی قبرستان کے پچا کھ پرلے پا
میں نے بے اختیار ہو کر کہا۔ میں والدین کی قبر پر فاتر
چاہتا ہوں۔“

دیوان جی نے میسٹر حکم کی تعمیل میں بڑی استعداد
 و خاطر ہو کیا اور گاڑی مرکز سے کچے میں آنا نہ کر فرستان۔
 پھر چھانک کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے روک
 کر قریب اس کے وہ بیچے اتر کر کھجلی نشست کا دروازہ
 میں خود ہی اس کام کو انجام دے کر بیچے اتر آئے۔
 دیوان جی خاموشی سے ایک طرف ہو گئے۔ یہ جملہ کیوں۔
 اس بات کا خیال ہوا کہ دیوان جی آج صلابت قرآ
 پ چپ ہیں۔ مجھے اس سے جیوں لال کے بالے میں بھی
 تھا کہ اس کی موت کے سلسلے میں کسی نے ہم پر شک
 اظہار تو نہیں کیا اور اس کی لڑکی مانتی کا کیا ہو جو باب
 موت کے بعد بے سہارا ہو گئی تھی؟ مجھے دیوان جی سے
 رسی پائیں دریافت کرنا تھیں لیکن گزشتہ رات دش
 منی کیفیت سے دوچار ہوئی تھی اس نے یہ نہ
 لھا تھا۔

میں نے دلوان جی پر ایک مرسری نفر ڈالی پھر تیر تار
 حاطے میں فاسل ہو گیا۔ پہلے والد کی توجہ پر حاضری دے
 والدہ کی توجہ کھڑا ہو کر فوج پڑھنے لگا۔ میں نے آنکھ
 لری تھیں، مان کی یاد میں دوسرے کمران کی مصفت کی
 بس آنکھ وقت مری آواز زندہ گئی مری آنکھوں

ایک جادی ہو گئے مجھ پر آمستہ آمستہ رفت طاری ہوئے
 مگر تو بنے آہستہ سے تو کے قریب دوڑا تو بیٹھ کر گردن
 جھکا لی یہ مگر یا ذمت کا اہتمام تھا۔ میں ماں کی تقدس روح
 سے معافی کا طلب گزار تھا کہ اچانک میری نظروں کے سامنے
 ماں کا قصباتی نورانی چہرہ ابھرا یاد ابھر مجھے میں غمگین ہوا
 بیٹے ماں سے اس کے بڑھ کر بڑی محبت اور شفقت سے یہ
 میرا دلچھپا اور کہا۔

دجال اپنے پریشان مت برآمد کی مریاں اور کم
لڑائیں نہ نظر رکھو میری دعا میں تمھارے ساتھ ہیں
میں نے تمھیں کھول دیں میری آنکھوں سے بہتہ
آنسو بہ رہے تھے میں نے فاتح پر بھروسہ کیا تھا پھر
چیز تو سرت بھری نظروں سے دیکھنا ہوا اٹھ کھڑا ہوا
جیسے رمال نکال کر آئینہ دکھائے۔ باپ کی فکر کو دیکھا پھر
نظر چمکا کر اٹھا ہے باہر گیا اور دوبارہ اس پر ہنسی
پر ہوا جیڑ فرشتان کے پھر چمک کی طرف بل کھانی چلتی گئی
نئی برس والدین کی قبر سے چمک کا دوستانی فائدہ مشکل
نہیں چاہیں گودا پر کا گئیں اپنے خینلوں میں ڈوبا والدین
کی جدائی کا اس لیے قسم بڑھا رہا تھا کہ اچانک مجھے لیوں
محسوس ہوا جیسے الٹی مانگ کی پٹی ٹوٹ کر دو حصوں میں
منقسم ہو گئی موزہ ضرب اتنی ہی شدید تھی کہ میں ہلکتا ہوا
مانگ پر ٹوٹ کر میرے چھٹک چھٹک چھٹک آوازوں سے اس پائل کو
گھونٹنے لگا جس نے ایک آڑی ترجیح کڑی سے اچانک
میری مانگ کو خونی منسوب کیا تھا ادب نمکے دھشت
سے دو قدم دوں کھڑا مجھے دیوانوں کی طرح پکلیں چھٹکا چھٹکا کر
دھڑکا رہا تھا

اس کا علباس کی دلوانی کی غازی کر دیا تھا، اس کے
جم پر صرف ایک میل سے پچھل ہوا پاجامہ موجود تھا جو
جگر بھگے سے پھٹ چکا تھا، اس کی فادھی اور سر کے بال
خود دھوا لویں کی طرح بے قاشہ پڑھوئے تھے۔ اگلے
نیمین گندے بالوں میں بھی دنیا جہان کی غلامتیں نظر
آ رہی تھیں اس کے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں موجود تھیں
شاہد اگلے برسوں سے نسلے کی زحمت تھیں گوارا کی تھیں
اک کے سینے پر بایں جانب زخم کا ایک گرا نشان تھا جس سے
اطراف کا زہا کا زہا خون حائل نظر آ رہا تھا اس کی ڈیڑھ
آنکھوں میں خون کی سرخیان تیرتی دکھائی دے رہی تھیں
اسے لہزہ روشن میں دیکھ کر پہلی بار مجھے بھی جگر جھری آئی
اگر میں نے اسے رات میں دیکھتا ہوتا تو شاید خوف سے چپ

ہاگے بھون

قلم علم ۳۰۰ قیمت: =/300

اٹھا، اس کی سمیت کچھ ایسی ہی سمیت ناکا اور ڈوٹائی تھی
آج میں نے اسے پہلے بازارِ فرستان میں دیکھا تھا۔ مجھے حلیف
پہنچا کہ وہ جس دل چاہے انداز میں دور کھڑا میری تڑپ کا
تماشا دیکھ رہا تھا اس نے میرا خون کھولا۔ میں اسے غور
نظروں سے گھورتا، ورنہ کی خدمت کو بیشکل برداشت
کرتا ہوا اٹھتا تو وہ محض کی طرح دونوں پیروں سے کیا وقت
بھیجتا کہ ہوا چار چہرہ قدم اور پیچھے ہٹ گیا پھر میری طرف
سے ہٹتا ہوا خون دیکھ کر بچوں کی طرح اپنا ہاتھ ران پر مارتے
بہنے لگا۔

”ہو گیا۔ ہو گیا۔ زخمی ہو گیا۔“
 ”جیسا بندہ کہ میں زور سے گرجا تو وہ سہم کر ایک قدم
 اور مجھے ہٹ گیا۔ میں نے اسے گھومتے ہوئے کہا: ”ادھر“
 سر سے اُڑ گیا۔“

تو تو خنک کرے گا، پلٹ کر مجھے ملے گا، دیر لے
نے میں مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا: شکل سے چڑھی مار لگتا ہے۔

مختار سے کہا پھر ایک قدم آگے بڑھایا یہی تھا کہ کراہ کر گریں۔

”وہ مارا اسلے کو“ پاگل نے میری کراہ سن کر خوشی سے
 مانی بجلاتے ہوئے کہا: ”اب اگر کرزمین پر لٹوٹ لٹکے گا۔ چڑی

میں نے پائل کو گھورتے ہوئے غصے سے کہا: "تیرا خون ہی پی جاؤں گا۔" میں نے پائل کو

برلا پھر بڑے معنیٰ نیز انداز میں گردن آگے کر کے کہا۔ چاٹ لے... بخور اساخون چاٹ لے... پھر اٹھ کر دوڑ لگا دے۔

فخ مہرپٹ۔ ایڈرنگاکر۔ بکٹ :

”دیوان جی! میں صلق کے لے چیتا تو دیوانہ اچھل کر ایک قدم اور پیچھے ہو گیا پھر اس نے ہنسے عجیب و غریب انداز میں گردن کھٹک کر قریب قریب کے پھاں تک کی جانب دیکھا یہاں سے دیوان جی میری آواز سن کر تیز قدم مانتے چلے آئے۔
”نیزاب آگیا! پاگل نے مجھے گھونٹے ہوئے کہا۔ دوسرے چڑی مارے تھوڑا سا خون اسے بھی چٹانے پھر سر کے بل اٹھا کھڑا ہوجا تا نایاب بجا کر کہے۔
”مردود۔ بد بخت میں مجھے ناندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے بیخ کو کہا تو دیوان جی ایک لمحے کو رک گئے پھر ان کی نظر میرے سر پر سے بہتے ہوئے خون پر پڑی تو وہ تھچوئے سر کاٹ۔
کہہ کر دوڑنے لگے۔

دیوانہ جلدی جلدی گردن کھٹک کر کبھی میری طرف اور کبھی دیوان جی کی طرف دیکھنے لگا پھر ایک ایک اس نے ایک اور غریب حرکت کر ڈالی کھٹکھٹ کر میری طرف تھوکا پھر اچھل کر بھاگتا ہوا ایک تناور درخت کی آڑ میں ہو گیا اس کے تھوک کی جھینٹ سے زمین پر پڑی تو میں اور غضب ناک ہو گیا۔ دیوان جی نے قریب آکر مجھ سے بیزاریت دریافت کی تو میں نے انھیں پاگل کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ دیوان جی نے قریب و جوار کا کو نہ نہ چھان مارا لیکن وہ کہیں نہ ملا غائب وہ بشت کی چاد دیواری پھلکا کھجور کی کھٹک بیل گیا تھا پھر قریب قریب کی جہاد عقوبی دیوار کے ساتھ ساتھ دور تک پھیلنا ہوا تھا۔

دیوان جی نے فوری طور پر اینداز بدل چھو کر میرے زمر پر پاندہ دیا پھر مجھے سہارا دے کر گاڑی تک لے گئے میری اچھی چلوں چھوڑ کر خون سے جھبک رہی تھی اس لیے میں نے بزرگ عالم کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ جا کیش کے ہسپتال چھوٹا گیا جہاں ڈاکٹر عارف نے میرے زخم کی مرہم پٹی کر دی وہ لپٹے لپٹے میں آکر میرا پیگم اور مورچوں کو چھوڑ کر لپٹے تھے مورچہ حالت میں نہ تو میں بزرگ کی خدمت میں حاضر ہی نہ سکتا تھا نہ سولی واپس جا سکتا تھا۔ میلا وہی بری طرح جھلکا رہا تھا۔

کیکاش کچھ دیر بعد ہسپتال پہنچا اس نے میری حالت دیکھی تو ایک لمحے کو پریشان ہو گیا پھر اسے حادثے کی تفصیل معلوم ہوئی تو بے اختیار متحشرہ لگائے ہوئے بولا۔ ”بارجال! تمہیں سنائے آج کل ہنگاموں سے زیادہ محلوں سے بنی بندت بجا رہی کیا تمہیں کہ اب دیوانوں نے بھی تمہاری ٹانگ بھونچنا شروع کر دی ہے۔“

مجھے تو یہ بھی پندت بجا رہیوں ہی کی حرکت معلوم ہوتی

”ہے! میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ شاید ان کو علم ہوگا کہ میں کہاں جا رہا تھا۔ اسی لیے وہ میرا راستہ روکنا چاہتے تھے، وہ پاگل بھی ان ہی کا کوئی پیلا ہا ہو گا۔“
کیکاش مجھے سوجھ دیکھ کر خود بھی متحشرہ ہو گیا۔ دیوان جی نے میرے لباس کی مشکل حل کر دی۔ سولی جا کر وہ میرے لیے دوسری بنڈی لے آئے لیکن اس طرح کہ دو دشمن کو ایک کی مطلق غیبت نہ ہوئی۔ پینٹ کی فراہمی کے سلسلے میں دیوار جی نے خود سولی کے اندر قدم رکھنے کی حماقت نہیں کی تھی بلکہ ایک دوسرے ملازم کو مصورت حال سے آگاہ کر کے اس کا کام پر آمادہ کیا تھا اور چلتے چلتے اسے یہ متنبہ بھی کر گئے تھے کہ اگر زمانہ میں غیبت پہنچی تو اس کی غیبت نہیں۔

پینٹ تبدیل کر کے میں دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھا۔ ذہنی چرخہ پراگندہ ہو چکا تھا اس لیے میں نے بزرگ کی خدمت میں حاضری کا پرہیز کسی اور دن پر ملتوی کر دیا۔ پینٹ کا مسئلہ حل ہو گیا تھا لیکن زخم اپنی جگہ موجود تھا اور یہ ناممکن تھا کہ دو دشمن کی نظر اس پر نہ پڑتی۔ مجھے اس زخم کے لیے بھی کسی مناسب بدلے کی تلاش تھی۔ چنانچہ میں نے دیوان جی سے کہا کہ وہ گاڑی کو ڈی والدہ ہاتھس گاہ کی جانب موڑیں میں اس گاہ کی دیکھ بھال کے لیے وہاں آیا جا کر ہاتھ دیا۔ دیوان جی نے اس بار بھی جواب دینے کے لیے سر کی خفیف جنبش سے کام لیا تو میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

”کیا بات ہے دیوان جی۔ آپ آج خلاف توقع بہت چپ چاپ ہیں غیرت تو ہے؟“
”مالتی کے ہاتھ میں سوچ رہا ہوں چھوٹے سر کاٹ۔“
دیوان جی بولے۔ ”بیون لال کا کرہ کام کرنے کے بعد ملے آجے پاس لے آیا ہوں۔“

”کیا مطلب ہے میں پریشان کیا مالتی کو بیون لال کی موت کا علم ہو گیا؟“

”میں نے اسے بتا دیا۔“ دیوان جی نے سنجیدگی سے کہا۔
”اس کے سوا وہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا لیکن آپ متوکر ہو کر مالتی بڑی سوچ بوجھ کی مالک ہے۔ اسے معلوم تھا کہ بیون لال کی موت مرہل میں آئی ہے اگر وہ تھلا سولی میں دہلے میں کا میاب ہوجا تا تو بھی کرہادی لال اسے زندہ نہ چھوڑتا۔“
”دیوان جی حالات کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ میں نے قسمت پر پہلو بولتے ہوئے کہا۔ اگر پولیس درمیان میں آگئی اور مالتی کا بیان ہمارے خلاف ہو گیا تو ہم قانون کی نظروں میں قائل ہوں گے۔“

”جانوں کی باتیں آپ سمجھیں چھوٹے سر کاٹ میں تو صرف نا جانتا ہوں کہ میری زندگی میں دینا کا کوئی ہاتھ آپ کی جانب نہیں بٹھ سکتا۔“ دیوان جی سپاٹ آواز میں بولے ان لمحے میں بے پروائی تھی۔
”میں مالتی سے براہ راست ملنا چاہتا ہوں۔“ میں نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا دیوانہ جی مالتی سے ملنا ٹھیک نہ ہوگا۔“ دیوان جی نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ ”البتہ اگر آپ چاہیں تو اسے سولی لاکر آپ کے ملوا سکتا ہوں۔“
”آپ نہیں سمجھ سکتے دیوان جی! میں نے ابھی توئی آواز میں کہا۔ میرا مالتی سے ابھی اور اسی وقت ملنا۔“
”نہایت مزیداری ہے۔“

”آپ کی مرضی چھوٹے سر کاٹ۔“ دیوان جی نے سپاٹ لپٹا کر کہا پھر گاڑی کا رخ دوبارہ حسین آباد کی سمت موڑ دیا۔ انھیں شاید میرا اصرار ناگوار گذر رہا تھا، میں نے بھی کوئی بات پھر دینا مناسب نہیں سمجھی۔ انھیں بند کرنے کے مالتی کے سوال پر سنجیدگی سے خود کو نہ لگا۔

راستہ بڑی خاموشی سے طے ہوا لیکن یہ خاموشی کبھی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہوگی، میں نے یہ بات غریبوں میں بھی نہیں سوچی تھی البتہ ایک اضطراب تھا جو مجھے پریشان کر رہا تھا۔ مالتی کا دیوانہ جی کے گھر پر ہونا میرے خیال میں نامناسب تھا اس لیے کہ جیون لال مادرائی تو قوں کا نشانہ بن چکا تھا۔ اوم پرکاش اور بجا رہی گدھادی لال نے اسے تھکاتے لگا دیا تھا ادب مالتی ان کے لیے بڑھ جاتی تو بہت دیر بعد دیوان جی اٹھائے تھے بات آگے بڑھ جاتی تو بہت دیر بعد قہار کو بے آسانی ہوا دی جا سکتی تھی لیکن میری جگہ دی قاتلین جیون لال کو درود بھیجے بیٹھے موت کے گھاٹ اتار سکتی تھیں مالتی کے ذہن کو لپٹ کر ہمارے خلاف دہرا گئے یہ بھی مجھ کو درست تھیں اور مالتی کا بیان اگر ہمارے خلاف ہوتا تو ہم بے گناہ ہونے کے باوجود گتے تھے چھین سکتے تھے، آئندہ ہر ایک بار حالات کی نزاکتوں کو ہمیں کرنے میں خاموش رہنا پڑے گا۔ مالتی کے بیان کے بعد فیصلہ ہو سکتا تھا۔ دیوان جی کی ضمانت ہونا بھی مشکل ہو جاتی۔

مجھے دل ہی دل میں دیوان جی کی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ ثابت دلیز تھا اور ہر حال کی تنہی کے مالک تھے مگر اپنی کے سلسلے میں انھوں نے جگہ کی کا شہرت دیا تھا لیکن ہے کہ کی دیر مالتی کی خوب سمجھتی ہو۔ دیوان جی کی جونی فردو دھل

شیو میا کے رہشت گرد

اسے امید قیمت 600

چکی تھی لیکن شاید مالتی کی خوبصورتی اور ذہنی غدخال نے دیوان جی کے فاضی کو ہرا دی ہوا وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مالتی کو اپنے گھر لٹھالے ہوں۔

میں ان ہی خیالات میں غرق تھا راستہ تک گزرا مجھے اس کا مطلق کوئی احساس نہ ہوا لیکن جب گاڑی کی تو میں نے انھیں کھول دیں دیوان جی نے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا ہو گا گاڑی اپنے مکان سے نصف فرلانگ دور دی گئی۔ میں نیچے اتارنے کے لیے پر تھل رہا تھا کہ دیوان جی بول پڑے۔
”چھوٹے سر کاٹ میں ایک بار پھر یہی شورہ دہل گا کہ آپ کا میرے گھر پر مالتی سے ملاقات کرنا مناسب ہوگا۔“
”دیوان جی! میں نے دیوان جی کو تیز نظروں سے گھومتے ہوئے کہا۔ کیا آپ کو احساس ہے کہ مالتی کو گھر لاکر آپ نے کس قدر حماقت کا ثبوت دیا ہے؟“

میرا جواب تھا دیوان جی نے جو کہہ کر مجھے دیکھا ان کے چہرے پر بخان شباز خان کی بڑائی کا رنگ ایک شانیے کو اچھا لیکن چہرہ فورا وہ خود پہنا ہوا پلٹے بیٹے پر سکون ہو گئے۔
”ہوٹ کالٹے ہوئے بولے۔

”چھوٹے سر کاٹ میرا خیال ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ عین مصلحت ہے۔“

”اگر مالتی کا بیان ہمارے خلاف ہوا تو جاننے میں کیا ہوگا؟“ میں اس میدان کا بہت پرانا کھلاڑی ہوں حال میں دیوان جی اس بار بزرگ کا انداز اختیار کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولے۔ میں جانتا ہوں کہ مالتی کی ٹانگ کھوڑی پندت بجا رہیوں کے گندہ سے عمل کے آگے نہیں پیچھ سکتی اسی لیے میں اسے اپنے گھر لے آیا ہوں۔“

”آپ کتنا کیا جانتے ہیں؟ میں نے انھیں وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

”مجھے کی کوشش کیجیے چھوٹے سر کاٹ۔“ دیوان جی بولے۔
”مالتی اگر میرے گھر سے برآمد ہوئی تو سارا الزام میرے سر آئے گا۔ دوسری شکل میں گندہ کی چھینٹیں سولی کے اوچے

ہام کو بھی شریک کر سکتی ہیں :-

”اھہ“ میں جوں کا، میرا سر دیوان جی کی غفلت کے آگے
نہیں ہرمنے لگا۔ دیوان جی نے میرے غلط چڑھائی میں کھنکھنے
کی کوشش کی تھی وہ بے مثال تھی۔ میں اپنے لب و لہجے پر
شرمندہ ہوا تھا۔

”آپ گھر شریف لے جائیں جال میاں“ دیوان جی نے
دینی زبان میں کہا۔ باقی بچہ پر چھوڑ دیں میں آپ کو
نہیں دلا ہوں کہ میرے ہونے آپ پر آپ کی عزت پر
کوئی اتنا نہیں آپ اپنے گی :-

”اودانی اودنا دیہہ خاتون کے آگے آپ بھی بے بس ہو
جائیں گے دیوان جی۔ میں نے ہاتھ ملے ہوئے جواب دیا
پھر فیصلہ کن لیے میں کہا۔ میں یہاں کہا گیا ہوں تو مالتی
سے بغیر واپس نہیں جاؤں گا :-

دیوان جی نے نظریں اٹھا کر مجھے غور سے دیکھا پھر چلنے
اچھلتے ہوئے قدم آگے بڑھانے لگے، غصہ فراہم لگا کا فاصلہ
پیدل ملے کرنے کے بعد ہم نے مطلوب مکان کے احاطے میں
قدم دکھا تو دیوان جی غصہ ککھ کر کہنے، مندی کی ہڈھکے
قریب ہی ایک شخص اوندھے منہ مچھی زمین پر پڑا تھا، دیوان
جی نے تیزی سے ایک کمرے سے بیدھا ہوا تو میں بھی چوتھے نمبر
نہرہ سکا۔ وہ دیوان جی کا نائب دلاور مرزا تھا جہاں وقت
بے سادہ تھا۔ بظاہر اس کے جسم پر زخم یا جوت کا
کوئی واضح نشان نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جس کے ہلدی
میں زنگت تباہی تھی کہ اس وقت وہ ہوش میں نہیں
ہے۔ دیوان جی نے ایک نظر پھر دلاور مرزا کو دیکھا پھر بیٹھے یہی
پھر ہی ہے اچھل کر میرے قریب آئے میں نے دینی زبان میں کہا۔
”چھوٹے سرکار اندھ پڑ گئے یہ معلوم ہوتی ہے آگے لڑی
لے کر جوتی کی سمت لڑو گہرہ ہوجائیں میں اس مالتی کے لال
کو دیکھتا ہوں جس نے شہر کی کچھ دیں جس کشتیا کر کے کی
کوشش کی ہے :-

دیوان جی لمحوں میں ہولان ہو گئے تھے دلاور مرزا کو دیکھتے
ہی ان کے جسم میں ہلاکت سی اور زلزلہ آگئی تھی غلطو
غضب ان کا چوڑا سرخ ہوا ہوا تھا، انھیں خون آنکھیں
دکھائی دے رہی تھیں حالات کے پیش نظر مرادوں رکن
یقیناً دانش مندی کے منافی تھا دیوان جی نے مجھے دلوں سے
بہت جلد سے باز کر دیا تھا وہ نہایت مناسب تھا مگر
قبل اس کے کہ میں واپس کیلے بیٹھا اندر سے ایک سنوئی بج کی
ادیت ناک آواز ابھری دیوان جی نے آدم خود بھیڑیے کی مانند

جلت کر تیزی سے مکان کی سمت دیکھا پھر نہایت برا
لفظی سے یہ جوں کے بل چلتے ہوئے اندر چلے گئے۔ غار
مالتی کسی خطرناک پھرتی سے دو جا رہی ایسی حالت
دیوان جی کو تنہا چھوڑ کر چلا جانا مالتی کے خلاف لگا، دلا
کو سب سے ہوش دیکھ لیتے کے بعد میں بھی میرے غور
مگر کش تیز ہو گئی تھی چنانچہ دوسری لمبے میں بھی در
قدموں مکان کے اندر داخل ہو گیا مجھے وہ کہہ کھش کر
کوئی دشواری پیش نہیں آئی جہاں سے پرچ کی آواز آ رہی
تھی دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا اندر سے ایسی آواز
آ رہی تھیں جیسے کسی کو گنا گھوٹ کر سسک سسک کر
پرچور کیا جا رہا ہو میں احتیاطاً کو بالائے طاق لیٹنے پر
بے ہوش ہو گئے دوازے سے اندر داخل ہو گیا پھر کچھ دیر
گنگا لظروں نے دیکھا اسے دیکھنے کے بعد میں ایک جھپٹے
رک گیا۔

میری نگاہوں کے سامنے کوڑی کے بڑے مندر کا عجب
گرودھاری لال موجود تھا۔ مالتی بے بسی کی حالت میں گرجا
لال کے کونوں میں بیٹھی بیٹھ پڑا رہی تھی۔ تو میں بڑا
ایک ہاتھ کو کسی کے قریب کھٹکھٹا مالتی کی نرم نازک نوا
میں جھنسا لکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے مالتی
سیدھے ہاتھ کو جود رکھا تھا کہ وہ خود کو ہبہا ہبہا موت
مہل ناک لہو سے بچانے لگے کوئی جھد نہ کر سکے مالتی
غوب موت اور ری زخم تھیں ملحقوں سے ابلی چڑی تھیں
اور بے حد ہبہا کی نظر آ رہی تھیں اس کے حسین ہونے
موت کے کرب ناک سامنے منڈلا رہے تھے اس کا پورا
جسم لوں کا تپ رہا تھا جیسے موت کے مرزا تھا اسے بہت
آہستہ انداز میں سرخوں سے دور لے جا رہے ہیں۔

گرودھاری لال کے منہ پر ہونے پر چبھتیں دھس کر
ری تھیں شاید وہ اپنی جگہ جٹ منانے کی خاطر اسے موت کے
گھاٹ اتارنا چاہتا تھا لیکن مجھے اب ایک سامنے دیکھ کر وہ
لے کو چڑھ کر پھر اس کے گندے ہوشوں پر بڑی غلطی
ابھر کر چھٹی چلی گئی۔ مجھے عقارت بھری نظروں سے گھونٹا
ہوئے وہ بولا۔

”تو بھی ایسا بھلا شے ہے یقین تھا کہ تو مردوں سے سگا۔
لیکن اب تیرے ہاتھ کدے برتن ہی آئیں گے یہ جاری ہے
زیر خندہ کہا۔

”گرودھاری لال“ میں نے کرنت آواز میں اس سے
کئے بھاری کو لکھا کہ ”غوب موت اور کرود موت پر ہاتھ

افغانیادوں کا شیوہ نہیں ہوتا، اگر مرد موت مالتی کو چھو کر میرے
مقابلے پر آؤ پھر میں معلوم ہو گا کہ مالتی کے کتے ہیں :-
”سہجی ہے مالتی“ گرودھاری نے مالتی کو غائب
کرتے ہوئے بازاری انداز میں کہا۔ ”تیرا تیری مدد کو گیا
ہے تیرے کا دل یہ دیوی دیوتاؤں کے پرنوں کے داس
گرودھاری سے مقابلہ کرے گا۔“

پھر گرودھاری نے مالتی پر اپنی گرفت ڈھیلی کی تو وہ
کسی کے ہونے نازک ہونے کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گئی۔
اس کی آنکھیں بند ہو گئیں مالتی کی جھنک جھنک غور غور زندگی
کی توالوں سے عادی نظر آ رہا تھا۔ میرا خون ہوش مالتی لگا
میں ایک لمبے کو دیوان جی کو بھی بھول گیا ہوجمان میں داخل
ہونے کے بعد نہ جانے کس کھنکھنے میں دیکھ کر کھپ
گئے تھے۔

”گرودھاری“ میں نے غصے سے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔
”چوتھی کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کے پرچم لگاتے ہیں
تیرا وقت بھی قریب آ گیا ہے :-

”بھونکا چھوڑے :-“ گرودھاری غضب ناک آواز میں
دبا دے ہوئے بولا۔ آگے بڑھ اوروں بھی اپنے من کی ستریش
آنکھوں میں دھن دھن دھن کر تیرے مقابلے میں اپنی آدمی
شکست سے کام لیں گا :-

میں نے گرودھاری کے ناپاک جسم کو ہاتھ لگا کر سرشار
بچتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈال کر بڑی چھرتی سے اپنا
دیوار نکال دیا۔

”کتے“ بیٹھ سوڑ میں دانت پیٹتے ہوئے بولا۔ میں
تیرا جسم چھلی کر کے رکھ دوں گا :-

گرودھاری میرے ہاتھ میں رہا اور دیکھ کر ایک لمبے کو
ہونکا پھر اس نے اپنا اٹا پاؤں اٹھا کر زردے زمین پر مارا تو
دیوار لے شعلہ بلند ہونے لگے میں نے بکھلا کر دیوار دور
پھینک دیا، گرودھاری نے ہونے کی نراکت بچاتے ہوئے بڑی
کوئی متر آ رہا تھا۔ دیوار میرے ہاتھ سے نکل کر زور گرا تو
وہ مسراتے لگا۔

”کھنکھنے سے کھنکا چھوڑے نادان“ اس نے میرا منہ
اڑتے ہوئے کہا۔ ”مروا کا دعویٰ ہے تو شہر میں کیسے تھی آنکھوں
پر کرتا یا دیکھنا کہ تو نے گرودھاری کو چھپ کر ان مصیبتوں
کو آواز دی ہے جو اب مجھے سارا جیون عین سے نہیں رہنے
دیں گی :-

میرا جود بکتی جھٹی کی مانند سنگ رہا تھا مجھے اس بات

کا احساس بھی تھا کہ میں تنہا مالتی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا
لیکن گرودھاری کی باتوں نے میرے خون کی گردش کو تیز کر
دیا۔ میں نے خدا کا نام لے کر غیبت ادا اور ہستہ ہستہ آگے
بڑھنے لگا گرودھاری کسی آہنی پٹان کی طرح سینہ مانے
کھڑکھے منہ کی نظر سے گھور رہا تھا لیکن پھر ان کا
ہی اس کی مسکراہٹ کرب میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے غفلت
اپنے ہونٹ سختی سے بھیج لیے تھے اس کے چہرے پر بڑی
کرب ناک اذیت نمودار ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ہاتھ
پھیلائے اپنے قدموں پر کھنکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن
اس کی قوت جواب دے تھی۔ وہ تورا کو گرا تو میں اس کی پشت
پر دیوان جی کو کھڑا دیکھ کر پوچھا پھر گرودھاری کے اوندھے منہ
زمین برس ہوتے ہی مجھے وہ بھڑکی نظر آ گیا ہوئے تھے اس
کی بچھ میں اتار چکا تھا۔

”دیوان جی“ میں نے حالات کا اندازہ لگاتے ہوئے
جہد کی سے کہا۔ ”آپ نے کیا کیا :-

”ایک پائل کے کھار دیا :-“ دیوان جی نے گرودھاری کو
گھونٹتے ہوئے سرو بے بس میں کہا۔ اس کا یہی علاج تھا :-

”لیکن اب آپ.....“
”میں ہاتھ باندھ کر درخواست کرتا ہوں جہاں ملیں
آپ گاڑی لے کر کوئی چلے جائیں باقی بچے پر چھوڑ
دیں :-“ دیوان جی نے بڑی عاجزی سے کلان کے چوسے
طوفان کی شدت میں تڑپ رہی تھیں۔

”میں ہمارا ہوں دیوان جی لیکن آپ ذرا ہاتھ پاؤں
بچا کر کام بھیجے گا :-

”آپ میری نونہ زکری سرکار :-“ دیوان جی بڑی سفاک
آواز میں بولے۔ ”ابھی تو صرف مرحوم اوصالی کی روح کو سکون
ملا ہو گا۔ جیون لال اور مالتی کا قرض تو ابھی صکت کرنا باقی ہے
اور پھر دلاور مرزا کی بے ہوشی کا حساب بھی تو کسی کھاتے میں
کھا جائے گا :-

”کیا“ مالتی جی ہائیں نے حیرت سے مالتی کی طرف
دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”فدا کے لیے چھوٹے ناک۔“ آپ جتنی جلدی ممکن ہو
میاں سے چلے جائیں :-“ دیوان جی ہونٹ پیٹتے ہوئے بولے۔
”تو کھیل اب شروع ہوا ہے وہ آپ جیسے شریف آدمیوں
کے کھیلے کا نہیں۔“ اچھا ہوا جو گرودھاری نے براہ راست شہساز
خان کو چھین دیا :-

دیوان جی کو میں نے اس روز سے پہلے کبھی اتنے غصہ ناک

انداز میں نہیں دیکھا تھا۔ گروہادی کی موت اس قدر اچانک اور تیزی سے واقع ہوئی تھی کہ خود گروہادی کو بھی اس پریرت کا انجاہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اگر اسے سنبھلنے کا موقع مل جاتا تو شاید وہ اپنی گدیوں کو توں کوں بڑے لگا لگا کر باواٹ چکا ہوتا لیکن دیوان جی نے اس کے مقابلے میں زیادہ مہارت اور توجہ گداری کا ثبوت دیا تھا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ دیوان جی کے اندر سو یا ہوا شہزاد خان کچی منید میں بیدار ہو کر طلعا اٹھا تھا، بھینچا ہوا تھا بڑا چڑا ہوا ہوا تھا چن چن میں نے اس وقت کچھ لوٹنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک نظر مانتی کے چہرے پر ڈالنا ہوا باہر آگیا پھر بڑی جلدت سے گاڑی میں بیٹھ کر حویلی کی سمت روانہ ہو گیا۔ درخشاں نے مجھے دیکھتے ہی اپنے یاقوتی لبوں پر ایک دل آویز ترنم بجایا، اسے میرے بلدی واپس لوٹ آتے کی خوشی تھی لیکن میری بیٹوں کی تبدیلی زیادہ دیر تک اس کی نظروں سے اوجھل نہ رہ سکی۔ اس نے جو کہ کپتالوں کو دیکھا تو میں نے بے اختیار ہنسنے لگا، شروع کر دیے پھر میں نے اسے قربشاں میں ملنے والے پاگل کے ہائے بے تابی یاد وہ بھی ہنسنے لگی۔ زخم پر کئی کئی ہینڈیج نے اسے ملنے کر دیا تھا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

درخشاں دوسرے کھانے کے لیے خانساہاں کو فزوری بات دینے لگی تو میں اپنے اعصاب پر طاری ہو چھل ٹھکن کر دوڑ کر نہ اس کی خاطر خواب گاہ میں آگیا گروہادی اور مانتی والے علاقے نے میرے ذہن کو غمگین کر دیا تھا۔ دیوان جی نے سچ کہا تھا مجھے مانتی سے ملے وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو شاید بسا اچھی اور انداز میں بیٹھ جاتی، دیوان جی نے یقیناً مجھے بدلنے کی خاطر انتہائی قدم اٹھا لیا تھا۔ مانتی کو بھی وہ اسی وجہ سے اپنے گھر لے گئے تھے کہ اگر حالات بخیر نہ ہوں تو موافقت کر کے تو میں بھٹو نہ تھا۔ تاکہ اگر وہ وادی دیوان جی کے سر جاتی۔

میں بڑی دیر تک بگڑے ہوئے حالات پر غور کرتا رہا۔ قربشاں میں ملنے والے دیوانے نے سارا ہر رنگ ہر چوٹ کر دیا تھا اور وقت کی گزشتہ اچانک تیز ہو گئی تھی، برہنہ کہ گروہادی لال کی موت کا میرے سوا کوئی دوسرا عینی گواہ نہیں تھا لیکن ہینڈیٹ اوپر پر کا کش اور اس کے گھر کے یقینی طور پر میری ذات پر شبہ نہ کریں گے۔ بڑے مندرجہ کاروں نے جس ہول مند ہی اور جزا کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی وہی میرے لیے موجودہ حالات میں برہنہ کی کا سبب بھی بن

سکتا تھا میں تمام رات یہی سوچتا رہا کہ دیکھیں اونٹ کس کس کو رہا بیٹھا ہے درخشاں نے میری پریشانی اور خاموشی کی وجہ دریافت کی تو میں نے باؤں کی چوٹ کی تکلیف کا ہسٹا کر کے اسے مطمئن کر دیا۔ اس رات جبکہ اور سولہ بجی زیادہ دیر نہیں بکے تھے، کیکش کسی ریفین کو دیکھ گیا ہوا تھا اگر بے یں کھا نا کھانے کے کچھ دیر بعد درخشاں کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

دوسری صبح میری آنکھ دیر سے کھلی، شاید چوٹ کی تکلیف کی شدت تھی یا پھر میں رات و برہنہ کی ذہنی جھانک کر رہا تھا، سر پر چھل ہو چھل ہوا ہوا تھا درخشاں نے ہائے کے بے دوک پر گرا کر مانی کے بلانے کو خاما سا سکون ملا، کیکش میری مزاج پر مہر کے لیے یا تو خلافت توقع کچھ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میرا تھا جھنکا، صبح ہی صبح کیکش کے چہرے پر غم نظر آنے والی کچھ غمگین کی نقیضی طور پر کوئی معنی دھستی تھی میں نے قربشاں کو ایک فائل لانے کے بہانے سے اسٹی میں چھپا پھر تنہائی ملنے ہی کیکش سے پوچھا۔

”کیا بات ہے۔ تم صبح ہی صبح اس قدر بخیرہ کیوں نظر آ رہے ہو؟“

”تم نے شاید ابھی تک اخبار نہیں دیکھا، کیکش نے سپاٹ آواز میں کہا۔

”اخبار؟ میں جو کچا میرے دل کی دھڑکن اچانک ہو گئی ہیں نے خود کو سنبھالنے ہوسے پوچھا نہ کیا ہے اخبار؟“

”جیون لال کی بیٹی مانتی اور پجاری گروہادی لال قتل کر دیے گئے۔“

”قتل؟ میں نے تھوکر نکلنے ہوئے کہا، تفصیل کیا ہے؟“

”جہاں تک کیکش نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے بھینگی سے پوچھا، تم نے کل مہینا میں مجھے کسی دیوانے کی کہانی سنائی تھی؟“

”ہاں۔ کیوں؟“

”کہیں بھٹو اور گروہادی سے تو نہیں پوچھا تھا؟ کیکش نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”کیا مطلب ہے؟ میں نے کیکش پر اپنی برہنہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کیا تمہیں میرے بیان پر یقین نہیں ہے؟“

”مجھے پورا یقین ہے، میرے دوست لیکن تم نہیں سمجھ سکتے کہ گروہادی کی موت اس آگ پر پھول کا کام بھی کر سکتی ہے جو بھٹو کے دشمن تھا، اسے لیے بھڑکانا چاہیے ہیں۔ میں نے پوری جاگیر میں ہونے والی اصوات کا کوئی

لیکھ یا زہرداری نہیں لے دیکھی ہے میں نے تھارت سے جواب دیا۔ میں تم کھا سکتا ہوں کہ میں نے گروہادی یا مانتی کو قتل نہیں کیا لیکن میرے ذہل دشمن اگر ایسا سوچتے ہیں تو سوچتے رہیں میرے پاس ان کے وہم کو کوئی علاج نہیں ہے۔ کیکش کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن باہر سے درخشاں کے آنے کی آہٹ ابھری تو اس نے بڑی خوب صورتی سے بات بنا دی اور اجازت لے کر چلا گیا۔ میں چند لمحوں کے فائل کے کاغذات کو بلا رہی تھی، اٹھا پٹا رہا پھر درخشاں کا کام کاج کے سطلے میں ملاؤں کو ضروری ہدایات دینے لگی، میں کئی تو میں تیزی سے اٹھ کر باہر لان پر آگیا جہاں صبح کے اخبارات موجود تھے میں نے تیزی سے ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ کیکش کی اطلاع نے مجھے جس قدر پریشان کر دیا تھا اخبارات کی تفصیل نے مجھے اسی قدر مطمئن کر دیا میں دل جی میں دیوان جی کی تعریف کے بغیر نہ رہ سکا۔

اخبارات میں شائع ہونے والی کہانی بڑی دل چسپ اور مربوط تھی مانتی اور پجاری گروہادی کی لاشیں گروہادی کے ایک پرانے تالاب کے کنارے سے دستیاب ہوئی تھیں دونوں بچہ میں لاش بت پائے گئے تھے اس لیے پولیس کے لیے قاتل کے نشانات تلاش کرنے میں خاصی دشواری پیش آرہی تھی۔ لاش کی اطلاع گروہادی کے ایک مہاجرین نوجوان لال نے پولیس کو دی تھی۔ وہ دوسرے وقت تالاب والے انسان راستے سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر لاشوں پر پڑی جس کی اطلاع اس نے فوراً پولیس کو دی پولیس چوکی تک پہنچا دی تھی۔

لاشوں کی ابتدائی طبی رپورٹ کے مطابق جہاں مانتی کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پیشہ عصمت جیسے گھبراہٹ سے غمزدہ کر دیا گیا تھا پھر قاتل نے اسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا مانتی اور گروہادی کی لاشیں جس انداز میں پولیس کو دستیاب ہوئی تھیں اس سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ گروہادی زبردستی مانتی کو

ہلاک کیا۔ اسے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجانے کے بعد اس نے مانتی کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن اسی وقت کسی تیسرے شخص نے قبضہ کر گروہادی پر پونجی سے پھر لہر چھو کا اور ایک ہی وار میں اس کا قہقہہ پاک کر دیا۔ گروہادی کی لاش مانتی کے قدموں کے اوپر آوندے منہ پڑی تھی پولیس کے ذرائع کے مطابق ٹھونک دیتے ہوئے جسے کسی تھکے نانات نہیں مل سکے تھے آخر میں فراہم ہونے والے قاتل کے سطلے میں پولیس کے پائل صوف ایک ہی نام تھا اور وہ نام جہاں مانتی کے باپ جیون لال

کا تھا۔ مانتی کی لاش پر کھد ہونے کے بعد پولیس نے حالات کے پیش نظر سب سے پہلے جیون لال سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن گروہادی یا اس کے قرب و جوار کے علاقے میں کہیں نہ مل سکا۔ پولیس کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق جیون لال ہی قاتل تھا اس نے اپنی بیٹی کی عصمت کا داغ بھاری گروہادی کے خون سے دھو ڈالا پھر خود موقع داراوت سے فرار ہو گیا۔

میں نے ایک ایک کر کے تمام اخبارات تفصیل سے پڑھ ڈالے، دیوان جی کی ذہانت اور دود اندیشی قابل مبالغہ تھی انھوں نے نہ صرف یہ کہ موقع داراوت کو بدل دیا تھا بلکہ جیون لال کی موت کو بھی گروہادی اور مانتی کی موت کے ساتھ سمجھ کر کے پولیس کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کر دی تھیں جیون لال کی شہرگی اسے قاتل ثابت کرنے کے لیے کافی تھی، دیوان جی نے کال ہوشیاری سے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی تھی اور پوری طرح کامیاب بھی رہے تھے۔ اصلیت تھی یہ صرف

میں جانتا تھا یا پھر کیکش کو بھی اس بات کا علم تھا کہ جیون لال ایک نالائک لاش کا شکار ہو چکا تھا۔ کیکش کا نام ذہن میں ابھرتے ہی میں جو کہ اٹھا۔ کیکش نے مجھے گروہادی اور مانتی کے سطلے میں اخبار کا حوالہ دے کر کہنے کی کوشش کی تھی۔ میں ایک لٹھ کر پشیمان ہو گیا مگر پھر میں نے اس پریشانی کو جھٹک کر ذہن سے نکال دیا اس لیے کہ کیکش میرا بھائی دوست تھا اور مجھے اس پر مکمل اعتماد تھا۔ میرے ذہن پر جبر ہو چکا کہ شہر اٹھا وہ جیسے شخصوں سے طاری تھا وہ اخبارات میں شائع ہونے والی تفصیل پڑھتے ہی چند لمحوں میں اتر گیا۔ ایک کامیاب برسرِ شکی حیثیت سے میں نے ان تمام واقعات کی ایک ایک گروہادی کو قانونی اعتبار سے پوری طرح چیک کر لیا تھا۔ ان واقعات میں کہیں کوئی بھول نہیں تھا اور سب اہم بات یہ تھی کہ حاکم کی اطلاع ایک باحیثیت منہ ہاجے نے دی تھی جو حاکم کی لوگوں کے لیے قابل اعتماد تھا۔ دیوان جی نے جہاں حالات پیدا کر دیے تھے وہ برہنہ کر نقل تھے لیکن اصل سے زیادہ محسوس نظر آتے تھے۔ میں ابھی ان ہی خیالات میں گم تھا کہ دیوان جی کی آواز نے مجھے جھجکا دیا میں نے نظریں گھما کر دیکھا۔ وہ میرے بائیں جانب نہایت سعادت مند انداز میں کھڑے تھے ان کے چہرے پر کوئی اثر نہیں تھا، وہ دیے ہی نادر نظر آتے تھے جیسے ہر روز دکھائی دیتے تھے۔

”دیوان جی! میں نے جذباتی رہے ہیں انھیں بخوبی صاف کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ نے اخبارات دیکھے ہیں؟“

کوئی خبر ہے چھوٹے سرکار ڈیولان جی نے ایسے ہی انداز میں پوچھا کہ میں سنبھال گیا۔ ان کے سر پر ہلکا معصومیت اور سکون طاری تھا۔

”ہیں آپ کو آپ کی شاندار کارکردگی کی داد و تائید۔ میں نے دیوان جی کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا پولیس کے فرشتے بھی بالمشیت یا گروہاری کے سلسلے میں جہان سے اوپر نکل کر سکتے ہیں۔“

”کوئی اور بات کیجئے چھوٹے سرکار۔ دیوان جی بولے۔ ہمیں ان بیچ ذات لوگوں سے کوئی سروکار نہیں، کھنا چاہیے اور پھر مرنا جینا تو لگا ہی رہتا ہے۔“

”آپ بہت گستاخ ہیں۔ میں مسکرایا۔ ”ہمارے نوجوان لال کے درمیان میں آجملے سے صورت حال اور بہتر ہو گئی ہے۔ پولیس کو کچھ ڈھواں اب بھی پیش آ رہا ہے۔ دیوان جی اور اوروں کو کمر کمر گھسی کرتے ہوئے بولے۔ ”کل رات کسی سنگدل نے بے جا سے نوجوان لال کو بھی ٹھکڑے لگا دیا۔“ کیا پتہ ہیں جیسٹریس سے اچھی پڑا۔ نوجوان لال کو جس نے مارا۔“

”اب جیون لال کا حساب بھی چکنا ہو گا۔ دیوان جی نے دہلی زبان میں کہا۔ ایک دلاور مرنا کہ بے جوشی کھاتے ہیں باقی رہ جاتی ہے لیکن اس کی ضد ہے کہ اپنا حساب کتاب وہ خود ہی منٹانے کی کوشش کرے گا۔“

”نہیں دیوان جی۔ نہیں۔ میں نے ہاتھ ملنے ہوئے کہا۔ زیادہ کشت و خون ہوا تو وہ بھی چونک انھیں گے۔ بات بڑھ جائے گی۔“

”میں گاڑی لے آیا ہوں۔ دیوان جی میری بات نظر انداز کرتے ہوئے بولے۔ آپ کو شاید اپنے والد کے بزرگ عالم دوست سے ملنے جانا ہے۔“

”ہاں۔ اب یہ ملاقات بہت ضروری ہو گئی ہے۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ آپ میرا انتظار کریں میں بالیں تبدیل کر کے آتا ہوں۔“

میں جلتے گیلے اپنی کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے مجھے خبر دی کہ آندھکار اور پولیس کے کچھ افسران مجھ سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔ میں پولیس کی آمد کی اطلاع سن کر ایک دم کو کھڑا ہوا۔ دیوان جی کے اشارے پر ملازم نے کہا وہ آندھکار اور اس کے ساتھیوں کو فوٹ سے اندھے لے آئے۔

ملازم کے ملنے کے دو منٹ بعد ہی دہلی کٹر آندھکار

ایک ڈی ایس بی اور دو مسلح سپاہیوں کے ساتھ آسمان نظر ان کے ساتھ پولیس کی ایک عورت بھی تھی جسے دھکے کرب نے اطمینان کا سانس لیا، غالباً وہ مفرد جیون لال کو میری ہمت میں نکالنے کے لئے مقرر سے آئے تھے ان کا خیال تھا جیون لال جو میرا پانا مال تھا اس لیے میں نے اسے اپنی حویلی میں پناہ دے رکھی ہوگی۔ مراد اندازہ غلط نہیں ثابت آندھکار نے قریب پانچ کربڑی گرم جوشی سے مجھ سے کہا کیا پھر سجدہ کی بے دلا۔

”سرور حال۔ ہم آپ کو تھوڑی سی زحمت دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔“

”فرشتے اگر ہیں آپ کے کسی کام آسکا تو یہ میری خوشتر متھی ہوگی۔“

”آپ نے غالباً آج کے اخبارات میں گروہاری لال اور بالمشیت کو پیش آنے والے حادثے کی تفصیلات پڑھ لی ہوگی۔ صرف سرسری طور پر سرخیاں دیکھی ہیں۔ میں نے بے پروائی سے دریافت کیا۔ ”میری خاص بات ہے۔“

”پولیس کا خیال ہے کہ گروہاری کا قاتل آپ کے مال جیون لال کے لیے ہے۔“

”اوہ۔ آئی سی۔ میں نے بات کو سمجھنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ آپ اس میں بھی جھجے کیا تعاون چاہتے ہیں؟

”پولیس جیون لال کو گرفتار کرنے کے لیے متعدد چھاپے مار چکی ہے لیکن وہ ابھی تک ہماری دسترس سے محفوظ ہے اور۔“ کو فوٹ رات اس نے ہمارے خبر نوجوان لال کو بھی ٹھکڑے لگا دیا۔“

”محبت انگیز۔ میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ ”بظاہر تو جیون لال پرائیویٹ اور شریف معلوم ہوتا تھا۔“

”کبھی کبھی حالات انسان کو دوندگی پر آمادہ کرتے ہیں۔ آندھکار نے ہنر چبانے ہوئے کہا پھر میں قصہ کی طرف توجہ دے کر بولا۔ ہم نے تمام علاقے کی مار بند کر رکھی ہے ہمارا خیال ہے کہ قاتل ابھی تک یہیں کہیں رو پڑش ہے اور۔“

”اوپر جیون لال کے سلسلے میں میری حویلی کو بھی ٹھکڑے لگا کر چاہتے ہیں۔ یہیوں سرور آندھکار نے میں نے تیزی سے دہلی کٹر کی بات پوری کر دی۔“

”میں مجبور ہوں اور آپ کے خیال سے اسی لیے خود آ گیا ہوں کہ آپ کہیں اس تلاش پر کسی اور انداز میں سوچنے کی کوشش نہ کریں۔ آندھکار نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لیے میں سچائی کے علاوہ فرائض کی انجام دہی کی

بلان بھی شامل تھیں جو اس نے میرے تلاشی کا باقاعدہ نفاذ کر کے دھکے کی کوشش کی تو مجھے ہنسی آگئی، یہ کارکن شاید میری معیشت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ جب آپ تشریف لے آئے ہیں تو اس کا غصہ سب سے زیادہ فزوت ہے کہ میں نے سرخ وارنٹ پر نظر ڈالنے ہوئے تاننا لال کو کہا۔ آپ بڑے شوق سے حویلی کی تلاشی لے اپنا اطمینان کریں۔“

”تمکیر۔ سرور حال۔ اس بار آندھکار کے بدلے ڈی بی نے کہا۔

”میں دہلی کٹر کو لے کر آندھکار کے لیے صرف یہی خیال تھا درخشش پولیس کی اچانک آمد اور حویلی کی تلاشی سے پریشان کی چاہتوں نے سب سے درخشش کو لے لیا۔ حویلی کی حالت یہ گاہ کیا پھر دیوان جی کو پولیس والوں کے ساتھ بھیج کر خود۔۔۔

”ایک دو میں آ گیا۔ آندھکار بھی ہمارا تھا اور۔۔۔“

”شان کو بار بار کھینچوں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ وقت نہ اٹھا کر درخشش کے سلسلے میں ان باتوں کی تصدیق کر رہا ہو جس نے اس سے کر رکھی تھیں۔“

”درخشش خانہ تلاشی کی اہمیت سمجھ لینے کے باوجود کچھ بھی نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر وہ اسی گھنٹن سے دوچار رہی جو اس نے اچانک چوتھے پہرے آندھکار سے پوچھا۔

”آپ کیا پتا لیں کہ آندھکار جی ہمارے لیے کیا ہے۔“

”آپ کے ساتھ پولیس کی پیشین گوئی کچھ گھبرائی تھی۔“

”مخلف کی کیا ضرورت ہے۔ آندھکار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ یہ اس وقت میں آن دوئی ہوں۔ پھر کبھی آندھکار کو اطمینان سے پتھر کھانیوں گا۔“

”ایک بات پوچھوں آندھکار جی۔ درخشش دہلی زبان میں بولی۔ آپ کو اس بات کا شبہ کیسے ہو گیا کہ ہم نے قانون سے جھگڑے ہوئے کسی قابل کو اپنی حویلی میں پناہ دے رکھی ہوگی؟

”آندھکار نے اپنے فرائض سے مجبور ہیں درخشش۔ میں نے جلدی سے کہا پھر چھپتے ہوئے سانس بولا۔ اچھا ہے اس طرح وہ شبہات بھی دور ہو جائیں گے جو حالات نے پیدا کر لیے ہیں پھر اس آکر جڑ سے نکلے تو اندھکار جی اندھکرتی اور

”درخشش جی ہے۔“

”آپ مجھے شرمندہ کرتے ہیں سرور حال۔ آندھکار

مجھ پر مٹانے ہوئے بولا۔

”تقریباً ایک گھنٹہ تک ہم دو ایک دو میں بیٹھے تھیں

کرتے ہوئے درخشش کچھ دیر بعد نابل ہو گئی تھی جو اس نے

میری باتوں کی کاٹ کو محسوس کرتے ہوئے خود بھی نیاٹ بھٹکتی سہیلی باتیں شروع کر دی کہ آندھکار کا یہ تنک بھی درد ہو گیا کہ وہ زبردستی اپنا دھرم بدلنے پر مجبور ہوئی ہے۔ آندھکار بار بار بغلیں جھانک رہا تھا پھر اس کی نگاہ غلامی اسی وقت ہوئی جب ڈی ایس بی اور اس کے ساتھیوں نے آکر بتایا کہ جیون لال انہیں حویلی میں نہیں ملا۔

آندھکار کو زحمت کرنے کے لیے درخشش بھی سہ ماہی حویلی کے دروازے تک آتی تھی۔

”دو تین روز تک میں نے خود حویلی کے احاطے تک محدود رکھا۔ درخشش نے گروہاری لال اور بالمشیت کی موت اور جیون لال کی ہمارا گم شدگی کی خبریں اخبارات میں پڑھ لی تھیں۔ حویلی کی تلاشی کے بعد اس نے مجھ سے اس مسئلے پر

کوئی گفت و گو نہیں کی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر پینٹ پگڈیوں کی موت کے بارے میں۔۔۔ حالات کی کڑیاں ملانے میں ابھی ہوئی ہے میں نے ایک آدھ بار دہلی زبان میں کر لیا۔ مجرور بڑی خوب صورتی سے ٹال گئی،

میں نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

”مجھے کیا کش کی طرف سے بھی اس بات کی نگرانی تھی کہ وہ جیون لال کے بارے میں مجھ سے باز پرس ضرور کرے گا۔

”ہات تھی بھی قابل غور، جیون لال ایک دن پتلے پر ملے گا تو یہ کا فکڑا ہوا تھا دو ستر دن اسے بالمشیت اور گروہاری کے ملاؤ فرجیون لال کے قتل میں ملوث کر کے مفرد قرار دیا گیا اور پولیس

اس کی تلاش میں کروڑوں حسین آباد اور آس پاس کے تمام علاقوں میں متواتر چھاپے مار رہی تھی۔ کچھ دنوں کا یہ بھی خیال تھا کہ جیون لال نے کسی نہ کسی پھلنگ لگا کر یا کوئی میں

کو دیکھ کر خودکشی کر لی ہے مگر ابھی تک پولیس کی ٹولیاں اس کی تلاش میں دریافت نہیں کر سکی تھیں دیوان جی نے جس عمارت سے ایک ہی چال میں پوری بسا کا نقشہ بدل دیا

تھا وہ قابل تامل تھی۔

”میں کو میں نے دیوان جی کے مشورے پر ہی خود کو حویلی کے احاطے کے اندر تک محدود کر لیا تھا۔ تمام دن میں گھر ٹوکام

کاج کے سلسلے میں درخشش کا ہاتھ بٹاتا یا پھر اسڈیو میں

بیٹھا تھا تو اس کا مطالعہ کرتا، شام کو ہم دونوں باہر کی کیر

کرتے اور پھر کیش اور ٹیکس کے ساتھ رات گئے تک

اور پھر چکر لڑی جاتا، درخشش اور سلاو بھی ہمارے ساتھ شریک

رہتے لیکن جب ہمارے درمیان زیادہ بے تکلفی سے کھانا

میں بائیں شروع ہو جاتیں تو درختاں اور سلویا اچھ کر مسکتی ہوئی دو سرے کر کے میں چل جاتی تھیں۔

اس رات بھی کھانے کے بعد ہم سب ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے۔ دروازہ کی طرح جانے دو درمیان ٹہسی مذاق چوتا دہا پھر جیک نے اچانک نہ جانے کیوں درختاں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے شروع کر دیے جس صورت و سیرت کے سلسلے میں ایسی ایسی مثالیں دینی شروع کیں کہ ہم اور کیکش دونوں حیرت سے جیک کا منہ دیکھنے لگے۔

”تم شاید میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو گئے“ جیک مجھ سے مخاطب تھا۔ لیکن یقیناً جو میرے دوست کو کھاری ہوئی جنت کی حورؤں کے مقابلے میں بھی زیادہ خوش پوش اور سلیقہ مند ثابت ہوئی ہے۔

”کیا مطلب؟“ کیکش نے یک دم سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ کیا تم نے جنت کی حورؤں کا لباس بھی دیکھ لکھا ہے؟ کیکش کے چلے پر درختاں اور سلویا دونوں مسکرا دیں۔

”تم اچھا ذہن چمک رہے ہو اور ان واقف اور اسپرٹ کی تیر تیرک سے بروقت پرانگہ درجہ ہے اس لیے تم میری لطیف باتوں اور معیاری تشبیہات کو سمجھنے سے قاصر ہو۔“ جیک نے کیکش کو سرزنش کرنے کے انداز میں گھورا۔ اور ایسی صورت میں کہ جب انسان غرور کو حالات اور اسحوال کے سانچوں میں نہیں کرتے سے قاصر ہو یا تعلیم اور تجربے کی کمی اس کی سبکدوشی کی حماقت کی دلیل ثابت کرتی ہو تو انسان کے لیے مطلب ہو جانا انسانیت مناسب ہوتا ہے۔ میں تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ میرے سر میں دوست کو اگر غرور کو لگام دینے سے قاصر ہو تو کم از کم زبان کو قابو میں رکھو۔ مبادا کہ وہ علمی اتار بیلے جو تم نے اپنے بھونڈے وجود کو چھلانے کے لیے اپنی اصلیت پر چڑھا رکھی ہے۔

یاد آجماں۔ یہ بے نقول تو آج برسے سر میں لول رہا ہے۔ کیکش نے کسی پر سہلہ بہ لے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ آج مجانی نے اس کی نیکی چھوڑ دی ہے۔“

”ابھی نہیں ہے۔“ سلویا جلدی سے بولی۔ ”یہ درختاں کی تعریف کر رہے ہیں اس لیے میں خاموش ہوں۔“ کسی اور خاتون کی بات بدلتی تو میں انھیں اس طرح بولنے کی اجازت کبھی نہ دیتی۔

”تو میں یہ کہہ رہا تھا میرے دوست جمال کو خداوند بزرگوار برتر سے تمہاری اعشیت حیات کیلئے ایک ایسا چمک اڑا غول اور نایاب میرزا فرما کر دیا ہے جس کے تم اہل نہیں تھے۔“ جیک نے سلویا کی بات کو ٹھیک لٹھا انداز کرتے ہوئے کہا۔ پھر درختاں کی

جانب دیکھ کر بولا۔ ”میں آپ کے حسن انتخاب کی وا دینے سے معذور ہوں لیکن آپ کے حسن سخن کی تعریف ضرور کروں گا۔“ اس جیسے کہ فائنارٹسٹ کے ساتھ گزارا کر رہی ہیں۔

”باکس میں بات میں سلویا بھیانی کو سمجھانے والا تھا۔ کیکش تیزی سے بولا۔ ”لیکن میرا خیال ہے کہ اب اس نے اونچا پرو چکا ہے۔“ کیکش نے جیک کو گھورے ہوئے معنی لے کر کہا۔ ”سرسوار یا کی چرب زبانی نے تمہیں بھی اچھ خاصا بولنا سکھا دیا ہے۔“

”سرسوار یا؟“ سلویا چونکی۔ ”یہ کون ہے؟“

”ہمیشہ میں کا کرتی ہے۔“ کیکش نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”صورت شکل تو کوئی خاص نہیں ہے البتہ تھمائی طور پر خاص گلزار واقع ہوئی ہے۔“ جیک آج کل سے اپنی دھواں دھان تبلیغ کے ذریعہ زانیہ بنا کر چرچ میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور مبادا کہ کانسہ کے وہ بہت جلد جیک کو انسان بنائے گی۔

سلویا کیلئے کیکش کا وہ خوب صورت اور سفید چہرہ بھی کم نہ تھا۔ اس نے جیک کو اچانک گھوم کر زبردستی لکڑوں سے گھیرا تو جیک نے گرد گرد اسے ہرے کہا۔ ”یہ نظم کی قسم سلویا ڈانٹنا۔“ پھر وہ سر میں جھنٹاٹھی سے کام لے کر کیکش سے بولا۔ ”اگر اچھے ہیں وہی شیطان ہے جس نے آدم کو داندھلہ کر لیا۔“ پھر مجبور کر کے جنت سے نکلا دیا تھا۔

جیسے یہ ممکن کرکشن کی کدہ سلویا کو مطمئن کر کے لیکر وہ ہتھ سے اکھڑ چکی تھی چنانچہ میں نے درختاں کو اشارہ کیا اور وہ ہٹل سلویا کو سمجھا کر اندر لے گئی۔ سلویا کے جانے کے بعد بھی جیک بہت دیر تک جھلٹا رہا پھر کیکش کی دل چسپ باتوں نے اسے دوبارہ نابل کر دیا تو میں نے پوچھا۔

”اچھا۔“ بتاؤ کہ آج تم درختاں کو کس سلسلے میں نظر آئے کی کوکشن کر رہے تھے؟“

کر دی ہے جو فرشتوں سے بھی زیادہ قابل احترام اور حرموں میں زیادہ۔ بلند و برتر نظر آتی ہے لیکن۔۔۔۔۔

”لیکن کیا؟“ میں نے جیک کو گھورے ہوئے کہا۔ ”تم نے بولے چپ کیوں ہو گئے؟“

”ہر گز نہ۔“ میری بات تمہیں کر دی گئی لیکن میں اس ت کو نہیں ماننا کہ دولت نے کسی ایک شخص کے حصے میں

دع سے آفیم کو خیاں ہی خوشیاں رقم کر دی ہیں۔“

”بے نیت سنجیدگی سے کہا۔“ جہاں صرف مستر میں ہی سر تھیں وہی ہیں وہاں نجات بریٹے عارضی اور ناپائیدار ہوتے ہیں۔

”یہ زندگی ایسی نہیں ہوتی جو کہ دو اور کمزور سے خالی ہو۔“

”لیے تمہیں بھی اپنے حصے کا دکھ ضرور اٹھانا ہو گا۔“

”جیک۔“ کیکش تیزی سے بول پڑا۔ ”یہ تم نے

ہماقت کی باتیں شروع کر دیں۔“

”میرے دوست۔“ میں نے جیک سے زہر خند سے کہا۔ ”تم

مابہ میرے اندر دینی حالات سے واقف نہیں ہو درختاں

سلسلے میں کئی مخالفتیں برپا کر رہی ہیں۔“

”ہر سب عارضی اور وقتی پریشانی ہوتی ہیں۔“

”دو اور کمزور کی طرف اور چیز ہوتی ہے۔“ جیک نے بے

خجندی سے کہا۔ ”وقتی پریشانیوں اور مخالفتیں آہستہ آہستہ

تم ہو جاتی ہیں لیکن درد کی فیس برسوں اندر دینی اندر کمزور کے

ساحس کو زہر کرتی رہتی ہے۔“

”تم۔“ تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیکش نے جھلٹا کر پوچھا۔

”میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں کو بھی اپنے حصے

کا لوبہ ضرور اٹھانا ہو گا۔ اس کی کوئی صورت بھی ہر گز نہیں ہے

تھا ہو سکتا ہے کہ جہاں کی تم دولت اچانک مٹی کا ڈھیر ہو

جائے اور یہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائے۔“ جیک نے میری طرف

دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ”برانہ مانا میرے دوست۔“

”یہ بھی ممکن ہے تمہاری دولت عزت اور شہرت میں دو چیز

خلاف ہو جائے اور کمزور کا لوبہ جھکسی اور انداز میں تمہیں ملے۔“

”ہر گز نہ۔“ جیک نے درختاں کی بخاری فرشتہ خصلت اور نیک

فلینٹ بوی کی قسم سے اچانک روٹ کر اپنے محبوب حقیقی سے جا

ملے۔ ”میرا شاہدہ تو یہی کہتا ہے کہ کیک اور پاک باز دو میں

زیادہ دونوں ایک دنیا میں قیام نہیں کریں۔“ انھیں خداوند کے

اشک سے پرستاروں پر بلایا جاتا ہے۔“

جیک کی بات سن کر میں گنگا رہ گیا۔ میرا دل اندر ہی

اندر صیغے جھپٹنے لگا۔ درختاں کی جدائی کے انعقاد ہی نے میرے

برکس و حواس کم کر دیے تھے میں کہنے کی حالت سے دوچار

ہو کر بیٹھی بیٹھی نگاہوں سے جیک کو دیکھنے لگا۔ میرا وجود مجھے

آہستہ آہستہ سر ہوا رہا تھا۔ پھر کیکش کی تیز اور سخت آواز

میں سے کانوں میں گونجی وہ جیک سے کہہ رہا تھا۔

”یقیناً کوئی حق نہیں پہنچا کر دوسروں کے بالے میں اس

قدر نفوس اور بے ہودہ قسم کی فرضی باتیں کر۔“ اگر تم میرے اور

جمال کے کلاس فیلو اور دوست نہ ہوتے تو شاید میں میرے بیلے

نقارے لگا لگا کر کھڑکی کی طرف بلا کر عالم کی طرف ڈانڈ کر دیتا۔“

”موت اور زندگی انسان کے نہیں خدا کے ہاتھ میں ہے۔“

اس لیے میں تمہاری باتوں کا برا نہیں مانوں گا۔“ جیک نے

بے پروائی سے جواب دیا۔

”پھر تمہیں کسی کی دل آزاری کا کیا حق ہے؟“ کیکش

نقے سے تھلا کر بولا۔ ”اور اگر تم نے دیدہ و دانستہ اپنے جانتے میں

محض مذاق کیا ہے تو میں بھی کون گا کہ تمہارا یہ مذاق اتنا ہی گھٹیا

پست اور ذی شعاری تھا۔“

”کچھ خیالات اچانک انسان کے ذہن میں کھلنا کر اچھتے

ہیں اور اپنا نقش چھانے چلے جاتے ہیں۔“ جیک نے سر سنجیدگی

سے بولا۔ ”میں نے اس وقت جمال کے بالے میں جو کچھ بھی کہا

ہے وہ مذاق نہیں ہے۔ خداوند کی لاال ذاتوں نے میرے

ذہن میں جو روشنی پھیل کر تھی میں نے اس کی ترجمانی اپنے

سیدھے سائے جملوں میں کر دی ہے۔ ان باتوں کو حقیقت بھی

سمجھ رہا ہوں اور حقیقت ہمیشہ بڑی تلخ ہوتی ہے۔“

”تم۔“ تم ایک اونی دلیے کے معمولی باوری ہو جیک۔“

کیکش نے غصے سے دانت بٹے ہوئے کھٹ آواز میں بولا۔ ”کوئی

بیخبر یا دلوانا نہیں ہو جو لوگوں کے شتبس میں جھانک کر آنے

والے حالات کی پیش گوئی کر سکو۔“ یوں بھی ایک دوست کے

نشتے سے تمہیں جمال کے بالے میں ایسی کالی اور نفوس زبان سے

ایسی باتیں نہیں نکالنی چاہیے تھیں جو تمہاری پست ذہنیت

کی بھی ترجمان ہوں۔“

”تم میری ذہنیت کے بالے میں جو چاہا ہوا اندازہ لگا لو لیکن

تمہارے فرضیہ تقدیر کے فیصلوں کو نہیں بدل سکتے۔“ جیک نے

ٹھیک سے نرم لہجے میں کہا۔ ”تمہارے فیصلے اہل ہوتے ہیں

جھین دوستی یا ممدوسی کے جذبہ بھی جس سے تم نہیں کر سکتے۔“

”جیک۔“ کیکش تلش میں آکر جھپٹا۔ ”کیا تم اپنی کالی زبان

بند نہیں رکھ سکتے؟“

”نہیں۔“ جیک نے اپنے گلے میں کھلی ہوئی صلیب کو چومتے

ہوئے کہا۔ ”میں جیسا کہ چاہتا ہوں۔“ یاسوئی پر لٹکنے کے باوجود

دانت گونگی سے باز نہیں آ سکتا۔“

”دو کڑی کے پادری کی کاشش آپ سے باہر ہو گیا ہے۔ اگر ہم حقیقت اور راست گوئی کو اتنا ہی پسند کرتے ہوتے پھر میری ایک بائیس گویں باندھ لو، درخشاں بھائی کی صحت بھی ان کی صورت اور سیرت کی طرح قابل رشک ہے اس لیے مستفیل قریب میں ان کے جمال سے رہ کر دیکھ جانے کا کوئی امکان نہیں البتہ تمہاری بیوی دل کے ایک ملک عادی میں ضرور مبتلا ہے اور ایسے مریض چار پانچ ماہ سے زیادہ اپنی حیات کا لڑچلنے نالوں کا اندھوں پر نہیں گھسیٹ سکتے۔ یہ ایک مریض کا تجربہ بول رہا ہے۔ اب کہو کیا اس حقیقت کا انکشاف تھا؟“

”بلے تلخ اور اذیت ناک نہیں کرنا، اور سلاو کا ساتھ بڑا مختصر اور بت کے اس شیلے کا اندہ ہے جو کسی وقت بھی بیٹھ سکتا ہے۔“

”کیا کاشش میرے دوست آکر فرائے بزرگ و برتر کی یہی مرضی ہے کہ وہ سلاوی کی محبت اور لافقت کو مجھ سے چھین لے تو میں اس سے کوئی شکوہ یا شکایت کرنے کے بجائے اس کی رضا کے آگے نہایت عقیدت سے مرعوب و ہرجاؤں گا۔“

”تم تمہاں نہائی بھی کر لڑھ مغز اور معقول شخص واقع ہوئے جو یہ کاشش تھے سے کاٹنا ہوا تھا کھڑا ہوا۔“

گھٹنگ نے بڑی تلخ صورت اور مفتی لکڑی لکڑی میں نے فردا ملافت کی اور کیکلش اور جیکب کے درمیان صرف یہ کہ صلح و مصفا کی کوئی بکرا نہیں ملے بھی ملوایا۔ جیکب کی باتوں نے ماحول میں تلخی کا جزو برکھول دیا تھا وہ آہستہ آہستہ جھٹک گیا پھر درخشاں اور سلاو باہر سے لیے مشروب است کو انیس رونق کا لکڑی بدل گیا۔ میں نے دل پر جبر کے منہ بانی شروع کر دیا، جیکب کو پھر تار مار اور کیکلش پر بھی ملے است کرتا رہا۔ بظاہر میں نے خود کو باکل مائل کر لیا تھا لیکن جیکب کی بات نہ جاننے کیوں غامدی کر بار بار میرے دل کی گڑبڑوں میں جھوٹا تھی۔ مجھے رہ رہ کر یہی خیال تار مار تھا کہ جیکب نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔

دوسرے روز میں تیار ہو کر حویلی سے نکلا۔ دیوان جی کی زبانی مجھے باہر کی تمام بایں معلوم ہوتی رہتی تھیں پلیرس کو ابھی تک جیون لال کی تکرار تھی لیکن اب انھوں نے اندھا و ہند چھاپے پائے اور گڈوں کی تلاش کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔ بظاہر انھوں نے یہ بھی مشورہ کر دیا تھا کہ جیون لال نے خود کوئی کرلی ہے اور اس کی سڑی لگی لاش ایک پرانے اندھے کو نہیں سے براہ مکرمل گئی ہے لیکن حقیقت صرف مجھے معلوم تھی شاید اس طرح وہ ذہیل نے کراچیاں جرم کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر لے اپنے جال میں دو بج لپٹا چاہتے تھے لیکن وہ خواب

دیکھ رہے تھے وہ تمام زندگی جیون لال کو گرفتار نہیں کر سکتے؟ اس لیے کہ وہ ان کی دسترس سے بہت دور جا چکا تھا۔ اچھی تھے جو ابھی تک سادہ لباس اور مختلف جلوں میں گم کوچوں اور مردلوں پر جیکب جگہ گھاٹ لگائے بیٹھے تھے۔ میں جانتے تھے کہ جیون لال ان کی لٹ پر اپنے سے سلاو دیوان جی کے ہاتھوں منوں منوں کے نیچے دفن ہو چکا تھا۔

میں گاڑی کی پچھل نشست پر بیٹھا حالات پر غور کرتا رہا۔ دیوان جی انتہائی خاموشی سے اسٹرنگ سنبھال رہے تھے۔ میں پہلی فرصت میں والد صاحب کے بزرگ دوست سے ملنا چاہ رہا تھا۔ جیکب کی باتوں نے مجھے الجھا دیا تھا۔ پندت ادم پر کاشش کی خاموشی پر بھی جیسے بڑا تھی وہ اگر انسان نیکستین کا مالک تھا اور فیصلوں کی قید سے آزاد ہو کر دلوں کے احوال پر غور کرنے کی طاقت رکھتا تھا تو اب تک اسے جان لینا چاہیے تھا کہ گروہادی لال کی موت کی اصلیت کیا تھی جیون لال بھی گدی طاقتوں کا شکار ہوا تھا ممکن ہے اسے گروہادی نے موت کے گھاٹ اتارا ہو۔ شاید ادم پر کاشش کو صورت حال کا علم نہیں تھا یا پھر اس کی فضا میں بھی کوئی راز تھا، کوئی خطر کا مصلحت پوشیدہ تھی جو وہ قبل از وقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کسی مناسب وقت کا انتظار رہا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے حویلی سے باہر سڑک پر پہنچتا ہوا اس خیال کے آئے ہی میرے اندر بے چینی شروع ہو گئی میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ ہوا مضافاتی علاقے کی ایک چھوٹی بستی کے قریب تھی۔

”دیوان جی! میں نے خود کو بھلانے کی خاطر دیوان جی سے پوچھا کہ آپ کیا تھا کہ یہ پندت چابری بڑی شیطانی قوتوں کے مالک ہوئے ہیں اور دلوں کا جید بھی جان لیتے ہیں؟“

”پندت ادم پر کاشش کے بایں میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے دریافت کیا۔ کیا وہ حالات سے باخبر نہ ہوگا؟ میرا مطلب یہ کہ اس نے اپنے جتنی خیر منتر کے ذریعے مل معائے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کی ہوگی؟“

”غروہادی ہوگی لیکن شیطانی قوتیں اور مافیہ قوتوں کے گنگ ہمیشہ بے بس ہوجاتی ہیں یہ میرا ایمان ہے۔“

”دیوان جی نے کہا ہے کہ اپنے خالے باز پر ہاتھ ڈالنے سے بڑے اعتماد سے بولے۔ میں نے ایک میان جی کا تعویذ باندھ رکھی ہے جو بڑے سلاو پندت پر کا دیں کے باپ بھی میری ہوائیں پاسکین کے ہاں اگر اوپر سے کھو دی گئی ہے تو پھر شہزاد خان کے فرشتے بھی دم نہیں

اسکے؟“

”مجھ سے دل چاہیے ہوئے کہا۔ شاید اسی لیے وہادی تھا کہ اوپر کوئی جتن منتر نہیں آزا سکا تھا۔“

”میں نے اسے سینٹیلے کا لونگ بھی لگا دیا تھا۔“

”مقاہرہ انشا بھی بڑا سچا ہے۔ میں نے غور کیا کہ غمخوار چل کر دھادی کے دل میں ترلڑ ہو گیا تھا اسی لیے وہ جاں بڑ ہو سکا۔“

”میں جو کچھ بھی ہوں بزرگوں کی جڑوں کا صدقہ ہے چھوٹے رکان۔ دیوان جی بولے وہ میان جی اللہ کو پیالے ہو گئے محفل نے مجھے تعویذ دیا تھا زہد ہوتے تو میں آپ کو ہاں ہی کے پاس لے جاتا۔ بڑا تیز اور جلدی کام کرتے تھے صورت دیکھتے ہی اندر باہر کی تمام کیفیت انھوں میں جان لیتے تھے۔ شاید صاحب بھی چڑے پیچھے ہوئے ہیں جس کے حق میں دعا کر دیں اس کے والے نیلے ہو جاتے ہیں۔“

”شاد صاحب کون؟“

”جہاں میں آپ کو اس وقت لیے چل رہا ہوں۔“

”دیوان جی نے وفات کر کے ہوئے کہا۔ پورا نام کو حضرت ابراہیم شاہ ہے لیکن مریدوں میں شاد صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ دلاور مرزا تیار کیا تھا کہ ایک بار وہ بدبخت بھی شاد صاحب کے قدموں میں ایک دنواست لے کر حاضر ہوا تھا لیکن اسے جو کھٹ ہی سے دھتکار دیا گیا۔“

”میں سمجھا نہیں دلاور مرزا نے ایسی کیا درخواست کی تھی جو اسے دھتکار دیا گیا؟ میں نے جیسے سے پوچھا۔“

”اب آپ کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا جمال سید۔“

”دیوان جی نے وہی زبان میں کہا تھا کہ آنکھوں کی خرم دیا بھی رکھنا پڑتی ہے رہنے کا خیال بھی ہوتا ہے؟“

”پھر بھی کچھ خیر تر چلے کر بات کیا تھی؟ میں نے دل چاہی کا انداز کرتے ہوئے کہا۔ آپ کو تو معلوم ہوگی اس کی درخواست؟“

”میں تو دلاور مرزا کی رگ رگ سے واقف ہوں۔“

”دیوان جی بولے یہ بڑا جلتا مرد ہے جتنا اوپر سے دکھائی دیتا ہے اتنا ہی اندر بھی ہے۔ دیکھنے میں مرل لڑا تا ہے لیکن اس کی نفس میں بکلی بھری ہوئی ہے۔ کوئی نہ پر آتا ہے تو بڑے بڑے سرور افسل کا پتیا پانی کو تیا ہے لیکن جہاں اس کا اندر ترلوں غریباں ہیں وہاں ایک خزانہ بھی ہے۔“

”لنگوٹ کا بڑا چکا اور سچا ہے لیکن نظر کا ذریعہ واقع ہوا ہے۔“

”الو کا پتھا ایک لڑکی کو مار کر لے گیا ہے۔“

”شاد صاحب کے پاس تعویذ لینے پہنچ گیا تھا۔“

”مجھے معلوم ہوا تو میں نے بھی اسے جی جیکر گا سیاں میں پھر

جاکر شاہ صاحب کے پیروں پر مردکھ دیا تب کہیں ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا ورنہ اگر جلال میں کوئی مدعا ماننے سے کھل جاتی تو دلاور مرزا کے ساتھ ساتھ میری گنجی بھی آجاتی؟“

”یہ دلاور مرزا کرتا کیا ہے؟“

”میری خدمت کرتا رہتا ہے چھوٹے سرکار۔“

”دیوان جی بڑے پیالے بولے۔ اس کے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔“

”ایک ماہ مجھ سے مکر لینے کے گھنڈے میں میرے سر کی ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا اس وقت اس کی نیس بھی نہیں بھونکی تھیں۔“

”کسی کے کہنے میں آکر موت کو دعوت دے بیٹھا تھا مجھے ترس آیا تو میں اسے اپنے پاس اٹھا لیا۔ آٹھ سال پرانی بات ہے۔“

”سے میرے سر کی ٹھکانے کا ہو کر دیا گیا ہے۔“

”مجھے اپنی اولاد کی طرح عزیز ہے۔“

”دیوان جی مجھے دلاور مرزا کی کافی سننے سے پہلے انھوں نے ایک نیم گھنٹہ مکان کے قریب گاڑی رکھ دی جہاں نیم کے درخت کے نیچے ایک مقصدیاتی بزرگ چٹائی پر انھیں بندھے بیٹھے تھے ان کے سامنے دل بارہ عقیدت مندوں کا مجمع دم ساتھ ساتھ خاص کاشش بیٹھا تھا۔“

”میں نے گاڑی سے اتر کر ایک نظر شاہ صاحب کے نورانی چہرہ پر فرمایا پھر لپٹ کر جھکا کر اپنے قدموں کے بڑھا اور ہجوم کی پچھلی قطار میں کئی زمین پر آلتی پالتی ماکر بیٹھ گیا۔ دو چار نظریں میری جانب انھیں پھر جھک گئیں پھر دیوان جی بھی آہستہ سے میرے برابر بیٹھ گئے۔“

”خندہ منٹ ایک شاد صاحب مزانے میں بے پیرا انھوں نے ایک لمٹ آنکھیں کھول دیں۔“

”ان کی آنکھیں نورانی چہرے سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی تھیں ان میں خون تیز تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے انھیں کچی نیند میں جھپٹ کر زبردستی جگا دیا گیا ہو میں ان کے آہنی ہاتھ کی جانب ذرا متوجہ کر گیا پھر انھیں سمجھا تھا لیکن سمجھ کھولنے ہی انھوں نے جس انداز میں گردن کو تھمے کر گردن میری طرف دیکھا اس سے یہی ظاہر ہوا جیسے انھیں میری آمد کا علم چاہا گیا ہوا تھا۔ ایک لمٹے کو ہادی نگاہیں جادو میں ہیں ان جلالی نظروں کی تاب نہ لاسکا جلدی سے نگاہیں زمین پر گاڑ دیں سمجھ لیں لگ رہا تھا جیسے کہ بن میں ان نظروں کی تاب نہ لاسکا۔ ایک آگ سی لگا دی ہو میرے دل کی دھڑکیں میرے قلوب سے باہر ہرودی تھیں مجھ پر ایک عجیب سی ہوش اور سرستی کا جذبہ طاری ہو رہا تھا۔“

”تم آؤ کارہاں! تم آگے! شاد صاحب کی نرم رانھوں آواز میرے کانوں سے عزائی تو دوبار تھا اور سن رہا تھا۔“

• وہاں پاگل میری راد میں روڑے اٹکاتے ہیں بھر پڑھتے تھے۔
• میں لوہری ناٹھل پر کھڑا ہوں۔ میں نے تڑپ کر کہا۔
• تڑپ کر اٹھا ہوا ہوں۔ یہ شاہ صاحب سے پرچا ہوا
جلال آگیا۔ جب تک تیری بنیادی بنال نہیں ہوتی تو جھٹکتا
لے گا۔

• مجھے آپ کی بدعاؤں کی نہیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔
• میں نے بزرگ کال کے جلال کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ میں اس
آستانے سے خالی ہوتے نہیں جاؤں گا۔
• میں کہتا ہوں جا۔ چلا جا۔ شاہ صاحب نے مجھے دھکاتے
ہوئے کہا۔ یہ بھیک مانگتے نکلا ہے اور چھوٹی بھول لے لیے گھر آگیا۔
• پہلے جا کر اس روکو لے۔

• ”میں پاگل ہوا ہوں گا میرے محترم۔ میں سب کا اٹھا۔
• میں اس آستانے کے چھوڑنے سے سر ہٹا کر کھانا لے لوں گا۔
• لیکن خالی نہیں جاؤں گا۔“
• شاہ صاحب سے بڑے بڑے غم دھننے کی ملی کیفیت
ظاہر تھی وہ میری کس بات پر غصا ہوئے تھے اس کی تہہ
سب سمجھنے سے عادی تھا پہلے انھوں نے مجھے بڑی شفقت
سے گفتگو کی تھی پھر ک نفرت بھرا لٹھے اور مجھے دھکاتے
گئے مگر میں نے طے کر لیا تھا کہ ان سے کچھ لے لیتے نہیں لوں گا۔
• میری تقدیر میں اگر سر ہٹا کر مرنا ہی لکھا تھا تو مجھے یہ بھی منظور
تھا۔ شاہ صاحب مجھے سخت نظروں سے گھومتے رہے۔ ان
کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا بار بار وہ ہاتھ
اٹھا کر دینی ران پر ملتے تھے اور بے چینی سے یوں سر جھٹکتے
گئے جیسے کسی شہ ذہنی مفلک میں مبتلا ہوں کسی اندر فی
کشی کش سے دوچار ہوں بھی نظریں اٹھا کر آسان کی سمت

• مجھے دعا کے ساتھ ساتھ دعا کی بھی ضرورت ہے۔ میں نے
اتجا کی گنگنی طاقتوں کا زور بڑھا دیا ہے۔
• میں سب جانتا ہوں میان بھگت دیکھا۔ جو بیت کہا ہے
اور جو کچھ میں آئے والا ہے لیکن جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ
ہر حال میں پورا ہوگا۔

• مجھے سکون کی تلاش ہے۔ میں تڑپ کر لولا۔ میں پت
جا رہوں کہ شر سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں۔
• زخم کھلے۔ دو۔ یہ ماسور ہیں گئے تو پھر دنیا کی کوئی
طاقت انھیں پریشان نہیں کرے گی۔ شاہ صاحب نے معنی خیز
انداز میں جواب دیا۔

• میں سمجھا نہیں میسرے محترم یہ میں نے کہا۔ آپ کس
زخم کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟
• ”افسوس۔ افسوس۔ اچانک شاہ صاحب نے ہاتھ ملنا
فروع کر دیا۔ ان کی حرکتوں میں اضطراب کی شدت میں موجود
قبیل بچرہ آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر بولے۔ تیری
شان ہے میرے مالک جسے جانتا ہے لازماً تسلیم ہے۔
• ”میں اب بھی کچھ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میں نے الجھے
ہوئے کہا۔ میری رہنمائی فرمائیے۔“

• ماں کی قبر پر جلدی جلدی حاضری دیا کر۔ تیری مراد
وہیں سے پوری ہوگی۔ شاہ صاحب نے چینی سے جواب
دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ کوئی بات ان کی زبان تک آئے
اُتے رہ جاتی ہے۔ وہ کھل کر کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن زبان
میں کثرت آجاتی تھی۔

• ”قبلہ محترم۔ میں نے عاجزی اختیار کی۔ کیا میں بیان
سے خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں؟“
• شاہ صاحب میری بات سن کر پھر تذبذب کی کیفیتیں
سے دوچار ہو گئے۔ کچھ دیر تک ہاتھ ملنے لے پھر آنکھیں
بند کر لیں۔

• ”میں میسرے محترم۔ نہیں۔ میں چیخ اٹھا۔ آپ سے
مروم والد کے دوست ہیں میں دوستی کے اسی مقصد کے لئے
کی ڈوڑھ سے بیان تک آیا ہوں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا
انکار۔ مالوسی مرا متقدیرن بھی ہے تو پھر میں یہیں اپنا
سر بھونک کر جاؤں گا۔“

• ”نہیں۔ شاہ صاحب نے جلدی سے آنکھیں کھول کر میرے
اضطراب کا اندازہ لگایا پھر نکتہ آواز میں بولے۔ ”میرے
کر۔ میری بات مان لے اپنی والدہ کی تڑپ بار بار مافوری
دیا کر جوتا ہے میں نے طے کیا۔“

• رہا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ چلے دن جینوں اور جینے صدرا
میں کیوں نہ تبدیل ہو جائیں میں اس آستانے سے بے نیل
واپس نہیں جاؤں گا۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ بزرگ
مطلوب کے لئے استغراق بنیادی شرط ہے چنانچہ میں نے مستقیم
ہادی پوری ہو گئی۔ اپنی جگہ جا بیٹھا رہا۔ دیران بھی نہ پڑ
ہرگز پہلو بدلا شروع کر دیا تھا متعدد بار انھوں نے مجھے آواز
دی کہ ہاتھ پیر کر ملنے جلانے کی کوشش بھی کی لیکن میر
شاید ہر بات سے بے نیاز ہو کر ڈوب گیا تھا۔ مجھے مالوسی
ٹھکانیں بڑا پڑا۔ شاہ صاحب نے اپنا مراقبہ ختم کر دیا۔ نظرا
اٹھا کر میری طرف گھورائیں اور کھڑے لگے لیکن میں نے
نظریں نیچیں نہیں کیں۔ مجھے اپنے اندر اس کی سنگتی محسوس ہر
تھی میں تجلس رہا تھا، خاکستر ہر زبدا تھا، اشعلوں کی پیش
مجھے تدریج راکھ کے ذخیر میں منتقل کر دینا چاہتی تھی محرم
اپنی جگہ ڈنڈا دیا، اگر اس وقت لغزش آجاتی تو پھر میر
ریاضت کا زبان ہونا بھی میں ممکن تھا۔ کئی لمحوں ہی گز
گئے۔ بزرگ کال مجھے نگاہوں میں لگا ہوں میں ٹوٹنے لپٹے پھر نہایت
نرم اور شفقت بھرے لمحے میں بولے۔

• ”میاں۔ تم مولوی اصف حسین کے صاحب زان ہو۔
• ”جی ہاں۔ میں نے ہاتھ باندھ کر باور جواب دیا۔
• آپ کی خدمت میں اپنی بیٹا سنانے حاضر ہوا ہوں۔
• ”مجھے علم ہے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ وقت کی ناسا۔
• گردش نے انھیں الجھا رکھا ہے۔“

• ”میں مل کی تلاش میں جھٹکا ہوا ہوں قبلہ محترم آپ
کی مدد کی ضرورت ہے۔ میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔ بڑی
آس لے کر بیان تک پہنچا ہوں۔“

• ”شرک کی باتوں سے پرہیز کی عادت ڈالو۔ شاہ صاحب
تیزی سے بولے۔ ”جو کچھ مانگا ہو میں اوپر دلے سے مانگو۔“
• ”مجھے ویسے کی ضرورت ہے۔ میں نے انکار دی سے کام
لیا۔ آپ ہاتھ تھام کر اس نے راتے پر لگا دیں باقی سفر
میں غور طے کر لوں گا۔“

• ”جو درد سوں کی انگلی تھام کر چلنے کے عادی ہوں۔ وہ
محتاج کہلاتے ہیں۔“
• ”گھپ اندھ جسے میں روشنی کی ایک کرن بھی جھٹکے پڑ
کر راہ دکھا دیتی ہے۔“
• ”مٹھائے والد بھی صدی طبیعت کے مالک تھے۔ شاہ
صاحب نے مجھے بار بار میری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے
تھی میں نیلی چھتری والے سے دعا کروں گا۔“

• بزرگ کال مجھ سے مخاطب تھے لیکن میری ہمت نہیں
ہو رہی تھی کہ نظریں اٹھا کر ان نگاہوں سے نکالیں جا کر سکتا
جن کی چھینا کجی تک میں اپنے تن بدن میں محسوس کر رہا تھا۔
• ”جمال میاں۔ دیوان بھی نے مجھے کتنی سے ٹھوکا دیا۔
• ”میں دوبارہ سرگوشی کی نظر اٹھائیے۔ شاہ صاحب آپ
ہی سے مخاطب ہیں۔“

• میں نے ہمت کر کے ہنسل چہرہ اونچا کیا۔ ”ڈرتے دلتے
نظریں اٹھا میں لیکن شاہ صاحب دوبارہ مرا تجھ میں جلنے
تھے مردوں کی نگاہیں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں۔
• شاید انھیں میری خوش قسمت پر رشک آ رہا تھا کہ میں اتنی
جلدی شاہ صاحب کی نظر غایت کا مستحق کیوں ہو کر گیا ان
میں سے کچھ لگا ہوں میں نفرت بھی تھی غافلہ وہ میری سیاہ بستی
پر نام نہاں تھے میری بد بستی کا طال کر رہے تھے کہ ایک پر
مرد اور بزرگ کال نے مجھے مخاطب کیا اور میں نظریں جھکائے
بیٹھا رہا تو مجھے بھی اپنی طاقت کا احساس بڑی شدت سے
ہوا۔ ہاتھ کیوں میں مجبور تھا میری توت گویائی سب مرگوشی
تھی تو میں زبان صریح بلانا۔ میری نظریں آپ ہی آپ
جھک گئیں اور اب وقت گزر چکا تھا۔

• شاہ صاحب دوبارہ مرا تجھ میں چلے گئے تو مردوں نے
ایک ایک کے وہاں سے اٹھنا شروع کر دیا۔ وہ آہستہ سے
اٹھتے لٹے قدموں پیچھے ہٹتے پھر کمر کے قہقہے کے انھا
کے طور پر جھٹکتے اور آہستہ سے لٹ کر واپس چلے جاتے وقت
تیزی سے گزرتا رہا وہ پھر کادقت ہوا تو دیوان بھی نے مجھے
کھانے کا یاد دلایا لیکن میں نے دیوان کی بات کو کوئی جواب
نہیں دیا تنگی باندھے شاہ صاحب کو پھینکا رہا۔ دوپہر کے
بعد شام آئی اور وہ بھی گزرنی۔ جالوں کی جھانک جیسے چھیلنے
گئے تو ایک معصوم بچی نے جلتی ہوئی لائین لاکریم کے تنکے
قویب رکھ دی اور چپ چاپ واپس ہو گئی شاہ صاحب
بستور لٹے میں تھے اور میں بھی اپنی جگہ جیسے پتھر کا بن گیا
تھا نفرت اور محنت کا سہا پہلے نہ ہوں سے مرٹ چکا تھا۔
• میری نظریں اس روانی پر سے پرچمی ہوئی تھیں ہو کسی اور
دنیا میں منتفرق تھا۔

• ”جمال میاں۔ دیوان بھی نے مجھے شانے سے پھل کر کہا۔
• ”میرے میں سب لوگ پریشان ہوں گے۔ اندھیا چل چکا ہے۔
• میں نے دیوان کی آواز سن کر بھی مجھے ایسا لگا جیسے کوئی
دور سے مجھے مخاطب کر رہا ہو میں نے اس آواز پر بار بار وہاں
نہیں دیا۔ پوری توجہ اور انہماک سے منگی باندھے شاہ کی روکھٹا

رومانی ناول		
زیب	حمیدہ جمیں	75/-
شان بریدہ	حمیدہ جمیں	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جمیں	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جمیں	75/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

دیکھتے آدھ ہوت بجانے لگے کبھی ان کی آنکھوں سے ایک کچھنے لگے پھر وہ مجھے سرخ سرخ نظروں سے گھورتے ان نگاہوں میں نفرت اور محبت کا ملا جلا احساس موجود ہوتا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ ان ہی منٹا کی کیفیتوں سے دوچار رہے پھر چھلکا اپنے ہاتھ میں لپی ہوئی تسبیح زرد سے میری طرف پھینکی اور اس سے مجھے دھتکا لٹے ہوئے ایک بار پھر رانجے میں چلے گئے۔

لکھاؤ کی آنکھوں سے ملا پھر شاہ صاحب کو دیکھتا ہوا اٹھا اور گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں خالی ہاتھ وہاں سے نہیں آیا تھا۔ شاہ صاحب کی تسبیح میرے لیے کسی تبرک سے کم نہ تھی میں نے بڑی عقیدت سے اسے چوم کر شریفانی کی انڈونی جیب میں رکھ لیا۔ دیوان جی نے گاڑی کی رفتار تیز کر رکھی تھی سب اب احساس ہوا تھا کہ حویلی سے میری طویل غیر حاضری نے فقینا سب کو پریشان کر دیا ہو گا۔

مشائے ذرا بعد ملنے والی کے حوالے میں تم لکھاؤ درخشاش کے علاوہ جب تک اسلو یا اور کیا کٹش بھی میرے منظر تھے۔ ایک دو ملازم بھی پریشانی کے عالم میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ درخشاش کی نظروں میں میرے لیے اعتدال و سلاطین چلے تھے کیلکاش مجھے دعاست طلب اور معنی خیز نگاہوں سے گھورتا تھا۔ اسلوانے مجھے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا لیکن جب تک اس وقت بھی حاققت سے کام لیتے ہوئے تھا۔

اب بتاؤ کیا کٹش جی۔ سسٹریل یا کچھر کس کے ساتھ چل رہا ہے؟

یار جب تک یہ کیلکاش تھلا کر لہلا۔ کبھی تو موقع مل دیکھ کر بات کر لیا کرو۔

اور تم جھاس رزمیری بیوی کی موجودگی میں مجھے مار یا کے ساتھ تھی کر سہے تھے۔ جب تک منہ بنا کر بولا۔ کیا وہ مذاق مناسب تھا؟

میں جب تک اور کیا کٹش کر لیں میں اٹھتا چھوٹا کر اندر آیا تو درخشاش نے مجھ سے کوئی باز پرس کرنے کے بجائے بڑی نیت سے کہا۔

”آپ چل کر غسل کریں۔ میں لباس لے کر آتی ہوں نہانے سے دن ہو گا لیکن دور ہو جائے گی۔“

درخشاش نے میں نے ہنگے بڑھ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں دیکھ کر ان فاسب رہا۔

مجھے آپ پر مکمل اعتبار اور بھروسہ ہے جان البتہ آج

آپ نے اتنی دیر لگا دی کہ مجھے ہول اٹھنے لگا تھا۔ درخشاش مسکرا کر پار سے جواب دیا تو میری دن بھر کی سکان دور ہو گئی۔ میں دوہل اپنے والد کے ایک پرلے بڑا بگ دوسرے کے پاس چلا گیا تھا۔ میں نے صاف گوئی سے کہا کہ وہاں بے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔

”آپ نے بہت اچھا کیا جان میں بھی آپ کو مشورے والی تھی کہ آپ بڑی نگاہوں اور پروں کی صحبت میں اٹھ جائیں۔“ اس شوشے کی کوئی معقول و غیر بھی ہوگی پھر میں نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

”ہو سکتے ہیں حالات نے مجھے وہم میں مبتلا کر دیا ہوگا۔ میرا دل بار بار یہی کہتا ہے کہ تاجا جی اور ان کے دوست بڑت چکاری ہیں جس کو کچھ اور چین سے نہیں رہنے دیں گے۔ درخشاش نے اس لیے میں کہا۔ مجھے یہ خیال بھی تھا کہ تاجا جی کے پاس زیادہ دنوں تک تھا دے سلتے میں پناہ نہ لے سکوں گی اور یہ گندی حاققتیں مجھے تم سے دور کرنے کے لیے موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گی۔“

درخشاش نے میں پیچ اٹھا۔ مجھے جب تک کے ہوئے چلے باؤ آگئے۔ میں نے درخشاش کو دوری شدت سے اپنی باتوں میں سینے سے لگا کر کہا۔ افسوس کے لیے ایسی باتیں بولنا یا زور نہ میرا دل فلوں کے احساس ہی سے پھٹ جلتا تھا۔ میں محتاج تیز زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مجھ پر ہمیشہ ایک ساتھ رہیں گے۔ ایک ساتھ جنیں گے، ایک ساتھ مرں گے۔ وہاں کو دل سے نکال دو درخشاش بڑت چکاری ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیا تم نے اپنے پیر بابا کو تمام باتیں بتا دی ہیں؟

درخشاش نے معصومیت سے پوچھا وہ کیا کہتے ہیں؟

”انہوں نے بھی یقین دلایا ہے کہ گندی حاققتیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی، کچھ وقت پریشانیوں میں ضرور گرنے چھو سکیں اس کے بعد راحت ہی راحت ہوگی۔ میں نے درخشاش کو تسلی دی۔

ایک بات پر بھوں جال؟ درخشاش نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بڑی اپنا نیت سے کہا۔

”پوچھو جان من۔ تمہیں بھارت کی کیا ضرورت ہے؟“ آپ کو میری جان کی قسم کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ درخشاش نے مجھے اپنی قسم دی پھر بولی۔ ”میرا جاری لالہ بالٹی اور جیون لالہ کی موت کا کیا قصہ ہے۔ ڈیڑھ تھنہ دیا خود جاری حویلی کی تلاش کیلئے کیوں دھڑا جلا آ تھا۔“

درخشاش کے اس اچانک سوال نے ایک لمحے کو مجھے بوکھلا دیا۔ اس نے مجھے اپنی جان کی قسم کے کرغیب محضے میں

دیا تھا کچھ دیر تک میں خاموش رہا پھر میں نے دل پر بھرے شروع سے آخر تک کی تمام تفصیل درخشاش کو سنا ڈالی۔

یہیں تھا کہ ایک نہ ایک دن کسی رسمی طرح اسے حالات ضرور بہر حال اس روز وہ مجھ سے شکوہ اور شکایت کر سکتی اس لیے ابتدائی میں اس کا حالات سے باخبر ہو جانا وہ مناسب تھا۔ وہ دوسروں کے مقابلے میں مجھے بہتر طور شوق سے دیکھ سکتی تھی۔ میں نے شاید اب تک اس سے تمام میں پوشیدہ رکھ کر غلطی کی تھی میرے ذہن میں ہر جرح اور تھوڑے خاں کو راز دار بن لینے کے بعد بڑی حد تک کم ہو گیا۔

خشا نہایت خجید کی اور غور سے میری باتیں سنتی رہی پھر بی بی پر والی نے مسکرا کر بولی۔

”فی الحال آپ نانا دھو کر تازہ دم ہو جائیں کھانا کھا کر دیر آرام کریں پھر رات کو اطمینان سے باتیں ہوں گی۔“

رات کو تھکے ساتھ سنجیدہ رہنا بڑا دشوار ہے میں نے درخشاش کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری عادتیں جو خواب کر لگی ہیں۔“

”خیر میری کس۔“ درخشاش نے میری نگاہوں کی گری سے غل کر خراٹے ہوئے کہا پھر وہ لاس لینے چلی گئی تو میں ٹھٹھانا ہوا غسل خانے میں ٹھس گیا۔



کیوں کے دروازے پر ہونے والی تیز دھک کے ساتھ ہی ایک کی آواز بھی میرے کانوں سے ٹھوٹتی تھی میں نے گھڑی نظر ڈالی اس وقت شام کے پانچ بجے تھے۔ ڈائری کو نہ دیکھنے لے ملدی سے امدادی میں نکلا پھر ایک کروڑاڑہ کھول یا جب تک اندھی اور طوفان کی طرح وہ نہانا ہوا کیوں میں ہل والاس کے چہرے پر بڑوں کی کیا کیفیت ظاہری تھی سرج مرخ آج بھی کسی آتش نشان کا منظر۔ شیش کوڑی تھیں ٹوٹے ہوئے تنفس اور غصے کی شدت کو کمزور کرنے کی خاطر وہ ہاتھ بڑا آگے بڑھ کر میرے سینے پر بیٹھ گیا۔

جب تک وحشت قابل دیدنی تھی میں نے کہیں سے باہر نکل کر بیٹھ گیا۔ کیلکاش وہاں موجود نہیں تھا البتہ باہر کا معاملہ بعد پیا رنگ ملا تھا لہذا کھانا آسمان تھنڈی تھنڈی داکے جھونکے اور دو ٹک پھیلے ہوا ٹیکوں سمندریں کی لہریں لگا لگا لاتی ایک دھڑکے سے ہم خوش ہوا میری تھیں غور سے پرے کیوں کے سامنے کوئی بھی نہیں تھا میں نے سوچا کیا کیلکاش نے پھر جب تک کسی دھتکتی دگ کو چھیڑ دیا ہوگا

میں نے پلٹ کر اسے دیکھا وہ ابھی تک اپنی بکی بکی سانسوں پر تالو پلانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

”کیا بات ہے میرے دوست؟ میں نے پوچھا۔ یہ تم اس قدر دہم ہو رہے ہو کہ اس لیے نظر آتے ہو؟“

”نہیں... میں... اسے کوئی ماؤں کا۔“ جب تک تھیں میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

”کیلکاش کی بات کر رہے ہو؟ میں مسکرایا۔

”وہ بھی قابل گردن زدنی ہے۔“ جب تک بدستور ہونے لگے جواب میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں لیکن

بے ہودہ مذاق کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ مقدس مسیح کی قبر اگر وہ بے لباس، میرے سامنے آتی تو میں اس کا خون پی جاؤں گا۔

”کیا مطلب؟ میں پوچھا۔ کون تھا اسے سامنے لایا؟“

”آسنے والی ہے۔“

”روپا۔“ جب تک مل کر کہا۔ ”کیلکاش نے اسے سمجھا یا؟“

”کہا اگر میں لاسا کے حق میں صدق دل سے دعا کروں تو اس کی ذہنی حالات اعتدال پر آ سکتی ہے۔“ وہ دباؤ نازل ہو سکتا ہے۔

”اودہ۔“ میں زریب مسکرایا۔ ”جہاں تک دعا کا تعلق

طنز و مزاح

100/-	خیاء ساجد	منتخب مزاح پارے
120/-	خیاء ساجد	ممتاز ادیبوں کے منتخب خاکے
200/-	خیاء ساجد	منتخب شگفتہ شو پارے
100/-	خیاء ساجد	سرچیکل وارڈ
150/-	خیاء ساجد	مزاح مزے کا
90/-	خیاء ساجد	منتخب شاہکار شخصي خاکے
120/-	خیاء ساجد	منتخب مزاحیہ مضامین

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور نمبر 2

سے تو بحیثیت پادری کے تم پر فرض ہے کہ ضرورت مندوں کے لیے اپنی مذہبی خدمات پیش کرتے رہو۔ لیکن۔ روپاکو اس طرح آنے کا مشورہ کسی نے دیا ہے؟

ماسی مریجن کی دوس نے یہ جیکب انتہیت سے کہنے لگا۔ اس نے روپاکو یاد دلایا کہ اگر اس نے اس طرح میرے سامنے جھولی پھیلائی تو میں ہر قیمت پر اس کی مراد پوری کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

وہاں سے کام لینے کی کوشش کرو میرے بھائی۔ میں نے نہایت سنجیدگی سے جیکب کی دھتور سے لطف اندوز ہونے کو جواب دیا۔ جب روپاکو اس طرح ہمتا سے سامنے آجائے گی تو پھر وہیں کہاں سے چھپائے گی، وہ مراد پوری ہونے کا سوال تو میرا خیال ہے کہ خداوند باجی کا ہوگا۔

تم۔ جی ہم ملنا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔ جیکب نے مجھے حیرت سے گھڑا۔ میری حماقت تھی تو تم جیسے فنکاروں کے ساتھ سفر پر آنے کو تیار ہو گیا لیکن میں جزیہ جی سے آگے نہیں جاؤں گا۔

کیا مطلب کیا تم بھی روپاکو اور لاسا کے ساتھ اگلی بند گاہ پر اتر جاؤ گے؟

جیکب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھم لیا۔ اسی وقت کیکش کہیں میں داخل ہوا اور جیکب کو گھولنے ہوئے نہایت سنجیدگی سے بولا۔

تم۔ یہاں جمال کے کہیں میں کہیں آگئے؟

میں جنم میں جی جاسکتا ہوں تم کون ہوتے ہو پھر سے پوچھنے والے۔ جیکب جھٹکا گیا۔

ختم آنا چاہیے نہیں پادری ہو کر یہ چاہتے ہو کہ ایک مجبور دے ہلاکین اور خود روئی اور آدمیوں کی موجودگی میں اپنے جسم کی نمائش کرے؟

کیکش ایک دم ہی بڑھتا چلا گیا کہ بولو جواب دو۔ کیا تمہاری عزت اسے گوارا کرے گی، ہم آؤ کم مجھے تم سے اس لیے ہوگی کی توقع نہیں تھی۔

تصہ کیا ہے؟ میں نے کیکش کی خوب صورت اور کاری اور کیکب کو کھلا ہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے انجان بن کر پوچھی۔

کچھ نہیں۔ کیکش جیکب کو کھلی جانے والی نظروں سے گھومتے ہوئے بولا۔ روپاکو اپنے ساتھی لاسا کی دماغی حالت کی وجہ سے بے حد پریشان ہے اور اپنی دلی۔ کا اشرار واد نے کو اس گھرنے بابا سے لاسا کے حق میں دعا کرنا چاہتی ہے۔

وہ کن میرا فرض ہے۔ جیکب کیکش کو تھوڑا دیر نظر دے

میں نے گھومتے ہوئے کہا۔ لیکن روپاکو لیسابے ہودہ مشرق کیل دیا ہے؟

وہ میں نے تمہاری آسانی کے لیے کیا تھا۔ کیکش تیزی سے بولا۔ تم ہندو دھرم کے دیکھو رواج اور عقیدوں کے لیے میں کچھ نہیں جانتے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے میں بڑی بڑی تہی سادہ لوگوں کو بھی ایسے ہی عجیب و غریب میں لوہا کرتے دیکھ رہے۔

دھم۔ خداوند دھم یہ جیکب نے استغفار کیلئے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیشا شروع کر دیا۔

مروت۔ کیکش نے سپاٹ آواز میں کہا۔ روپاکو اس وقت تھکے پاس آنے کا ارادہ ملتی کر دیا ہے۔

مروت۔ بہترین ہوگا کہ تم روپاکو کبھی دوتہ میں نے جیکب حماقت میں کیکش سے کہا۔

روپاکو خود سمجھو داد ہے۔ کیکش نے سنجیدگی سے۔

جواب۔ اس وقت جہاز پر فحشی چل رہی ہے۔ غلطی افراد اور دھڑکھڑکتے پھر رہے ہیں ایسی حالت میں وہ بھی ملے کہیں سے۔

میں نے اپنے اندر سے کہنے لگا۔

اس نے فیصلہ کیا ہے کہ رات کو ٹھیک بارہ بجے جب میرے عیب خانے طاری ہوں گے اور ہندو کی مچھری ہوئی ہو جائے

جبری تھا کہ سرخواری ہوں گی وہ بھی کسی سنگدل پادری کو کرنا کیکش پرش ہو جائے گا عزم سے کہ اپنے کہیں سے نکالے۔ تم۔ تم۔ جیکب ہٹکاتے لگا۔

آج کی رات روپاکو آخری رات ہوگی جب وہ لا کے لیے اپنا دھن پھیلا کر فادہ جیکب دھم کی درخواست کر سکتی کیکش نے نہایت ڈرامائی انداز میں سرواۓ ہو کر کہے۔

اگر آج وہ کامیاب نہ ہوئی تو پھر دلی اور دلت تاجی اس پکڑ نہیں کریں گے کل کا سوچ اسے ہم سے جدا کرنے کا وہ۔

والی بند دگاہ پر لاسا کا ہاتھ تھامے اپنی انجین کی اسٹیم سے اپنے منہ سے فادہ جیکب کی کڑیل ہوائی کو حسرت جبری بکا ہل سے دھکتی ہوئی جہاز کی سڑھیوں کے ذریعے تیزی سے نکلی پڑا دھن پٹ جانے کی۔

تم آسانی گھٹیا ادا ہے ہودہ تم سے کہتے ہو۔ جیکب نے عاجز آ کر روٹنے والے لمبے میں کہا پھر تیز تیز قدم اٹھاؤ۔

میرے کہیں سے باہر چلا گیا۔ میں نے اسے دیکھ کر آواز میں کہا۔

کیکش اس نے نکلے کے جانے اپنی رفتار اور تیز رفتاری سے۔

بڑا معصوم اور دل چاہی آدمی ہے۔ کیکش نے سنا ہونے کا اگر نہ ہوتا تو جہاز کا سفر انسانی ہمدردی اور ہمدردی

میرا خیال ہے کہ اب جیکب کو کل صبح تک اس کے کہیں سے نکال دیا جاتا ہوگا۔ میں نے مسکرایا۔ پھر خود کی اختیار کرنے میں مدد دیتا تھا۔ کیا تم نے دوبارہ لاسا کا معائنہ کیا تھا؟

ہاں۔ مگر میں ابھی تک اس کی بیماری کی وجہ نہیں فرماتے کر سکتا۔

ذہن پٹ جانے کے لاکھوں بنانے ہو سکتے ہیں۔ میں نے جلدی سے کہا۔ میڈیکل سائنس کیلئے پانچ پانچ کی نشاندہی تو کسکتی ہے لیکن ہر قسم کی غصوں و جربانے سے فائدہ ہے۔

پھر کئی معمولی صدمہ بھی پچھلے انسان کو دوبارہ بنا دیتا ہے۔ اسے تم کیا کہو گے؟

میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ناز میں کچھ ایسے ہی حالات کا شکار ہوا تھا۔

میں سمجھ نہیں۔

میرا خیال ہے کہ کچھ گندی طاقتیں بکری عقاب میں بھی اپنا جال پھیلا رہی ہیں۔ کیکش سنجیدہ تھا۔

غصوت کردہ میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

ایک رات کی بات اور ہے کل اس سیاحی جوئے کو اگلی بند گاہ پر آنا دیا جائے گا۔

لعنت بھیجو۔ کیکش نے بھی سر جھٹکے ہوئے کہا۔ ہم بلاوجہ اپنا وقت فضول باتوں میں کیوں برباد کریں۔ آؤ باہر دوش پر کچھ دیر چل قدمی کرتے ہیں ٹھنڈی ہو کر کچھ تم جوتے لیتا ہمارے اعصاب کچھے فرحت بخشن ثابت ہوں گے۔

میں کہیں بند کر کے کیکش کے ساتھ دوش پر لگایا جا رہا تھا کہ بشیر افراد اور دھڑکھڑکتے کے قریب کھڑے کھڑے آسمان اور زمین سے منہ کی پر سکون لہروں سے لطف اندوز رہے تھے

جیسے مجھے کٹرول روکے آگے کھڑا نظر آیا۔ اس نے زمین نظروں سے نکال کر تھی اور نہایت انہماک سے کچھ دیکھنے میں مشغول تھا جہاز کا بڑا بڑا کپتان ایلٹے حسب معمول اس وقت بھی اپنا بائیں منہ میں جانے پر مشغول رہا تھا اپنے ذہن کے صحنے میں وہ کچھ زیادہ ہی مستعد اور چاق و چوبند نظر آتا تھا فرمت اور دلی فرمت نہ ہونے والے اوقات کا بیشیز جھٹکے وہ ٹپکے کے افراد کے درمیان گرانا لے گا وہی تھا یہی وجہ تھی کہ اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات جبری عقاب کے کانوں کے لیے علم کا درجہ رکھتی تھی۔

ہم شلے میں ایلٹے کے قریب جا کر کھڑے تو اس نے بڑا اوبے میں سلام کیا پھر کیکش کو دیکھ کر سرتوڑنے لگا۔

کیکش خیال ہے میرے عزیز۔ دھیل کے تھکار کا کوئی پودہ گم

پھر مرتب کیا جانے؟

مجھے بے حد خوشی ہوگی لیکن ہمارے دوست فادہ جیکب کو نکالنے کے لیے آمادہ کرنا آپ کی ذمہ داری ہوگی۔ کیکش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ ایلٹے بولا۔ میں فادہ جیکب بھی دعا و رست کر دں گا اور۔ اس بار حال صاحب بھی لیتا ہمارے ساتھ ہوں گے۔ کیوں میرے عزیز۔

مجھے شک ہے کہ کوئی دل چسپی نہیں مٹا لیتے لیکن آپ کے خوشی کے لیے میں ضرور شریک ہو جاؤں گا میں نے ایلٹے کا دل دھننے کی خاطر دیا۔

آئندہ صبح کے بلے میں تمہارا کیا خیال ہے مانی ڈرکلیان؟

کیکش نے پوچھا۔ اگر تو میرا تباہی خوش گزار رہا تو ہم قیثا اپنے پروگرام کے مطابق سفر کر سکیں گے۔

مجھے آپ کو رکن کی خدمت کر کے خوشی ہوگی میرے عزیز۔ لیکن جبری سفر کے بارے میں آئندہ کے لیے پوچھنے سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، سامی کن رکن کے ساتھ ساتھ سفر کرنا آئینا آسان ہوتا ہے لیکن کھلے بند میں ہم ہواؤں اور بادلوں کے دھم و کرم پر ہوتے ہیں۔ ایلٹے نے سنجیدگی سے کہا۔ اوپر کے حالات متوافق بھی ہوں تو اندر کے حالات کے بارے میں تشریح لاتی رہتی ہے منہ کے اندر پوشیدہ آتش فشاں کب آباد ہاں کھول دیں اور کدک و لو پیکر جائے نکلے کی طرح الٹ پلٹ ہو جائے۔

کون کہہ سکتا ہے؟

بجڑ شال کے سائیکلوں کے بارے میں تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے؟

کیکش نے قد سے جھپٹے ہوئے انداز میں سوال کیا تو ایلٹے کے چہرے کے تاثرات یک لحظہ بدل گئے۔

میرے عزیز۔ اس نے کیکش کو سپاٹ نظروں سے گھومتے ہوئے خشک آواز میں کہا۔ میری کوشش اور میری دعا یہی ہوگی کہ جبری عقاب کو ہر قیمت پر بجڑ شال کے بدترین طوفانوں سے محفوظ رکھ سکوں۔

کیکش کے علاوہ میں نے بھی ایلٹے کے بدلے ہوئے لیجے کہ محسوس کیا غلطی ہر حال کیکش کی تھی جس نے بڑکالی کپتان کے تجربے کو دوسری بار اپنے مذاق کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی، میں نے گفتگو کا رخ بدل کر ایلٹے کو نارمل کرنا چاہا مگر قیل اس کے کہ میں کوئی منا سب اور ہلکا جھٹکا مومنوچ پھینکنا تو اپنی تیزی سے بھاگتی ہوئی ہمارے قریب آئی اور کیکش سے بولی۔

ڈاکٹر۔ لاسا کی حالت خراب ہو رہی ہے وہ نہ جانے

”غلام رو حلیں“

انوار صدیقی

سحر و اسرار کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی

خالد

قیمت: مکمل سیٹ = 200 روپے

ناشر: مکتبہ القریش، اردو بازار - لاہور

”پس سر عزیز! جو کچھ ہوا وہ میری اٹھارہ سالہ سمندی
 لڑکی تھی جو نیت کا عجب غریب حادثہ ہے میں کیا یہ سنا
 ہو گا کہ تم اس شخص حادثے کی یاد کو اپنے ذہن سے جھٹک
 لینے کی کوشش کریں؟“ عیسیٰ کے افراد بے خوف و ذہین اور
 کسی صورت میں اگر سمنہ دہ اندیشے سے کام نہ لیا تو وہ لوگ

میں اور یکدش کبسن کے فروغ پر گنگ کھڑے کہنے
کے دو بے حیاں نمبروں کو چھٹی چھٹی لگا ہوں سے گھوڑے تھے۔

کیکاش نے آگے بڑھ کر لاسا سرسری معائنہ کیا
 وہ ہنسا رہا۔ آج اس نے نہ تو کوئی گولی بھی نہ پاگلکوں
 کے ایک پائیا سرسری سے ملنے کی کوشش کی تھی کیکاش اس
 معائنہ کرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت
 شامی دیمیری طرح وہ بھی لاسا کی کیفیت میں تیرا انگریز
 کی کیموس کو کھینچا تھا۔ روپا بھی پھینچی نظروں سے لاسا کو
 دھری تھی۔

۶۔ مبنیاً کیا کیمیا کو موجودہ حالات کا نئے دارنصر ہے۔

خیال ہے کہ وہ یہاں نہیں رہے۔ میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔
کیا عجیب ہے کہ نادیدہ قوتیں جانتی ہوں کہ اس سفر کا اختتام
کمال ہو گا۔

”کیوں؟ کیا میں اپنے نائب پر اعتماد نہیں؟“
 ”بات اعتماد کی نہیں میرے عزیز۔ اعتماد کی بات

میں اس وقت اس عرصے سے حاضر ہوا ہوں میرے دوست ایسٹلے نے کیلاش کے جیل کو مشکل مضامین کرتے ہوئے

اور تعین تائید کرنا پڑے گی کہ میں غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا ہے۔ جیسکے ایک بار پھر کیلاش کو دزدیدہ نظروں سے گھومتے ہوئے کہا۔ وہ جو اُپر سے لے حد بخیرہ اور زور بار نظر آتے ہیں اپنے اندر دنیا بہانہ کی شرارتیں بھرے دیکھتے ہیں۔ اور اب تم کہہ کر یہ کہہ سوتے ہوئے آتش فشاں کو بیلہ کرنے کے خواہش مند نظر آ رہے ہو۔

میں ہمیشہ سے طوفان کا بھی مقابلہ کر سکتا ہوں مگر اپنی ذہنی شخصیت کو کسی قیمت پر داغدار ہونے نہیں بچھ سکتا۔ جیسکے لکھا جا رہی رکھتے ہوئے کہا۔ میں بھی سلوا کی جدائی کے بعد اب کسی اور عورت کا تصور گناہ سمجھتا ہوں۔

کیا مطلب؟ میں نے تیز نظروں سے جیسکے کو گھورا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بھائی سلوا کی زندگی میں تم دوسری عورتوں کا وجود برداشت کر سکتے تھے لیکن ان کی موت کے بعد۔

کاش میں اُس کے یاہ مجھے کو حال کر سکتا۔ کیلاش نے جو بظاہر ہماری گفتگو سے بے نیاز نظر آتا تھا اچانک ایک طویل سرواۓ بھرتے ہوئے، بھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔ بھگوان ہی جانے آئی جانوروں نے اُس کو کول بترہ کر کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہوگا؟

تم۔ تم کس مجھے کی بات کر رہے ہو؟ جیسکے نے معصومیت سے پوچھا۔ لاسا اور دوبا کے ساتھ جو حادثہ پیش آچکا تھا وہ ابھی تک اُسے لاکھ تھا۔

دوبی جو زندگی سے بھر پور تھا۔ کیلاش نے خفا میں گھومتے ہوئے کہا۔ جس کے گنگ ایک میں جوانی کوٹ کوٹ کر بھری تھی لیکن خالوں نے اُسے برباد کر دیا۔ روند ڈالا۔ اُس کے کندھن اپنے شریر کو کوٹنے کے کھجے میں بدل ڈالا۔ کاش میں بھی اُس کے ساتھ سمند کی موجوں میں کہیں غرق ہو جاتا۔

کیلاش اس وقت اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا۔ اُس کی نگاہیں پُرس خفا میں بھینک رہی تھیں، جیسے سچ وہ کسی کی تلاش میں ہوں۔ جیسکے مجھ سے اشاروں میں اُس کی وجہ دریافت کی تو میں نے دوبئی آواز میں بتا دیا کہ لاسا اور دوبا ایک اچانک دوڑنا ہونے والے حادثے کے تحت جل کر کوئلہ بن گئے تھے اور ان کے جھوم کو اُسٹلے کی ایما پر سمند کی لہروں کے حوالے کیا جا چکا ہے۔

حادثہ اندکی توفان لاڈال ہیں۔ جیسکے نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ پھر کیلاش کو دیکھ کر سرکراتے ہوئے بولا۔ مجھے تم سے بھری ہمت ہے میرے نظروں دوست۔ مگر میرے کہہ کر وہ جس کے ہلے میں چپن اور مضطرب ہو

اب تک بھوکے پھیلوں کی غذا بن کر ان کے معدوں میں نہ رہی ہوگی۔

فائدہ جیسکے! کیلاش نے جھجک سے جیسکے کو گھورے ہوئے کہا۔ میں تم سے سچ معذرت کے نام پر درخواست کرتا کہ دوبا کے لیے دوسری دنیا میں کون اور جین کی رہا کر۔

میں نے اُس کے لیے بدترین سزاؤں کی درخواست اور مجھے غرضی ہے کہ کسی بدی دعا قبول ہو سکتی۔

اُس کے باوجود تم دوبا کی بھٹی ہوئی بے بین ذہن کے انتقام سے نجات نہیں پاسو گے۔ اچانک کیلاش نے ہونہار چہرے پر قہر سے سخت اور گوارہ میں اُس کا۔ مرے ڈانے اُس نے جو کچھ کہا تھا وہ ضرور پلٹا ہوگا۔

کیا کہا تھا اُس شیطانی خال نے؟ جیسکے نے غور سے دریافت کیا۔

اُس نے دیوبی دیوتاؤں کو گواہ بنا کر قسم کھائی تھی کہ اب تک تمہارا وجود اس دھرتی پر قائم ہے وہ تمہیں سکون کا ایک ہی نہیں لینے لے گئی کسی کسی طور طبع پریشان کرتی ہے۔ کی حاکمیت سے دوچار کرتی ہے کہ وہ مختلف روپ میں تمہارے سامنے نمودار ہو کر تمہیں ڈرتی ہے۔

تم اس وقت ایک قابل سرسین کے بجائے مجھے کسی غلام کی طرح کے سمجھے نظر آ رہے ہو۔ جیسکے نے نہایت اطمینان جواب دیا۔ تمہاری باتیں مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتیں۔ اُس نے جن کے سروں پر خداوند کا سایہ ہو وہ کسی کے سامنے سرنگون ہوتے۔ کم از کم میری ہی عقیدت ہے۔

بہر حال۔ میں نے سرکراتے ہوئے کہا۔ تمہیں خوش چاہیے کہ اب لاسا اور دوبا کا قصہ پاک ہو چکا ہے۔

حادثے کی تفصیل کن کن جیسکے کو بے حد شہرت ہوئی کیلاش نے بہت جلد پھر پڑا۔ لیکن جیسکے پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر بات بھینک گئی تو جیسکے کو شہر بھر کہا۔ اپنے اپنے گھروں میں آگے۔ لیکن بستر پر لیٹ کر سونے کو خوشی کی۔ پیش آنے والے واقعات نے میرے اعصاب جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں بہت تیز تک رو میں بدلتا رہا لیکن میری آنکھوں سے کوسوں دند تھی۔ لاسا کی زبان سے نکلے ہوئے آخری جملے ابھی تک میرے کانوں میں گونجتے رہتے۔ اُس نے لاسا اور دوتاؤں کے نام پر مجھے تازیانت اذیتوں سے دوچار کی بددعا دی تھی۔

لیکن کیوں؟

میرا قصہ دیکھ گیا تھا؟

مگر اب وقت آ گیا تھا کہ میں پہلی فرصت میں جیسکے سے مل کر ان باتوں کے بارے میں دریافت کرتا۔

ڈائری کو دوبارہ انداز میں مقلد کر کے میں نے احتیاطاً اپنا پستول اٹھا کر جیسکے میں ڈالا اور ہتے سے باہر نکل کر جیسکے کیس کی سمت بھاڑ پڑھائی میری قسمت اچھی تھی جو وہ اپنے کیس ہی میں مل گیا ورنہ اس وقت اپنی ڈیڑھی پر بھی ہو سکتا تھا۔

میری بارون ساک اپنے بریکس نے نکلیں گئے جو تے دروازہ کھولا وہ نیزہ کی حالت میں تھا مجھے دیکھتے ہی چونک اٹھا۔ بڑی سرعت سے مجھے کیس میں بلا کر اس نے دروازہ بند کیا پھر سرسراہٹ آواز میں پوچھا۔ میرے محترم! آخریت تو ہے؟

میرا خیال ہے کہ اس وقت میری آمد سے تمہارے سکون؟ آرام میں خلل پڑے گا لیکن میرے لیے یہ طاقت اندر ضروری تھی۔ میں نے بیخبرگی سے کہا۔

میرے لیے کیوں تم؟

اب جیسکے۔ میں نے دستہ انداز اختیار کیا۔ میں تم سے آئندہ کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

تشریف رکھیے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت گرم گرم کافی ہم دونوں کے لیے باعث کون ہوگی؟

میں نے کوئی جواب نہیں دیا خاں کوئی سے آگے بڑھ کر میری کے گرد بیٹھ گیا جس پر وہ دو دھیا گلاب موجود تھا جسے روٹن کر کے روحوں کو طلب کیا جاتا تھا جیسکے جتنی دیر کافی کی تیاری میں مشغول رہا۔ میں نے ذہن میں اُن سوالات کو ترتیب دیتا رہا جو دریافت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب جیسکے کافی کا برتن اٹھائے میز پر آیا اور میرے سامنے دوسری نشست پر بیٹھ گیا تو میں نے سنبھل کر نہایت محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ میں موجودہ سفر کے بارے میں تم نے کچھ اہم باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

اگر میں آپ کے کسی کام آسکا تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ سب سے پہلے میں تمہارا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ اگر تم نے لاسا کے بدلے میں۔۔۔

اُس بات کو بھول جلیے میرے محترم!۔ جیسکے نے تلخ کافی کا ایک گھونٹ حق کے پینے مارے ہوئے چپانی سے کہا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ ان باتوں کا ذکر زبان پر لانا مناسب نہ ہوگا۔

کیا تم میری خاطر اس وقت بھی روٹن کو طلب کر کے میرے کچھ سوالوں کے جواب دے سکو گے؟ میں نے بڑی غلطی محسوس کرتے ہوئے پوچھ دیا کہ۔

میں نے ان کا ایک بھلا تھا؟

مجھے درخشاں کا خیال آیا جو مجھ سے تمام رشتے توڑ کر بہت زور چاہتی تھی۔ میں اُن کی یادیں نہیں جو مجھے سارا دیے ہوئے ہیں یہی ہے کہ درخشاں کی یادوں کو بھی نہیں لینا چاہتے تھے۔ وہ مجھے اس سفر سے باز رکھنے کے خوش مندرجے جو میں نے درخشاں کی آخری خواہش پر اختیار کیا تھا۔

مسلمان ہونے کے لئے میرا عقیدہ تھا کہ دوسرا جہم انانی ایک بار نصیب ہو جانے کے بعد دوبارہ بھی واپس نہیں آتا۔ میں نے درخشاں نے مرے وقت مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اسی دنیا میں دوبارہ مجھ سے ایک نئے روپ میں ملے گی۔ یہ شاید اس بات کا اثر تھا کہ اُن کی پیدائش ایک ہندو گھرانے میں ہوئی تھی۔ مگر چرچہ میں وہ مسلمان ہو گئی تھی لیکن رائے عقائدات اُس کے ذہن کے دواغ فساد گوشوں میں موجود تھے۔ میں نے کہا تھا کہ اُسے دوبارہ حاصل کر کے لیے مجھے ایک طویل ہندی فراغت کرنا پڑے گا۔ اور میں نے درخشاں کی اس خواہش کے احترام میں وہ فراغت اختیار کیا تھا۔ میں نے دالی کی دوسرے شرمزہ میں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ درخشاں سے میرا ملاپ بھی ہوگا، لیکن اُن کی خواہش کی تکمیل کے ساتھ ساتھ میں کچھ دوسرے لیے اس مائل سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا جہاں کے ایک ایک گوشے سے درخشاں کی معصوم یادیں وابستہ تھیں۔

میں مغلرہ کی کیفیتوں سے دوچار اپنے بستر پر ڈاکوؤں بدنامی رات کے تنہا میں تیز ہواؤں اور اندھندگی کی موجوں کا شور مچایا تک محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے وقت گزارنے کی خاطر اٹھ کر لابی سے وہ ڈائری نکالی جس پر اپنی زندگی کے بیشہ و نامہ لکھ کر رہا تھا۔ قلم کھول کر اپنی بھری یادوں کو سمیٹنے لگا تو مٹا میرے ذہن میں جیسکے کا تصور ابھر آیا۔

جیسکے نے اگر بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید آپ اس وقت میری یہ داستان نہ پڑھ رہے ہوتے۔ وہ یقیناً پراسرار شخصیت کا مالک تھا بھی تو اُس نے مجھوں کے ذریعہ میرے ذہن کو اس کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ذہنی طور مجھے موت کے لیے جرم واقعوں سے نجات دلادی تھی۔ اگر مجھوں کے ذریعے وہ لاسا کی شخصیت کے تاریک پہلوؤں کا راز جان سکتا تھا تو یقیناً بھی جاسکتا تھا کہ فکر کے دوران آئندہ مجھ کی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے اور یہ کہ میں جس مقصد کے لیے سفر کیا تھا، اُن کا نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔

میں بھی نے جیسکے اپنے ذہن میں کھیلنے والے کالہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا تھا۔

صرف کا اجل ہے

”میں اس بحث میں نہیں ہلنا چاہتا۔ صرف اتنا مذمت کرنا چاہتا ہوں کہ درخشاں سے مراد بارہ لاپٹوگن ہے یہیں“

حکیم کے پاس سے ہر ایک دنگ آ رہا تھا اور ایک بار بار

تھا اس کے اشارات بنا لیے تھے کہ وہ کسی شدید ذہنی کشش سے دوچار ہے۔ یہیں میں چند لمبے پر ہول سننا طاعاری رہا۔

پھر حکیم کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

تم جس بحث کو لمحوں میں غم کرنا چاہتے ہو وہ ازل سے جاری ہے اور اب تک قائم ہے گی۔ یہ حالات کے زاویوں کے ساتھ ساتھ وقت کی گردش بھی اپنا رخ تبدیل کرتی نہ ہتی ہیں اور جو زندہ ہیں پہلے سے مرکز سے ہٹ چکے اور اسوں پر نیکل پڑتے ہیں لیکن اوپر آسمانوں پر ایک بار جو کھنکھا جا چکا ہے وہ اُس ہے ان کے کھنکھانے میں مشابہت۔

”مجھے اندھیروں کی نشیں، روشنی کی تلاش ہے۔“ میں مجھ بھلا گیا۔ ”تم اگر صاحب اختیار ہو تو کھل کر میرے سوال کا جواب دو ورنہ۔۔۔ انہی ویلاؤں اور تاریکیوں میں گم ہو جاؤ، جو تمہارا عقیدہ چن چکی ہیں۔“

”تم دوسروں کی قوت کا مذاق اڑا رہے ہو۔ انسان بھاری دنیا کا سب سے خوفناک اور وحشی درندہ ہے جو ہمیشہ اپنی خواہشات کی غلامی کرتا ہے۔ تم بھی ایسے انسان ہو جو اپنی خواہش کی پھیل کی خاطر دوسروں کی زندگیوں سے پھیل لیے ہو۔ اپنی خوشی کی خاطر دوسروں کی بربادی پر تکیہ کر رہے ہو۔ تم انسانی فطرت نے اپنی مطلب برابری کے لیے ہمیشہ دوسروں کو وقت کی صلیب پر لٹکا کر رکھا ہے اور آج تم ایک اور کو بھی سیدھا کر رہے ہو۔ تم نے انسانی فطرت کو کوشش کر رہے ہو۔“

”جن کے عقیدے اپنی اور انھوں نے ہونے پر اس کو دست سے نہیں گھبراتے، میں نے جنکس کی زبان پر انھوں میں جھانکنے کوئے سخت اچھا رکھا۔ تم جیسی گندی اور نادیدہ قوتوں سے بھی میں جو سیدھا سامنے اور نیک لوگوں کے ایمان سے کہنے کی خاطر آج بھی زمین اور آسمان کے درمیان خلاؤں میں جھلکنے پر مجبور کر دی گئی ہوں۔ اچھا انوں نے نہیں جن کتاب سے دو چار کر رکھا ہے تم اس کا انعام معصوم لوگوں کے کچے عقیدوں سے لیتی ہو لیکن میں تمھاری حقیقت سے بخوبی واقف ہو چکا ہوں۔ تم بھی اپنی جگہ مجبور رہے اس جو آلے سے تھکے مرے دشمنان کے سامنے مجھ نہیں تباہ کیں۔“

”تمہارا یہ سفر جاری ہے گا،“ کچھ تو توفکے لہجہ جیسے لے
 ہوں کو جنبش ہوئی۔ ”تم اور تمہارے دوست زندہ رہیں گے لیکن

بھی کر ل کیا ہوئے والہ ہے
تو کیا۔ کیا میں دنیا میں درخشاں سے دوباہ میں
سکون گا؟ میں نے اپنے دل کی دھڑکن کو سیٹھ مڑے کیا۔
”تم نے ایک طویل اور لمبی بحث پیچڑ دی ہے، میکسن
نے باٹ آواز میں کہا۔ رُوح جو جسم سے پائنا تعلق ختم کر لیتی
ہے تو آزاد ہو جاتا ہے۔ جو زندہ رہتے ہیں وہ مرے والوں کے
خام سے بے خبر ہوتے ہیں البتہ قیاس آرائیاں بے حیل دلوں
کے لیے سکھ فراہم کرتی ہیں۔ اس کے برعکس رومیں زندہ سائوز
کے شرب لذت سے بخوبی واقفیت رکھتی ہیں“

میں صرف درخشاں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے بے چینی سے پوچھا: کیا اسی دنیا میں میرا دل کا تالپ دوبارہ ممکن ہے؟

ہموت ایک پراسرار عقیدہ ہے۔ ایک ایسا راز ہے
 آج تک بڑے بڑے عالم، سائنسدان اور دانش ور بھی ان گھول
 نہیں کرے باوجود مل نہیں کر سکے اور پھر موت اور زندگی کے سرسبز
 مابین کے راز کو ابھی اپنے عقیدوں سے نقل رکھتے ہیں۔
 جس میں مردخان کی بات کر رہے ہو وہ بیدار ہوتے وقت دوسرے
 مرد پر ہلے تعلق رکھتی تھی تمھارے اور ان کے عقیدوں —
 میں زمین آسمان کا فرق ہے اس لیے تم جو کچھ سوچ رہے ہو،
 کچھ لیے ہو۔ وہ ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی ۷

نہیں۔ میں تڑپ کر بولا: مجھے درختان کے بائیں
 کس گول مول میں، وضع اور ٹھیک ٹھیک جواب دو کہ آپ؟
 وقت نے حالات پر جو برسے ڈال رکھے ہیں، انہیں
 بڑا پسندے دو۔ دوسری جانب کہاں ہے، اسے قبل از وقت جاننے
 کی کوشش مت کرو۔

”کیا میں یہ سمجھوں کہ تیرے جوں کی حس میں بھی محدود ہیں؟
 ہمیں اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہوتی؟ میں
 نے مخاطب روح کو اکائے حق سے کہا۔
 ”تم کسی حد تک درست سوچ رہے ہو۔ لیکن اس میں بھی

اپنے اپنے عقیدوں کا دخل ہے۔ تم کسی بات کو مانگن سمجھتے ہو، وہ دوسرے عقیدوں کے مطابق لیکن سچی ہو سکتی ہے۔ درخشاں کا مسئلہ تو وہ دو عقیدوں کے درمیان الجھ کر گئی ہے یہ سراسر الزام ہے۔ میں نے ہاتھ تلے جوئے کا شیریں درویش، میری زندگی شیریں درخشاں مسلمان سچی عجب ہم نے کیا کیا دوسرے کا ہاتھ تلے تھا تا تھا اس دشت وہ ابھی مرضی اور خوشی سے میرے مذہب اور میرے عقیدوں کو قبول کر گئی تھی۔ لیکن عجب بھگوان نے ایک تار کو تمہاری پسینی کے شرٹریں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اس وقت وہ کامل تھی۔

تبدیل ہو جاتی تھی۔
 مجھے السامعوس ہوا، جیسے وہ جلیسن کی اپنی آواز نہم
 تھی، کوئی ٹھنکی ہوئی بلے جین نوح اس کے جسم میں طبل کر
 چکی تھی اور جلیسن کی ایسا پردہ ہی مجھ سے مخاطب تھی۔ وقر
 اور احوال کی نزائمتوں کو عسوس کر کے مجھے مجھ بھری ہوئی۔
 ایک لمبے کو مبر کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں شطانی نو نازیدہ
 قرون سے پہنچے کے لیے غمگین سے بھاگ جاؤں۔ یہاں
 میں نے اپنا ادا ترک کر دیا حالات میں فزادہ حاصل کرنا یہ
 اختیار سے باہر تھا جو میرے مقدس میں رقم کیا جا چکا تھا۔
 اسے ہر حال میں پورا ہونا تھا۔

میں نے چند لمحے تامل کیا، پھر جیکسن کے چہرے کے شواہات کو کمٹوئے تک کوئے فلاں لاسانے مرتے وقت کا تھکا گندی قوتیں برابر مجھے نقصان پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھیں گی۔

”وہ اُس کی اپنی زبان نہیں سمجھتی۔“ جسکیس نے بدستور بدستور
 ہونے سہاٹ اور خشک لہجے میں کہا۔ وہ اپنے دیوانوں
 مرضی کا پابند تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہے۔
 بلورانی تو تین تھیں ایک خاص مدت تک برابر پریشاں کر رہی
 تھیں گی۔“

”وہ وقت کب پوری ہوگی؟“ میں نے تیزی سے پوچھا۔
 ”اس میں وقت لگے گا اور یہ بھائی تو توں کا رسم
 ٹوٹنے سے پہلے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منتہی مقامات
 سے گزرنا ہو گا۔“

”کیا بحری نقاب کا سفر خیر و عافیت سے پورا ہو جائے گا؟
 ”سفر ضرور پورا ہو گا۔ لیکن خیر و عافیت سے نہیں۔“
 ”کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ میں اپنا سفر ترک کر دوں؟“
 ”میں نے پہلو بدلتے ہوئے یہ پوچھا تھا اس طرح کیا مجھے پیش آنے والی مشکلات سے نجات مل سکے گی؟“

• کچھ بائیں انسان کے پس سے باہر ہوتی ہیں۔ تیر اور
متعارف سہ ماہی حالات کے جس جھنڈور میں چھپ کر مودہ تھا
رضی باسفر کر کر دینے سے ختم نہیں ہوگا۔ تھیں وقت کا اتنا
کرنا ہوگا۔

”میں نے یہ سفر کیا جہاں مقصد سے غنیمت کا کیا ہے۔“
 مروجوں کے وقت اور فاضلوں کی قید سے آزاد ہوئی تھی۔
 وہاں، جہاں معلوم ہے کہ تم نے یہ سفر کیوں کیا ہے۔
 کہ مجھ سے ملنے پر پوشیدہ اور مجھے چھپ چھپ کر رہتے۔ ہم
 کو ایک ایک لمحے کی خبر ہوئی ہے۔ کیا کل ہو چکا ہے اور یہ

جیسا کہ چند مہینے میری نگاہوں میں لگا گئیں ڈالے گئے
گھوڑے تار مارا۔ اس کی تیز اور پرسرا نظرؤں کی ہمیشہ مجھے اپنے
جسم کی گہرائیوں میں غموں کی ہولناکی تھی۔ غالباً وہ اپنا مکمل
شروع کرچکا تھا اور اپنی نادیہ قوتوں کے ذریعے میرے دل
کا بھید جلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنی نظرؤں اس کی
تیز نظرؤں سے بچانا چاہیں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اور پہلی بار
مجھے شبہ ہوا کہ وہ شاید ٹیلی ویشن کے فن میں بھی ماہر ہے۔
اور اپنی ساحرانہ قوتوں سے میرے وجود کو کوسخیر کر رہا ہے۔
کچھ دیر تک کہیں میں ہمارے ناسوں کی ملی جلی آواز
سرسراہتی ہی پھر جیسنے کے لیے غم کے اپنی نظر میرے چہرے
سے ہٹاتی تو مجھے یوں غموں کی ہولناکی میں اچانک ہلکا ہو
گیا ہوں کوئی نادیہ ہوجھ میرے جسم سے اتر گیا ہو۔
میں دوبارہ اپنی نشست پر پہنچ گیا۔ البتہ میں نے
یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جیسنے کی تیز نظرؤں سے حتی الامکان
بچنے کی کوشش کروں گا مبادا وہ مجھے اپنا غول بنا لے۔
مگر میں بچا ہوا کافی کا آخری گھونٹ غم کے کپے پہنے
اسے میرے کپے فٹن فرسٹ پر رکھ دیا پھر اسرو اپنا سوال دوہرایا۔
جیسنے میری بات کا جواب دینے کے بجائے سفید گلوب کو
روشن کیا پھر حسب معمول اس کے ہونٹ تیز تیز حرکت کرنے
لگے۔ شاید وہ دُوحوں کو بلانے کا عمل پڑھ رہا تھا۔ اس کی
نظرؤں جیسے بغیر دُوری تو جہ سے روشن گلوب پر مرکوز تھیں
میں خاموش بیٹھا اس کی حرکیوں کا جائزہ لیتا رہا۔

دس منٹ بعد جب بیگمن کی عمریت ختم ہوئی اور اس نے میری جانب دیکھا تو اس کی آنکھیں انگاروں کی ہند شروع اور روشن تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ بدستور گلوب پرعلق تھے۔

”میرے محترم! مقدس ادب کا رُوح میں آپ کے سوالوں کا جواب دینے کی خاطر لیکن میں موجود ہوں۔“ اس کی ٹھوس دلائل کہیں کے پُرہول سناٹے میں گونجی۔

در واقعات کے بلے میں جانا چاہتا ہوں۔“ میں نے اپنے
 ٹپ کو سنبھال کر دریافت کیا۔

’ہجری سفر یوں بھی پر خطر ہوتے ہیں۔ پانی کی لہریں
روڈ وٹا ہوا اجازت ہواؤں کی زد پر بولے۔ ہجر جنوبی کے
بھینا نک اور ہولناک طوفان کسی وقت بھی ہمارے کھینچنے کی
نہند تہہ دالاکر سکتے ہیں۔‘ جیکسن نے خلاؤں میں ٹھہرتے
ہوتے جواب دیا۔ اس کی آواز اچانک اور تیرت انگیز طور پر

بسم الله الرحمن الرحيم

وقت کی گردش تعین کن کا سانس نہیں لینے دے گی، تم قابلِ معین
اور ہولناک واقعات و حادثات سے دوچار ہونے لہو گئے۔
تھارا گردن سر زمینوں سے چوگا جہاں کا تصور بھی مذہب دنیا
کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ دیوتاؤں کی پرستار طاقتیں
تھاں گرد اپنا جال پھیکا چکی ہیں تعین ہر حال میں ان مشکلوں
کو جھیلنا پڑے گا جو تھاں مقدس بن چکی ہیں ۛ

جیکسن کے ہر سے پرطاری کرب بڑھتا جا رہا تھا۔
ٹھانیر سے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ جو نوح ٹھہرے
مطلب مٹی وہ یقیناً کسی ہندو عقیدے کے زیرِ اثر تھی ورنہ دیوی
دیوتاؤں کی پرستار قوتوں کا ذکر بار بار کرتی۔ وہ نادیدہ قوتیں
جو یوں وہ بڑھ کر لاسا اور دہلی کو کنٹرول کر سکتی تھیں ان کے
لیے جیکسن کو بھی وقتی طور پر تسخیر کر لینا دشوار نہیں تھا۔

اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں تیزی سے اٹھ
کھڑا ہوا۔ جیکسن کو حقدار سے گھوڑا ہوا ہوللا۔ اگر تھانے
درخشاں کے بابے میں کچھ نہیں بتا سکتیں تو دہن ہو جاوے ۛ
یہ جواب سن کر جیکسن کی حالت غیر ہونے لگی۔ اس کی
نچا ہوں سے خون چھلکنے لگا، شعلے بلند ہونے لگے۔ جن نظروں
سے وہ مجھے گھور رہا تھا ان میں قمر تھا۔ اتفاقاً تھا۔ اس کے
انھوں کی گردش روشن گلوب پر بتدیج تیز ہونے لگی۔ کین
کے ساز و سامان یوں کھڑکھڑانے لگے جیسے زلزلے کی حالت سے
دوچار ہوں۔

میں اپنی جگہ رہ کر دیکھ کر جیکسن کو دیکھتا رہا پھر اس وقت
میرے اعصاب بھی جواب دے گئے جب روشن گلوب چھٹت
بھڑک کر تار یک ہو گیا اور جیکسن کا سر میز پر یوں جھکتا چلا گیا
جیسے اس میں زندگی کی کوئی رقم باقی نہ رہ گئی ہو۔

کین میں تاریکی پھیلنے ہی مجھے ایسا غصہ ہوا جیسے قتل
ڈوچیں تائبین ان کریمیکے دوڑے جھٹ گئی ہوں وہ جہاں
برے دم اور خوف کی پیداوار تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں نے
جیکسن کے کین میں ایک پل کے لیے بھی رکنا مناسب نہیں سمجھا۔
تیزی سے ہٹ کر دروازے کے فورٹ کھولے اور پکٹا ہوا
نکل کر اپنے کین میں آ گیا جہاں میرے زبان مائی بھی تک ہر سے
انتظار میں جاگ رہا تھا۔ میں نے ایک نظر مائی پر ڈالی۔ بڑی
اعتماد سے دروازے کو اندر سے قفل کیا پھر اپنے بستر پر
لیٹ کر حالات کی نوعیت پر غور کرنے لگا۔ اس رات میں
کب تک اپنے پریشان خیالات سے الجھتا رہا، اور کب قیند
کی غوش میں پتھیر کر دیا وہاں سے بے خبر ہوا، مجھے معلوم
نا نہیں۔

دوسری صبح میری آنکھ خفت لا توقع بہت جلد کھل گئی۔
رات کی باتوں کا عکس ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ تھا۔
جیکسن کی شخصیت میرے لیے بے حد پرستار تھی۔ لاسا کے
سلسلے میں اس نے غیر معمولی ذہانت اور پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اگر
اس نے ایک معمولی غلطی بھی کی ہوتی تو عجب نہیں کہ مائی قوتوں کو
اپنے گندے اور ناپاک عزم میں سرخرو ہونے کا موقع مل جاتا۔ لیکن
گزشتہ رات جو کچھ پیش آیا اس نے جیکسن کی پرستار کو بھی
مخدوش کر دیا تھا۔

گلوب روشن کرنے اور روح کو بلانے کا عمل پڑھتے وقت
وہ پوری طرح ہوش و حواس میں نظر آ رہا تھا۔ کین میں رتوں کی
آہ کی اطلاع بھی اس نے مجھے اپنے لٹ بے میں دی تھی مگر اس کے
بعد اس کی آواز میسر تبدیل ہو گئی جو باتیں اس کی زبان سے نکل رہی
تھیں وہ میرے سوالوں کا گول مول جواب تھیں اور وہ بار بار
عقیدوں کی تکرار کر رہا تھا۔ پھر گلوب تک مار کر ہوتے ہی جیکسن
بھی کسی بے جان شے کی طرح میز پر افسوس منہ الٹ گیا تھا۔

میں نے بستر سے نکل کر راتوں کو برش کیا اور اپنا ڈرائنگ
گاہ ڈن بھٹا ہوا پر عرشے پر آ گیا۔ مجھے فوری طور پر جیکسن کی
خبر لینا تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ گزشتہ رات میرے چلنے
کے بعد اس پر کیا بدبختی۔ اس نے رتوں کو بلانے کا عمل میری
ایسا پر کیا تھا لیکن میں جس انداز میں اسے چھوڑ کر چلا آیا تھا وہ
یقیناً میری خود غرضی ہی تھی۔ خدا جانے بددحوں نے اس عذاب
کا کیا حال کیا ہو گا اور یہ کتنا ہی بہتر جانتا تھا کہ وہ زندہ بھی تھا یا۔
جیکسن کی موت کا تصور میرے ذہن میں ابھرا تو میں سر نہ پا
لڑا تھا۔ اگر میرے خلاف جیکسن کو اتنی آسانی سے ختم کر سکتے تھے
تو ان کیلئے میری موت بھی زیادہ دشوار طلب نہیں ہوگی۔ میں نے
عرشے پر جا رول طفسے نظر دوڑائی وہاں کوئی نہیں تھا البتہ
بحری عتاب کا لو ڈھکا کپتان ایسٹلین جن روم کے سامنے انھوں
سے تدبیریں لگائے کھڑا سمندر کی لہروں کا مطالعہ کرنے میں تینہ
مستعد نظر آ رہا تھا۔

میں نے اپنا رخ تبدیل کیا اور ٹھٹھا ہو جیکسن کے کین
کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ مختلف سو سے میرے ذہن کو پرکھنے
کر رہے تھے۔ کین میں مجھے جیکسن حسبِ معمول زندہ مل سکتا تھا۔
اور یہ بھی ممکن تھا کہ رتوں نے اس کا انجام لاسا کے تقابے میں
زیادہ بھیا تک انداز میں پیش کیا ہو۔ جس وقت میں اس کے
کین میں قدم رکھوں اس کی لاش میرے سامنے بڑی ہو آئیں
اس کے شے سے باہر نکل جاتی ہوں اور کین کا سامان تمام کام آٹھ
بند ہوتا۔

میں خود اپنے ہی ذہن میں اچھٹے ولد خوفناک تصور سے ابھرا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک بلیکس لینے کیلئے سب سے پہلے آگیا۔ ہماری نگاہیں چار بوسوں تو وہ یوں ٹھٹھاک کر اپنی جگہ جم گیا جیسے آبی مے سے جسے بڑے دبیر کی قوت نہ ہو۔ ایک بل کے لیے اس کے جسے بڑے رفتاری سے تھارت پھیلے پھر وہ خود کو بچھاننا ہوا میرے قریب آگیا۔ "میں بیکری کے محرم"۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں تمہیں زندہ سلامت دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اطمینان کا سانس لینے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں میرے محرم بلیکس نے تم سے مجھے گھوڑا بچھا چانک بکھ سوچ کر لوٹا اُدھ۔ شاید آپ رات میرے کہیں میں ہونے والی دوخوں کی گفتگو کے بارے میں فکرمند ہیں؟

"وہ آواز جو میں نے کل رات سنی تھی تمہاری اپنی نہیں کسی غیر کی تھی؟ میں سنجیدہ ہو گیا۔

"ہو تو ہے۔" جیکسن نے خود کو بڑا خطرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "بعض روحیں براہ راست جواب لینے کی خاطر عامل کے جسم میں مگول کر جاتی ہیں۔ گزشتہ رات بھی ایسا ہی ہوا ہو گا۔" جیکسن! کیا تمہیں علم ہے کہ میں تمہارے کہیں سے کب وضعت ہوا تھا اور چلے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی؟ اس بار میں نے دے دینے خشک انداز میں جیکسن کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "میرے مفقود ہونے یا دورانا تھا کہ میں اس کے دیوے میں اچانک پیدا ہونے والے تغیر کو بھانپ چکا ہوں۔

"میرا خیال ہے کہ گلوب کے اچانک تار کیسے بوجانے کی وجہ سے۔۔۔"

"گو یا تم کو تمام باتوں کا بخوبی علم ہے؟ میں نے صلیبی سے پوچھا۔ میں جیکسن کو سمجھنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میری چھٹی ہنس مارا مجھ سے یہ کہہ رہی تھی کہ جیکسن کو کوئی اہم راز مجھ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور میں حیرت مندی سے راز اس سے اٹھانا چاہتا تھا۔

جیکسن نے فوراً ہی میرے سوال کا جواب نہیں دیا کچھ دیر تک میری نگاہوں میں جھٹکتا رہا پھر ایک سوا آہ بھر کر لولا۔

"آپ کا اندازہ کسی حد تک درست ہے۔" جیکسن نے "آپ کے رخصت ہوجانے کے بعد وہوں نے مجھے تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔" کیا تم کو بھی علم ہے کہ گلوب کے تار کیسے بوجانے کے بعد تاراجم مردہ انسانوں کی طرح میز پر ڈھک چکا تھا؟

"وہوں کو بلانے کے عمل اکثر ملامت خیز بھی ثابت ہوتا ہے میرے عزیز! جیکسن نے ہاتھ ملتے ہوئے منظر لابی انداز میں جواب دیا۔

گزشتہ رات آپ نے دوخوں کی لازوال قوتوں کا خالق اُنار اچھا نہیں کیا۔ اگر انھیں بیلر خیال نہ ہوتا تو شاید۔۔۔۔۔

"جیکسن میرے دوست! کیا میں یہ تصور کروں کہ تم مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟ میں نے ہنسنے لگا۔

"موت برقی ہے یہ نیزا یقیناً ہے۔ گندی جانی بین انسان کو بیکری کر سکتی ہیں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں لیکن ایک بات تم بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ جو ملحد نے کھانا چاہا کہ ہے اس کے برف خٹلا اور بچہ نہیں ہوتا۔ دوخوں کی عظیم اور لاعلمی قوتیں بھی اُن حادثات کو نہیں مٹا سکتیں جو لوہے محفوظ پر دم کے چاکے ہیں۔

"میں آپ کو خوف زدہ نہیں کر رہا میرے محرم! جیکسن نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ کل کیا ہونے والا ہے اس کا جواب تو وقت ہی دے سکتا ہے۔

"لاسا کی موت کے سلسلے میں دوخوں کی طاقت کا اثر میرے پیش نظر ہے لیکن رات تم نے جس روح کو طلب کیا تھا وہ میرے سوالوں کا جواب دینے سے قاصر تھی اور اسی لیے میں نے اُسے اگلے دن کی کوشش کی تھی۔

"میں آپ کے خیالات کی ترمیم نہیں کروں گا۔ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہوں نے دیدہ وازہ مستقل میں پیش آنے والے واقعات کی نقاب کشافی سے گریز کیا ہو۔

"کیا مطلب؟ میں چونک پڑا۔ کیا تم کو علم ہے کہ میرے سفر کا انجام کیا ہو گا؟

"مجھے فحش ہے میرے عزیز! کہ میں اس سوال کا کوئی جواب دینے سے قاصر ہوں۔ جیکسن نے فیصلہ کر لیا کہ میں کہا۔ اب سب سے ایک بات بڑے یقین اور بڑے دھوکے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بھری بنو کی تمام طوفان کجا ہو کر بھی آپ کا یا آپسٹا بھتیوں کا بچھ نہ بچا سکیں گے۔

"اور میرے دماغ کے سلسلے میں تمہاری کیا پیش گوئی ہے؟ میں نے سکرلاتے ہوئے دریافت کیا۔

"مہی کی تہیت! اس وقت خواہ کچھ بھی ہو لیکن بحری سفر کے بعد ہی آپ کا رہبر ثابت ہو گا۔

"میں تمہاری اس بات کو یاد رکھنے کی کوشش کروں گا؟ میں نے جیکسن کے جواب کو مذاق میں اڑاتے ہوئے کہا۔

"شکوہ میرے محرم! جیکسن نے دھڑکنے والے انداز میں جواب دیا۔ پھر میرے لیے قدم اٹھانا پورا اُن دنوں کی جانب چلا گیا۔ اس وقت جیکسن کا وہ میرے لیے حیرت انگیز تھا اور نہ جانے کیوں مجھے وہ دیکھ کر خیال متا ہوا تھا کہ وہ میرے سفر کے لیے میں کسی اہم راز سے واقف ہو چکا ہے مگر کچھ ناگزیر حالات کی بنا پر اسے زبان تک لانے سے گریز کر رہا ہے۔

تھا جو ملازموں کے لیے مخصوص تھا۔ احتیاط کے پیش نظر میں نے لوہے کی جالیوں سے بنے ہوئے اس پھیلاک کو بھی مقفل کر دیا تھا۔

درخشاں کو دیکھ لینے کے بعد میں نے اپنی رفتار تھم کر دی، اور وہوں کے بل چلنے لگا کہ میرے قدموں کی آہٹ میں یہ کہیں اس کی بیداری کا سبب نہ بن جائے۔ میں نظریں اس پر مرکوز کیے اس کی حرکات و سکنات کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ میری حیرت بھاریوں کا جو بکھا غائب تھا وہ اس وقت درخشاں کے کمرے سے باہر میں موجود تھا۔

جالیوں والے پھیلاک کے قریب پہنچ کر وہ رگ گئی۔ اس نے بالکل برعکس اندازوں کی طرح مجھے سے ملکر جانی کا ہتھیار کیا پھر وہ قفل کھولنے کے ارادے سے جھکی لیکن اس کا سر لوہے کی جالی سے ٹکرا گیا۔ وہ یوں چونکی جیسے کوئی ہولناک خواب دیکھنے دیکھنے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ ماحول کی تبدیلی نے اسے یقیناً خوفزدہ کر دیا ہو گا۔ میں چونک کر اس کی پشت پر تھا اس لیے اس کے جسے کے تاثرات کو نہ دیکھ کر مایوس جس انداز میں وہ تیزی سے پھٹکے قدموں پھیلاک سے دور ہوتی تھی، وہ اس کی منظر لابی کیفیت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

میں صورت حال کا اندازہ لگانے کے بعد لپکتا ہوا درخشاں کے قریب گیا تو مجھے دیکھ کر وہ ایک ٹالنے کو سکتے کی کیفیت سے دوچار ہوئی پھر بے اختیار میرے سینے سے ٹپٹ کر سکتے لگی۔ اس کے نفس کی تیزی اور دل کی غیر متوازن دھڑکیں بتا رہی تھیں کہ وہ کس قدر خوف زدہ اور سراسیمہ ہوئی ہے۔ اس نے دوسری قوت سے مجھ یوں اپنی نرم ہاتھوں کے معلقوں میں جکڑ رکھا تھا جیسے اگر اس کی گرفت ایک دھڑکنے والی قوت میں سے پھوڑ کر فوراً ہو جاؤں گا۔ وہ سراسیمہ بیداروں کی طرح کھپکھپا رہی تھی میں نے اس کے کچھ سے باتوں کو سہلاتے ہوئے پناہ دینا اور محبت بھری باتیں سننے کی طلب کیا۔

"درخشاں، میری زندگی، آؤ، غرا بھا، میں یہیں۔" مجھے۔۔۔ یہاں کون لایا تھا؟ اس نے اپنا پیرا اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"تم یہاں۔۔۔ میں کچھ کہتے کہتے بلیکسٹ سنبھل گیا پھر درخشاں کے کدھوں کو پھینچا اور لولا۔ ہم تازہ ہوا کھانے کی غرض سے چل دی کرتے ہوئے اُدھ اٹھتے تھے پھر۔۔۔۔۔"

"پھر کیا ہوا؟" لیکن مجھے گھولتے ہوئے تیز تر سے پوچھا۔

"پھر کیا ہوا تھا جال؟"

"تمہیں شاید پتہ ہو گیا۔ میں نے اس کو سہارا دیتے ہوئے خود گاہ کی سمت قدم بڑھائے ہوئے کہا۔ میرا خیال ہے کہ تم نے حویلی کے

درخشاں کا خوب بیداری کی کیفیت میں راتوں کو اٹھنا نہ کر دلی میں بچا رہا میرے لیے باعث تشویش تھا کیونکہ اس نے مجھے بتایا تھا کہ ایسے مریض خواب کی حالت میں جو کچھ گزرتے ہیں وہ ہوش آتے ہی کبیر بھول جاتے ہیں اور اگر مریض کو ایسی حالت میں بیدار کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے ذہن پر اس کا گہرا اثر ہو سکتا ہے۔

میں نے احتیاطاً کیونکہ اس کے ذہنی درخشاں کا پھیلاک آپ بھی کرنا لیکن بظاہر ایسی کوئی علامت نہیں مل رہی تھی اس کی بیماری کا سبب کچھ جانتا تھا۔ جیسا کہ صرف ایک ہی بات قرین قیاس تھی، پر ہم ناخوش کے گئے اور جیل چلے پھر صدمہ حیات تنگ کرشنے کے لیے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے اُن ساتھیوں کی وجہ سے بھی ہلکا اٹھتے تھے۔ جواب تک اُن کی گندی سازشوں کی خاطر۔ حالات کی قربان گاہ پر پھینٹ چکے تھے۔ غرضیکہ درخشاں کی خواب بیداری کی کیفیت نے میری راتوں کی نیند حرم کر دی تھی، اس خیال سے کہ میں وہ دور کی حالت میں کسی خوفناک حادثے کی شکار نہ ہوجائے میں اس کے سر حالے میں بچھا تمام رات پلوں کے نیچے سے جاگ جاگ کر گزار دیتا۔

اُس رات بھی میں خواب گاہ میں اپنی آرام کر رہی پر نیم دراز تھا جب دوبارہ گریہ لاک نے رات کے دو بجنے کا اعلان کیا۔ مجھ پر مکی کی غنڈہ کی طاری تھی جو گھٹنے کی آواز سے جاتی رہی۔ میں نے سمجھیں تھے ہونے درخشاں کے ستر پر نظر ڈالی تو اچھل پڑا۔ وہ اپنی سہری پر نہیں تھی۔ پھر میری خواب گاہ کے کھلے دروازے پر بڑی تومیر کے دل کی دھڑکیں تیز تر ہو گئیں کیونکہ اس کے منہ سے بڑے بڑے اپنی خواب گاہ کا دھڑکنے مقفل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور قفل کی جالی اپنے گاؤں کی اندونی تہیں رکھتا تھا۔ میں نے تیزی سے اپنی حیرت مٹائی۔ اچھل کر کھڑا ہوا آؤ میرے لیے قدم اٹھانا کہ میرے منہ پر رابڈی میں آگیا درخشاں نے خواب ہی کی حالت میں میری حیرت چالی نکالی اور روانے کا قفل کھول کر باہر چلی گئی۔ یہ سب کچھ اس وقت اور کیسے ممکن ہوا ہے اس کی قطعی خبر نہ ہو سکی۔ وہ نابالغ دلیں راتوں تک سنبھل جاتے رہنے کی وجہ سے غریب کی گہری حالت سے دوچار ہو گیا تھا۔ اور اسی سے میں درخشاں اپنا کام کر گئی۔

رابڈی عرصہ کہ اس کے لائن کی سمت آتا تو درخشاں کا بیہوشا نہ نظر آتا تھا۔ وہ شب خالی کے لباس میں غلبوں تھی اور آج اس کا لٹل صدمہ دروازے کے بجائے پشت والے اس پھیلاک کی طرف

غیر ضروری کاموں میں بھی خود کو حد درجہ ملوث کر لیا ہے اور اپنی صحت کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئی ہو۔ میں سمجھ ہی کیلکاش سے کہوں گا کہ وہ تھکائے بیسے طاقت بھال کرنے والی دوا میں تجویز کر کے در نہ تھکادی کر دیتی پڑھتی بیٹے گی۔

خواب گاہ تک درخشاں نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن لیٹر بریلینے کے بعد اس نے بڑی حسرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ لیکن اس کی غزالی آنکھوں کے گوشے غمناک ہوتے ہوسکتے تھے تو رُپ اٹھا۔

”کیا بات ہے جان ہی۔“ تم کیا سوچ رہی ہو؟
”جہاں سے اس نے میرا ہاتھ پٹنے آنکھوں میں لے کر آہستہ سے کہا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ البائیں ہوگا۔۔۔ صرف اس باتم مجھے معاف کر دو۔“

”ادہ کم آن ڈار لنگ۔“ میں نے اس کے ذہن کو پُر سکون رکھنے کی خاطر تسلی دی۔ ”تم شاید ابھی تک خود گی کی حالت سے دوچار ہو۔ غلطی تمہاری تین میری بھی جو میں نہیں اپنے ساتھ چیل قدی کی خاطر ہے۔“

”مجھے بھلانے کی کوشش مت کرو جہاں! میں اس وقت پوری طرح بوش میں ہوں۔“ وہ بھیندگی سے بولی۔ مجھے سے بھول ہو گئی تھی، مجھے با دینس دیا تھا کہ دھرم تبدیل کرنے کے بعد میں پچھلے تمام رشتے نالتے اور مہیندھ کو ڈپچی ہوں۔ مجھے خواب گاہ سے باہر جانے سے پہلے تم سے اجازت لینا چاہیے تھی۔“

”تم کیا بھول گئی تھیں اور مجھ سے کس بات کی اجازت لینا چاہیے تھی؟“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔
”جہاں۔“ درخشاں نے اپنی ہلکوں سے آنسوؤں کی نمی کو خشک کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”پتا چلی آئے تھے۔“

”کون سپریم نا تھدی؟“ میں نے حیرت سے دریافت کیا۔
”ہاں جہاں! وہ مجھے ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔“ اسی لیے آنکھوں نے مجھے حویلی کے باہر بلایا تھا۔ اور میں پتا چلی کی خواہش کے پیش نظر تم سے پوچھے بنا چلی گئی۔ پھر شاید تمہاری تیند بھی اجاٹ ہو گئی اور تم نے میرا دستہ دوک لیا۔ اس نے دبی زبان میں کہا۔ ”تم نے اچھا کیا۔ اگر تم نہ جانتے تو شاید میں۔۔۔۔۔“ وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی میرے بیٹنے میں منہ چھپا کر کھسنے لگی۔

درخشاں کی باتیں سن کر میرے دل پر جو بیت رہی تھی اس کا اندازہ میرے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، اس کا تعلق ہوش مند سے نہیں تھا۔ اس نے فیضان کوئی خواب

ایک پراسرار اور ایڈوینچر ناول

طلسم زادی

ایم اے راحت

روشنی کی دنیا سے دور پراسرار دنیا کی کہانی
جہاں مافوق الفطرت زندگی کا دور دورہ تھا۔ دو دشمنوں کی عجیب داستان جنہوں نے جب ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو ایک ناقابل یقین کہانی نے جنم لیا

دو جلدوں مکمل

قیمت: حصہ اول = 150/-

حصہ دوم = 150/-

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

میدن تان کر توں ماسنے آجاؤں گا۔
پریم نا تھدی جی نے مجھ سے بڑے متح اور محنت سے میرے گنگو کا آغا ز کیا۔ وہ بڑے عرصے پر ناز بننے کر سی کے نشے نے انھیں بے خود کر دیا تھا۔ ”اُن کا پہلا مطالعہ میری تھا کہ میں درخشاں کو فوری طور پر طلاق دے دوں۔ در نہ دوسری صورت میں وہ مجھے سکون کا سانس نہیں بیٹنے دیں گے۔ اُن کے دوست پندت اور پجاری میری زندگی جبر میں کر دیں گے۔ میرا انجام میری توقع سے کہیں زیادہ اذیت ناک اور عرصہ ناک ہوگا۔ وہ مجھے پاتال سے بھی نکال کر اس دقت تک مڑوں گے کہ مجھے نہیں سمجھتا تھا کہ میں درخشاں کے حق سے دست بردار نہیں ہو جاؤں گا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے اُن کی باتیں سنتا رہا۔ پھر میں نے زبان کھولی تو اُن کی زبان لنگس ہو گئی۔ میں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ کوئی طاقت مجھے اور درخشاں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ میں نے پریم نا تھدی جی کو متنبہ کیا کہ وہ اپنے اچھے بھٹکنے والے ترک کر دیں۔ در نہ میں بھی اُن پر سکون کا ایک ایک لمحہ حرام کر دوں گا۔ آخر میں میں نے کہا تھا۔ ”پریم نا تھدی جی! اگر تم نے اپنے پندت، بھجاریوں کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی تو پھر میری طرف سے بھی جوابی کارروائی کے لیے تیار رہو۔“ محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ ملک کے جہر بڑے روزنامے میں بد خبری ملی جس میں کے ساتھ شائع ہو کہ حکومت کے ایک موزن سفیر کی بیٹی کا بطن نے مسلمان ہو کر ملک کے ایک نامور میرٹز جہاں مغرے شادی کر لی اور یہ کہ رقصی کا باپ

لے ہر قیمت پر طلاق دلا کر پندت بھجاریوں کی ہوس کا نشانہ بنانے کا خواہش مند ہے اور اسے زر مکی (رقاصہ) کے روپ میں دیوی دیوتاؤں کے سامنے پیش کر دینا چاہتا ہے۔“

”جہاں۔“ تم کیا بھول کر کہہ رہے ہو؟ وہ میری متح کلامی سن کر بوکھلا اٹھے۔

”ابھی میرا سلسلہ کلام ختم نہیں ہوا پریم نا تھدی جی۔“ میں نے ہنسنے سے کہا۔ ”میں جس خبر کی اشاعت کی بات کر رہا ہوں وہ درخشاں کے اقبالی بیان کی حیثیت سے اخباروں کی جاری کی جائے گی۔ کیے کیا آپ کی غیبت سے سب کچھ برداشت کر لے گی؟“

دوسری طرف سے مجھے فوراً ہی کوئی جواب نہیں ملا۔ میرے دشمن غائب ایک ہی جوابی تھے میں بوکھلا گئے تھے۔ انہیں شاید امید نہیں تھی کہ میں اس حد تک آگے بڑھ جاؤں گا کہ میں پسوید ہاتھ میں لیٹے منتظر رہا چند لمحوں بعد میرے سر کی دھڑکن شروع ہوئی اور آواز سنائی دی۔ ”کیا کابل میرے خلاف آنا کھانا دیا یا نہیں بیٹے

دیکھا تھا یا پھر بادشاہی قوتوں نے اس کے معصوم ذہن کو ایک معصوم شے کے ہائے میں بند کر کے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ہر قیمت پر درخشاں کو حویلی سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ اس حصار کے اندر میرے دشمنوں کی ناپاک سازشیں کامیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔ جو میرے مرحوم والد کے بزرگ اور عادل دوست نے قائم کیا تھا۔ مجھے یہ بات دیوان جی نے بتائی تھی۔

”اگر وہ درخشاں کو حویلی سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو۔“ تو کیا ہوگا؟“ میرے ذہن میں یہ سوال بھرا تو میں سر ہار کر رہ گیا۔ میرا جسم بیٹنے میں بیٹھنے لگا۔ میں نے اپنے دشمنوں کے ہائے میں غور کیا۔ وہ اخلاق اور شرافت کی تمام تر خصوصیات کو بھلا کر کشتیوں میں ڈوب چکے تھے۔ اُن کے ضمیر وہ جو چپکے۔ وہ انسان نہیں درندہ تھے جو خود اپنے ہی گھسے بٹی پائیں بھجانا چاہتے تھے۔ مذہب کی آڑ کے کوہ خون کی ہولی کھیلنا چاہتے تھے۔

”تم کیا سوچ رہے ہو جہاں؟“ درخشاں نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا پھر آہستہ سے بولی۔ ”کیا تم میری ایک چھوٹی سی بھول کو معاف نہیں کر گئے؟ میں وعدہ کرتی ہوں کہ۔“
”درخشاں۔ میری زندگی۔ میری روح۔“ میں نے من کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑے پیار سے کہا۔ ”تم سے کوئی بھول کوئی غلطی سرزد نہیں ہوتی۔ تم نے شاید کوئی خواب دیکھا تھا جس کا اثر تمہارے ذہن پر ابھی تک قائم ہے؟“

”کیا مطلب؟“ کیا پتا چلی یہاں میں آئے تھے؟“ اس نے یزت سے مجھے دیکھا۔
”سب کچھ بھول کر سونے کی کوشش کرو میری جان! یقیناً آڈم اور سکون کی اشد ضرورت ہے۔“

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نظریں گھما کر کھڑی دیکھی پھر اپنے سب ٹوٹی کے بائیں کو دیکھ کر بری طرح ہنس پڑی۔
”جہاں۔“ اس نے سہمی ہوئی آواز میں مجھ سے دریافت کیا۔
”یہ سب کیا ہو رہا؟“ کہیں ہو رہا ہے؟

”اپنے ذہن پر زبردست ٹاؤ میری زندگی۔“ میں نے پوری طرح اسے اپنے وجود کی گہرائیوں میں مخمخ کرتے ہوئے کہا۔ ”خدا نے چاہا تو سب ممکن ہو جائے گا۔“
وہ رات میرے صبر کی آخری رات تھی۔ میری خاموشی میرے حق میں نقصان دہ ثابت ہو رہی تھی۔ چنانچہ دوسری صبح میں نے ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ کیلاش کے کیلینک جاکر وہاں سے میں نے براہ راست پریم نا تھ سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ وہ میری آواز سن کر دنگ رہ گئے۔ انھیں شاید توقع نہیں تھی کہ میں اب تک

پر تیار ہو جائے گی؟
 "کابل نہیں، درخشاں کو پریم نا تھ۔" میں بہت خوش تھا۔
 بلاشبہ اب صرف درخشاں زندہ ہے۔ تمہاری کابل مرچکی ہے اب جو مسلمان لڑکی زندہ ہے وہ اپنے مجازی خدا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر لے گا۔
 "جمال۔ کیا میں اپنی بیٹی سے دوامیت کر سکتا ہوں؟"
 پریم نا تھ کا دم خور ٹوٹ چکا تھا۔ اس کی آواز کی گھن گرج جویسے تھی، بل بھر میں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی تھی لیکن میں نے کسی حوصلی کا مظاہرہ نہیں کیا، بہت سوری اور پلاٹ میں سے ہلے ہوا۔
 "نہیں، سبب تک تم اور تھالے گڑھے لینے اور چھ ہتھکنڈوں کا استعمال بند نہیں کریں گے؟ تم درخشاں کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکو گے۔"
 "تمہارا خیال غلط ہے جمال بیٹے۔ پریم نا تھ کی آواز میں درد تھا۔ کوئی باپ اپنی اولاد کی خوشیوں کا گلا خور پانے یا بھڑوں سے کبھی نہیں گھر نہ بنا سکتا۔ دھرم کا مسئلہ آجائے تو آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔ اس نے بے بسی سے کہا۔
 "تم قسم جرم کے ہم یو ا ہو کھادی بیٹی اس سے منہ موڑ چکی ہے۔ میں نے کہا۔
 "میں گھر رہا ہوں لیکن پینڈت اور بھاریوں نے اسے اپنی ان کا مسئلہ بنالیا ہے میں باہل بے قصور ہوں۔
 "تھالے ہیں اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم درخشاں کے دشمن نہیں ہو؟"
 "میں اس کا باپ ہوں، کیا یہ ثبوت کم ہے؟"
 "مجھے سے لکھے دار باتیں مت کرو پریم نا تھ جی؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ میں تمہیں دو دن کی مہلت دے رہا ہوں اگر تم نے اپنے ساتھیوں کو ہمارے راستے سے نہ ہٹایا تو پھر میں بھی جوابی کارروائی کے لیے مجبور ہو جاؤں گا۔
 میں نے اس کے بعد دوسری جانب سے کچھ منظر موزی نہیں سمجھا۔ اپنی بات ختم کر کے لیسیور کڑیل سے علیحدہ رکھ دیا گیا وہ مجھے فون کر کے اپنی چینی چیر مڑی باتوں سے بلانے کی کوشش کریں میری جوابی کارروائی رائیگاں نہیں گئی۔ ایک ہفتے بعد ہی مجھے میرے سرکاروں کے ذیلیے اس بات کی اطلاع ملی کہ پریم نا تھ ملازمیت کی نصیحت کے کھٹکے باہر جا گیا ہے۔ اس نے ہمارے راتے سے خود کو علیحدہ کر لیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ پریم نا تھ کے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد اس کے پینڈت اہل بھاری بھی میرا راستہ کاٹنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن سیدرا اندازہ درست نہیں ثابت ہوا۔

بہر حال مجھے یہ خبر کہ بے حد سرت ہوئی کہ کم از کم کوئی نہ درخشاں کے سلسلے میں اپنی دشمنی ختم کر دی تھی۔ ایک طرف سے سکون مل جانے کے بعد میں نے طے کر لیا کہ اب پینڈت بھاریوں سے بھی منسلک کے لیے کوئی جوابی کارروائی ضرور کروں گا۔ شاہ جیب کی ہنسی ہوئی تیسرے بجے مجھے میں موجود تھی اور مجھے یقین تھا کہ ایک کابل بزرگ کی یہ لٹانی جب تک میرے ساتھ ہے کوئی گندی طاقت میرا بال بھی بیگانہ نہیں کر سکتی۔
 میں نے کچھ دنوں کے لیے خود کو حویلی کے اندر محدود کر لیا۔ مجھے اپنی چار دیواری کے اندر کوئی خواہ نہیں تھا لیکن باہر کی فضا میرے حق میں ایسا آہستہ آہستہ مکھڑ ہوئی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ میرے دشمنوں کی تعداد بڑھتی تھی۔ پینڈت اور بھاریوں نے دھرم کے نام پر حسین آباد اور کدی میں ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد کو میرے خلاف اکسار دیا۔ انہیں یہ تاثر دیا گیا تھا کہ میں نے کابل کو زبردستی مسلمان کر لیا ہے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر اس سے شادی کر لی ہے۔
 میں کچھ ہاتھ کا وہ ایسا کیوں کر لے رہا ہوں۔ حویلی کے اندر ان کے جنت تر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اس لیے وہ مجھے حویلی سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ میں شب و روز اپنے محافظوں کو کچھنے کی ترکیبیں سوچتا رہتا۔ کیلاش کا مشورہ تھا کہ میں کچھ دنوں کے لیے درخشاں کو ساتھ لے کر ایک سے باہر چلا جاؤں لیکن میں بزدلوں کی طرح راہ فراموش اختیار کرنا چاہتا تھا۔
 ان ہی دنوں ایک روز جب درخشاں نے مجھے بتایا کہ اس کے نازک وجود میں ہماری لازوال محبت کی نشانی کھیلانے لگی ہے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیلاش اور جیب کو خبر ہوئی تو وہ بھی میری خوشی میں شریک ہو گئے۔ سلیو نے بطور خاص اس خوشخبری کے بعد سے درخشاں کا لیے مدد خیال رکھنا شروع کر دیا۔ اور میری خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ باپ بیٹے کے خیال نے مجھے تمام باتوں سے لے کر نازک کر دیا۔ سلیو کا ساتھ ساتھ میں بھی ہر وقت درخشاں کی دلجوئی اور دیکھ بھال میں لگا رہتا۔ لیکن ایک روز میرا یہ سکون چر دریم برجم گیا۔
 دیوان جی نے مجھے بتایا کہ پینڈت اوم پرکاش اور اس کے دو بڑے ساتھیوں نے میرے اطراف جو جال بچھائے تھے ان کا حلقہ تنگ کر دیا تھا۔ اب میرے حویلی سے باہر نکالنے کی خاطر انہوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں۔ میری جائیداد مالک کو نقصان پہنچایا جا رہا تھا۔ وہ لوگ جو میرے ہمدرد تھے، انہیں پریشان کیا جا رہا تھا۔ ان کی عزت کھیل جا رہا تھا۔ ہر وہ حسد بہ استعمال کیا جا رہا تھا جو مجھے حویلی سے باہر نکالنے میں ان کے لیے

نہایت ہو سکتا۔ میں اس خبر پر تھلا اٹھا۔
 دیوان جی! آپ کا کیا مشورہ ہے؟
 میں حوت ایک بات جانتا ہوں چھوٹے سرکار! آپ کی اپنا ہمارے دشمنوں کو ختم کھٹکے پر کسا رہی ہے۔ میں نے دیوان جی کو وضاحت دے دی۔
 وہ بڑے زیرکون انداز میں بولے۔ میں دنیا میں زندہ نہ ایک اصول جانتا ہوں۔ سب کے ساتھ نیکی اور محبت رکھنا۔ لیکن اگر کوئی دشمنی سے اٹھی اٹھائے تو پہل فرصت میں کاٹھ کاٹ دو۔ زبردستی انزلت فوری طور پر ختم کرنے کے چم کے کچھ جتنے کو اگر کاٹ دیا جائے تو اسے حماقت نہیں، نفرتی کہتے ہیں۔
 اس طرح فساد کی آگ اور بھڑک جانے لگی۔ میں نے ہاتھ نہ بڑھ کر دیا۔ کوئی ایسا راستہ سوچوے دیوان جی جس سے آپ بھی مرجائے اور اعلیٰ بھی نہ ٹوٹے۔
 "چھوٹے سرکار! دیوان جی نے میرے لیے یہ کڑی کو مری کرتے ہیں۔ مجھے تعجب ہو چھا۔ کیا آپ اتنی جلدی ہمت دار بنے ہیں؟"
 "آپ نہیں سمجھتے دیوان جی؟" میں نے درخشاں کی نیت سے گماہ کرتے ہوئے کہا۔ ایسے وقت میں اگر درخشاں رکت و خون کی افلاطینوں کو اس کی صحت پر بہت بڑا اثر رٹے گا۔
 "پھر تو ایک ہی صورت ہے۔"
 "وہ کیا؟"
 "آپ۔۔۔ اپنے اس پرانے مکہ خوار کو بھی اپنی خوشبوؤں کی جنتیں مانے کا موقع عنایت کر دیجیے۔"
 "میں سمجھا نہیں۔"
 "مجھے کچھ دنوں کے لیے آزاد کر دیجیے۔ دیوان جی نے ہاتھ ملے مجھے کہا۔ خدا کی قسم، ایک اگر میں آپ کے دشمنوں کو بس ایک کر کے واپس کاٹوں تو نہ تو ان کو شہباز خان میں کسی جگہ کی اولاد بھیجے گا۔
 "مجھے آپ کی محبت پر اعتماد ہے لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں نے دیوان جی کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ابھی تک قانون کے بھاریوں کو ہمارے خلاف کوئی مواد نہیں ملا۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت اگر ان کے ہاتھ آ گیا تو پھر وہ حویلی کے اندر آگس آئے سے بھی روکنے میں نہیں کریں گے۔"
 "شہباز خان کی زندگی میں ایسا بھی نہیں ہو سکتا۔ دیوان جی نے ہونٹ چبانے سے میرے تیزی سے کہا۔ قانون کے بھاریوں کی دکھتی رگس بھی میرے ہاتھ میں ہیں۔ پینڈت بھاریوں کا چکر تو دو چار کے ٹھکانے لگتے ہی وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلیں گے۔ آج پینڈت اوم پرکاش کے سر پر ہاتھ مار کر کسی بڑے جوتے پر ڈال بیڑے جائیں۔ کل ہی سے ان کا نوٹ ٹوٹ جائے گا۔"
 "آئندہ کار ہمارے ہاتھ سے کسی ایسی ہی کارروائی کا منتظر ہوگا۔ اس کے ہاتھ اپنا کچھ مضبوط ہو جائیں گے۔" میں نے سینگہ کی سے کہا۔
 "آپ کی ماری زملا کو کیوں بھول رہے ہیں؟ دیوان جی نے نے دلی زبان میں جواب دیا۔ "میرے پاس اس کے کو تو قوں کے سیکڑوں ثبوت موجود ہیں۔ ایک بھی سامنے آئے تو آئندہ کار اپنی عزت بچانے کی خاطر پالتو قوں کی طرح حویلی کے پھاٹک کھڑا دم ہلاتا نظر آئے گا۔"
 "ایک آئندہ کار درمیان سے ہٹ گیا تو دوسرے اس کی جگہ لیں گے۔"
 "شہباز خان نے بھی ہاتھوں میں چڑیاں نہیں پرین رکھی ہیں۔ دیوان جی۔ وہ دواڑ میں بولے۔ آپ صرف ایک ہا میری بھلی چھٹی کا پرانہ جاری کریں، پھر میں جانوں اور میرا کام۔"
 مجھے دیوان جی کی شخصیت کے ہر پہلو کا علم تھا لیکن میں ایک شخص انسان کو کسی قیمت پر حائل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ درخشاں کی حالت کے پیش نظر بھی مزید تھا کہ ہر قدم نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا جانا چاہئے۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ دیوان جی! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ایک باہر شاہ صاحب نے کی کوشش کریں۔
 "میں گیا تھا وہاں لیکن شاہ صاحب عرس میں شرکت کے لیے الوداد جا چکے ہیں۔"
 دیوان جی کے جواب نے مجھے ایک لمحے کو باؤں کر دیا۔ پھر مجھے شاہ صاحب کی باتیں یاد آئیں۔ انہوں نے مجھے بار بار اور جلدی جلدی ماں کی قبر پر حاضری لینے کی تاکید کی تھی۔ شاہ صاحب کی دی ہوئی تسبیح میرے کچھ میں پڑی تھی۔ لہذا میں نے اسی وقت مل کی قبر پر حاضری دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور درخشاں سے ایک ہمدردی کام کا ہاتھ کر کے دیوان جی کے ساتھ چو لیا۔
 راستے میں کچھ دیر تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی دیوان جی اپنے خیالات میں گم تھے اور میں اپنے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اگر بات میرے اختیار کی ہو تو میں درخشاں کو اپنی بانوں میں چھپا کر ہندوستان کو سونپ دے یہ خیر باد کہہ دیتا۔

لیکن مجھے ہن بات کا یقین نہیں تھا کہ میرے دشمن ہمارا خیال اپنے گمزدہ ذہنوں سے کمال دیں گے۔

درخشاں ابیدہ تھی۔ یہ خبر سن کر میری خوشیوں اور ستروں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن یہ خیال بھی میرے لیے بے مداؤ تیناک تھا کہ وہ حریف کے احاطے میں قید ہو کر نہ گئی تھی۔ اس کو حریف سے باہر نکلنا ناممکن نہیں تھا۔ دشمن کھات لگائے بیٹھے تھے وہ جان لینے اور دینے پر آمادہ تھے درخشاں کی موت کو بھی وہ اپنی قیمت اور میری شکست سمجھ لیے تھے۔ ان حالات میں میرے لیے یوں کا ایک ایک لمحہ محال ہو گیا تھا۔

”پھوٹے سرکار“ دیوان جی نے اچانک کچھ سوچتے ہوئے کہا کہ دلاور مرزا مجھے بتا رہا تھا کہ وہ الہ آباد کے جنگی چارہ سے پرانی واقفیت رکھتا ہے۔

”جنگی چارہ“ میں پوچھا۔
”ہاں، جس زمانے میں دلاور مرزا دکن مزاحی کرتا تھا، اسی زمانے میں اس نے ایک لڑکی کو قتل کرنے کے لیے بنگلے سے لپٹا نہ گاٹھ لیا تھا۔ دیوان جی نے بے شبہ وہ شاہ صاحب کے پس گیا تھا، وہاں سے دھٹکا لگایا تو کسی نے اسے جنگی کے راستے پر لگا دیا۔“

”لیکن یہ جنگی کڑا کیل ہے؟ میں نے خنک اپنے میں کہا۔
”میں نے ہمیشہ اپنے بازو پر بغیر صدمہ کے اپنے لیے پٹیلے کام دالوں سے کبھی واسطہ نہیں دیا۔ لیکن دلاور مرزا بتا رہا تھا کہ جنگی کے کالے کوئی شستر نہیں سٹلی کا کام ہوتا ہے اور لیتین سے کرتا ہے۔“

”اوہ۔“
”آپ کیس تو کسی وقت دلاور مرزا کے ساتھ آئے ہو دیکھ لوں؟
دیوان جی نے توجہ دیکھ کر کہا کہ وہ اپنے کو کھانے کے لیے لوہی صاحب ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جنگی کا کھلی کا نامہ آپ کے دشمنوں کا قیام پانچا کرنے ہے۔“

”دیوان جی۔ کیا یہ مناسب ہوگا کہ ہم اپنی حفاظت کے لیے کسی جہاز کی خدمات مستعار لیں؟“

”وقت پر تو گھر سے کوئی باپ بنانا پڑتا ہے، رہا جنگی کا مسئلہ تو جو لوگ آپ کے دشمن بن گئے ہیں وہ بھی جنگیوں سے کم نہیں جو چھپ چھپ کر زخموں کی طرح پشت سے وار کر لیں۔ مرد ہوتے تو کھل کر مقابلے پر آجاتے۔ دیوان جی نے روانی میں ایک کھڑکی کی گالی کہتے ہوئے کہا کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کیستے۔ اس لیے غمخوار ہوں ورنہ۔۔۔ اوم پرکاش کی پینڈی کو ایسی جہاز پیشک فرما کہ وہ کبھی مرد کھانے کی محنت بھی نہ کرتا ہے۔ یہ بات میں بھی سمجھ رہا ہوں دیوان جی کہ کبھی سہی سہی ہوسکتے

آسیب زدہ انوار صدیقی (زیر طبع)

میں نیکے کا لیکن درخشاں کے خیال سے غمخوار ہوں۔ میں نے کانتے ہوئے جواب دیا۔ ”اُسے اگر حالات کی اطلاع ملے وہ پریشان ہو جائے گی۔“

”بات ہمیشہ وہی چھپی نہیں ہوتی۔“
”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر جب تک وہ بے خبر اچھلے۔“

دیوان جی نے میری کیفیت کا اندازہ لگایا تو خاموشی کر لی۔ مجھے اندازہ تھا کہ خان شہزاد خان نے اپنے نام کو کبھی نہیں گئے۔ جب تک میدان میں لیے ہو کچھوں پر مارا نہ سید تان کر دشمنوں کا سر چیلے ہے۔ وہ عملی شصیت کے تھے۔ اس لیے میری مصیبتیں ہی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ قورستان پہنچ کر میں نے ان کی قبر پر فاختہ پڑھی۔ اہا کی مندر پر بیٹھا بڑی دیر تک ماں کی آخری آرزو کو حشر بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر جانے کے ارادے سے چلا آیا۔ لیکن خنک میرا موڈ آف ہو گیا۔ میرے سامنے تھوڑے فاصلے دی ننگ ہر رنگ کھڑا تھے یوں دیکھیں جیسے کہ دیکھ کر جیسے میں انسان نہیں دیکھا کا آستھوں جو ہوں۔ اس کے جسم پر اس وقت بھی دیا جہاں کی غلاتیں جی ہوتی تھیں۔ میں وہی جی ہوئی بڑی میٹھی میٹھی موجود تھی جس کی طرف سے وہ ایک بار پہلے بھی مجھے زخمی کر چکا تھا۔ میری طبیعت نے دیکھ کر مختصر سی جوتی۔ ایک بار جی میں آئی کہ پتھر اعضاء اُسے لہو لہا کر ڈالوں لیکن پھر ہی اُسے نہ شہ جی کی کسی ہوا بات یاد آگئی۔

”زخم کو دینے دو۔ یہ نامور دن گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت نہیں پریشان نہیں کر سکتی گی۔“
میں شاہ صاحب کے شانے کا مطلب نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس وقت اپنا ایک وہ جملہ میرے ذہن میں گونجا تو کیا خنک نے اپنی باتیں ٹانگ کا زخم یاد آگیا۔ جو دلوائے کے کھڑکی مانے پیدا ہوا تھا۔ میں نے جہز کہ دیوانے کی سمت غور سے دیکھا اور

زہد ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”منوے میں نے دھڑکتے دل سے اسے آواز دی۔ تم چاہو یا میری ٹانگ بھی زخمی کر سکتے ہو۔“

”و۔۔۔ تو مجھے پتھر تو نہیں مانے گا؟“ دیوانے نے مجھے کی طرح گھورتے ہوئے دیکھنے لگا پھر پوچھا۔

”جو خود زخمی ہو رہا ہو اور کو کیا پتھر لے گا۔“ میں نے کہا۔ میں نے میرے میں جواب دیا۔ جانے کیا بات تھی جواب اس دیوانے نے نفرت نہیں ہو رہی تھی۔ کوئی بات ضرور ہونے لگی۔ اسی انداز میں سے قریب ہونے کے لیے آگیا۔

”جیسے کہ درخت سے آگ لگ جائے اچانک ہی لوٹنے سے بچ کر اڑتے ہوئے کہا۔ رام بھلی کرے گا۔“
”تم۔۔۔ تم کون ہو؟“ میں نے دم آواز میں دریافت کیا۔ وہ دیوانہ وار ہانگوں کی طرح فٹے لگتے لگا پھر یکایک میری زندگی اختیار کرتے ہوئے رازدارانہ سیمے میں بولا۔

”گا؟“
”نہیں۔ میں جڑا نہیں کیشتا۔“
”میں لہیے کا تو پھر ہارمت کا فیصلہ کیسے ہوگا۔ میری ہار کے لیے کھڑا ہو کر چلنے کی عادت ڈال لے دینا سیدھی رائے لگے گی۔“ دیوانے نے سرگوشی کی۔ کبھی بھی کھنک سے لہی اڑا دیا کہ۔ ڈور کے کسے تو بیچ دینا بھی سیکھ جائے گا۔

”تم۔۔۔ تم مجھے دیوانے نہیں سمجھتے۔“ میں نے اسے لے کر خاطر یا سنا پھینکا۔ ”تم کچھ اور ہو۔۔۔“
”آدھا تیر۔ آدھا تیر۔“ دیوانے نے ہونٹوں پر انگلی دکر بولا۔ خبردار کسی اور سے نہ کاندہ قورستان کے سارے رائے اٹھ کر بادلوں کی شستر دوڑ لگا دیں گے۔

”تم ہمیں بدل کر دلوں کو بے وقوف بنائے ہو۔“ میں زراشت نہ کر سکا، چہرہ دیوانے میں بھاری ملیت جان گیا ہوں۔
”نیکل گیا نیکل گیا۔“ دیوانے نے میری بات سن کر فو کی طرح تاساں بجاتے ہوئے کہا۔ اناراضی کی دم فاختہ۔ چلا تھا ترشح کا شکار تھینے۔ ایک چوہا بھی نہ مار سکا۔
”میں۔۔۔ میں تمہیں بچو کہ لوں کے حوالے کر دوں گا۔“
”اے اے اے جھمکانے کی خاطر خنک سمجھا عقاب کیا تو وہ بندروں مارچ پھلتا ہوا درختوں کے جھنڈ کی طرف دوڑنے لگا۔ پھر پناہ کوئی کر پٹا اور مجھے آنکھ مار کر بولا۔
”راٹھیں دراز کر لے۔ تو بھی دشمن کو تروں جانے گا۔“
مجھے غصہ آ گیا، چھتر اٹھانے کے بجائے میں نے پھینکی

دی تو وہ شور مچانا ہوا درختوں کی آڑ میں ہو گیا۔ میں نے اسے زمین سے جھٹک دیا اور واپس قورستان کے پھاٹک کی طرف قدم اٹھانے لگا جہاں دیوان جی گاڑی کے پاس بیٹھے منتظر تھے۔ میں بے بس قدم مارتا تھا کہ پتھر کھاڑی میں بیٹھ گیا۔ دیوانے کی بے سرو پا باتوں نے میرا موڈ خراب کر دیا تھا۔

دیوان جی نے خاموشی سے آگن اشارت کر کے گاڑی کو بیک کیا پھر کچھ راستے کو غور کر کے پختہ مرکز پر جانے کے ارادے سے آگن گنگ کو کالہ ہی تھا کہ اچانک سامنے سے ایک جہزپ نے نمودار ہو کر ہمارا راستہ روک لیا۔ دیوان جی نے اگر ذرا غفلت کا کام لیا ہوتا تو حادثہ ہو جانا لازمی تھا۔

اچانک بیک کھٹنے سے ایک لمحے کو میں بھی گڑا گیا۔ پھر سفیہا کر جہزپ کی سمت دیکھا تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ جہزپ کے اندر تین بٹے کٹے بجاری بیٹھے میری کار کی جانب حفات بھری نظروں سے گھورتے ہوئے تھے۔ ان میں ایک اوم پرکاش بھی تھا لیکن اس کا ڈور سامنی صورت شکل اور جیسے میرے کے اعتبار سے زیادہ بھاری بھر کم نظر آ رہا تھا۔ اس کے تیر زیادہ خطرناک نظر آ رہے تھے تیسرے بجاری آٹھ رنگ پڑھنا چاہتے بیٹھا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ جنوں نے یہیں آبادی سے دور دیر لے کر میں نفس نفرتیجا نہیں گھرا تھا۔ وہ یقیناً میرے کراہ کر مارا وہ ٹھکان کو دبا آتے ہوں گے۔ میں نے دی زان میں دیوان جی کو مخاطب کیا۔

”آپ کے پاس؟“
”میں پھوٹے سرکار۔“ دیوان جی نے تینوں بجاریوں پر نظروں جماتے ہوئے جواب دیا۔
”اگر یہ دیکھنا فادہ کی کوشش کریں تو بے دریغ گولی مار دیجیے گا۔“

میرا اندازہ سمجھتا تھا۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔
دیوان جی میری بات کا جواب دینے کے بجائے دروازہ کھول کر نیچے اترے تو مجھے بھی ان کی پیروی کرنا پڑی۔ جہزپ میں بیٹھے ہوئے تینوں بجاری بھی ایک ایک کر کے پٹنے اٹھنے سب سے آگے دی بجاری تھا جس کے تیر مجھے زیادہ خطرناک لگتے تھے۔ اوم پرکاش اس کے سیدھے ہاتھ پر ایک قدم نیچھے موجود تھا۔

”جہزپ ہٹاؤ راستے سے۔“ میں اصرار جاتا ہے۔ ”دیوان جی نے نہیں گھورتے ہوئے دیرنگ سیمے میں مخاطب کیا۔
”دھیر سے کام لو ایک! ہم بھی تمہیں آؤ پتے پہنچاتے دیتے ہیں۔“ بھاری جہزپ جارتے نے زہر خند سے جواب دیا پھر اوم پرکاش سے پوچھا کہ ان میں سے ہمارا بری کون ہے؟
پہلے اوم پرکاش نے میری جانب اشارہ کیا تو بھڑکی

بھرم بھاری مجھے دیکھ کر حشرات سے بولا کہ تو تم جو مال صفر جس نے ایک گزند کھینا (روٹی سے) دواہ رچا کر مجھے دھرم بھرم بھرم بھرم کی گوشش کی ہے۔

”تم کون ہو؟“ میں نے غصے سے دریافت کیا: کیا چاہتے ہو؟
 • خادم کو بھاری رام لال کیسے لے کر شے کے رشتے سے تھکے لیے میان تک آیا ہوں؟ رام لال نے مجھے گھولتے چڑھتے سرور میں جواب دیا: ”تم سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ کابل رانی کو اپنے بندھنوں سے آزاد کر دو“ ای میں تحاری بجات ہے۔
 • تم جس کابل رانی کی بات کر رہے ہو وہ مرچو کی ہے اب صرف میری بیوی درخشاں جانت ہے۔ میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

• ذات بات اور دھرم کے کاموں کو تو ہم سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ پنڈت اوم پرکاش نے دانت پیستے ہوئے کہا: اوم ہمارا ج کا دت برابرم کر۔ میری جی طرح بات مان لے۔ نہیں تو پتھرتے گا۔

”تم درمیان میں ملو پنڈت۔ اوم پرکاش کے جواب میں دیوان جی نے عقارت سے کہا: ہمیں ڈر سو بیٹے دور رام لال ہمارا ج نے ہماری خاطر کاشی سے میان تک سفر کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی ہے۔“

”ہم کالی کے غورنگا ہیں، پوشن کے قدیموں کی دھول ہیں ہلکے اس لیے ہلکے سلتے“ انھیں علی پہلی کرنے سے تجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ رام لال نے دیوان جی کے چسک پر ایک نظر ڈال کر کہا۔
 ”میں نے اوم پرکاش سے تیرے بلے میں جی من رکھا ہے۔ جوانی کے دنوں میں تو نے جو رنگ دلیاں منائی ہیں انھیں قبول جاؤ گے۔ جوڑ چٹوں کی طاقت دھلتی چھا لے۔ اس پر زیادہ مان کرانیک نہیں۔“
 ”تم نے ٹھیک کہا ہمارا ج!“ دیوان جی سجدے سے بولے۔ ”جوانی“

دھل جائے تو انسان کو ننگوٹ کھول دینا چاہیے لیکن ایسا بھی نہیں کہ دوسرے ہلکے اور پتھر اچھالیں اور ہم کان میں تیل ڈالے۔ بیٹھے رہیں۔ کھارے کے داؤ بیچ تو بیولوں کو مرے دم تک با دہتے ہیں۔

رام لال کے تیر اچانک غلط ناک ہو گئے۔ دیوان جی کو اس نے بڑی خوشخبر نظروں سے گھورتے ہوئے کہا: کیوں میں کھیل متاذا دکھانا اور بات ہے لیکن پنڈت بھاریوں سے بچنے لڑنا تیرے میں کا دو گ نہیں۔ میری مان تو نظروں بھی کر کے ہمارے راستے سے الگ ہو جاوے۔

”میں بھی تم نوٹوں کو ہی مشورہ دوں گا ہمارا ج!“ دیوان جی

طنز و مزاح

انگور کھٹے ہیں	اعتبار ساجد	01/-
غالب کی آبرو	اعتبار ساجد	1/-
امیر جنسی وارڈ	اعتبار ساجد	1/-
منہ شگافیاں	اعتبار ساجد	1/-
جائیل اسے مار	اعتبار ساجد	1/-
اس طرح تو ہوتا ہے	اعتبار ساجد	1/-
غالب ہمیں بھی چھیڑ	اعتبار ساجد	07/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

جسے ہر خون کی تنازت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔
 حوی سے دور دوڑنے میں کسی کی فیصلہ کن جنگ مجھے
 بن تھی۔ اس لیے میں نے جلدی سے درمیان میں بولتے ہوئے
 بات بڑھانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا رام لال! تم اگر اپنی نقل
 باز تو حویل جیل کر دو درخشاں سے پوچھ لو۔ وہ اپنی مرضی سے
 اپنی جوتی ہے۔

”کیا خیال ہے ہمارا ج؟“ دیوان جی نے رام لال سے منہ تیز
 لپکھا۔ حوی چلو گے ہلے ساتھ؟
 ”ہاں دیکھ رہا ہوں اور کہہ“ رام لال کسی نہ پہلے سناپ
 ح نظر تک انداز میں پھینکا کرتے ہوئے بولا: ”تیرے جسم پر
 بانڈھا ہوا ہے اس نے تیری نعل کو پلٹ دیا ہے۔ شاید
 یہ تو ہمارے سامنے کھڑا ہے ورنہ برباد ہو چکا ہوتا۔“
 ”تم اپنی کالی طاقتوں سے مجھے مڑنے کا حمد کرو لو میں تعویذ
 دیتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟“

”پڑ مارا طاقتیں حاصل کرنے کے لیے آدمی کو زندگی کا راستہ
 بڑھائے۔“ رام لال نے غصے سے بل کھا کر کہا: ”میں کھن
 اکرا پڑتی ہے تب کہیں جا کر آدمی کو گند بننا ہے لیکن تو
 دن کو کہیں کچھ سنے گا کسی گانی کے لکھے ہوئے چار افسانہ
 ہم برابروں کو تو سامن پڑا دیا ہے، اپنے آپ کو قبول رہا ہے؟
 ”جنرل منتر کی باتیں چھوڑو رام لال جی!“ دیوان جی نے تیزی
 ”تم ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ بات میں تم بوجھنے کی۔“
 ”دات تو اب شروع ہوئی ہلک!“ رام لال نے دیوان جی
 رت پھری نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا: ”تو نے
 بڑھ کر اس کرنا سیکھ لی ہیں۔“ مجھے سداہارنے کے لیے مجھے
 بھونک کر نا ہی ہو گا۔

”ہمارا ج! پنڈت اوم پرکاش بولا: مجھے اجازت دو۔
 داک باہمی کے سارے کس بل بکالے دیتا ہوں۔“

”ہمت ہو چکا پنڈت۔“ اچانک دیوان جی نے رول اور
 راک کا رخ دشمنوں کی سمت کرتے ہوئے سرو آواز میں کہا۔
 ”جانتے ہو تو خاموشی سے پلٹ جاؤ ورنہ۔۔۔“
 ”اور کیا کرے گا تو؟“ رام لال نے گری کر پوچھا۔
 ”نکھانے، ناک جھون کو پھینکی کر دوں گا۔“ دیوان جی
 غصے سے متفانی ہو گئی۔

”کھلونے سے کھیلنا چھوڑنے پاؤ۔“ یہ گیان ویدیاں
 لے کر حقیقت نہیں رکھتے۔“ رام لال نے خشک آواز میں
 لپکا اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ بند کر کے دیوان جی
 سنا کر لے سے پھٹتے ہوئے بولا: ”اگر تو اپنی جنت دیکھ

ہی چاہتا ہے تو اب اس کھلونے کو بھی آزاد کر دیکھ لے۔“
 دیوان جی نے جواب میں رام لال کا انشاء لے کر کوئی داغ
 دی لیکن رام لال اپنی جگہ جاکھڑا رہا۔ اس کے ہونٹوں پر شیطانی
 مسکراہٹ تھیں کہ یہی تھی۔ دیوان جی نے ہلکا کر دوڑنا فرار کیا
 مگر اس بار بھی کوئی پیٹھ نہیں بکلا۔ کسی کے دھنگے ٹھٹھے
 ہو گئے۔ دیوان جی نے گفتگو میں جو قوت متاع کر دیا تھا وہی
 ہلے دشمنوں کے لیے باعث رحمت بن گیا۔ رام لال نے یقیناً
 اپنے کسی جنرل منتر سے رول اور کی گولیوں کو بے اثر کر دیا تھا۔

”دیوان جی نے تیرا فرار بھی ہو کر کیا، پھر وہ تھلا کر
 آگے بڑھے لیکن کسی ناویدہ نوکسٹ ٹھکر کر تیزی سے پیچھے ہو گئے
 میں نے پہلی بار دیوان جی کے چسک پر خوف و دہشت کے تاثرات
 محسوس کیے۔“
 ”دک کیوں کیا تم کو کچھ چو رام لال نے منکرانہ طعنے سوسے
 کہا۔ پہلے تو ہمت اچھل کر دکھ دیا تھا۔ ابھی تو تیرے رول اور میں
 گولیاں باقی ہوں گی۔ انھیں بھی داغ کر کن کر مان لے کر لے کرے“
 دیوان جی نے ایک بار پھر بچوں کے بل اچھل کر رام لال
 پر پھینکا لگنے کی گوشش کی لیکن اس بار بھی وہ کسی ناویدہ
 رکاوٹ سے ٹکرائے اور کراہ بھیسے الٹ گئے۔ مجھے پھر بری
 آگئی۔ رام لال نے یقیناً اپنی کالی قوتوں کو بڑھنے کا رکا دیوان
 جی کے گرد کوئی حصار قائم کر دیا تھا شاید تعویذ کی موجودگی
 میں وہ دیوان جی کو براہ راست کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔
 ”میں نے پہلے ہی کہا تھا ہلک! ہلوانوں سے چہ بڑھانا
 تیرے بس کا رگد نہیں۔“

”ہمت اچھل کر دکھ دیا تھا بندوں کی طرح۔“ پنڈت
 اوم پرکاش نے دیوان جی کو گھورتے ہوئے کہا: ”اب کہاں گئی
 تیرا وہ طاقت؟“

دیوان جی نے ایک بار پھر بڑی سرعت کے ساتھ اپنی جگہ سے
 پلٹ کر پھنے کی گوشش کی لیکن وہ حصار نہ توڑ سکے جو رام لال نے
 ان کے گرد بانڈھ دیا تھا۔

”ہم چاہیں تو کچھ ایک لٹا لٹا سے جلا کر بھس بھی کر سکتے
 ہیں لیکن میں۔۔۔ عظیم طاقت حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے سے چھوٹے
 اور بیچ جات لوگوں پر ہاتھ نہیں بٹھا کرے۔“ رام لال نے خفا سے
 سے کہا پھر پلٹ کر دھکے کھاتے ہوئے بولا: ”نوکس سوچ میں
 گم ہے ہلک! کابل رانی کو ہمارے حوالے کرے ہم مجھے کوئی
 منتر نہیں دیں گے۔“

”اس خیال کہنے نے ذہن سے نکال دو رام لال، میں نے خود
 کو سنبھالتے ہوئے سجدے سے کہا: درخشاں میری بیوی ہے

جسے میں کسی قیمت پر اپنی زندگی سے غنی ہو نہیں سکتا۔ ہاں، اگر وہ خود سے واپس جانا چاہے تو میں اسے دونوں کا بھی نہیں دیتا۔ میں کسی خوبصورت عورت کے نازک جسم سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ مگر وہ لال نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔

مجھے تیری جدائی پر ترس آ گیا جو کاشی سے چل کر بھانسنے کے لیے یہاں تک چلا آتا۔ وہ نہ اگر چاہتا تو کالی کے جبروں میں بیٹھے بیٹھے ہی تیرا کر لیا کہ کسکتا تھا۔

”موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔ رام لال۔“

میں نے خوف کے احساس کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے دنگ آواز میں جواب دیا۔ تم اور مجھ سے گڑھے سے کیلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اور میرا ایک آخری فیصلہ بھی تو۔ جب تک میرے جسم سے روح کا تعلق باقی ہے تم درخشاں کو مجھ سے جدا نہیں کر سکو گے۔

”سمجھ گیا۔ رام لال مجھے گھورتے ہوئے بولا۔“ تو بھی گھلے میں صندل کی مالا ڈال کر گھنڈی چوکیا ہے۔

رام لال کی بات سن کر مجھے اچانک اس شہنشاہ کا خیال آ گیا۔ جوش و احساس نے عنایت کی تھی اور اس وقت میرے گلے میں موجود تھی۔ مجھے اپنی قوت کا اندازہ ہوا تو میں نے رام لال کو تری بہ تری جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”میں بھی تو اپنی پاپی تو توں پر بڑا ناز اور عروس ہے۔“

رام لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے گھورتا ہوا وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ زمین سے درخت کی ایک ٹوٹی ہوئی خشک ٹہنی اٹھا کر اس نے دیوان جی کی طوط اچھال دی۔ میں اس کی حرکت کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا لیکن جب خشک ٹہنی فضا میں ہی دیوان جی سے کچھ فاصلے پر چل کر رکھ ہو گئی تو میری سمجھ میں بات آ گئی۔ رام لال مجھے اپنی بیڑاہ قوتوں سے متعجب کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دیوان جی کے گرد جو مصداق قائم کیا تھا وہ اتنی ہی خطرناک تھا جو جبرجی اس کی زندگی جاتی بل کر خاک ہو جاتی۔

”بند سے باز آ جاؤ۔“ رام لال نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بعد کہا۔ وقت بیت جاتے تو آدمی کے پاس سوائے پتھروں کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔

”میں تمیں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں جس میں کسی رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں۔“

”معاذ! یہ پاپی ایسے نہیں لانے گا۔ پڈت اوم پرکاش نے جھلا کر کہا۔

”ایک بار پھر میرے لیے رام لال نے اوم پرکاش کی بات کو

نشان کا خیال آیا تو میں تڑپ اٹھا، میری آنکھوں میں آنسو آ گیا۔ میں نے حقارت سے رام لال اور اس کے ساتھیوں کو ان کے خلاف کچھ گزرتا ہے اس اعتبار میں نہیں تھا۔ نے جی سے باہر نکل کر غلطی کی تھی۔ لیکن ماں کی قبر پر بے کا مشورہ سمجھے شاہ صاحب کے دیا تھا۔ میرا ذہن اٹھنے لگتا تھا۔ انھیں بند کر دیں اور ماں کی لٹا کو یاد کرنے لگا۔

جو جیوں سے اپنا نام تو بچنے ہیں انھیں کیوں دیکھی کر دیا۔ ”اوم پرکاش“ کے بھید بڑھنے کی صلاحیت رکھتا۔ بری کیفیت عموماً کر کے ہونے پٹا آواز میں بولا۔

”دور کی خاطر بلا وجہ کیوں ہمارا وقت برباد کر رہا ہے؟“

”ہمارا ج اس مسئلے سے کمزور کر رہا ہے۔“

”اوم پرکاش کی ذہنی توازن سے کالوں میں کوئی نئے دیکھیں کھول کر اسے نفرت سے گھورائیں کوئی جواب دینے پر تھا۔ اس بیٹے ہاتھ لگ کر نہ گیا۔

”ہم مجھے چھوڑ جا رہے ہیں۔ مگر وہ۔“ رام لال نے مجھے لایا۔ ”جہ تیرے چاروں طرف جو کچھ قائم کر دیا ہے، اسے سوا کوئی اور نہیں توڑ سکتا اور نہ ہی کوئی تیری مدد ہے۔ جی سے تیری ہی خبر حاضری کا بل رانی اور تیرے کو مقررہ پریشان کر دے گی۔ اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ اپنی جی سے باہر آ جائے۔ اس کے بعد دنیا کی تمام قوتیں ہی اسے ہمارے چنگل سے آزاد نہیں کر سکتیں۔“

”رام لال نے ٹھیک ہی سوچا تھا۔ جی سے میری طویل فری کیش اور جیک کے علاوہ درخشاں کو بھی پریشان کر تھی۔ اور درخشاں اس وقت جس نازک حالت سے دوچار تھی۔ اور کوئی ذہنی رجحان یا پریشانی اس کے علاوہ بچنے کے لیے اتنا نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔“

مجھے اور دیوان جی کو جس مقام پر پہنچنے کی کیفیت پر تھا وہ کچھ پختہ منزل سے قریب تھا۔ یہاں ہی اس لیے بڑے سے گزرنے والے کسی راہگیر کی نظر ہمارے اوپر نہیں پڑی اور کوئی دیکھ بھی لیتا تو کالی تو قوں سے ٹکرا نا، بے حال تھا۔ مجھے درخشاں کی خاطر موت بھی گوارا تھی۔

”لیکن ہوتا کہ وہ میرے مرنے کے بعد درخشاں کو پریشان نہ کرے۔ اس لیے اپنی مرضی کی زندگی گزارنے دیں گے، تو میں اس کی خاطر موت کو بھی ہمیں خوش سمجھ لگا لیتا۔“

”ماتا تھا کہ وہ میری خوشیوں کے ساتھ ساتھ میری شریک مائی منزلتوں کے بھی دشمن ہیں۔ وہ بہرحالت پرانے اسی پر واپس لانا چاہتے تھے جسے چھوڑ کر اس نے مجھے اپنا

دھستک

انوار صدیقی (زیر طبع)

بیٹھ کر لوں آسمان کی طرف دیکھنے لگا جیسے بھرپور دیکھتا ہوئے شعلوں کو نوازش کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر خوف و دہشت طاری تھی۔

• ہمارا جی پلٹ اوم پر کاوش نے تھکا کر رکھا تھا اجازت دو۔ میں اگل گئی ہلاکو ٹھوکر مار کر لڑتے سے مٹا دیتا ہوں۔
• بڑے تپہ دار ہیں آج ہیں تو ان سے کڑا کر گزر جانا چاہیئے۔
رام لال نے اچھے بڑے کھٹا کر مار کر اپنے پاؤں زخمی کرنا چاہا نہیں ہوتا۔

دولانہ بدستور آسمان کی جانب زالیے بدل کر گھومنے میں مصروف تھا اور اس اب بڑی سیدھی کے غور کر رہا تھا کہ رام لال نے ابھی تک اسے ڈھیل کیوں نہ رکھی ہے۔ پھر وہاں میرا ذہن اس ایک نیل تیزی سے ابھرا کہیں وہ دیوانہ کوئی مجذوب تو نہیں؟ یقیناً وہ کسی خاص اور اہم شخصیت کا مالک تھا۔ وہ رام لال اس سے بھرانے سے ہوں گے گریز کرنا۔ اس نے اوم پر کاوش کو بھی دیکھ چکے انھوں میں دولانہ سے کڑا کر گزر جانے کا مشورہ دیا تھا۔

میرے دل کی دھڑکیں یک لحظ تیز ہو گئیں۔ مجھے شاہ صاحب جیلے یاد آتے گئے۔ انھوں نے جلدی جلدی ماں کی قبر پر حاضری دینے کی تاکید کی تھی۔ یہ بھی کہا تھا کہ زم زم سے دو۔ وہ ماسور بن گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مجھے چاہتا نہیں کر سکتی تھی۔ یہ معرفت کی باتیں تھیں۔ بزرگوں کے دوش سے لڑنا پڑا تھے جن کا مقصود میری توجہ میں پہلے نہیں آسکا اور اب وقت گزر چکا تھا حالات نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔

مجھے اپنی بے جا رگ پر لونا آگیا۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو وہ کڑکڑا کر دولانے سے لپٹ جاتا، اس کے قدموں پر گر کر لوٹ نکلتا اس کے جسم کی مادی غلط فہم سے اپنا عقدہ روٹھ کر لیتا، کڑکڑا کر وہ کڑی طلب کر لیتا جس نے مجھے بھٹکنے سے روکا تھا۔ یہ ماسور دیکھنے کے کوشتش کی تھی لیکن اس وقت میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے جھلا کر دولانے کو ماننے کی خاطر تپتھلا لیا تھا آج بھی اس نے میرے قریب آنے کی کوشتش کی تو میں نے تڑا دھڑکا کر اسے جھگڑا دیا لیکن اس وقت بھی میری نجات کے لیے پھر سنے آگیا۔ اور میں بے دست پا کھڑا اسے دیکھتا رہا اپنی کمزوری اور کوتاہ بینی پر اب انہوں مل طارم اس کے سوا اور کبھی کیا سکتا تھا۔

رام لال میرے مقابلے میں زیادہ معاملہ فہم نہ ہو اس نے ابھی تک دولانے کو چھپانے کی کوشتش نہیں کی تھی۔ دیوی دیوتاؤں کے لیے انھیں چاہ کر کے بعد اس نے بڑی

چاہا ہوا دھشت تاک لیے میں بولا۔
• خیر دار۔ اگر دم دبا کر اڑنے کی کوشتش کی تو مجھ میں سے دم یوں چلا دوں گا۔

• تم کون ہو ماشاء؟ رام لال نے غلاب توقع بڑی نرم آواز میں دولانے کو مخاطب کیا۔ ہم سے کیا چاہتے ہو؟
• کال کا رات میں تم اس جھل میں سرکوش چھوڑ آئے ہو۔ کیوں؟ دولانے نے کڑی پرزورمت جمانے ہوئے غیبی گے سے کہا پھر خود کے انداز میں چنیزا بدل کر بولا۔
• جگا جاؤ۔ اگر تو ان آگیا تو چمکا دو میں انہوں دینا چھوڑ دیں گی۔
• مجھے سچا تو مانتے۔ میں رام لال ہوں کاوش کے بڑے مندر کا سینک۔ رام لال انھوں آواز میں بولا۔

• ہاں تم وہی ہو۔ بالکل وہی۔ دولانے نے اس بار بے حد عقائد انداز میں ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ پچھلے سال لگوٹ کے سینے میں سات و نعت لوٹ کر آسمان کی طرف جھاگ گئے تھے۔
• تم ایک مہان پجاری کے بازو کی طاقت دیکھنا چاہتے ہو؟
رام لال نے اس مرتبہ جھلا کر پوچھا۔

• یہ دن میں گھنگو و باہدھر کھڑکا لگانا شروع کرے۔
نصل اچھی پیدا ہوگی۔

• جو برطان ہوئے ہیں پردوں کی آڑ میں چھپ کر دار نہیں کرتے۔ رام لال ہنرٹ چہانے ہوئے بولا۔ اندھیرے دور کے اجالوں میں آج او تو پیچ لڑنے میں زیادہ مزہ آئے گا۔
• کمزور کیونچے میں بند کر کے آگ لگا دے۔ دولانے نے بدستور کڑی کر بند ق کے انداز میں تھلے ہوئے جھگڑ کر کہا تم میری فکے ڈیوے کی غلاظت اٹھا کر بدن کر پا کر لے نہیں تو کالے کالے ناگ چڑپ کر جاہیں گے۔

میں ہیرت سے بھری نفوس سے دولانے کی حرکتیں دیکھتا رہا وہ پاگلوں کی طرح واہی تباہی یک رہا تھا لیکن رام لال کا مہرہ عمل بھی قابل دید تھا۔ اس نے ابھی تک دم آگے بڑھانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مختلف زاویوں سے دولانے کو منظر آدرا لیکن نہت اوم پر کاوش کے چہرے سے بڑا ہی جھکا رہی تھی۔ تیسرا پجاری بھی ویلانے کو حفات بھری نفوس سے گھور رہا تھا۔

• بارود کو چنگاری دکھانے کی کوشتش مت کر دہانتے۔
رام لال نے محض اچھینچ کر نشک آواز میں کہا۔ ناگ جھوکا بھی تو اس کے شعلے آکوشش تک بلند ہوں گے۔
دہانے نے بوکھلا کر کڑی نیچے کرنی پھر زمین پر اکڑوں

رومانی ناول	
لڑکی اس گلی کی	اسلم راہی ایم۔ اے۔ ۱۔
اس جلتے جہاں میں	اسلم راہی ایم۔ اے۔ ۱۔
خدا کہاں ہے	اسلم راہی ایم۔ اے۔ ۱۔
جلتے بچھے لوگ	اسلم راہی ایم۔ اے۔ ۱۔
میرا	اسلم راہی ایم۔ اے۔ ۱۔
روئے کنول	اسلم راہی ایم۔ اے۔ ۱۔

عظیم مدیر عظیم قائد	(زاہد حسین انجم) ۱۔
(قائد اعظم محمد علی جناح کے حالات زندگی)	
قائد ملت لیاقت علی خان	(زاہد حسین انجم) ۱۔
(پاکستان کے پہلے وزیر اعظم کے حالات زندگی)	

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

• کیا یہ پگل بھی؟ نہت اوم پر کاوش نے کچھ دبا کر ناچا لیکن رام لال نے اسے ہاتھ اٹھا کر دیا۔ آہستہ۔
• جپ چاپ کل جلا دو اوم پر کاوش۔ بروہیوں سے بچو چاہیں ہوتا۔

اوم پر کاوش نے رام لال کو غور سے دیکھی پھر وہ دم مٹے بڑھے تھے کہ اچانک دولانے نے اپنی کڑی کو زندہ ق شکل میں تھم کر اس کا رخ اوم پر کاوش کی طرف کر دیا۔

دیوانے کے آجانے سے ان کے بڑھے ہوئے دم رک بری لگی اس کی پیشانی فخن آلود ہوئی لیکن رام لال سوچ کچھ کر قدیم اٹھانے کا عادی لگتا تھا۔ اس نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا خاص کر اس کھڑا اس دولانے کو گھوڑا تار ہر جوہر کے قریب ہاتھ میں کڑی لیے انھیں عجیب نظروں سے محسوس کیا۔
• ہمارے دیکھ رہا تھا۔

اس ویرانے میں دولانے کی اچانک آمد میرے لیے سکون کا باعث ثابت ہوئی تھی۔ ہر بندہ کھٹے امید نہیں تھی کہ وہ بٹے کٹے پجاریوں کے دھانے میں میرے کسی کام آئے گا لیکن پھر بھی اس کی مہرگی میرے لیے ڈوبتے کوٹکے کے سہارے کم نہ تھی۔ میں اپنے دل کی دھڑکیوں کا شمار کرتے لگا۔

دیوانہ جی کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہ تھی رام لال نے جنت پر پھونک کر میری طرح انھیں بھی بے دست و پا کر دیا تھا مجھے دیوانہ جی پر غصہ بھی آ رہا تھا میرے کہنے کے جواب اگر وہ دیوانہ نکلتے ہی بے دریغ فائر کر دیتے تو میرے دشمنوں کو جلائی کا پودا کی کامرغ میرے آگست مگر دیوانہ جی کو بھی شاید بات کی امید نہیں تھی کہ دم لال پانڈیت اوم پر کاوش اتنی جلدی ڈاؤ ہیچ شروع کر دیں گے اور میں تپھلے کا وقت نہ مل سکے گا۔

بہر حال میری نظریں دولانے پر جمی ہوئی تھیں جو بدستور میرے دشمنوں کی جپ کے قریب ہر نفسوں کی طرح منہ کھولے کھڑا رام لال اور اس کے ساتھیوں کو ٹپکیں جھپکا جھپکا کر گھور رہا تھا۔ کچھ دیر تک رام لال دولانے کو نکا ہوں نکا ہوں میں ٹوٹا رہا پھر اس کے چہرے کا کھینچو و ختم ہو گیا۔ اٹھا اٹھا کر اس نے دولانے کو جپ سے دور جلانے کا اشارہ کیا تو وہ ہم کو جپ سے وقدم دور ہٹ گیا۔ اندازاً ایسا ہی تھا جیسے رام لال کی بات اس کی سمجھ میں نہ گئی۔ مگر اس کی لڑی بدستور تینوں پجاریوں پر باری باری اٹھ رہی تھیں۔ کوئی پاگل لگتا ہے۔ اوم پر کاوش بولا۔

• ایسے پاگلوں کو پتھر اٹھانے میں جلدی بھی نہ کرنا۔ رام لال نے کہا۔ تیار ہو سے جتنے ملے اور گندے ہوتے ہیں اندر سے ان کا من آتا ہی اچھا اور بھگیا ہوتا ہے۔
• ہمارا جی کیا آپ کے کوئی بڑا بڑا دشمن سمجھتے ہیں؟
• ہاں کا جید وہی جھپکا سکتا ہے جو ہر ایک و نہاتے آنکھیں مونہ کر دیوتاؤں کے لیے جیون تباہ کرنے۔ رام لال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ قی کا میل بھی مجھ میں من کی سند نہ کرنا کہ نہ بنا دیتا ہے۔

وے اسی میں تیری بھلائی ہے :

• درخشاں کے بغیر مجھے زندگی نہیں موت چاہیے : میں سنیان
 کہ لہلا : تم مجھے میری زندگی سے کبھی دور نہیں کر سکو گے :

ہم لال میا جواب سن کر کسی زخمی فوندے کی طرح جلی کی طرح
 رہ گیا۔ اس کی غوٹ تک آنکھوں سے انتقام کی چنگاریاں اُٹھنے
 لگیں۔ اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ شاید وہ مجھے مرث کے گھاٹ
 آنے کی خاطر کوئی خطرناک منتر پڑھ رہا تھا۔

”چھوٹے سرکار“ دیوان جی نے پیک کر میسے قریب آتے ہوئے کہا۔ آپ گاڑی کے کڑکھل جانے کے بعد فوراً اس طرف ایک گولی بانی روک گئی ہے، میں ان کمینوں کو روکنے کی کوشش کروں گا۔“

”فضل ہے دیوان جی، میں نے ایسے انداز میں جواب دیا کہ ایک طاقتور سے لڑنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔“

”ماہوسی گناہ ہے مالک۔ جلدی کیجیے۔“ دیوان جی نے مجھے
 ٹکاڑی کی سمت دھکیلتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے کے ملاوۃ دلیوان جی بھی حیرت سے اچھل پڑا،

دو قدم نیچے ہو گیا میرے سامنے شعلوں کا طوفان تھی جو اپنا حجم بڑھاتا تیزی سے ہماری جانب لپک رہی تھی۔ ہمارے لیے فرار کے راستہ میں دو دم گڑبگڑ چھوٹے تھے۔

کے لئے اسے سیدہ کو کہنے سے پہلے پرسان لیا اور جہرے سے ملنے لگا۔ دوسری صمت میرے روشن کھڑے میری لیے بسی پر۔ ہلاک شریکات قہقہے بن کر رہے تھے موت اور زندگی کا فاصلہ تبدیل ہو گیا تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

و خدا کی رحمتوں سے ناامید ہونا گناہ ہے۔ آگے بڑھو اور گناہی میں بیٹھ کر واپس حویلی میں چلا جا۔ دشمن مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔“

میں اس آواز کو سن کر چونکا۔ تیزی سے چاروں اطراف
بظاہر دھڑائی دیاں کوئی نہیں تھا لیکن میں مجذوب کب آواز پہچان
سکتا تھا۔ مجھے اپنے فعلی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ یہاں
بزرگوں کی موت برقی ہے اور زندگی اور موت کا امتیاز
ہلکے سوا کسی اور کو نہیں۔

مجنوب کی آواز نے مجھے سہارا دیا تو خوف کا اثر جاتا رہا۔
 بس نے نظر اٹھا کر دیکھنا شروع کر دئے، ہونے شعلے اس بیک کے قریب
 پہنچ کر رک گئے تھے جو مجنوب نے لکڑی سے بھیجی تھی۔ میں نے

ایمان جی کا ہاتھ تھا کہ گاڑی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہ۔
 ”یہ موقع غنیمت ہے۔ ہم دشمن کی نظروں میں دھول
 جھونک کر نکل سکتے ہیں۔“

”ہم دونوں ماے جائیں گے چھوٹے سرکار“۔ دلیان جی نے
تجھاج کیا: ”بہتر یہی ہے کہ اب ہم بھلے راستے سے....“

تھے وہ مجھ کے قریب پہنچ کر مانی بن کر زمین میں جذب
 گئے اور ان کے پھول بن کر اس کے خدوں میں ڈھیر ہو گئے
 میں پاک بھیکائے بغیر جذب ہو کر دھینکا رہا۔ اسلام
 میں دلہنہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ وہ جسے میں دیا
 سمجھ کر دھنکار چکا تھا۔ اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ تھا۔

نام لال کا دور مشاعرہ بھی کا کر ثابت نہ ہوا تو اس کا کپڑا
تھکے سے سرخ ہو گیا وہ کھا جانے والی نظروں سے مجذب کر
لیا۔ پھر کچھ اور نقد نہ دیتا، ادم پر کاوش اور تیسرے بھاری کی حالت
تجلی قابل دیدہ تھی۔ پھر میں نے مجذب کو اٹھنے سے بچا۔ اس نے
مدھم میں چمکے ہوئے پھول کو اٹھا کر منہ کھدایا، ایک نظر میرے
منہمں بڑی ڈالی پھر پھول کو سونگھ کر اسے دیوانہ جی کی سمت اچھا
بلا، فضا میں جھلیاں سی کر گئیں، وہ حصار کو گھنٹی تو نواز
تھا، تاہم کیا تھا لمحوں میں ٹوٹ گیا۔ میری قوت کو مانی واپس
لٹی میں نے سب سے پہلے مجذب کو آواز دی۔

”بایا۔ میری خطاؤں کو درگزر کر دو۔“

”مذہبیں دوازکر لے۔ بگڑے کام سنو رہا میں گے۔ مجذوب
آجکھ مار کر کہا۔ بالوں میں کٹا کھی گھمایا کر۔ سر کی جوڑیں چٹ
ٹ ہو کر ختم ہو گئیں تو خشکی بھی جاتی ہے گی۔“

مہم لال - زندگی چاہتے ہو تو ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ دیونا
کی آواز میرے کانوں سے محکمی۔ انھوں نے کوئی طاقتوں
شرذائل ہوتے ہی مہم لال کو دھکا دیا۔

”کھیل ختم۔ بیسیہ مضمت“ مجذوبے اچلتے ہوئے کہا پھر لپک
برستان کی جانب دوڑنے لگا۔

”بابا، رک جاؤ“ میں نے مجذب کو آواز دی لیکن وہ
 یہی نظر دے اور جیل ہو گیا جاتے جاتے وہ ہاتھ کی لکڑی
 میں پراہک لیکر بھینچ گیا تھا جو جھپ اور کایکے درمیان
 رہی تھی۔

”اے بھول جاؤ، رام لال کی کمرخت آواز جیسے کانوں
 پہنچی۔“ وہ میری عظیم طاقت سے ڈر کر بھی گ گیا۔ اب میری
 کے لیے واپس نہیں آئے گا۔“

ولیان جی نے دیوالمرد چلا دیا۔ فائز کی آواز کے ساتھ ہی
 کاکا ایک ٹانر دھمکے سے بھٹ گیا۔

”دیوان جی“ میں بیخ اٹھا دیے گویا ضائع مت کرو۔
 رام لال کے ہر نمونے پر محوہ مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔

بلکہ غائب ہو جائے کے بعد وہ پھر شیراز کی گلیں گلیں متعارف
نہت بھری نظروں سے گھومتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں بولا۔

قوتیں حاصل کر لی تھیں مگر پھر بھی اس نے دوراندیشی سے کام
 لیا۔ جی بی دبی زبان میں دو دیوانے کو ٹھونکنے کی کوشش کر رہا
 تھا لیکن شاید یہ تمکب وہ مخدوم کی گہرائی میں پار نہ کیا۔
 -تم- اسے اپنے دو جہان سے کیوں نہ دیکھ رہے ہو مہاراج۔
 پنڈت ام پرکاش اگلے ہوسٹل میں بیٹھ لایا کیا۔ پانچ بجیں کو کافی
 نقصان پہنچا سکتا ہے؟

”نقصان کا فائدہ صرف یا کون جس سے ہوتا ہے یہ سید
دوست، دام لال نے سمجھ گئے۔ کہا: وہ جو دیوانہ کی طرح
میں اپنا تہن و تن سب کچھ لٹا دیتے ہیں انکی طاقت کے حساب
پر مٹی ہے۔ اور ایسے لوگوں کی مدد
کرتی ہیں۔“

”تو کیا یہ پاگل عجبی کوئی پہنچا ہوا عابد و زاہد ہے؟
”ہو سکتا ہے میری نظریں دھوکا کھا رہی ہوں۔ پر میں اپنا
خود سمجھ رہا ہوں کہ اگر یہ صرف دیوانہ ہوتا تو ہمارا راستہ کھوٹا
نہیں کرتا۔“

”پھر۔ تمہارا کیا خیال ہے؟“
”میں اسے جیسٹر کر دیکھتا ہوں۔“

دیوانہ اچھا ملک آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ رام لال نے جھک کر زمین سے مٹی کی ایک پیچلی لی پھر اس پر کوئی منتر پڑھ کر ہوا میں اچال دیا۔ دوسرے ہی لمحے مٹی کے ذرات دھکنے انگاروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ مجھے یقین نہی کہ اب دیوانہ بھی رام لال کی نگہ میں طاعنون کا شکار ہو جائے گا۔ انگاروں نے فضائیں تیرتے ہوئے اسے اپنے گھیر لیا لیکن ایک منظر دیکھنے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ رام لال کے چہرے پر غور و فکر کے آثار ابھرتے۔

• مہاراج : اوم پرکاش نے اسے آواز دی۔
 • مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔ دم لال نے ٹھوس آوازیں سنا
 • یا۔ اس نے اپنے چاروں طرف منڈل کھینچ لئے۔

• پھر اب کیا ہوگا؟
میں کالی کا دھکا اہل پنڈت و ستروار رگنیش دیوتا
مجھے میں نے اپنے جیون کے بیس سال برباد کیے ہیں میں کیا
لوں کر۔۔۔؟ کتنی دیر میں سکرانے اپنے قدم جما سکتا ہے۔

دہ لالہ نے دلوں پر دھڑکتا زما تو بوجھتے شعلوں نے
جہاں کہہ بڑھ کر آئے تھے میں نے اپنے کی کوشش کی مگر اس
بوجھ بھرا دھیر میری تھجے بلاتے تھے بھجے ہیں لگا جیسے
اب دھک لہو ہوں میری آنکھیں جڑے جی پٹی کی جی پٹی
تین لہ لالہ نے استی کا روتے کے دلوں کے شعلوں نے

معروف مصنف

ایم اے راحت کے طلسماتی قلم سے

پراسرار ہولناک اور ناقابل فراموش

کہانیوں کا حسین امتزاج

زندہ مجسمہ = 70 روپے

بدن کا قیدی = 70 روپے

خون آرزو = 70 روپے

کتابیں پیپر بیک پر خوبصورت سرورق

کے ساتھ شائع کی گئی ہیں

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

• دیوان جی میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے ٹھکانے لیے ہیں کیا آپ گاڑی اسٹارٹ کیجیے۔ ہم اسی رات سے تباہیں جائیں گے جس رات سے آئے تھے۔

دیوان جی نے نظر اٹھا کر مجھے حیرت دے دیکھا شاید انھیں مجھے سے اتنی سخت کلامی کی توقع تھی نہیں انھوں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ ہرنٹ کاٹتے ہوئے گاڑی کی جانب قدم اٹھاتے گئے البتہ غصے کے اظہار کے طور پر اپنا رولر بھرتے شعلوں کی طوفان اچھال دیا۔ پھر وہی ہوا جو جذب کی آواز نے کہا تھا ہم گاڑی میں بیٹھ کر کام لال اور اس کے ساتھیوں کی نظروں کے سامنے سے گزرتے ہوئی کی طرف روانہ ہو گئے اور میرے منہ سے دشن ہماری روانگی سے قطعی لاعلم رہے۔

● حالات اور وقت کی نزاکت نے مجھے ایک بار پھر حویلی کی سروس کے اندر چڑھوں کی طرح بندہ ہوجانے پر مجبور کر دیا۔ باہر پینٹ اوپر کاش اور پجاری رام لال میرے خلاف حماد مضبوط کر لیے تھے میری حویلی کے اندر جتنا سکون تھا حویلی کے باہر اتنی ہی آواز فزائی پھیلی ہوئی تھی مجھے یکیش جیک اور دیوان جی کے ذلیعہ ایک ایک پل کی خبریں مل رہی تھیں۔

میری حتی الامکان کوشش یہی تھی کہ درخشاں کو ہر ذنی حالات سے لاعلم رکھا جائے لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ وہ میری کیفیت دیکھ کر بھی اتنی اخبارات کے ذلیعہ جو خبریں مل رہی تھیں وہ ان سے بھی حالات کا اندازہ لگا رہی تھی پھر میرے بڑی بات بیتی کہ میں نے حویلی سے نکلتا بکسر بند کر دیا تھا۔ ان تمام باتوں نے اسے یقیناً چونکا دیا تھا مگر میری دل جوئی کی خاطر وہ میری خود کو کوشش و دھم اور بے خبری ظاہر کرنے کی کوشش کرتی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ باہر کی فضا بھی عذرا کوش ہوئی جا رہی تھی میرے دشن مجھے حویلی سے باہر نکلنے کی خاطر اچھے سے چٹکنڈس پر اتار تے تھے ایک دن یکیش اسپتال سے واپس لوٹا تو خلاف توقع بے حد سجدہ نظر آ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ باہر ضرور کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس نے یکیش کے اھصاب کو بھی چھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ورنہ ایک باہر سرجن اور فیکڑ ہونے کی حیثیت سے وہ ان باتوں کا خاص خیال رکھتا تھا کہ

کوئی ایسی بات درخشاں کی موجودگی میں نہ ہو سکے جو اسکا بچنے کی حالت پر اثر انداز ہو جیسا کہ اسے سجدہ دیکھ کر میرا ہاتھ ٹھکانا۔ درخشاں اس وقت میرے قریب ہی موجود تھی جب یکیش اسپتال سے واپس لوٹا۔ غالباً وہ خبر جس نے یکیش کو بے ہوش دیا تھا یقیناً اتنی ہی اچھی تھی کہ یکیش ایک لمبے کھول گیا کہ

درخشاں کی موجودگی میں احتیاط لازم تھی مجھے دیکھ کر اس نے زبان کھولنے کی کوشش کی لیکن دوسری لمبے درخشاں کی موجودگی کے احساس نے اسے اپنا ارادہ ملتوی کیے پر مجبور کر دیا۔ ایک تائبے کو وہ گورڈا گیا جو غور کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن درخشاں بچہ نہیں تھی یکیش کے جسے کے بدلتے اثرات دیکھ کر وہ بھی سجدہ ہو گئی۔ یکیش نے جلدی سے اس کی غیرت و ریاضت کی توجہ سکا کر ہوئی۔

• میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن آپ
• میں آج بے حد ٹھیک گیا ہوں۔ یکیش نے بات بنانے کی کوشش کی۔ یہ رفیقوں کی بھیر مرنے دماغ کی تمام خبریں بل کر رکھ دیں۔

• غیرت تو ہے؟ درخشاں نے معنی خیز انداز میں پوچھی۔
• یہ اچانک مجھ سے پرسکون علاقے میں رفیقوں اور نوچیوں کی تہہ بڑھنے کیوں نہ تھی؟
• جب کوئی وہاں پہنچتا ہے تو ہمیشہ دروازہ اور نچلے کھٹکے لوگ ہی زیادہ متاثر ہوتے ہیں ایک کش نے خود کو لیرہ دھکنے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ پوچھانی کی کوئی بات نہیں مہربانیاں پر بہت جلد قابو پالیں گے۔

• ایک بات کہوں یکیش جی۔ آپ برا تو نہیں مائیں گے۔
• آپ نے کیے اندازہ لگا دیا کہ میں آپ جیسی پیاری پیاری بھائی کی کسی بات کا برا بھی مان سکتا ہوں۔ یکیش بڑی اذیت سے بولا۔ آپ جرحنا جہتی ہیں بلا حلف کہہ ڈالیے۔
• میرا خیال ہے کہ آپ اگر سرجن کے بجائے اداکاری کا پیشہ اپناتے تو زیادہ کامیاب رہتے۔
• میں سمجھا نہیں چکا یکیش پوچھا۔

• پھر کبھی اطمینان سے سمجھنے کی کوشش کروں گی۔
فی الحال آپ کو گرگاہم کافی کی سخت ضرورت ہے۔ درخشاں نے مسکرا کر لکھتے ہوئے کہا۔ جب تک آپ اپنے دوست سے دل بدلائیے۔ درخشاں قدم اٹھاتی کر سے جلی غمی تیکن میرے دل کی دھڑکیں بدستور تیز تھیں میرا خیال تھا کہ اس نے یکیش کی یکینیت کو غم میں کر لیا تھا اور اسی وجہ سے اسے اداکار بننے کا مشورہ دیا تھا اور پھر وہ کسے بھی اسی بلے اٹھ کر چلے گئی تھی

کہ یکیش کو میرے ساتھ کھل کر گفتگو کرنے کا موقع مل جائے۔
• یکیش۔ میں نے درخشاں کے جانے کے بعد سجدہ کی پوچھی۔ کیا آج حویلی سے باہر کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے تھیں بھی اٹھ دیا ہے؟
• مجھے انصاف ہے جمال! میں اپنی بوکھلاہٹ پر قابو نہ پاسکا

لیکن وہ حلوہ

• ایک منٹ میں نے فوری طور پر یکیش کا جہر کاٹتے ہوئے تیزی سے اسے خاموش لینے کا اشارہ کیا پھر اٹھ کر اس امر کی تصدیق کے لیے دروازے کے قریب جا کر راہ داری میں جھٹکا لکھیں درخشاں جھپک کر ہماری گفتگو نہ نہی رہی ہو لیکن میرا ذہن درست نہیں تھا۔ درخشاں وہاں موجود نہیں تھی۔
یکیش کی نظروں پر مرکوز تھیں میں واپس اپنی نشست پر آیا تو یکیش نے دلی زبان میں کہا۔

• میرا مشورہ ہے کہ تم پہلی فرصت میں بھائی کو ساتھ لے کر خاموشی سے کسی دور دراز علاقے کی طرف نکل جاؤ جیسے آباد اور کوئی کے علاقے اب تم دونوں کے لیے محفوظ نہیں ہے۔
• تم کسی حالت کا ذکر کر رہے تھے۔ میں نے یکیش کی بات نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

• آج نام لال اور نبیٹ اوم پر کاش نے میرے لیے ایک فاضل تحفہ بھیجا ہے۔ یکیش یک لمٹ سجدہ ہو گیا۔
• وہ کیا ہے؟ میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔
• دیوان جی کے دست راست دلاور مرزا کی لاش کے تحت۔
• نہیں میں جیتے۔ سے اچھل پڑا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں مجھے اس بات کا غریب مل تھا کہ دیوان جی اور دلاور مرزا ایک جان دو قالب تھے۔
اور یہ بھی کہ میرے دشمنوں سے دلاور مرزا کو موت کے گھاٹ اتار کر دیوان جی کو شتمل کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح وہ غالباً یہ چاہتے تھے کہ ہماری جانب سے بھی کوئی جوابی کارروائی ہو اور اس کی آڑ میں کوئی شوش ثروت حاصل کر کے پولیس کے ذلیعہ مجھے یا درخشاں کو کسی بلانے حویلی سے باہر نکال جائے۔
دلاور مرزا کی موت کے بعد دیوان جی کا ٹھکانا بیٹھا یا خاموش رہنا ممکن نہیں تھا۔

• کوئی کے بڑے منہ کے دو پیاری دلاور مرزا کی کش سے کچھ نہ میرے کرتے تک پہنچ کر خاموشی سے چلے گئے۔ اس کے بعد پیاری رام لال نے مجھے فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔
یکیش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں کسی طرح تم کو باہر لائی کو حویلی سے باہر نکلنے کی کوشش کروں۔
• اوہ۔ تو تم اسی لیے مجھے حویلی سے نکل کر کسی دور دراز علاقے کی طرف جانے کا مشورہ دے رہے تھے؟ میں نے یکیش کو گھونٹتے ہوئے دے تلخ لہجے میں کہا۔ ایک لمحے کو میرا دل اپنے دوست کی طرف سے کھٹکا ہو گیا۔

غیر ملکی زبانیں سیکھئے

پروفیسر ایم اشرف

فرنج اردو ریڈر	90/=
فرنج اردو دشتری	90/=
جلالی اردو ریڈر	90/=
جلالی اردو دشتری	60/=

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

• رام لال نے مجھے دھکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کے مشورے پر عمل نہ کیا تو وہ مجھے بھی اپنا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ یکیش نے میرے چہرے کی لمبی کو نظر انداز کرتے ہوئے بے حس و ہوشی سے کہا۔

• اگر بات بھاری زندگی کو کوئی تک خطہ دہشیں آنے کی ہے تو میں بھاری خاطر حویلی سے باہر قوم نکالنے کو تیار ہوں۔
• حاکم کی باتوں سے پرہیز کرو۔ یکیش نے مجھے گھونٹتے ہوئے سوزش کی۔ بات میری یا بھاری زندگی کی نہیں بھائی کے تحفظ کی ہے جس کی خاطر میں کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ آخر حویلی کی چار دیواری میں کب تک بند رہا جاسکتا ہے۔

• بھاری کیا مرضی ہے؟ میں نے غصے سے پوچھا۔
• حسین آباد سے دور چلے جانے کے بعد رام لال اور اس کے ساتھی میرا بچھا چھوڑ دیں گے؟
• میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی گندی سازشوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے مگر یہ بھی تو سوچو کہ بھاری جبری چھسات لینے بعد ماں بننے والی ہے اور ایسی حالت میں کسی ایک جتہ بند ہو کر اور

گھٹ کر قید ہو جانا کیا ان کی صحت کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے؟
 "مجھے ان باتوں کا احساس ہے لیکن...."
 "ہمت دار دنیا بزرگوں کا مشورہ ہے۔ یہ کیا کشن بولا ہے جو کچھ
 سوچنا اور کرنا ہے جلدی کر ڈالو۔"
 "درخشاں کی خاطر میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"
 "جذباتی باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ یہ کشن نے بولے تھے
 سچے کی بکوش کشن کی۔ دلاور مرزا کا قتل دیوان جی کو جیڑا کر
 کچھ کر گزینے پر کسانے کی خاطر کیا گیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ
 پہلے دیوان جی کو بھی جانے کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو
 قانونی طور پر بھاری پوزیشن کر دے۔"
 میں اپنی جگہ پہلو ہل کر وہ گیا۔ کشن نے بھی دبی سوچا
 تھا جو میرا خیال تھا۔ میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ درخشاں
 طائر کے ساتھ کافی کی شے ہیست اور داخل ہوئی۔ کشن نے
 جلدی سے ماحول کی گھنٹن دور کرنے اور گھنٹن کاٹنے بدلنے کی
 خاطر کہا۔ جھگڑا سے میری یہی دعا ہے کہ وہ آپ کو ایک
 چاند سا میٹا ہے۔"
 "شوکر ہے کہ آپ کی طبیعت اب پہلے سے بہتر نظر آ رہی
 ہے۔ درخشاں نے مسکرا کر کہا پھر کافی بنا کر ہمارے سامنے رکھتے بنے
 ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اپنے باپے میں بھی تسخیر کی
 سے سوچنا چاہیے۔"
 "میں پہلے میں یہ کیا کشن نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے
 بڑے انداز سے پوچھا۔"
 "اپنے لیے ایک بیرون ساتھی نکال کشن کرنے کے سلسلے میں
 درخشاں نے کہا۔ "آخر کب تک مریضوں سے دل بھلاتے رہیں گے؟"
 "مشورہ تو نیک ہے لیکن میں جاں کو اپنے اوپر نہیں کا
 موقع نہیں دینا چاہتا۔"
 "میں کبھی نہیں پتہ درخشاں نے مصروفیت دریافت کیا۔
 "جھگڑا نے بے آپ جیسی منہ اور کول ہوئی عطا کر
 دی ہے۔ اگر میں مار لیا تو یہ شخص میرا جیسا دو بھر کرے گا۔"
 "یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ شادی کے بندھن سے بچنا
 چاہتے ہیں؟"
 ادھر ادھر کی باتوں سے وقتی طور پر ماحول کی گھنٹن دور
 ہو گئی۔ درخشاں کشن کے ساتھ نوک جھوک میں لگی رہی
 اور میں دلاور مرزا کے قتل کے نتائج کے بارے میں اور دیوان جی
 طرف سے اٹھانے جانے والے ممکنہ اقدامات کے سلسلے میں غور
 کرنا۔ میرا خیال تھا کہ دلاور مرزا کی موت کی خبر دیوان جی کو
 جنونی حالت سے دوچار کر دے گی۔ لہذا ان کی موت کے وقت

درخشاں کی باتیں میرے ذہن میں تیز و نشتر بن کر چبھ رہی
 تھیں۔ میں اس کی باتوں کا مفہوم سمجھ رہا تھا مجھے اپنے حالات
 احساس بھی تھا اداں بات کا دکھ بھی کہ وہ مجھے سے ملنا پانا
 نا اور جس کے شانہ نشانی زندگی کی طویل شاہراہوں پر ہاتھ نہیں
 تھے ڈال کر گھومتے رہنے کا خواب دیکھتا تھا۔ وہ میری یہ نفسی
 انکار ہو کر محض ایک مسکن کے حد تک انداز قید ہو کر رہ گئی
 تھی۔ اسے مجھ سے شکایت نہ کرنا چاہیے تھی میرا دل تھا کہ کرنا
 نہ ملنا چاہیے تھا لیکن وہ اس کے برعکس میرا غم بٹانے کیلئے
 مضطرب تھی۔
 میں اس کی مصدوم شفاف آنکھوں میں آنکھیں ڈالے
 لے کر خوب صورت دل کی گہرائیوں میں موجزن ان جذبوں کو
 بھرا ہوا تھا جو کہتے تھے۔ صادق تھے ان میں کوئی ملامت کوئی
 مہلت نہیں تھا میرے کان اس کی باتوں پر گئے تھے، وہ مجھے
 بے پیارے سے سمجھا رہی تھی۔
 "وقت اور حالات مجھے کیا نہیں دیتے میری عمر کی طرح
 جی بدلے دیتے ہیں اس لیے انسان کو اتنی جلدی سر اسان
 ہی ہونا چاہیئے۔ دل جل کر ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنا چاہیے۔
 مان اور زندگی میں کسی بھی ایک فرق تو ہے کہ انسان سر جو
 بھکا کا لگ جوتا ہے، تسلیم اس کے ذہن کو جلد بخشتی ہے وقت
 اور حالات اسے آزمائش کی کسوٹیوں پر پرکھتے ہیں اور کندن بنا
 تے ہیں اور جانور کچھ سوچے بچے بغیر غروں میں گھر کر موت کا
 مارا ہو جاتا ہے۔"
 "مجھے کیا یاد دلانا چاہتی ہو؟" میں نے آہستہ سے اس
 "دریافت کیا۔
 "صرف یہ کہ تم جن حالات سے دوچار ہو اس کا کچھ اندازہ
 بھی ہے۔ درخشاں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ تم مجھے خوش
 نہیں لیتے تمنا جو دکھ بھیل ہے جو وہ میرے لیے زیادہ تکلیف
 وازیت لگ رہی ہیں۔ تم ہی کشن کشن کرتے ہو کہ مجھے حالات سے
 بے غور کی جا رہے لیکن یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ہمارے دشمن جیسا
 دشمن دشمن ہیں۔ وہ اگر تمہارے اوپر سکون کا ایک ایک ٹکڑا
 لے کر دینا چاہتے ہیں تو بھلا مجھے چین سے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔
 ماحول اور فون کے ذریعے مجھے بھی کچھ لگاتے رہتے ہیں۔"
 "درخشاں۔ میری زندگی۔ میری روح۔"
 میں پہلے اختیار درخشاں کو بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے
 دل کی گہرائیوں میں چھپا لیا۔ ٹیلی فون کا ذکر کرتے ہی میرے دل
 "میرا دل" محنت تیز ہو گئی تھی خود اپنی مصدومیت پر
 لگ گیا۔ درخشاں کا انداز میری سے دور لگنے کی خاطر میں نے

ایک تاریخی دستاویز
 ہٹلر کے آخری دس دن
 پروفیسر اشرف
 قیمت:- 75/
 ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

انھیں بھونکنے دو۔ بھونکنے بھونکنے جھک جائیں گے تو خود ہی اپنے راستوں پر پلٹ جائیں گے۔ میں نے درخشاں کو دلا دیتے ہوئے کہا۔ میں حویلی کے اندر کس بات کی کمی ہے اور پھر سنی ہو چھو تو اب میں تم سے ایک لمحہ بھی دور نہیں رہنا چاہتا۔ تمھارے ہولیں رہ کر اپنی آنے والی تحریکوں کا انتظار کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے اگلے چند لمحوں کی قدر کر لی ہوں لیکن تم میں تو کوئی انسان نما دشمن سمجھ رہے ہو وہ خون آشام روز دس سے بھی زیادہ بھیاں اور ہلن ہلن حملوں کے مالک ہیں۔ وہ ہمارا بچا نہیں چھوڑیں گے قیامت تک گھات لگائے بیٹھے رہیں گے۔

بھئی لہنے دو انھیں۔ جب وقت آئے گا تو ان سے بھی دو دو ہاتھ کروں گا۔

”لے خوشی ہے حال کی قدرت نے مجھے ہتھاراجیا شوہر بنا لیا ہے لیکن انسان وہ ہے جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی خوشیوں اور مسرتوں کا بھی خیال رکھے۔“ درخشاں بولی۔ دیوان جی نے قدم قدم پر اپنی زندگی خطے میں ڈال کر ہماری خوشیوں کا تحفظ کیا ہے تو کیا آج یہ مناسب ہو گا کہ ہم ان کی پریشانی میں ساتھ نہ دیں۔

”درخشاں۔ میں دل سوس کر رہ گیا۔

”ہمت سے کام لو حال تمھارا مسلمان ہوا اور مسلمان کا ایمان بڑا ہے کہ موت برحق ہے اور اس کے لیے خدا نے بزرگ و برتر ہے جو وقت مہین کر دیا ہے اسے اندھی اور دونوں کی ضمانت بھی نہیں مل سکتی پھر موت سے فرار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔“ درخشاں نے کہا۔ اور یہ بھی سوچو کہ لاڈلہ مرزا کی لائی کے شخص کے ساتھ تمہارا دوست کیلکاش جی کو کیا پیغام ملا ہے۔ اگر انھوں نے ہمارے دشمن کی تاکید پر عمل نہ کیا تو انھیں بھی نشانہ بنادیا جائے گا کیا تم اپنی مسرتوں کی خاطر اپنے دوست کو.....؟

”نہیں۔ میں جنگ اور درخشاں کی باتوں نے میرے اندر سوئے ہوئے انسان کو جھپٹ کر بیدار کر دیا۔ میں نے اپنی خوشیوں کی خاطر جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ میری خود مرضی تھی میں بھول گیا تھا کہ موت اور زندگی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں درخشاں کے لاڈلہ پایا اور لاڈلہ میری محنت کی توقع لے لے اٹھا کر کیا تھا یہی وجہ درخشاں نے مجھے میری کرتا میوں کا احساس دلایا تو میں ڈرپ اٹھا لیکن مجھے یہی بولا۔ تم حکومت کو میری زندگی میں اپنی خاطر اپنے کسی دوست پر آج نہیں آنے دوں گا۔

”وہ نہیں برصیت پر حویلی سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ درخشاں نے دلی زبان میں کہا۔

”کیا انھوں نے تم سے بھی کچھ کلبے؟ میں نے پوچھا۔

”ہاں حال۔ وہ سب نے انداز میں بے اختیار میرے قریب ہو گئے۔ انھوں نے مجھے بڑی اذیت ناک دھمکی دی ہے۔ وہ مجھے تم سے بیشک لے لے گا کر دینا چاہتے ہیں وہ مجھے واپس اپنی دنیا میں بلائے ہیں اور۔۔۔ انھوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ان کا کمانہ مانتا تو وہ.....“

وہ اپنا جو کلر کر سکی میرے سینے پر سر رکھ کر کہنے لگی۔ میں جانتا تھا کہ میرے دشمنوں نے درخشاں کو میری موت کی دھمکی دی ہوگی اس لیے میں نے اسے کشتی میں کی دقت کی نراکتوں کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

”پریشان مت ہو میری زندگی۔ موت کے سوا دنیا کی کوئی طاقت نہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی یہم حالات کا موازنہ کرتا ہوں۔ البتہ اگر تم نے ان باتوں کا اثر لیا اور گھبرائیں تو میری موت بھی ٹوٹ جائے گی میں بڑل ہرجاؤں گا۔

ہاں درخشاں نے مجھے وہی خوشیوں کی ضرورت ہے مجھے ملے ہوں پر کھیلنے کی گھنٹی منکرا نہیں میرا سوسلہ مل کر جیتی ہیں۔

”ایک وعدہ کرو جہاں۔“ درخشاں نے جلدی سے اپنے ہاتھ نہانے شروع کر دیے کرتے ہوئے کہا۔ تم آئندہ مجھے حالات سے لاعلم رکھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہر بات مجھے بتا دو گے۔

”تم بھی ایک جملہ کرو۔“ میں نے اس کے سوا گوارہ چکر نہ دیا۔

میں نے کو بڑی اطمینان سے تاکید کی۔ آئندہ مجھے ہر بات پر صحت اور صورت مسکراہٹوں کا راج ہے گا۔ تم بھی رشتہ بدستور کی کوشش نہیں کرو گی۔

”وعدہ۔“

درخشاں نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر وعدہ کر لیا تو میں نے حویلی کی گھنٹی دھرنے کی خاطر اس کے ساتھ چھپنے غائی شروع کر دی۔

خوش گوار باتوں سے اسے ہنسنا پڑا پھر جب رات چھینے لگی اور سرگشاں کہنے لگی تو ہم بھی ہر بات سے بے نیاز ہو گئے۔

دوسری صبح میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک ملازم کو بھیج کر دیوان جی کو طلب کر لیا۔ انھیں سمجھنا چاہتا تھا کہ وہ جلد بازی میں کوئی جوائی قدم اٹھانے سے گریز کریں۔ درخشاں کی خواہش کے پیش نظر میں انھیں یہ بھی باور دلانا چاہتا تھا کہ میں ان کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہوں۔

ملازم کو دیوان جی کی طرف روانہ کر کے میں باہر آیا تو کیلکاش سے مدد پر پہنچی وہ اسپتال جانے کے بجائے میری بیٹی کے پاس گیا۔ مجھے دیکھ کر کہا۔ میں نے خود کو مطمئن کرنے کی خاطر کیلکاش کو وہاں بٹائیں تاویں جرات میرے اور درخشاں کے درمیان ہوئی تھیں میں نے کیلکاش کو یہ بھی بتا دیا کہ اب میں

بے اندر چھپ کر دشمنوں کو لالاکانے کا موقع نہیں دوں گا کہ ہر کان سے مقابلہ کروں گا۔ کیلکاش میری بات خاموشی سے سنا۔ میں نے اپنے دل کی جڑ اس ختم کی تو اس نے مجھے ہلکے ہلکے کہا۔

”مختار طرح میں بھی اسی عہدہ کا قائل ہوں کہ موت و رفت مقرر ہے اسے کوئی نہیں مٹا سکتا لیکن اسی عہدہ کے نظر اگر تم جہاں بڑھ کر جھڑکتے شعلوں کے اندر چلا جاؤ گے تو بے باوری نہیں۔ حماقت اور نادانی سے تعبیر کیا جائے گا۔

مشورہ مافوق رد ایک روز صبر و سکون سے بیٹھ کر حالات پر نئے دل سے غور کرو پھر کوئی حتمی فیصلہ کرنا۔

”میں اٹھنا جاتی بھی نہیں کہ بلا سوچے سمجھے اپنے گھنٹوں بچاؤ لگا دوں لیکن یہ بھی طے ہے کہ اب میں اینٹ کا اب پتھر سے دوں گا۔“ میں نے غصے آواز میں کہا۔

”کیا تم شیطانی اور گندہی طاقتوں کا مقابلہ کر سکتے ہو؟“ میں کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر نہیں مانتا اپنی عزت و نفوذ کی خاطر ان کا مقابلہ کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ اگر

ایمان بخیر ہے تو خدا ہر کسی کی قوتوں کے مقابلے میں میری مدد و درگاہ کا تے

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر اس کے باوجود میرا مشورہ یہی ہے جو بھی تمہارا ہٹا ناہت سوچ سمجھ کر اٹھنا۔“ کیلکاشی اسپتال

بلا گیا تو میں حویلی کے احاطے میں کشادہ لاں پر چل کر بیٹھنے کا بیسہ ڈھین میں مختلف خیالات ابھرنے لگے۔ درخشاں

ماں باتوں نے میرے دل کے بوجھ کو بڑھتی حد تک ہلکا کر دیا تھا

میں یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلک تھی کہ درخشاں کے خیال ہی نے مجھے بڑل بنا دیا تھا۔ ایک اپنی اکیلی اور تنہا ذات ہوتی تو

نایاب میں سب سے تان کو دشمنوں کو کشتہ کرنے کے لیے ان کے سامنے بلا جاتا لیکن میں سے بعد درخشاں کا کیا ہو گا؟ یہ ایسا سوال تھا

جس کا تصور ہی میرے لیے بے حاد زیت ناک تھا۔

مجھے اس بات کا احساس بھی تھا کہ میرے خلاف پینڈت اور پکاراؤں کا ایک ہورا گروہ برسرِ کار ہو گیا ہے وہ مل جل کر

اس کا ہل کر کشت کر رہے تھے جو درخشاں کی حیثیت سے میری بڑی ان کی بچی تھی وہ اسے واپس بت پرستی پر مجبور کر دینے کے لیے

تھے انھوں نے خود لوگوں کی پانچہ ہمت کو زات پات اور دھم کا سکہ بنایا تھا۔ وہ اٹھتے ہوئے تھے جی تو سنہنی کھیلتی

زندگیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر آمادہ تھے۔ دشمن پڑاؤں کو لگ کر کے اندھ کر دینا چاہتے تھے مذہب کو درمیان میں اگر انھوں نے خود کو اتارنا متعلق کر لیا تھا کہ ہر شہنشاہ کی سرحدوں

کبھی چلا آگئے تھے ہلکے یا مرنے پر کمر بستہ تھے اور بات نہ

میں تک مجھ نہیں ہی تھی وہ ہیں حویلی سے باہر نکالنے کی

خاطر بے گناہ ہوں کے خون سے ہونی کھینا بھی اپنا دھم کچھ

تھے۔ کتنے ناواں لوگ تھے جو انسان ہو کر انسانیہ کے پیلے

میں تجھ کو بیٹے پھر رہے تھے۔

میں اپنے خیالوں میں حقوق کو دیوان جی آگئے۔ میں نے

ان کے چہرے کے تاثرات کو روبرو دیکھا۔ دور دورہ دیکھ مجھے

کوئی ایسی علامت نظر نہیں آتی جو اس بات کی تصدیق کر سکتی

کہ انھیں لاڈلہ مرزا کے قتل کی خبر مل چکی ہے۔ وہ قطعی طور پر

مطمئن اور بے پروا نظر آ رہے تھے جیسا کہ میں بڑا گیا۔

”غیرت تو ہے حال میں؟“ میں نے کہا۔

”غیرت تو ہے ہوئے کہا۔“ آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟

”ہاں۔“ میں نے خود کو کنبھالنے ہوئے تے سنا ہے کہ باہر

کے حالات دن بدن زیادہ مخموش ہونے جا رہے ہیں۔

”آپ نے درست سنا ہے۔“ دیوان جی نے نایت اطمینان

سے جواب دیا۔ وہ کھیلنے کے کچھ نوجوان پڑاؤ ہو گئے ہیں

بڑے مزیدار دن بھر نہایت بہاروں کی میٹنگ ہوئی ہیں سنا ہے

ہم لاال کی مدد کے لیے اب جو دھیا کا ایک بڑا پینڈت نیش بھی

آگیا ہے۔

”کیلکاش تیار رہنا۔“ میں نے کہا۔

خون سے دھوئے شمع شروع کر دیے ہیں۔ میں نے دیوان جی

کو ٹولنے کی کوشش کی۔

”یہ ان کی بڑی کی نشانی ہے۔“ مرکار۔“ دیوان جی بولے۔

”پیلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دشمن دوسرے کو ہلاک کرنے کی

خاطر بھیڑ بھاڑ میں گس کر جو کم کو خوں زد کرنے کے لیے

جھپٹ گھونپنے کی وارداتیں نہیں کرتا تھا۔ مخالف کو ہلاک

کرنا یا بازاری سمجھا جاتا تھا مگر اب وقت نے عجیب کوٹ

بدلے بنائے اور بے قصور لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار کر

بازوؤں کی طاقت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن ایسے لوگ یاد

میں تک میدان میں قدم نہیں چاہتے اپنی موت آپ مر

جاتے ہیں۔

”یہ سب کچھ ایک جہی جان لینے کی خاطر ہر لمحہ دیوان جی!

اس لیے میں نے طے کر لیا ہے کہ اب حویلی سے باہر نکل کر حالت

کا مقابلہ کروں گا۔“ میں نے ہر بات کا شے ہوئے جواب دیا۔

”میری خاموشی میرے دشمنوں کو اور بھڑکا رہی ہے۔“

”ہمارے ہوتے ہوئے آپ کیوں زحمت کرتے ہیں اور بچھ

اگر چھوٹی بیگم صاحبہ کو.....“

میں حادثہ کی اطلاع دی تھی وہ میرے لیے اس اعتبار سے بھی اہم تھا کہ میرے علاقے میں اس واردات سے اشتعال پھیل سکتا تھا۔ مجھے دلیان جی کی شخصیت ایک اعتبار سے مشکوک بھی نظر آ رہی تھی۔ انھوں نے صبح مجھ سے کہا تھا کہ خون بھی لائیکال نہیں جاتا، اپنا ڈنگ ضرور لاتا ہے۔ اس وقت میں نے اس جیلے پر کوئی غور نہیں کیا تھا کیونکہ اس وقت میں برسہو برس پر مجبور ہو گیا کہ دلیان جی کو دلاور مزاکے انجام کی خبر مل چکی تھی۔ انھوں نے مجھے محض اس لیے تار بکری میں لکھنے کی کوشش کی کہ میں انھیں کسی سخت جبرانی کالوائی سے باز رہنے کی تاکید نہ کر سکوں۔

درخشاش کو حالات کا علم ہوا تو وہ بھی سہم گئی کشت و خوں اور دنگے خاد کی اور بات تھی لیکن نہ ہی انھیں اس کی پامالی پر دل کو گرا دکھانے کے مترادف ہو سکتی تھی۔ اور یہی ہوا جس کی اطلاع مجھے کیکاش نے اسپتال سے واپسی پر دی۔ ایک فرخے کے کچھ مشتعل افراد نے ایک مسجد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور اس میں محض میں پیش آکر کوشید کر دیا۔

حالات جتن تیزی سے سنگین صورت اختیار کر گئے تھے مجھے اس کی امید نہیں تھی اور ابھی میں کیکاش اور درخشاش کے ساتھ بیٹھا اس منظر کا مکمل حاصل سوچ رہا تھا کہ فون پر مجھے ایک نئے حادثے کی اطلاع ملی۔ دلیان جی کے مکان کو آگ لگا دی گئی تھی ان کا سارا اثاثہ فعلوں کی تہہ ہو گیا تھا اور وہ خود زخمی حالت میں اسپتال میں پڑ گئے۔ فون پر جو کیکاش کے اسپتال سے ڈاکٹر عارف نے کیا تھا اس لیے اس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں تھی البتہ اس حادثے کی اطلاع نے مجھے بھیجہ ہو کر دکھایا۔ دلیان جی کی خدمت بہر حال تھیں اس لیے میں درخشاش کے شوہر کے ساتھ انتہائی احتیاط اور مصلحتیں بالائے طاقت رکھ کر کیکاش کے ہمراہ اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

ڈاکٹر عارف نے ہمدردی دہانی اس کہنے تک کر دی جہاں دلیان جی بیچوں میں لیٹے ہوئے ایک بستر پر پڑے تھے وہ ڈاکٹر عارف کے بیان کے مطابق ان کے جسم پر بے شمار زخم آئے تھے اور کچھ جتنے آگ میں برسی طرح جلنے لگے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے لبوں سے کوئی کراہ نہیں بلند ہوئی تھی۔ میں نے دلیان جی کو اس حالت میں دیکھا تو میری آنکھیں جبراً نہیں وہ بستر پر تھیں انھیں بند کیے بے حس و حرکت لیٹے تھے سر اور ہچکے کا بیشیزہ صفحہ پنوں سے بندھا ہوا تھا۔

میں سرت بھری نظروں سے انھیں دیکھتا رہا کیکاش عارف کو ملے کہ باہر بیٹھا گیا۔ غالباً وہ دلیان جی کی حالت بالے میں تفصیل معلوم کرنے گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس اس کے پاس پر سنجیدگی کی سطح تھی۔

”کیکاش! میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ہرگز ڈاکٹر عارف کا کیا خیال ہے؟“
”زخم خائے تشویش ناک ہیں لیکن ہمیں ناامید نہ چاہیے۔ کیکاش نے آہستہ سے کہا: اگلے اڑتالیس گھنٹے کے لیے بے حد محنت ہوں گے اس کے بعد یہ یقین کے کچھ کما جائے گا۔“

”کیکاش! میں نے زندگی آواز میں کہا: تر جانے دلیان جی کے اسانات میں کسے خاندان پر بے حساب ہر خدا نخواستہ انھیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو بالکل تباہ و برباد ہمت سے کام لوں گا۔ کیکاش نے مجھے دلاور آہستہ سے ہاتھ پر کر کے سے باہر لے آیا۔

”تم گواہ ہو کہ میرے دشمن جس حد سے تجاوز کرنے جا رہے ہیں۔ میں نے کیکاش کے کہے میں آئے کے بعد خود پر پانے ہوئے کہا: اگر درخشاش کا خیال لاسی نہ ہوتا تو شاید سب کچھ نہ ہوتا جواب ہوا: ہاں۔“
”میں ہمدردی پریشانی سمجھ رہا ہوں لیکن وہ جو حقیقتیں ہیں انہی سے ہو چکے ہیں۔“
”اگر میں نے بھی انھوں پر پٹی باندھ لی تو کیا ہوگا؟“
”میں یقین اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔“ کیکاش نے میرا خیال ہے کہ انھیں پہلی فرصت میں دلیان جی کے ساتھ پیش آئے والے حادثے کی اطلاع پولیس میں درج کر دینا چاہیے۔
”تم شاید بھول رہے ہو کہ آئندہ کار شروع ہی سے بند آؤں پر کاش کا ساتھ دے رہا ہے کیا اس سے کسی انسان توقع کی جا سکتی ہے؟“

”کا غفلت کی خانہ پر ہی ہر حال ضروری ہے۔“
”ضروری تو یہ بھی ہے کیکاش کہ میں دلیان جی کا لینے کی خاطر ان دشمنوں کے سینے پھینکی کروں جو مجھ پر زیادہ عذاب کیے ہوئے ہیں۔ میں نے جذباتی انداز میں کہا: جو ہونا ہے ایک ہی بار ہو جائے۔“
”تم میرے پڑھو۔“ فافون کے تقاضوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں صبر و سکون سے کام لینا۔
”وہ ہمدردی موت کے خواہاں ہیں۔“
”انھیں خود سے زیادہ اپنی بیوی کا خیال رکھنا چاہیے۔“

نہیں بولا: موجودہ حالات میں مجاہدی کو کتنا ہی شدید ضرورت اسی خیال نے مجھے بزدل بنا دیا ہے۔ میں نے ہاتھ ہونے کہا۔

”آؤ۔“ واپس توجہ ملے ہیں۔ کیکاش نے اٹھتے ہوئے دلیان جی کی طرف سے مطمئن دیکھا انھیں یہاں ہماری آئی میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ میں نے ڈاکٹر کو بھی تاکید کر دی ہے۔

کیکاش نے ٹھیک ہی کہا تھا، اسپتال میں میری وجہ کوئی کمی کام نہیں آ سکتی تھی میں نے شاید توجہ سے ہر حال کا غلطی کی تھی درخشاش کے لیے ایک معمولی ذہنی جی نقصان وہ ثابت ہو سکتا تھا۔ سولی سے میری غیر یابی اس کے لیے یقیناً پریشان کن تھی لیکن دلیان جی بات کے عموماً اس نے مجھے کیکاش کے ساتھ آنے آرت لے دی تھی۔ ہر حال میں کیکاش کے مشورے کھڑا ہوا۔

میری حالت اس وقت بھی ایسے زخمی دہشتے سے مختلف ی جیسے حال میں پہاں کے لیے کویا گیا ہوا ایک طرف کی ایک عمدہ شش حالت تھے دشمنوں سے انتقام لینے پر تھی اور دوسری طرف درخشاش کا خیال میرے قدموں کی جگہ تھا۔

میں اپنے خیالات سے الگھٹا اسپتال سے باہر نکلا تو میرے قدم ایک سخت لک گئے، کیکاش کی گاڑی کے پڈت اوم پر کاش اور چکاری نام لال کے علاوہ ایک گاڑی بھی موجود تھا جو سب سے آگے سینے تانے کھڑا تھے ناچری نظروں سے گھوم رہا تھا۔ غالباً وہ ابجد دھیا کا گائیس مبارک تھا جیسے میری ہلاکت کی خاطر حسین آباد عافیت دی گئی تھی۔

دلیان جی نے مجھے اس کا یہی نام بتایا تھا۔



میری مقاب کا سفر ہماری تھا۔
”لاسا اور دہلی کے پرستار اور بھیاک انجامے جاز کے دولوں پر جو خوں طاری کیا تھا وہ رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا لیکن ان کی محنت ملی اور کیکاش کے بیان نے اکثر لوگوں بات کا یقین دلایا کہ لاسا کے کہیں میں گئے والی گنگ مار جانے کے سبب بھڑکی تھی۔“

میرے دشمنوں کا جرم ہم ہوا ہے کہ ہمدردت تک ہمت لیکن جبکہ کو خاص طور پر اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ رپاے نجات مل گئی۔ میں نے اسے بار بار مجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنی شخصیت کو مسخ کر کے پریش کرنے میں کیکاش نے ایک اہم کردار ادا کیا تھا لیکن ان تمام یقین دہانیوں کے باوجود جبکہ بدستور اسی رائے پامال ہوا کہ وہ کردار کے اعتبار سے قابل ہر دوسرے عزت نہیں تھی اور نہ وہ رہتی تو نہ جانے کتنے بے گناہ اور نیک لوگوں کی پارسائی خطہ میں پڑ جاتی۔

میں شام کے وقت اپنے کہیں سے نکل کر وٹے پر چل دتی کرنے میں مصروف تھا کہ جبکہ وہ نہانا ہوا تیزی سے میرے قریب آکر رک گیا۔ مجھے اسے دیکھ کر حیرت ہوئی اس لیے کہ وہ شام نہایت سانی اور خوب صورت تھی یمنہ کی لہریں بھی اس روز بے حد پرسکون نظر آ رہی تھیں لیکن جبکہ چکر پر جو آثارات موجود تھے وہ کسی آنے والے طوفان کا پیشہر خیمہ گاہ تھے میں نے پہلی نظر میں ہی خیال کیا کہ شاید میرے سوتے لیٹنے کی وجہ سے وہ ابھی تک سس مندی کا شکار ہے لیکن غور سے دیکھنے پر مجھے اپنے خیال کی تردید کرنا پڑی۔

جس انداز میں وہ بار بار اپنا چلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹ رہا تھا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ سب معمول وہ بھی کیکاش سے کسی بات پر اچھے لگے تھے ان دونوں میں فحاشی کا بھی پھپھتی تھی۔ میں یہاں سے بھی بتا دوں کہ اگر کیکاش اور جبکہ میرے سر رفیق اور ہم سفر نہ ہوتے تو شاید میں درخشاش کی کوشش کے اختتام میں سمدردی سفر کو راہہ دونوں تک جاری نہ رکھ پاتا اور بہت جلد گناہت کا شکار ہو کر کسی بندہ کا گہوہ اجا تک بھری مقاب اداس کے ملے کا حساب باقی کر کے انھیں واپس کر دیتا اور خود کسی دور دراز علاقے میں سکونت اختیار کر کے گوشہ نشین ہو جاتا لیکن کیکاش اور جبکہ کی دل چسپ چھپڑ چھپڑنے سفر کو خاصا خوش گزار بنا دیتا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بہترین دوست ہونے کے باوجود اکثر ذرا مذاں بات پر دست و گریباں ہونے کی حد تک ہر حال اٹھتے اور اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ جبکہ خود میں فقیرانہ اصولوں کا مالک تھا اور مذاق میں بھی کوئی ایسی بات تسلیم کر لینے کا عادی نہیں تھا جو اس کے مسک سے ہٹتا کہانے کا سبب بن سکتی کیکاش اس کی کمزوری بخوبی واقف تھا چنانچہ وہ اکثر جبکہ کھڑکانے کی خاطر کوئی ایسا مسد چھپڑ دیتا تھا جو جبکہ بے لہر ہوں میں بھڑکی نہ گئی تھے کہ مترادف ہوتا۔ ایسے موضوع پر کیکاش بھی اپنے اوپر اتنی

”مگر میں اس قسم کے بے ہودہ مذاق کا اعادی نہیں ہوں۔“
 ”ایک مشورہ ہے، میں نے اپنی مسکراہٹوں پر قابو پانے
 مجھے کہا۔ تم سنندگی بچیدگیوں کا استعمال نہ کرو۔ وہ دپاکے جسم کی
 خوشبو نہیں پریشان نہیں کرے گی۔“
 ”اس کے ذکر کی ضرورت ہی کیلئے تھوہیکہ جھلا کر کہہ۔“
 ”رو میں جسے آزاد ہو جا میں تو فحاشی پن کی اپنی کوئی
 حیثیت نہیں رہتی۔“
 ”اور میرا خیال ہے کہ تم بھی وہ پردہ کیلکشن آ
 کیلئے ہوتے جیکے مجھے تیز اور شکایتی نفوس سے گھبرا
 نے سے مرمت ہے یہی محسوس کیلئے کہ تم دونوں ایک ہو کر
 مشق عشق بنالیتے ہو۔“
 ”تم غواہ خراسنجو ہوئے ہوتے میں نے بات نہ
 کر کے کی خاطر بے روائی سے جواب دیا۔ کیلکشن نے

”تم میرے خوابوں کی تعبیر نہیں سمجھ سکو گے“ یہ کیلاش نے
 شکارتانے سے بچنے فائوسٹیشن پر پہنچنے کی تاکہ کی اور پھر اڑا
 ہوئے تیزی سے بولانے میں نے ابھی کو پھر پوچھ پڑھا پس
 مارا کہ تو وقت ایک نہایت سنجیدہ خواب دیکھا ہے۔ اگر
 تو رائے دے ہم کسی سیارہ رنگ کی پھلی کو ماہل کو سننے میں کیا
 لیا تو ہم اس سفر کی تمام مشکلات یکسر ختم ہو سکتی ہیں۔
 کیلے ہوئے کوٹھے کی رنگ والی پھلی کے ذریعے جیت انجیز
 پانی ملادو، لوہی کر سکتے ہیں اور.....“

• میرا خیال ہے جب تک اگر ہمارے مہاجر نہ ہوتا تو ہمارا یہ سفر
بڑا بڑا غزل جیپ اور ٹینک ثابت ہوتا۔
لیکن اسے اسلانوہ ٹینک بھی نہ رکھ کر وہ خود کشی پر آمادہ ہو
رہے تھے۔ میں چھلانگ لگا دے۔
• ہمارے ہم سفر کی تھوں میں دو پلے کے جسم کی موجودگی کا
معلوم ہوا۔ یہ خود کشی کے ارادے سے باز رکھنے کے لیے بہت
پرہیزگار تھے۔

ہمارے درمیان عجیبے متعلق دل چسپ گفتگو کا سلسلہ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا۔ جیسی عقاب کے بوڑھے پرنگال کپتان دیشکے آجپانے کی وجہ سے مومنت تبدیل ہو گیا اور ہم اپنے آئندہ سفر کے بارے میں تجویز کا کپتان سے باتیں کرنے گئے جس نے ہمیں یہ خوشخبری بھی مٹائی کہ ہم درود زبید ایک نئے ساحل پر ننگرا نماز ہوں گے۔

۵

اجا (APIA) کی بندرگاہ تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جو حلقہ بند کیا جاسکے جس کی شخصیت سرگزشت میں رہ کر کھٹک رہی تھی میرے سفر کے بارے میں وہ یقیناً کسی اہم راز سے واقف تھا لیکن جانے کیوں وہ ان باتوں کو زبان تک لانے سے گریز کر رہا تھا۔

میں نے ایک آدھ بار اسے کہنے کی کوشش کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے میری بات ٹال گیا۔ اس نے مجھے یہی یاد کرانے کی کوشش کی کہ میرے سفر کے اہم کہنے میں وہوں نے بھی کوئی یقینی بات نہیں بتائی لیکن میں جس کی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے کہ اگر وہ میرے سفر کے انجام سے بے خبر ہو جاتا تو مجھے اس بات کا یقین دلانے کی کوشش بھی نہ کرنا کہ اس سفر کے بہترین طوفان بھی مجھے یا میرے ساتھیوں کو جی سفر کے اختتام تک کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے لیکن شخصی پرچنے کے بعد کیا ہوگا اور یہ کہ درخشاں مجھے دوبارہ مل سکے یا نہیں۔ اس ضمن میں ہمیں نے ممکن فراموشی اختیار کر لی تھی اس کا کتنا حقارہ وہوں نے اسے بھی درخشاں اور میری ملاقات کے سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں بتائی لیکن نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ وہوں نے اسے تمام حالات سے آگاہ کر دیا ہے مگر وہ کسی وجہ سے وہوں کی پیش گوئی زبان تک لانے سے گریز رہا تھا۔

مجھے وہ رات آج بھی اچھی طرح یاد ہے جب بحری عقاب کے کپتان نے ہمیں اگلی صبح اپنا کے ساحل پر اترنے کی خوشخبری مٹائی تھی وہ لوگ جو درود نماز کے بحری سفر کر چکے ہیں اس بات سے جیونی واقف ہوں گے کہ کھلے سمند میں آگیا ہونے والے حالات کے جو کسی ساحل یا بندرگاہ کی خوشخبری ان کے لیے کسی قدر مزید کن ہوتی ہے اور خاص طور پر بحری جہازوں کے طوفانوں سے متاثر ہونے کے بعد جنگی کا تصدیق کتنا خوشگوار ثابت ہو رہا ہے جتنا کہ میرے ساتھیوں کو بھی اگلی صبح جنگی پر اترنے کی اطلاع کے خوشیوں سے جھکا کر دیا۔

کپتان ایشے نے ہمیں جو خوشخبری مٹائی وہ جہاز بحری سفر

کی آخری خوشخبری تھی کہ کاش میں علم ہوتا کہ آئندہ ہمیں قحط کے بدلے ناک اودنا قابل یقین حالات سے دوچار ہونا پڑے گا تو کم از کم میں کیا کاش ماحول جب تک کہ اپنے ساتھ سفر جانے پر بھی مجبور نہ کرتا، لیکن نہ ہمیں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا اندازہ تھا نہ ہی جیسے نے ہمیں کوئی بات مکمل بتائی تھی البتہ جب تک یہ مشورہ ضرور دیا تھا کہ ہم اگر پاسے بحری سفر ترک کر کے ہوائی راستے سے واپس لوٹ جائیں تو مناسب ہوگا کہ کیا کاش نے وجہ دریافت کی تو جب تک کہ اسے جواب یا معقول دلیل پیش کر لے سے فاصلہ دلائیں اس کے وقت سے کہا تھا۔

میں نہ کوئی پوشیدہ راز بھی نہیں پراسرار علم کا بار اپنے مشورے کی کوئی وجہ بتا سکتا لیکن یہ راز دل ہی دل کی بات ہے کہ اگر ہم نے ایک بار جنگی سہارا کرنے کے بعد دوبارہ عقاب پر قدم رکھا تو مصیبتیں امداد پریشانیوں ہمارا اعتماد ہائیں گی۔

تمہارے اپنے لینے زندگی کی جوارہ اختیار کی ہے وہ قابل فخر ہے لیکن اچھی تم اس مقام تک نہیں پہنچے جہاں سے نکلنے والی ہر بات یقینی بن جاتی ہے نہ کیلاش نے جب تنقید کرتے ہوئے کہا کہ البتہ میں اس لیے بے شمار نہ ہوں شہداء سے واقف ہوں جو نہ ہونے کے نام پر اوداس کی آڑ لے کر رہے ہیں لوگوں کو نہ صرف ان کے داستانوں سے جھٹکا جیتے ہیں بلکہ اعلیٰ سیدھی باتیں کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں بعض اس لیے وہ دوسروں کو اپنی ذات بے صفات سے متاثر کر سکیں۔ میں بخاری اس بات کا برا نہیں مانوں گا اس لیے تم جس قسم کے افراد کا ذکر کر رہے ہو ان کی کثیر تعداد ہمارے درمیان موجود ہے اور ایسے ہی رنگے سیاہ قسم کے مذہبی رہنما کی گراہی کے ذریعہ دہائی میں یہ جیکبے خلاف توقع شہداء بنے انڈاز میں جواب دیا۔ میں اس بات کا دعوٰی بھی نہیں کر میں جو کچھ کہنا ہوں وہ درست ہی ثابت ہوگا۔

”پھر تم کیا کہنے کی کوشش کر رہے ہو؟“

ایک بدمعاشی سا ویسی بات جو میرے دل میں تھی تم لوگوں سے بیان کر دی ہے مٹا یا نہ ماننا تھا ہے اختیار ہے۔ جیکبے کہا۔ میں نے جو مشورہ دیا ہے اس میں ہرگز ذاتی فائدہ نہیں ہے۔

لیکن میرے لئے کہیں پودہ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہونی چاہیے کہ جب کو جھپٹنے کی خاطر جیکبے سے کہا کہ چاہا تم میں کسی معقول دلیل سے نال کر دیا پھر اس بات کو تسلیم

دی ہونے کا وجود ایک مردہ عورت کے تصور سے خوف نہ ہوں بھی بزدلی پر اس کا نے کی کوشش کر رہے ہوتے۔

”جان! جیکبے میری طرف دیکھتے ہوئے جھجک رہے ہیں۔ اس احمق سرخس کو میری بات کا مقصد سمجھنے کی کوشش نہ ہو۔“

میرا خیال ہے کہ اس وقت ہم اگر اس بے مقصد بحث کو ختم کر لیں تو اس کا فائدہ اندازہ نہیں کرنا مناسب ہوگا۔

میں نے بات ختم کرنے کی خاطر مشورہ دیا کہ سڑی کی شدت کو کم کرنے کے لیے بغیر دوہ کی کافی یقیناً ہمارے اعصاب پر خوش گزار لائے گی۔

کیلاش نے میرے مشورے کی تائید میں آواز بلند کی تو فائز کاش ہو گیا۔ بات آئی گئی ہو گئی لیکن اگر اس رات ہم ایک کام مشورہ مان لیا جوتا شاید ہمیں اس خوفی اور مزاحمت سے نجات مل جاتی جن کی بھولی بھری یاد آتی ہو گئی میرے اگے دیکھ کر کھڑے کر دیتی ہے۔

ہر حال میں جس رات کا ذکر کر رہا ہوں اس رات جیکبے غصہ شب گزرنے کے بعد میرے کہیں کے دروازے پر ملنے لگی تھی میں غمزدگی کی حالت سے سو جا رہا تھا۔ دنگ کی آواز نہ کر کے میں یہی سوچا کہ شاید وہ جب ہوگا جو کچھ میں مجھے مارا پھرا ہے مشورے سے تو اڑنے کے لیے آیا ہوگا۔ مجھے جیکبے اس کی یاد دہانی آئی اور غصہ جی جی بات وہ اتنی رات گئے سے کرنا چاہتا تھا وہ جسے بھی اکیلے میں ہر سستی تھی چنانچہ اس نے دنگ کی آواز کو نظر انداز کر دیا مگر جب کھڑے ہو کر نکلے تو دنگ کی آواز بلند ہوتی رہی تو میں اٹھ کر مجبور ہو گیا۔

ساتھ چروں کی بنا پر میں نے احتیاطی اپنا آتش کھدنا لپکے کی بجائے نکال کر جیکبے میں ڈالا اور اودا کھڑے کر دیا وہ دل دیا میرے سامنے جیکبے بجائے جیکبے موجود تھا۔

”تم تم سے جیکبے کو دیکھ کر حیرت کا اندازہ کیا۔“

”مجھے افسوس ہے میرے محترم کہ میں نے اتنی رات گئے آپ کو زندہ سے بیدار کیا لیکن.....“

میرا پھر جیکبے کے کہیں میں آجائے کے بعد دروازہ بند کر دیا اور ماموشی سے لیٹر پر نیم دانا ہو کر اسے وضاحت طلب نظروں سے گزرتے ہوئے بولا۔ اب کہہ تم نے اتنی رات گئے کیسے زہمت کی؟

مگر صبح ہمارا جہاز اپنا کے ساحل پر ننگرا نماز ہو گیا۔

جیکبے نے دنی زبان میں کہا۔

”یہ اطلاع ہمیں کپتان ایشے سے مل چکی ہے۔ میں نے

درخشاں

انوار صدیقی

سیاٹ لیے ہیں جواب دیا۔

”میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو آپ شاید ابھی تک مجھ سے کچھ مخفی ہیں۔ جیکبے بولا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کسی مرتعے پر بھی دیدہ و دانستہ کوئی حرکت ایسی نہیں کی جواب کی غصے کا سبب بن سکتی۔“

”کیا تم نے اس وقت مجھ سے یہی بات کہنے کی خاطر مجھے زندہ سے بیدار کیا ہے؟“

”میں ایک بار پھر معافی کا خواست گار ہوں لیکن.....“

”جیکبے! میں نے تیری سے اس کی بات کاٹنے سے منع کیا۔“

”کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم اپنا اودہ ملا وقت ضائع کرنے کے بجائے کھن کر دو لوگ وہ بات بیان کر دو جو یقیناً اتنی رات گئے میرے کہیں تک لے آئی ہے؟“

جیکبے نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا، ایک لمحے محاش دلا پھر جھجکے گی سے بولا۔

”ہو سکتا ہے کہ آپ کو میرا مشورہ عجیب لگے لیکن اس کے باوجود میں آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ آپ میرا کیلاش اور فادہ جیکبے کو اپنے ساتھ سے لے کر دیکھ کر دیکھ کر مناسب ہوگا۔“

”کیا مطلب؟ میں نے جو سمجھتے ہوئے کہا۔“

”کیا یہ ہو؟“

”میرا مقصد نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ جیکبے نے جلدی سے اپنا مقدم بیان کرتے ہوئے کہا: ”دماغ میں یہ کتنا چاہ رہا تھا کہ آپ مجھے تنہا سفر کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔“

”بہت خوب! میں نے جیکبے کے چہرے کے تاثرات کو بخوبی محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ تو باقی تمام بات وہوں کی آڑ لگنے لگے کوئی تنہا کافی مسئلے کی غرض سے آئے ہوتے۔“

”کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں وقت سے پہلے جان نہیں

کیا جا سکتا ہے جسکو ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ غلات توقع وہ اس وقت کچھ الجھی الجھی اور پشیمان سا دکھائی دے گا۔

”کیا میں نے تم کو میرے سفر کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہو رہا ہے؟ میں نے تجھ کی سے دریافت کیا۔

”دل کیا مینے والا ہے اس کا علم مجھ خدا کے ایک کسی کو نہیں مگر احتیاط ہر صورت میں لازم ہے۔“

”درخشاں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ میں نے غصے سے آواز میں سوال کیا۔

”آپ نے اسی کی آخری خوبش کے احترام میں یہ فراموش کیا ہے۔“

”درخشاں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ ہم اسی دنیا میں ایک بار پھر ایک دوسرے سے ملیں گے۔ میں نے تیزی سے بوجھا۔ اس سلسلے میں روح نے یقین کیا جواب دیا ہے۔“

”موت کے کچھ کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہ اود بات ہے کہ ہم اپنے اپنے عقیدوں کے غلام ہیں۔“

”جسکے نے گول مل جواب دیا تو میں جھلا گیا۔

”تم مجھے اچھلنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں تھلا کر بولا۔

”کچھ مریطے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں ضد بحث مناسب نہیں ہوتی۔“

”جسکے نے سب بات آواز میں کہا۔ میں نہایت غصے سے اس سے آپ کو یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اگر آپ تناسف جاری رکھیں تو حالات آپ کے حق میں بہتر ہوں گے۔“

”میں تنگ نہ ہوں۔ میں مسرت جیسے کہ تم نے لاسا کے سلسلے میں میری مدد کی تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ وہ معلوم کیے بغیر میں اپنے بہترین دوستوں کو اس سفر میں غور سے جہاد نہیں کر سکتا۔“

”کیا آپ کا آخری فیصلہ ہے؟“

”ہاں۔“

”کا ش میں آپ کو اس فیصلے سے باز کر سکتا ہو جیسے نے ہاتھ ملے ہوئے کچھ دھڑکتے ہوئے کے ارادے سے پنا تو میں بستر سے اچھل کر اس کی راہ میں دوڑا۔

”میں جیسے یقین اپنی زبان کھولنا چاہتا تھا۔ میں نے خشک لبے میں اسے باور دلانے کی کوشش کی۔ یہ تم بھول کر میں نے جی تعاقب اور اس کے ملے کی خدمات کو ایک عید مدت تک تکے حاصل کر رکھا ہے۔“

”جواب میں جیسے نے مجھے تھراؤ دیا۔ گھبراہٹ سے میری بات سن کر ایک لمحے کے لیے اسے باہر نکال دیا۔ اس کی نظروں میں شعلے بھڑک اٹھے لیکن پھر اس نے خود بخود جا بھلا۔

”بہکے ایک ایک رنگ سے چھوٹنے والی خوشبو جو میری نالیوں میں آج بھی رچی بسی تھی۔“

”میں نے درخشاں کے استقبال کے لیے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ میں نے نفس کی رفتار ڈال دیا۔ دل پر ہر ہی تھی۔ درخشاں کے اٹھنے پر قرب پر میرے ذہن پر نشے کی کیفیت پڑی۔ ہر ہی تھی میں نے اسے سرگوشی میں آواز دی۔

”درخشاں! یہ تم ہو؟“

”ہاں جال۔ میں تمہاری درخشاں ہوں۔“

”در تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھیں؟“

”ریاں۔ اس کہیں میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ آؤ! ہر کھل دھان میں چلتے ہیں۔“

”درخشاں نے ہم دیا تو میں خاموشی سے اس کے ساتھ برہا۔ براد چاہ رہا تھا کہ لے اختیار آگے بڑھوں اور اس کے خوب صورت وجود کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لوں۔ خشکی کی شدتوں کو بھی بھر کر سر پر کر لوں لیکن نہ جانے وہ کون سی پراسلوت تھی جو مجھے میرے ارادوں کی تکمیل سے روک رہی تھی۔

”میں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر درخشاں نے سکون کا ایک طویل سانس لیا۔ ہواؤں کے جھونکے میرے بدن سے عکاس تھے۔

”میں نے اپنی رات کے گھپ اندھیرے میں سمندر کی لہروں کی پرشور آواز اور ہواؤں کی سرسراہٹ سننے میں لگا کر اپنے بند پر لڑا اور ڈروانا بنا دیا تھا لیکن میں ہر شے سے بے نیاز ہو کر اپنی درخشاں کو کھینک کر اپنے بازوؤں میں جھپا رہا تھا۔

”جال۔ یقین ان گھپ اندھیروں اور تاریکیوں میں خوف تو نہیں محسوس ہو رہا؟“

”درخشاں نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

”تمہارا قرب مجھے برا حساس سے بے نیاز کر دیتا ہے میری زندگی لیکن یہ اندھیرے۔۔۔“

”یہ اندھیرے عارضی ہیں جال ان کے غضب بہت جلد نوری کر میں چھوڑ دیں گے۔“

”تمہاری جدائی کا احساس میرے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی کیفیت بیان کی تو درخشاں ایک لمحے کو غصہ ہو گئی۔ اس کی ٹانگوں میں نمی ابھرتی پھرتی ہاتھ سے پار سے ہوتی۔

”مجھے تمہاری طرف کا اندازہ ہے میرے رفیق ہنر ہلائی کے۔ یہ لمحے میرے دیر پا نہیں ثابت ہوں گے۔“

”درخشاں! تمہارے مجھے یقین دلایا تھا کہ ہم بہت جلد ایک دینا میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔“

”میں نے اپنی ہر توجہ بے کھچی فنا نہیں ہوتے۔ اس ہر خوشی پر ایک دل آویز مسکراہٹ بکھر کر کہا۔ میں نے تم سے غلط نہیں کیا تھا، ہم بہت جلد ایک دوسرے سے ملنے والے ہیں لیکن۔“

”درخشاں کچھ کہنے کہنے اچانک اداس ہوئی تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔

”تم خاموش کیوں ہو گئیں میری زندگی۔ کیا تمہیں بیمار ملاپ پر کوئی شبہ ہے؟“

”شبہ نہیں جال۔ اس بات کا اندازہ ہے کہ کہیں تم دوسرے کے کہے میں آکر میرا خیال اپنے دل سے نکال دو۔“

”ایسا ناممکن ہے درخشاں! میں نے درخشاں کے لیے میں حسرت میاں کی آئینہ کش محسوس کی تو جلدی سے اسے یقین دلانے لگے۔

”تمہیں اپنے جال پر اعتماد کھنا چاہیے۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے بے حسرت ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔“

”تم۔ تم اس طویل سفر سے آگیا تو نہیں جاؤ گے؟“

”کیا کہہ رہی ہو۔ تمہاری خاطر تو میں زندگی کے دوسرے کھلے، یہ سفر کر لے کر تیار ہوں۔“

”سچ جال؟“

غیر ملکی زبانیں سیکھئے

مصنف: پروفیسر ایم اشرف

جرمن اردو ریڈر	90/=
جرمن اردو ڈکشنری	90/=
جرمن فریزیک	90/=
اطالوی اردو ریڈر	80/=
اطالوی اور ڈکشنری	90/=

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

”حم نے کراڑ مالو۔ مجھے ایک اشلے میں سمجھ دیں بھی چھانگ لگا سکتا ہوں۔ میں جذباتی بن گیا۔“

”نہیں۔ خدا کے لیے ایسا مت کرنا۔ درخشش کی آواز سیکڑ ہنسے ہوئی تھی۔ اگر تم نے مجھے یہ عزیمت خواب بھی ادا ہوئے رہ جائیں گے، تمہیں پانے کی خاطر میں نے وقت سے جریعت متناہی لے لی ہے وہ دریا گنگا چلنے کے زمیری روح تاجیامت متخاری کش میں جھکتی ہے کہ نہ“

”درخشش۔ میں تیری سے بولا۔ ایسی مالوسی کی باتیں مت کرو ورنہ میرے حوصلے بھی ٹوٹ جائیں گے۔“

”جمال۔ مجھ سے وعدہ کر کہ تم اپنا سفر ترک نہیں کرو گے۔ اس وقت تک جب تک ہم ایک دوسرے کو دوبارہ نہ پائیں۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں نے بڑے خلوص سے کہا۔ دنیا کی کوئی قوت مجھے تمہاری راہ سے ہٹا نہیں سکے گی۔“

میرا جواب سن کر درخشش کے چہرے پر چھائی مایوسی جھٹ گئی اس کی پلکیں پر امیدیں کے سیکڑوں چراغ روشن ہو گئے اس کے ہنرموں پر زندگی سے جبر پور ہو گیا۔ ہمیں دھکے دینے لگیں وہ ہم تاجیامت بن گئی اور تب میں خود پر تاج پور پاسکا۔

درخشش کے حسین دھوکے کو ابھی بے قیاد بانوں میں سیٹھنے کے ارادے سے تیزی سے لپکا تو تھکافت سے میرے منہ سے کواہ نکل گئی۔

میں نے آنکھیں ملے ہوئے ماحول پر غور کیا تو سڑ ہو لوں کے باوجود میری پیشانی پر پسینے کے قطرے اچھوٹے۔ اس وقت میں اپنے کہیں کے بجائے عورت پر کھڑا تھا اور جس نے سے ملے سڑکایا تھا وہ درخشش کا حسین و گداز جسم نہیں بلکہ دیو لنگ کا آہنی ستون تھا۔

خون کی ایک لہر میرے وجود سے نکلائی تو میں تڑپا لڑا اٹھا۔ ہر کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ محض ایک خواب تھا، کچھ نہیں خواب جو آہنی ستون کے درمیان میں آجائے اسے ٹوٹ گیا تھا ورنہ اس خواب کی تعبیر میری موت بھی ہو سکتی تھی۔

بحری عقاب کے اگلے نے خشتی پر قدم رکھا تو ان کے بھرے خوشی سے دمک رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں موت کے منہ میں جاتے جانتے جانتے جانک زندگی مل گئی ہو۔ میں نے جہاز کے انجینئر بائسن سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بڑی سنجیدگی سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سپاٹ آؤں کہا۔

”لاسا کی پراسرار موت کے بعد خشتی پر زندہ سلامت قدم لکھنا چاہئے۔ لیکن ہر مدینک شگون ہے۔“

بائسن کا جواب ملنے کچھ عجیب معمول خیر لگا۔ اگلے کے دیو لنگ لٹے پڑے کھٹے یا قابل نہیں تھے اس لیے اگر وہ کسی فرد سے عقیدے کے شکار نہ رہے تو اور بات تھی مگر بائسن کو ضعیف الاعتقاد محسوس کر کے میرے حیرت ہوئی تھی۔ بظاہر وہ نہایت سلیجے ہوئے ذہن کا مالک لگتا تھا مگر کے دوران ہمارا بار بار ایک دوسرے سے آمنائے ہوا لیکن ہر بار بائسن خاموشی سے نظریں جھکا کر گزرتا تھا۔ ہم نے کبھی اس سے گفتگو کی ضرورت محسوس نہ کی اس نے کبھی ہم سے قریب ہونے کی خاطر جلوہ باز نہ کرنا چاہی۔ نازن کی موت کے موقع پر جیسے نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے بائسن کا سوال اٹھایا۔ لیکن اس وقت بھی ہم نے بائسن کو کہنے کی زحمت نہیں مولی تھی عین غصہ کی لہر ذاتی نظریہ اس انجینئر کے ہاتھ میں ہی تھا کہ وہ منہ سے جھانک کر ہم سخن اور اپنے کام سے کام رکھنے والا ایک دیوار اور نہایت سنجیدہ شخص ہے۔ ہمیں اگلے کی خوشی کے سلسلے میں اس نے میرے سرسری سوال کا جواب بھی دیا میرے لیے باعث حیرت ہی ثابت ہوا۔

”سٹر بائسن۔“ میں نے اگلی شخصیت کو مزید کر کے اپنے خاطر پوچھا: ”کیا آپ میسا پوش اور عقلمند انجینئر بھی ہو جی رہی عقاب جیسے قوی، پیکل جہاز کے نشینی کل پرہوں کے ہاتھ میں مکمل واقفیت اور پوری مہارت رکھتا ہے۔ ایسی باتوں پر یقین کر سکتا ہے جن کی کوئی توجیہ ممکن نہ ہو۔“

”ہر وہ بات جو حقیقی تسلیم سے بالاتر ہو انسان کے لیے پریشان ثابت ہوتی ہے۔“

”لاسا کی موت کے ہاتھ میں آپ نے کیا نظریہ قائم کیا ہے؟“

”میں اپنے ساتھیوں سے اگلتوں میں۔“ بائسن نے نہایت سنجیدگی سے ایک عجیب منطق پیش کرتے ہوئے کہا: ”میرا جواب اپنے گھر سے دو دروازے پر سفر روانہ ہونے کے لیے جہازوں پر سوار ہوتے ہیں تو میں اسی دہائی کا زیادہ یقین نہیں ہوتا اور اسی لیے ہم جناح و صد ایک ساتھ تھے میں ایک خاندان اور ایک قبیلے کی موت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہماری سوجیوں بھی ایک دوسرے سے اگلت نہیں ہوتیں۔“

”گو با آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ لاسا کی موت.....“

”اس تذکرے کو اب ختم کر دیجیے میرا جمال،“ بائسن نے تیزی سے بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا: ”سٹر بائسن نے جس توں صورت سے اس حادثے کو ذہنوں سے مٹانے کے لیے ایک مدلل جواب پیش کیا تھا میں اس سے بخوبی واقف ہوں، لیکن میری بات اگر اگلے کے دیکھ کر کاؤں کے علم میں نہ گئی تو وہ کسی قیمت پر دوبارہ بحری عقاب پر قدم رکھنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔“

”بہت خوب۔“ میں نے بائسن کی بات سن کر اس پر گہرا شکر کیا۔ یہ اطلاع میرے لیے خامی دلچسپ اور اہم ہے کہ خاص طور پر لاسا کی پراسرار موت کے سلسلے میں اصل راز معلوم ہونے کے باوجود آپ نے اپنے خاندان یا قبیلے کے دوسرے افراد کو کاہل کرنے کی کوشش نہیں کی؟“

”موت کا بھی ایک تصور زندگی کی بے پناہ سرتوں سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں پتا میں نے بائسن کے جسے پراچانک ابھرنے والے متضاد تاثرات کو بطور خاص محسوس کرتے ہوئے پوچھا: ”کیا لاسا کی موت کے اصل راز کے انکشاف پر آپ کو اپنی موت کا بھی خطرہ تھا؟“

”میرا یہی مطلب ہے۔“

”لیکن....“

”میرا خیال ہے آپ جیسا کہ قریب سے جانتے رہتے اسے بخوبی سمجھ چکے ہوں گے۔“ بائسن نے ناخوش گوار انداز میں اپنا جھکاؤ بڑھاتے ہوئے دے دی زبان میں جواب دیا: ”لیکن سے ملاقات مجھ سے قبل میرا ذاتی نظریہ بھی صرف یہی تھا کہ موت اور زندگی کا اختیار صرف اسی کو ہے جو جسم میں روح داخل کرنے کی قوت رکھتا ہو لیکن جیسا کہ پراسرار اور ناقابل یقین توکل کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے تبدیل کرنا پڑ گئی۔“

”میں اب بھی نہیں سمجھا میرے دوست کہ تم کیسا کہنا چاہتے ہو؟“ میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

”فی الحال میں ہی کہہ سکتا ہوں کہ سٹر جیسن نے لاسا کے سلسلے میں مجھے زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا تو میرا انجام لاسا کے مقابلے میں زیادہ بھیانک اور پراسرار ہوگا۔“

”میرا یہی بھی اندازہ ہے سٹر بائسن کہ میں نے جو وہو کو طلب کرنے کا علم جانتا ہے۔ مجھے کہ بیشتر افراد اپنی شخصیت کی دہشت بھانگی ہے۔“

”اور میرا خیال ہے کہ نائن اور میرا اس کے بعد اڈاکر کی موت نے آپ کے اندازے کی تصدیق بھی کر دی ہوگی۔“

بائسن ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

”میں آپ کی بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن کیا ان ایٹلے کو آپ کے خانے میں قتل کریں گے؟ میرا مقصد ہے کہ میں نے تب بھی اسے جیسن کے سلسلے میں ہونے کی کوشش کیا اس کی ذاتی سائے دریافت کرنا چاہی۔ اس نے ہمیشہ نگہ کاری

فرنچ اردو ریڈر

پروفیسر محمد اشرف قیمت:- 90/-

ہی کا اظہار کیا۔ میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا: ”کیا ان حالات کے باوجود کیا ان ایٹلے کی زندگی آپ کے لیے حیرت انگیز نہیں جبکہ آپ جیسن کو زیادہ قوت کا مالک سمجھتے ہیں؟ کیا اب آپ یہ کہیں گے کہ جیسن نے محض اس لیے کہ ان کو ذلیل دے دی ہے کہ اس کے بغیر بحری عقاب کی گردش ختم جائے گی؟“

”مجھے افسوس ہے سٹر جمال کہ میں جیسن کے سلسلے میں آپ کے ساتھ مزید کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔“ بائسن نے اپنا جھکاؤ مکمل کر کے تیزی سے جانے کے لیے ہٹا پھر ایک جھٹکے سے دھکا اور دوبارہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑی عاجزی سے بولا۔

”میں درخواست کروں گا کہ اس وقت میرے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس کا مکمل کسی تیسرے شخص کو نہیں ہونا چاہیے۔“

”مجھا راز شاہ غالب....“

”میں درخواست کرتا ہوں جناب۔“ بائسن ہاتھ ملاتے ہوئے بولا: ”مجھے اپنی بیوی اور اپنی معصوم بیٹی سے بے نیازہ پیار ہے، مارتھا نے میری محبت میں اپنے والدین اور گھر بار کو ہمیشہ کے لیے تیر بلوکہ دیا ہے۔ میرے علاوہ مارتھا اور میری معصوم بیٹی مارگریٹ کا کوئی اور سہارا نہیں ہے۔“

بائسن کی عاجزی اور اس کے چہرے پر نظر آنے والے رحم طلب تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کس حد تک جیسن سے خائف ہے چنانچہ میں نے اسے بالکل سس نہیں کیا بعد کرتے ہوئے کہا۔

”تم یقین رکھو بائسن۔ میں جیسن سے اس ملاقات کا کوئی ذکر نہیں کروں گا۔“

”شکر ہے میرے حسن۔“ بائسن کی آنکھوں میں زندگی لپک لپک لپٹ آئی۔ میرا شکر ادا کرنے کے بعد وہ تیزی سے قدم بٹھاتا اس جہوم میں جا کر گھوم گیا خوشی پر آباد لوگوں نے بحری عقاب

کو منکر انداز دیکھ کر سمل پر لگا رکھا تھا۔
میں ابھی بائیں کی باتوں کی روشنی میں جیکسن کی پراسرار شخصیت کو پرکھنے کی خاطر ذہنی مشق کر رہا تھا کہ کیلاش نے میرے قریب آگئے تھے۔

”جھگڑان کے لیے جمال۔ تم اس جھوند کو سمجھانے کی کوشش کرو۔“

”کس کی بات کر رہے ہو؟“ میں نے چوہکتے ہوئے پوچھا۔
”اسی کند ذہن اور دھوپاوری کی جس نے خود کو لپٹے کیبن میں اندر سے مقفل کر رکھا ہے اور باوجود میرے بے حد جھمکانے کے اسی بات پر اڑا ہوا ہے کہ وہ کسی قیمت پر خشکی پر قدم نہیں رکھے گا۔ ابھی تک وہ اسی دہم میں مبتلا ہے کہ اگر اس نے خشکی پر قدم رکھنے کے بعد دوبارہ بحری سفر اختیار کیا تو بربادیاں اور تباہیاں اس کا مقدر بن جائیں گی۔“

”جیکب کے دماغ میں پیدا ہونے والا یہ غلغلہ صرف یہ کہ اسکی سادہ لوحی اور شرافت کی دلیل ہے بلکہ اس میں مختاری شرارتوں کو خفا داخل ہے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”میں تسلیم کرتا ہوں کہ جیکب تک اس سے پریشان نہ کروں میرا کھانا بھرم نہیں ہوتا لیکن تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں کہ وہ رشتہ رشتہ بزدلی اور اہول کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔“

”اس میں بھی مختاری ذات کا دخل ہے؟“ میں نے جیکب کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔ ”تم جانتے ہو کہ وہ بے حد غافلانی قسم کا یلوری واقع ہولے اور کسی ایسی بات کو پسند نہیں کرتا جو اسے اس کے عقیدے سے جھٹکا ہے۔“

”مجھے بھی اس کی ان تمام کمزوریوں کا علم ہے لیکن میں نے اس اہم کو بھی اس کے مذہب سے بناوٹ کئے پیش کیا یا؟“
”تم اپنی جگہ درست ہو لیکن جیکب جو کچھ محسوس کر رہا ہے وہ بھی غلط نہیں۔“

”کیلاش مطلب؟“ کیلاش نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

”تم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ جیکب کو سلیوایے کے کنٹینیا تھا۔“ میں نے کیلاش کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”سلیوایاں دنیا میں نہیں ہے۔“

جیکب اپنی زندگی اس کے دور سے گزر رہا ہے۔ جہاں ہر فرد کو ایک حسین سماج کی بڑی شدت سے محسوس ہوئی ہے لیکن جیکب نے اس نئی سلیوایا کو اپنے ذہن میں اس طرح بسا رکھا ہے جیسے وہ مری نہ ہو زندہ جو۔ اور اس تصور کو شعوری طور پر بھی زندہ رکھنے کے لیے وہ کسی اور تصور یا نوجوان عورت کا قرب تو کیا اس کا ذکر بھی پسند نہیں کرتا لیکن تم

نے روبا کے سلسلے میں بار بار توجہ کر کے اور شرارتیں جیکب کے ساتھ کی ہیں۔ اس نے غریب پادری کو لا شعوری طور پر خوفزدہ کر دیا۔ ”آئی ہسی۔“ کیلاش نے کہا۔ ”اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے باقاعدگی سے اس کا علاج کرنا پڑے گا۔“

”کیا تم یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟“
”آئی ہسی سنجیدگی سے جتنی سنجیدگی سے اب میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ جیکب کے لیے فوری طور پر ایک خوبصورت اور حسین ساتھی کی ضرورت بڑی اہمیت اختیار کر چکی ہے۔“

”خدا کے لیے کیلاش۔“ میں تیزی سے بولا۔ ”اس سلسلے میں اپنی زبان یا احوال بند کر رکھنا اور نہ جیکب اگر ایک بار بدک گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے ہمارے ساتھ سفر جاری رکھنے پر آمادہ نہیں کر سکی گی۔“

کیلاش کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی انہوں میں تانے پانے کے لیے ہمارے قریب آگئی۔ کیلاش ناریل فریڈ نے کی خاطر لڑکی سے بائیں میں مصروف ہوا تو میں جیکب کو سمجھانے کی خاطر دوبارہ بحری عقاب کو سمیت روانہ ہو گیا۔

جیکب کو خشکی پر لانے کی خاطر مجھے کچھ پاپھر دو میلے پڑے۔ وہ اپنے دماغ پر اڑا ہوا عقاب یا بارہی رٹ دکھا رہا تھا کہ اگر اس نے جہاز سے اتر کر خشکی پر قدم رکھا تو آنے والے حالات اس کے حق میں بے حد اذیت ناک ثابت ہوں گے۔ میں نے اسے

راہ راست پر لانے کی خاطر مختلف دلیلیں پیش کیں لیکن وہ نہ مانا۔ مگر جب میں نے مذہب کو درمیان میں لگا کر اسے باور کرایا کہ خدا کی مرضی کے بغیر کوئی ختم تکنا بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تو وہ بلول نا خواستہ میری بات مان گیا اور کہیں کھول کر شرمندہ شرمندہ سامنے آ گیا۔

مجھے جیکب کی سادگی اور مصمومیت پر اس وقت بے حد متاثر ہوا تھا۔ دنیا داری میں ابھی کہ وہ اپنے سنگ سے اکثر بیٹھ جاتا تھا لیکن مذہب کے نام پر وہ اپنی جان بھی بے دریغ قربان کر سکتا تھا۔

میری اس داستان کے شیرازوں کو منتشر ہوئے ایک طویل مدت گزرنے کی لیکن جتنی باتوں کا احساس جب پوری شدت سے ماضی کی بھولی بھری یادوں کو ہوا دیتا ہے تو میں ابھی تڑپ اٹھتا ہوں، انسان غلطیوں کا پتلا ہے، خود کو زندہ رکھنے کی خاطر اس نے نہ جلنے کیا کیا جیلے اور ہمارے جانا کئے ہیں۔ اپنی مانی کرنے کی خاطر موقع و محل کے اعتبار سے نئی نئی منطقیں تلاش کر لیتا اس کے بائیں ہاتھ کا ٹیبل ہے گناہ و ثواب کی رابوں میں جربج چاہتا ہے اپنے نفس کی خواہشات کے پیش نظر نئی نئی تاویلیں تلاش لیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ قدیموں کی ایک

جینش اور لڑکھارٹ اس کے تمام کیے برائے پر پانی پھیرتا ہے۔ وہ آسمان کی بندوبستوں سے زمین کی بستیوں کی جانب منہ نہ کر رہا ہے اور پھر ایک غش تمام زندگی اس کے وجود کو اپنے لگائی رہتی ہے۔

میرے ساتھ بھی قدرت نے یہی مذاق کیا میں نے خود بھانسنے کی خاطر اور ایک روح کی آخری خواہش کی تکمیل کی خاطر اپنے گناہ اور مصموم دوستوں کو بھی اپنا ہم سفر بنایا تھا۔ وہ ری خوشحالی بھی جس کا احساس آج بھی مجھے ملامت کرتا

ماہی وقت اور حالات کے بدلنے دھاروں نے بار بار مجھے بلکہ جو سفر میں نے اختیار کیا ہے وہ صرف یہ کہ خدا کے ہے نظر کا بھی ہے۔ طوفانوں نے متعدد بار مجھے وہاں کا راستہ تیار کرنے کی تلقین کی مگر بر باد یاں میرا مقدر بن چکی تھیں۔

ماہیوان حالات اور حادثات سے کیسے فراق حاصل کر سکتا تھا میرے نصیب میں رقم کی چاچکی تھیں۔

کتنے تین کعب انسان کسی بڑی شکل میں اٹھنے والا ہوتا، ولغات اور ساقین وقفہ وقفہ سے اس کی نشاندہی کرتی تھیں۔ اکثر اس کی اپنی چھٹی سر بھی جاگ اٹھتی ہے اور کوئی ہم نہ بے اولاد اس کی زبان سے ایسی نکل جاتی ہے جس کے یہ کوئی حواز نہیں پیش کر سکتا لیکن اس کی بات اپنی نگہ پھر تیر ثابت ہوتی ہے۔

جیکب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ خدا کا وہ نیک اور مصموم راز اس دنیا میں نہیں لیکن اس کی یاد آج بھی زندہ ہے۔

سفر کے دوران قدرت نے اس فرشتہ خصلت انسان کو اپنا میرا خوشہ تقدیر مجھے سونا نے کی کوشش کی مگر ہم شاید

میں اور میرے ہو گئے تھے کہ ہم نے جیکب کی کسی بات پر دھیان نہ دیا اور بار مذہب کی آڑ کے اس غریب کو بھی خاموش بنانے پر مجبور کر دیا لیکن آج جب میں پلٹ کر پیچھے دیکھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جیکب کی روح دے دے

لوں میرا تعاقب کر رہی ہے۔ مجھے ملامت کر رہی ہے کہ مراب ہاؤں کو یاد کرنے سے بھلا کیا حاصل ہو رہا تھا وہ تو بچکا۔ فریقہ میں جیکب کو اپنے ساتھ جہاز سے نیچے خشکی پر لانے کا کام پڑ گیا۔ جہاں جزیرے کے لوگوں نے جہاز کی آمد پر سربمبول میل سا لگا دیا تھا۔ جہاز کے عملے کے افراد اپنی فزولوں پر نظر پڑا۔ وہ فرشتہ میں گئے ہوئے تھے اور جزیرے کے بڑا دشمن اور جہنم لوگوں کے ساتھ ہنس بول کر اپنے سفر مکمل کرنے میں مصروف تھے۔ کیلاش ایک برباد انسان

بہر حال میں نے پچھلے میں کیا کیا ہو گیا۔ ابھی تک

وہ اسی ناریل فرشتہ کرنے والی لڑکی کے ساتھ گنگو کو مار رہا تھا۔ جس کے ساتھ پھوڑ لڑکیں جیکب کو لینے جہاز پر گیا تھا۔ اس نے

تینوں دان ایک عجیب سی بے ہنگم میٹ اپنے سر پر جھاڑی تھی اور ہنس ہنس کر لڑکی سے بائیں کر رہا تھا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر

نزدہ سما کر اس اپنی لڑکی نے کیلاش کو بہت زیادہ متاثر کر دیا ہے۔ بہت تھوڑے وقت میں وہ ایک دوسرے سے خاصے بے تکلف ہو گئے تھے۔ میں جیکب کے ساتھ قریب گیا تو کیلاش نے مجھے دیکھ کر لڑکی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”لوکیلا۔“ جزیرے پر اپنے بوڑھے ارا پانچ باپ کے ساتھ رہتی ہے۔“

”خوبصورت نام ہے۔“ لوکیلا، ”میں نے یوں ہی کہہ دیا۔ جیکب بدستور سنجیدہ سنجیدہ سا نظر آ رہا تھا۔ کیلاش جس نے کتابوں کے ذریعہ دوران سفر مختلف علاقوں کی مختلف زبانوں کے بہت سارے الفاظ یاد کر لیے تھے جیکب کو پھیلنے کی خاطر

بغور خاص لڑکی سے اس کا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

”ہمارا نوجوان مذہبی باپ ہے۔“ فادر جیکب، ”نیوکلار۔“ لڑکی نے اپنی زبان میں غالباً جیکب کو باور کرائے کی کوشش کی تھی وہ اس سے مل کر خوش ہوئی ہے۔ جس انداز میں وہ جیکب کو مخاطب کرتے وقت گھٹنے توڑ کر جھکی تھی اس سے بھی یہی ظاہر ہوا تھا کہ وہ ایک مذہبی شخص کا احترام خود پر لازم سمجھتی ہے۔

جواب میں جیکب نے بھی اپنے مرکب کی جینش دی پھر مجھ سے مرکب کی کرتے ہوئے بولا۔ ”میرا انداز اگر غلط نہیں تو لوکیلا نے سرجن کیلاش کو وہاں بخش لگا دیا ہے جو اچھے بھلے انسانوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں؟“ میں نے تعجب سے وضاحت چاہی تو جیکب نے دلی زبان میں کہا۔

”اس کے سر پر تینوں والی ہیٹ دیکھ لے جو جس نے اس کی شخصیت کو بے حد مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔“

”لیکن۔۔۔۔۔“

”اسا عرف اسی حالت میں ہوتا ہے جب انسان اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔“ جیکب نے میری بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔ پھر دے وقت سے بولا کہ کیا تم دوسرے لوگوں کو نہیں دیکھتے

ہے جو بار بار کھلیوں سے لوکیلا اور کیلاش کی طرف ہوں دیکھتے

ہے ہی جیسے انھیں اس بات پر بخوبی ہر کان کے قبیحے کی ایک خوبصورت اور حسین لڑکی ایک ہونے تانے سیاحت کو بطور شکار اپنے جال میں پھانسنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔“

”اتنی تنگ نظری کی باتیں مت کرو“ میں نے جبکہ کوسکتے
 بجھے جو ایسا ”درد و دلا“ کے سفر اور پکنک کے موقعوں پر ایک
 دوسرے سے ٹھٹھل مٹا جانا یا دوسروں کے طور طریقے و وقتی طور پر
 اپنائینا محض تفریح و تفریح کے لیے ایک بہانہ ہوتا ہے۔ اور تم
 کیوں بھول رہے ہو کہ ایسا کے ساحل پر ہمارا قیام بڑا مختصر ہے مدت
 کا سیاسی پیلے ہی ہم دوبارہ ہمارا پر واپس چلے جائیں گے اور پھر
 کپتان ایسٹلے کے کہنے کے مطابق رات کے پچھلے حصے میں ہمارا
 سفر دوبارہ شروع ہو جائے گا۔“

”تم خواہ کچھ بھی ہو لیکن میرا ذاتی خیال ہی ہے کہ میری کلاش
 جو دوسروں کا علاج کرنے میں مہارت رکھتے آج خود ایک
 لا علاج مرض کا شکار ہو گیا ہے۔“

کلاش ڈوکیلا سے باتوں میں مصروف تھا اس لیے غالباً
 وہ جبکہ کی باتیں نہیں سن سکا۔ میں نے ڈوکیلا کی شخصیت میں
 کیلاش کی دیکھی کا اندازہ لگایا تو وہاں رگنا مناسب نہیں سمجھا۔
 جبکہ کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا آگے نکل گیا۔

محمد رے کے بچوں بچہ و جزیرہ ہر چند کے بڑے ادنیٰ بادی
 کے اعتبار سے بہت زیادہ وسیع نہیں تھا لیکن وہاں بسنے والوں
 نے اپنے سلیقے سے اسے سیاحوں کے لیے بے حد پرکشش بنا دیا تھا۔
 میں جبکہ کے ساتھ ہلتا جاؤں ڈوکیلا نکل گیا۔ جبکہ بڑے تر ڈوکیلا کو
 کیلاش کے لیے ایک مہلک براہیم ثابت کرنے کے سلسلے میں
 میرا سر ہمارا تھا اور میں اس بات پر یقین تھا کہ جبکہ جو کچھ
 محسوس کرے گا یہ وہ امر غلط ہے۔ ہمارے درمیان جو بحث کا یہ
 سلسلہ جاری تھا کہ اچانک ایک مقامی باشندہ سلسلے سے آکر
 ہمارے رستے میں حائل ہو گیا۔

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ادھر سے کچھ نکل رہا تھا
 ہوا تھا لیکن اس کی صحت قابلِ رشک نظر آرہی تھی اللہ اس نے
 خود کو مسموم خیز بنانے کی خاطر اپنے جسم کے مختلف حصوں کو مختلف
 رنگوں سے رنگ رکھا تھا۔ اس کے ادیش ہاتھ میں کسی مردہ جانور
 کی سال خوردہ ہڈیوں کا بے ہنگم ڈھانچہ جو دھجکا جیسے ہمارے سامنے
 کھٹے کے لہذا اس نے بڑی عقیدت و احترام سے جو تھا تھا۔

”اس نے ہمارا راستہ کیوں روکا؟“ میں نے جانے کیوں نہ کھٹکتے
 سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جبکہ سے دریافت کیا۔

”میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو یہ کوئی مقامی شخص ہے جو اپنی قطع
 اور کرکٹوں سے ہمیں محفوظ رکھے اپنی روزی پیدا کرنے کا خواہشمند
 ہے۔“

”جو سکتا ہے!“

میں نے جیسے ایک سکہ نکال کر نوادار کی سمت اچھالا

پھر کہہ کر گئے بڑھاپا یا تو وہ تیزی سے چپک کر دوبارہ ہمارے
 سامنے آگیا میرا اچھالا ہوا سکہ زمین پر پڑا جبکہ ہمارے ہاتھ میں
 کی چپک نوادار کی آنکھوں میں ابھرنے والی چپک کے سامنے مارا
 آری تھی اس بات جبکہ کوئی ال کی حرکت کا نوادار تیزی کرکٹ
 کہ ہم اس پر اچھی نافرمانی کا اظہار کرتے اس نے ہڈیوں کے پیر
 ڈھلچکے کو ایک بار پھر تیسے احترام سے بوسہ دیا پھر ٹوٹی ہوا
 انگریزی میں بولا۔

”میرا نام گام ہے۔ میں کوئی فقیر نہیں ہوں۔ میں ایک بھلی
 جو سیاحوں کو ان کی صنعت کمال تیار کرانے کے لیے آگے اور پیچھے
 آگاہ کرتا ہوں اور کسی ہمارے مجھے چار پیسے مل جاتے ہیں۔“

”اوہ۔“ میں نے دیکھی لیتے ہوئے کہا۔ ”تو تم ہم پر
 قسموں کا معاملہ بتانا چاہتے ہو؟“

”کیا کچھ دلا ہے اس کا علم ہوا خداوند کے اوپر کیا
 ہو سکتا؟“ جبکہ نے گایا کو کھڑے ہونے کی تہنید کی۔ ”تم درجن
 ساتھ ساتھ آنا تو بھی ضائع کر رہے ہو چرٹ پالنے کے لیے
 بھی بہت سامنے طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔“

”آپ کا سکہ درست ہے مقدس باپ۔“ گام اپنے سینے
 پر جبکہ نے کہا۔ ”لیکن میں نے جس علم کو زبردستی پیش کیا ہے وہ
 دیوتاؤں کا بنا یا ہوا ہے۔“

”تم میرے بلے میں کیا باتا سکتے ہو؟“ جبکہ نے بڑا سادہ
 کر دریافت کیا لیکن اس وقت جاری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی
 گام ہاتھ میں ایک کے بائیں میں مکمل تفصیل بیان کر دی۔ وہ دھڑل
 رہا تھا اور اس کی زبانوں پر فرجن بڑی تھی جیسے وہ کسی کتاب
 کے اوراق پڑھ رہا ہو پھر اس نے اپنی بات ختم کی اور جبکہ کا
 دیکھتے ہوئے بولا۔

”فادو جبکہ۔“ میں نے جو کچھ اپنے علم کے اندر سے سنا
 ہے کیا وہ غلط ہے؟“

”نہیں۔“ جبکہ نے سچا سچا جواب دیا۔ ”تم نے سب
 ٹھیک بتایا ہے لیکن۔۔۔۔۔“

”گام۔“ میں نے جبکہ کی بات کاٹتے ہوئے گام ہاتھ
 کیا۔ ”کیا تم ہمیں ہمارے سفر کے بارے میں بھی کچھ بتا سکتے ہو؟“

”کیوں نہیں۔“ اس نے میری آنکھوں میں چھانے پر
 کہا۔ ”گام کی آنکھیں اندھیروں کا سینہ پیرنے کی قوت رکھتی ہیں
 لیکن اس کی زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات غلط نہیں ثابت ہو
 اس نے جو کہا سچ ہوا جو سچا درست سوچا اور جو سچا ہوا سچا
 کی تائید کیا۔“

”میں اپنے سفر کے بارے میں پوچھ رہا تھا،“ میں نے جواب دیا۔

کی چپ زبانی کا احساس دلایا تو سنبھل گیا۔ ایک لمحے تک خدیں
 نوادار باپھریوں کے ڈھانچے کو حیرت ہوا بولا۔

”جو کر رہا ہے میں وہ بھی دیکھ رہا ہوں اور جو اسے دلا ہے وہ بھی
 میری نگاہوں میں ہے۔ مکمل تو ان اور گندی طاقتوں نے قدم قدم پر
 اپنا جال رن رکھا ہے لیکن وہ جبکہ کی مانند بیکار وار ہے اثر ہولناکی
 میں۔ سمندر کے سینوں میں پوشیدہ طوفان گھات لگے لگے بیٹھا ہے۔
 موجوں کا شور میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔ سیاہ اور نیلے فوجیں
 ایک خوفناک اور تباہ کن طوفان کو جنم دینے والی ہیں سمندر کی موجیں
 آتش فشاں بن کر اپنے کو ٹرپ رہی ہیں۔ سب کچھ تباہ و برباد ہو
 جانے کا لیکن تم۔“ ہاں میرے خوش نصیب دوست اقم اور
 بھائے ساتھی ہر حالت میں محفوظ رہیں گے۔ تم ایک ایسی سرزمین
 پر قدم رکھو گے جہاں ہر چیز تمہارے لیے اچھی پڑا سزا جیت آگیز
 اور نالین فوجیں ہوں گی۔ اس سرزمین پر موت اپنا بازو پھیلانے کی بجائے
 جانب پھینکے لیکن۔۔۔۔۔“

”لیکن کیا؟“ گام ہاتھ کے راکٹوں سے تیزی سے کہا۔

”تم خاموش کیوں ہو گئے؟“

”کیا تمہارے ساتھ کوئی کتاب بھی سفر کر رہا ہے؟“

”ہاں۔“ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔ ”میرا
 ونا دار رگنا نامی بھی میرے ساتھ ہے۔“

”وہی۔ وہی تمہیں معیتوں سے نجات دلائے گا اور وہی۔
 تمہاری رہنمائی بھی کرے گا۔“

جبکہ تم گم گم کر اگلی شکل دیکھ رہا تھا۔ اسے تجویزوں کے
 نام ہی سے نفرت تھی مگر گام جو کچھ کہہ رہا تھا اس نے جبکہ کو
 انگشت بندل کر دیا میرے لیے بھی اس کی باتیں تعجب تیز تھیں۔
 وہ بھی دیکھ رہی باتیں بتا رہا تھا جو جیکس کی طلب کردہ روجوں نے
 تھے تاکہ کئی تین بلکہ گام زیادہ کھلے الفاظ میں کچھ آئندہ بتائے
 والے خطوط سے آگاہ کر رہا تھا۔

”گام۔ کیا تم بھی جانتے ہو کہ میں نے یہ سفر کیوں اختیار
 کیا ہے؟“

”ہاں۔ تم ایک روح کی آخری خواہش کی تکمیل میں اپنی جان
 فطرت میں ڈال رہے ہو۔“

”کیا۔ کیا میں اسے دوبارہ حاصل کر سوں گا؟“ میں نے
 بے چینی سے پوچھا۔

”گم ہائے فوجوں پر سکر ہٹ کھیل رہی تھی اس کا انداز
 بتا رہا تھا کہ وہ میرے ہاتھ میں میرے سفر کے بارے میں اور
 درخشاں کی بے چین روح کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے وہ
 غالباً یہ بھی جانتا تھا کہ درخشاں کے کہنے کے مطابق میری اور

رقص البلیس

انوار صدیقی قیمت: 150/-

ایک ملاقات ہوگی یا نہیں لیکن تدرت سے اُسے زبان کھولنے
 کا موقع نہیں دیا۔

میری نگاہیں گام کے چہرے پر مرکوز تھیں میرا آخری سوال اس کر
 اس نے ایک نظر آسمان پر ڈال پھر وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ
 میں دو باؤں کا ڈھانچہ اس کی گرفت سے نکل کر زمین پر لہرا ہوا
 آتی برقی رفتار سے اس کی پیشانی سے ٹکرایا کہ وہ اپنا
 توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ تو مار فرش پر ڈھیر ہو گیا اور جہاں ہڈیوں
 کا ڈھانچہ ٹکرایا تھا۔ پیشانی پر عین جگہ سے خون کی دھار بھوٹ
 کر اس کے چہرے کو سرخ بنانے لگی۔

”گام۔“ میں لبیک کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ”یہ تعجب
 اچانک کیا ہو گیا؟“ میں نے جھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

”آج۔ آج۔ زندگی میں پہلی بار ہڈیوں کے پیرامار اور عظیم
 ڈھانچے نے میری زبان بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ آج سے
 پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ گم ہائے بڑی تعجب میری آواز میں کہا۔
 ”شاید۔ روجوں کو یہ منظور نہیں کہ آئے والے حالات پر سے
 قبل از وقت پر وہ اٹھنا چاہے۔“

”گام۔“ میں نے اس کی دوشی سامنوں کو محسوس کرتے ہوئے
 اسے لاپچ دیا۔ ”میں تعجب منہ مانگی رقم دیکھ کر تیار ہوں، مجھے صرف
 اتنا بتا دو کہ کیا میں اپنی درخشاں کو دوبارہ حاصل کر سوں گا۔“

”گم ہائے حیرت میری نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کا
 چہرہ خون سے تر ہو کر بے حد رونا اور عیاں تک نظر آ رہا تھا۔
 پھر اس نے جواب میں کچھ کہنے کے لیے بے چہرے کو تیز دیکھا۔
 لیکن آواز اس کے حلق کے اندر ہی گم ہو کر رہ گئی اس نے ایک
 آخری سچکی اور اس کا چہرہ ایک جانب ڈھلک گیا۔

جبکہ نے ایک مردہ بھر کر اپنے سینے پر اٹھکیوں سے
 صلیب کٹاں بنا یا پھر جیب سے ایک دو مال نکال کر گام کے
 چہرے پر ڈال دیا اور میں بڑی سنجیدگی سے سرج ہاتھ رکھتا کہ جوات
 گام جانتا تھا وہ یقینی طور پر جیکس کی روجوں کی زبانی معلوم ہوگی
 تھی۔ جیکس نے اس راز کو جیسے کی گمراہیوں میں دفن کر رکھا تھا

”اب کیا عموں کو کہہ دو؟“ اس نے نرم لہجہ میں سوال کیا۔
 ”ہیں۔ میں شاید لوہے جو پس گھٹنے تک بے خبر سو جا رہا ہوں۔“
 ”ہاں۔ تمہارے لیے آرام بے حد ضروری تھا، کیونکہ شہرِ ولہ۔“
 ”گاہا کی موت نے تمہارے اعمام کے مرنے کی طرح متاثر کیا تھا۔ اس لیے
 تمہیں مکان اور آرام کی شدید ضرورت تھی۔“
 ”جینک کہاں ہے؟“ میں نے مکان دُور کرنے کی خاطر
 اکہب لڑوں لڑاؤں لینے ہوئے دریافت کیا۔

”یہ میں نہیں جانتا۔ البتہ آپ کی اطلاع کیلئے یہ ضرور ہوں کہ حیکم اب بحری عقاب پر موجود نہیں ہے۔“

”موتو نہیں ہے۔“ میں اس اطلاع پر چونک اٹھا۔

ایسا نہیں ہے میرے عزیز۔ میرے آدمی نے واپسی پر مجھے
 اٹالیا کے کینٹن میں اپنی مرضی اور خوشی سے مہارے ساتھ واپس جانے

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

سے انکار کیا ہے دور اگر وہ چاہتا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں دھک سکتی تھی۔

"کیا حملے کے دوسرے افراد نے جسکین کی کئی کاٹنی اڑ نہیں لیا؟" "نہیں۔ ایسٹلے نے نوٹس جاتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ خوف جو جسکین کی موجودگی کے سبب دوسروں پر مسلط رہتا تھا۔ اب بڑی حد تک دور ہو چکا ہے۔" میں نے ایسٹلے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ غامضی سے پلٹ کر اپنے یکین میں آگیا۔ دروازہ اندر سے کھلتا دیکھ کر دھڑکنے والے دل سے لفافہ چاک کیا اور جسکین کا خط نکال کر پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا۔

• میرے قہر میں اس سے پیشتر آپ بھری عقاب سے میری بلا اجازت غیر حاضری پر کوئی غلط رائے قائم کر رہی ہیں دست بستہ انتظار کروں گا کہ خط کے مہوار جو درمیان فافہ ہے اسے اس وقت تک نہ کھولے گا جب تک آپ ہمارا کوئی ثبوت نہ کھنڈیں۔ میں آپ کی تعین دلاتا ہوں کہ وہ اسے لفظانے کی تحریر پڑھنے کے بعد لکھے اس جو ہم سے ضرور صحت کدیں گے کہ میں نے آپ کا ہدف کے دو بیان آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا۔ فی الحال میں آپ کو آنا ضرور تیار کرتا ہوں کہ آپ معاہدے سے ساقیوں کے بڑھت اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے ہو سکتا ہے کہ کسی سرگرمی پر چھ ایک دوسرے سے معاہدہ جائیں اس وقت میں براہ راست آپ سے معافی طلب کر لوں گا۔

ادراپ میں اس وعدے کا ساتھ آپ سے نصحت نہ ہاں کہ خدا آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر نیک اور مقدس دھرم کا سایہ برقرار رکھے۔ ایک بار پھر درخواست کروں گا کہ وہ درمیان فافہ قبل از وقت نہ کھول جائے ورنہ دھرم کی ناراضی واقعات کی ترتیب الٹ پلٹ بھی کر سکتی ہے۔ آپ کے لیے یہ یکساںوں کا خواہش مند۔ غلام جسکین۔

جسکین کا خط پڑھ کر مجھے اس بات کا تعین آگیا کہ اس نے جان بوجھ کر اپنی ایک بند لگا کر پرانیے واقعات پیدا کیے تھے جو ہمارے درمیان ایک فیصلج پیدا کر دیں وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گیا تھا اور میں اس کی غیر ضروری حرکت پر ہونے لگا تھا۔ اس کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک بار میرا جی چاہا کہ وہ اسے لفظانے کو بھیج جاؤں کہ اس کا ٹھکانا پڑھو والوں کیسے کسی انجانے خوف نے مجھے میرے سر لڑاؤ کے باز رکھا۔

میسو فین میں اس رات کی باتیں از سر نو زانو زانو ہونے لگیں جس رات جسکین نے دھرم کی میری ایسا مطلب کیا تھا

لیکن درخشش کے سلسلے میں میرے سوالات کے جواب دیے جانے وہ بے ہوشی کا ناکام دھماکا بڑی غریب صورتی سے زبان بند لکھے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اس کا انجام بھی گناہ سے مختلف نہ ہوتا۔

پہلا

دور دراز کے اندل اندل حسین آباد کی فضلہ بے حد کوڑی رہ گئی تھی۔

پہلے کی لکاش کے بیان کے مطابق رام لال ان اوم پر کاشش نے دلاور مرزا کی لاش کے گوشے اسپتال کر کے لکھے۔ باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر میں نے اسے ان کی بات نہ مانی تو وہ خوں ریزی سے باز نہیں آئے گا۔ پھر جسکین نے مجھے خبر دی تھی کہ کسی نے ایک مقامی ہزار قریب میں بجاریوں کے بیٹ جاک کر کے ان کی انتہر کھینچی تھی جسکین کا خیال تھا کہ بجاریوں کے قتل ہوا جی کا ہاتھ ہے اس لیے کہ ان کی ٹوٹی ہوئی دروازات پر بھی اس واقعہ کے بعد مخالف گروہ کے لوگوں نے ایک چھوڑا پتھانے کی کوشش کی اور وہاں کے پیشی اہل کاروں اور پھر ٹیل اس کے میں ان پر لوہے ہونے والی دروازہ ہائے میں کوئی حتمی رائے قائم کر سکتا دیا ان جی کے کھڑا کرنا کے دھیر میں بدل دیا، خود دیوان جی زخموں۔ اسپتال میں داخل تھے۔

ہر حادثات و فحاشیوں نے مجھے ان کی کڑواں طلاق لیے کچھ دشوار نہ تھا۔ میرے دشمنوں نے حسین آباد کی سرک میں جو نہ رکھ لیا تھا اس کا اثرات پوری آبادی میں چالے تھے۔ ہندو اور مسلمانوں کی موت کے نئے عام ہو کر فساد کی صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔

میں نے درخشش کی خاطر دوا کی جیڑی چلی کہ لایا تھا لیکن دیوان جی کو پیش آنے والے حادثے کی نے مجھے حوصلے سے باز نہیں رکھنے پر مجبور کر دیا۔ درخشش نے مجھے یہی کہا تھا کہ موت برحق ہے اور اس صورت میں تم چکی ہے اس سے غلام حاصل کرنا انسان کے بس کی بات۔ کی لکاش نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا حوصلے کا ٹکڑا ٹھیک نہیں مگر میں نے اس کی بات رد کر دی۔ میں بھی میرے ہزاروں بھائیوں اور جیڑیوں کی جیڑیوں کے بعد میں داپس حوصلے جانے کے ارادے سے اسپتال نکلا تو پینڈت اوم پر کاشش رام لال اور ابو دھیا کاٹا

ابھی تک انھوں نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے کوئی وارنٹ نہیں کیا تھا۔ جیڑیوں نے میرے لیے میں کیا فیصلہ کیا تھا۔

میں نے وہاں سے بھاگنے یا فرار ہونے کی کوشش نہیں کی ان کے سامنے ڈانٹا کھڑا ہوا، شاید اسی لیے ابھی تک انھوں نے کوئی فوری کارروائی نہیں کی تھی وہ جانا چاہتے تھے کہ میں تمنا ہونے کے باوجود اس قدر ڈراؤ بے خوف کیوں نظر آ رہا

ہم رام لال ایک بار جلد بازی کا انجام دیکھ چکا تھا اس روز میزوں کے سامنے آکر انھیں ششدر کر دیا تھی، وہ اندھے ہو گئے تھے اور میں ان کے سامنے سے بچ کر صاف نکل گیا تھا۔ گینیش مہاراج غائب ہوئی کوئی عملی قدم اٹھانے سے پیشتر پوری طرح چوکس ہونا ضروری سمجھ رہا تھا۔

بمقام دیکھ کر ہم ایک دوسرے کی طاقت کو لکھا ہوں نگاہوں میں تو لے لیے پھر گینیش مہاراج کی سرگرمیوں کو آواز میں سے کانوں میں گونجی۔

• ہاگ۔ میری مان لے، کاہل رانی کا دھیان من سے نکال دے اور۔

• غوردار! میں نے گرج کر کہا۔ اگر تمہاری گدی زبان پر میری درخشش کا نام آتا تو اچھا نہ ہوگا۔

• ہم خوش ہوئے ہاگ۔ گینیش مہاراج زبردست بولا۔ بسادہ ہی لکھتا ہے جو اپنی جتنا پرکھتا ہو کر سکرانے کی ہمت رکھتا ہو۔

• تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو پینڈت۔ میں نے گینیش کو گھونٹے ہوئے نفرت سے جواب دیا۔ میں بھٹکے ہو گئے کو پہلے بھی بچا چکا ہوں کہ وہ جس کاہل کا بیچا کر رہے ہیں وہ مرچکی ہے اب صرف درخشش زندہ ہے جو میری بیوی ہے اور میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا۔

• سوچ لے ہاگ۔ جو وقت بیت جانے وہ واپس نہیں آتا۔ گینیش مہاراج نے سپاٹ آواز میں کہا۔ ہم کچھ سوچتے سمجھنے کا موقع دے سکتے ہیں پر ایک ہی شرط پر۔ نوہماری بات مان لے گا۔

• تم شاید مجھے اپنی باتوں سے متروک کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں نے پلٹ کر غصے سے جواب دیا۔

• پینڈت بجاریوں سے بھلا تا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔ نادان! گینیش مہاراج کا لہجہ ایک نئے نئے ہو گیا۔ کیوں اپنی جان کو گناہا چاہتا ہے تیری جھلائی اسی میں ہے کہ میرے ہاتھ جی کی تیری راہوں، انھیں داپس کوڑے دھرم کی باتوں کو تو ہم سے زیادہ نہیں جانتا۔

پیش میں لڑتے ہیں حاصل ہو گئے شاید انھیں نقص تھا کہ دیوان جی کی مزاح پر کسی کی خاطر حوصلے سے باہر ضرور آؤں گا۔ ناکاں غلط ثابت نہیں ہوا اور ابھی کہ اس وقت وہ سینے کے سامنے کھڑے مجھے تحارت اور نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کی لکاش بھی موت کے ان پر کاؤں کو اچانک سامنے دیکھ کر ہلا گیا۔

• مہاراج! اوم پر کاشش نے گینیش مہاراج کو میری ہمت ادا کرنے سے کہا۔ یہی ہے وہ ظالم جس نے کاہل رانی کو جیڑی چلی میں بند کر رکھا ہے۔

• بھئیوں! ہمارے اسے گھیر لیا تھا مہاراج۔ رام لال ہنرٹ لے ہوئے مڑے میں بولا۔ ہمیں پورا یقین تھا کہ ہم اسے رانی کو بڑی آسانی سے کٹوں کی طرح داپس کے پر ایک ٹوکے سامنے آکر ہمارا ساتھ کھڑا کر دیا۔

• رام لال اور اوم پر کاشش گینیش مہاراج کو میرے لیے میں میں نوہم کر رہے تھے اور وہ کھنکی ہاتھ مجھے گھونٹے جارہا، لکاش نے موت کے کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے ذہنی زبان بول رہے تھے۔

• جلال! تم بھاگ کر اندر چل جاؤ۔ میں کسی طرح پولیس کو آلات سے باہر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

• اب یہ سب قصوں ہے کی لکاش۔ میں نے خشک آواز دیا۔ ہاگ! پولیس کے آنے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا، ہم لیتے ہو کہ آند کا شروع ہی سے میرا مخالف ہے۔

• لیکن تم کیا کر سکو گے؟

• میں اپنے دشمنوں کو اس امر کا یقین لانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتا اور اگر اس کا ایمان سچا ہو تو تمنا بھی سیکھوں پر بھاری ہوتا ہے۔

• میں اسے حاکم سمجھتا ہوں۔ کی لکاش نے تیزی سے گرج کر کہا۔ بھئیوں! اگر اپنا خیال نہیں ہے تو بجائی کا خیال

• اور انھیں لکھ کر بھگتا کر دو۔

• وہ جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں انھیں ان باتوں کا تردد نہیں ہوتا۔ میں نے غصے سے کہا۔ تم اسی طرف ہو جاؤ۔

• لیکن میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو۔

• میں نے دیکھا کہ ابھی تک آپس میں سرگرمیاں کر رہے تھے۔

• لیکن میں انتقام کے قیصلے بھوکے لیے تھے وہ سب

• لیکن وہ ہلاک تھے۔ ہزاروں ہنرتر جانتے تھے لیکن نہ جانتے

”تم لوگ جو سڑ سے دیکھ رہے ہو وہ میری زندگی میں کبھی پولیس نہیں ہوں گے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ موت اور زندگی کا معاملہ تو یہ بھی اس وقت ہو رہا ہے کہ موت اور زندگی کے معاملے میں وہ دیکھ رہے ہیں کہ لاکھوں انسان ماضی و مستقبل کے لیے ماضی چاہیں تو اس وقت کبھی نہیں ہو سکتے جب تک شہیت اپنی زندگی شامل نہ ہو۔“

”مہاراج! نیند اوم پرکاش نے سامنے آتے ہوئے کہا۔ اگر تھواری اجازت ہو تو میں اس مسئلے کا کریکیم کروں گا۔ یہ تھواری عظیم طاقتوں کا مذاق اڑا رہا ہے مہاراج! ہم لال نے احتجاج کیا لیکن اس نے سہنہ ان کر سامنے آنے کی کوشش نہیں کی اپنی ہی جگہ کھڑا ہیچ واپس کھڑا ہوا۔ ”بس مجھے ایک آخری موقع اور دے دو ہوں نا دان پویش مہاراج نے خشک آواز میں کہا کیوں اپنی جان کے نیچے ہاتھ دھو کر بیٹھو۔“

”میر میری حکومت کرو ملتے اپنے ماتیلے کو کہو کہ یہ اپنے بازوؤں کی طاقت آزمائیں۔ میں نے جذباتی انداز میں کہا کہ اگر قدرت کو میری موت منظور ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے نہا نہیں دے سکتی لیکن اگر خدا کو میری زندگی منظور ہے تو مجھ پر لوگ میرا ہلال بھی بیکار نہیں کر سکتے۔“

”بڑی اونچی اونچی باتیں کرنا سیکھ لی ہیں گنیش مہاراج نے حقارت سے کہا۔“

پھر نیند اوم پرکاش اچانک گنیش مہاراج کا اشارہ پا کر میرے سامنے آگیا۔ اس نے کسی منتر کا ورد شروع کر دیا تھا اس کے ہونٹوں کی حرکت سے ہر پراسرار نظر آدمی بھی میں نے دل میں اپنے خدا کو یاد کیا ایک کوشش ابھی کہتے تھے تیرے غامض کھڑا حالات کا جائزہ لے رہا ہے۔ میری نظریں بدستور اوم پرکاش کے غم سے بھر پور ہو گئیں پھر اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اوم پرکاش کسی کرب کی کیفیت سے دوچار ہوا اس کے ہونٹوں کی جنبش نہ ہو سکتی تھی اور وہ اپنے ہاتھ سے اپنا گلاں سہارا لیا تھا جیسے اس کی سانس اندھیری آد گھٹ رہی ہو اس کی قدردانہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں غلامت اور حقارت کی چنگاں اگل رہی تھیں اب آہستہ آہستہ زور پڑتی جا رہی تھیں۔ جیسے اس کے جسم کا سارا خون بڑی تیزی سے خشک ہو رہا ہو۔

گنیش مہاراج نے اوم پرکاش کی بدلتی حالت کو محسوس کیا تو اس کی کٹھ پوتلی کی شکل اورد ہو گئی لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی کارروائی عمل میں لائے اوم پرکاش کسی کے ہاتھ سے تھوڑا سا زخم کی مانند ہونک پر گرا اور لوٹ پوٹ کر گر گیا اس کی آنکھیں

یوں ملحقوں سے اہل کربا پر گئی تھیں جیسے کسی ناوید قوت نے اسے گلا گھونٹ کر موت کی نیند سلا دیا ہو۔

ہم لال نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن گنیش مہاراج نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ اس کی آنکھوں سے اب غور و خیراں میاں مٹی اوم پرکاش کی لاش سے نظر اٹھا کر اس نے میری کت دیکھا پھر آنکھیں ہونڈیں کچھ دیر تک آنکھیں بند کیے کھڑا رہا پھر اچانک اس نے آنکھیں کھول کر میرے بائیں جانب دیکھا شروع کر دیا جہاں راہ چلتے مسافروں کی خاموش تعداد میں ہر گز تھی۔

”مہاراج! ہم لال نے اسے آواز دی۔ مہاراج نے اسے لال گنیش مہاراج نے سپاٹ لے کر کہا کہ میری آنکھیں اس ناوید ہستی کو تلاش کر رہی ہیں جس نے جیسے سیکر کو مارا ہے۔“

”وہی پاگل دیوانہ ہو گا جس نے ایک بار پہلے بھی...“

”نہیں یہ گنیش مہاراج نے ہم لال کا جملہ کٹھ پوتلی پر آئی ہے۔“

میرے لیے کیا حکم ہے۔ ہم لال نے سر جھپٹے میں تیزی سے دریافت کیا۔

”کوئی حکومت کرو ہم لال! میں پہلے اپنے اس دشمن سے نکلنا ہو گا جس نے اپنے چاروں طرف حصار کھینچ رکھا ہے۔“

زبان پر کبھی میری آنکھوں سے اوجھل نہیں رہے تھے گنیش مہاراج نے بل کھٹے ہوئے کہا پھر اچانک میری جانب دیکھ کر انتہائی سزا اور سفاک آواز میں بولا میں اس وقت جا رہا ہوں ہاتھ پر ایک بات یاد رکھنا۔ اگر تو نے کامل رانی کو آزاد کیا تو ہماری منظم طاقت اتنے تیرے جیون سے مرے کہے کے دو کھ گئی اور تو۔ تو ہماری بدعا سے سارا جیون بے گھر ہو گا۔

میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ نیند اوم پرکاش کی پراسرار موت نے خود میری عقل بھی دنگ کر دی تھی میرے ذہن میں اس غمزدہ کا قصور اچھا نہیں تھا۔ اب پہلے موت کے آگے اپنی عقل سے نجات دلائی تھی لیکن گنیش مہاراج نے میرے خیال کی نفی کرتے ہوئے اسے گندی طاقت بتا دیا۔ کوئی ایسی طاقت جس نے اپنے گرد حصار کھینچ کر خود کو دیر کی نظروں سے اوجھل کر لیا تھا۔ میں اسی طاقت کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

گنیش مہاراج کی حالت اس وقت قابل دیدنی وہ اب جردھیلے عفن سے کس بل کھٹے آ رہا تھا تھیں پلے ہی مقابلے میں اپنے ایک اہم بھاری سے ہاتھ دھو بیٹھا اس کی

بصیرت چوٹ کھٹے ہوئے کسی آدم خود انداز سے کوئی نظر نہیں رہی تھی کچھ دیر تک وہ کھانے والی نظروں سے اپنی جھمکتا و جامد کھانے گھوڑا مار پھردہ جانے کے بارے سے پانی پانی کھانے لگی۔ جیسے کہ پہلے جوا فریٹ کے اڑا وہ ڈیو کھانے کے سوا کوئی اور نہیں تھا پھر نیند اوم پرکاش کی لاش دیکھ کر آندہ کھانے کے ہاتھوں سے طوطے بھی ڈنگے۔

”مہاراج۔ کیا ہوا؟ اس نے گنیش مہاراج سے پوچھا پھر کھینچوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”بھگوان کو یہی منظور تھا ہاتھ گنیش مہاراج نے غلامت رفع پڑے نرم انداز میں کہا۔ ہم اسے علاج کے لیے یہاں لا تھے جہاں اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔“

”لیکن۔ کل تک تو نیند جی پہلے چنگے تھے اچانک۔“

”بھگوان کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔“

گنیش مہاراج نیند اوم پرکاش کی موت کو ایک قدرتی امر قرار دے کر ہم لال کے ساتھ واپس چلا گیا تو آندہ کھانے کا غناٹ کی خانہ پری شروع کر دی اس کی نظریں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں لیکن اس وقت جہاں سے مجھے چھینا نہاں نہیں سمجھا اس لیے کہ جو کچھ پیش آ رہا تھا اس کے

بے شمار معنی تھا ابھی موجود تھے۔

کیکاش نے مجھے وہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیا لیکن حالات کے پیش نظر میں نے اس کا مشورہ قبول نہیں کیا۔ پولیس کی کارروائی مکمل ہو گئی تو اوم پرکاش کی لاش اٹھادی گئی پھر آندہ کھانے کی لاش کا بیان بھی ظہر کیا۔ کیکاش نے صرف یہی کہا کہ وہ جس وقت اسپتال سے چلے گئے تھے باہر آیا اوم پرکاش اولا اس کے ساتھ ہی وہاں موجود تھے اور پھر گنیش

مہاراج کے کہنے کے مطابق اوم پرکاش کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ پھر وہ اچانک گھر کو تڑپنے لگا اور قبل اس کے کہ اسے کوئی طبی امداد ہم پہنچائی جاتی اس کا جسم اڑ کر سڑ ہو گیا۔

”خان شہزادہ خان بھی غائب ابھی کے اسپتال میں داخل ہے۔ آندہ کھانے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

”جی ہاں۔“

”کیا آپ کو امید ہے کہ وہ اپنے زخموں سے جہاں بروکے کا ہے۔“

”مکاشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ کیکاش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”اور اب مشورہ حال۔ اچانک آندہ کھانے پہلی بار مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ یہاں دیوانہ جی کی عبادت کے لیے

تشریف لائے ہوں گے؟

”آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔ میں نے سپاٹ لے کر میں جواب دیا تو آندہ کھانے نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر مہنٹ چلایا ہوا واپس چلا گیا۔

اسپتال سے واپس کے وقت کیکاش اپنے خیالات میں غم تھا اور میں اس پراسرار ہستی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے گنیش مہاراج جیسے ہران سے ہونکر مجھے چھپنے کی کوشش کی تھی۔ اگر وہ میرے خیال کے مطابق مجھ کو نہیں

تھا تو پھر لوگوں کو ہوسکتا تھا؟

حسین آباد کے آسمان پر تباہی و بربادی کے جو بادل منڈلا رہے تھے وہ وقتی طور پر چھٹ گئے تھے ورنہ میں نے جملے کیوں خاموشی اختیار کر لی تھی ایک ہفتے تک مجھے کسی ہنگامے کی اطلاع نہ ملی تھی مجھے تعجب ہوا۔ شاہ گنیش مہاراج اور اس کے ساتھی نیند بھی اس ناوید قوت سے خوفزدہ ہو گئے تھے جرد و موتوں پر میری جان بچا رہی تھی۔ یا پھر وہ میرے خلاف کوئی اچانک پھر پورا و منظم حملے کے بارے میں سر جوڑے بیٹھے کوئی منصوبہ بہر بہر کر رہے تھے۔

دوسری بار دشمنوں کے سامنے جانے کے بعد میری ہمت کھل گئی میں نے دن میں ایک بار حویلی سے باہر نکلتا ہی شروع کر دیا لیکن زیادہ دور نہیں جاتا تھا۔ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میرے دشمن کس کس سازشوں میں مصروف ہیں اب تک پہلے پہل جو حادثات رونما ہو چکے تھے وہ پولیس کے قافل پر آج کے تھے لیکن کچھ داروگروں نے ان واقعات کو یاد باخدا وڑ مسجد کے پیش امام کی شہادت اور دن کے باہر میں پھار لوں کی ادھڑی ہوئی لاش کی پڑے فساد کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی تھیں۔

مجھے دیوانہ جی کی نوا لاتی تھی جو میری خاطر بلا و بھگتی کے دو پاؤں کے درمیان آکر پس گئے تھے تین روز تک کد لاش مجھے ہلا مارا مگر جتنے دن اس نے مجھے یقین دلا دیا دیوانہ جی کی حالت اب خطر سے باہر ہے البتہ زخموں کے نند مل ہونے میں وقت ضرور لگا۔

درخشش بظاہر بے مدظن اور سزاوار نظر آتی تھی لیکن اگرچہ مجھے مجھے وہ پولی محرم ہوجاتی جیسے کسی گری سوچ میں فرق ہو یا کوئی ذہنی تھی سمجھانے میں حد درجہ تنہا ہو میں نے ایک بار اسے کہنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے مجھے مائل تھی اس خیال سے کہ میرے زیادہ نمونہ ہونے سے اس کی ذات بھی متاثر ہوگی میں نے درخشش کو نایا

درخشش بظاہر بے مدظن اور سزاوار نظر آتی تھی لیکن اگرچہ مجھے مجھے وہ پولی محرم ہوجاتی جیسے کسی گری سوچ میں فرق ہو یا کوئی ذہنی تھی سمجھانے میں حد درجہ تنہا ہو میں نے ایک بار اسے کہنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے مجھے مائل تھی اس خیال سے کہ میرے زیادہ نمونہ ہونے سے اس کی ذات بھی متاثر ہوگی میں نے درخشش کو نایا

درخشش بظاہر بے مدظن اور سزاوار نظر آتی تھی لیکن اگرچہ مجھے مجھے وہ پولی محرم ہوجاتی جیسے کسی گری سوچ میں فرق ہو یا کوئی ذہنی تھی سمجھانے میں حد درجہ تنہا ہو میں نے ایک بار اسے کہنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے مجھے مائل تھی اس خیال سے کہ میرے زیادہ نمونہ ہونے سے اس کی ذات بھی متاثر ہوگی میں نے درخشش کو نایا

درخشش بظاہر بے مدظن اور سزاوار نظر آتی تھی لیکن اگرچہ مجھے مجھے وہ پولی محرم ہوجاتی جیسے کسی گری سوچ میں فرق ہو یا کوئی ذہنی تھی سمجھانے میں حد درجہ تنہا ہو میں نے ایک بار اسے کہنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے مجھے مائل تھی اس خیال سے کہ میرے زیادہ نمونہ ہونے سے اس کی ذات بھی متاثر ہوگی میں نے درخشش کو نایا

درخشش بظاہر بے مدظن اور سزاوار نظر آتی تھی لیکن اگرچہ مجھے مجھے وہ پولی محرم ہوجاتی جیسے کسی گری سوچ میں فرق ہو یا کوئی ذہنی تھی سمجھانے میں حد درجہ تنہا ہو میں نے ایک بار اسے کہنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے مجھے مائل تھی اس خیال سے کہ میرے زیادہ نمونہ ہونے سے اس کی ذات بھی متاثر ہوگی میں نے درخشش کو نایا

مٹوانہ بند کر دیا لیکن میں یہ بات اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ کوئی ایسی الجھن نہ ہو رہے جو اسے بیچھے بچائے اور جیتے بولنے ملوں کر یا کوئی نئی۔

پنڈت ادم پر کاش والے حادثے کے بعد سے میں نہ خنبل کا بہت زیادہ خیال رکھنے لگا۔ سلوا غریب بھی شہ زاس کی دل جونی میں تھی اور اپنا زیادہ تر وقت جوبلی میں گزارتی لیکن پھر ایک دن وہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اس کی موت سب ہی کے لیے حیران کن تھی رات کے کھانے کے بعد وہ سبے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی مذاق میں مصروف تھی کہ ایک اس کی حالت خیر ہونے لگی بار بار وہ اپنا الٹا ہاتھ جھٹکتے تھے۔ یکایک شہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو رسولی نے بڑی ششک سے بتایا کہ وہ اپنے پیسے میں کچھ بلیں سی محسوس کر رہی ہے اور یہ کہ اس کا الٹا ہاتھ آہستہ آہستہ سن ہوتا جا رہا ہے۔

یکایک شہ نے تیزی سے اظہر سلو یا کی ٹیٹھ دیکھی پھر اسے لینے کی تاکید کرتا ہوا بڑی جلدی میں اپنے کمرے کی جانب چلا گیا لیکن تب اس کے کہ وہ سلو یا کو کوئی طبی امداد دے سکتا اس نے ایک آخری جیجی لے اور دنیا سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا۔ اس وقت یکایک شہ کی وہ بات یاد آگئی جو اس نے ایک مرتبہ پر یکایک سے کہی تھی اس نے بہت پہلے اظہار کر دیا تھا کہ سلو یا پر غور کرنا عارضہ قلب میں گرفتار ہے اور کسی وقت بھی اچانک ختم ہو سکتی ہے۔ سلو یا کی موت نے ہم سب کو طبل کر دیا لیکن جیکب نے اس کا عظیم حصہ کو بھی خدا کی رضا سمجھ کر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا البتہ بری کی موت کے بعد سے وہ اپنا زیادہ تر وقت چرچی میں گزارنے لگا۔ شاید سکون قلب کی خاطر اس نے یہی مناسبت سمجھا تھا۔ درخشا نے مجھے منقلے میں سلو یا کی جلدی کا بہت زیادہ اثر لیا اور یہ قدرتی اثر تھا اس لیے کہ اتنی وسیع و عریض جوبلی میں سلو یا واحد عورت تھی۔ وہ درخشا کی بہترین دوست اور سہیلی تھی کیونکہ شہ نے مجھے مشورہ دیا کہ وقتی طور پر میں درخشا کی خدمت اور دوسرے کے لیے کسی اور عورت کا بندہ نہ ہوں کر دوں لیکن میں نے اس مشورے کو قبول نہیں کیا کیونکہ حالات مجھے اس درجہ خائف کر دیا تھا کہ میں کسی اجنبی کا گورنر جوبلی کی حدود کے اندر ایک لمحے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں نے یکایک شہ سے تو باہر جوبلی لیکن اس پر عمل کرنے کی مصلحت کوئی ضرورت نہیں محسوس کی۔

ایک روز میں درخشا کے ساتھ اپنے پائیں باغ میں بیٹھا گفتگو کر رہا تھا کہ میرے ملازم نے یا اطلاع دی کہ کوئی بچہ سے ملنے آیا جس اس وقت شام کے چھ بجے کا وقت تھا مجھے ملازم کی مداخلت سخت ناگوار گذری لیکن وہ تو میں سے جوبلی پر لوگوں سے

ملاقات کا سلسلہ بالکل بند کر رکھا تھا، ہوسکتے یہ کہ ملازم کو بھی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ کسی اجنبی یا نووارد کو اس سلسلے میں مطلق کچھ نہ بتائیں کہ میں جوبلی میں موجود ہوں یا نہیں۔ لہذا ملازم کی زبان پر کسی اجنبی کی آمد کی اطلاع سن کر میرا ہر ذوق خراب ہو گیا۔

”کیا نام بتایا ہے؟“ میں نے ملازم کو گھونٹے میں سوال کیا۔

”میں نے پوچھا تھا سرکار لیکن اس نے اپنا نام نہیں بتایا۔ لیکن وہ یہی کہہ رہا ہے کہ اسے آپ کے جاگیر کے سلسلے میں کوئی بہت اہم اور ضروری بات کرنا ہے۔“

”کیا نام اسے پہلے کبھی دیکھا ہے؟“

”جی نہیں سرکار۔“

”کوئی مقامی شخص ہے یا۔۔۔۔۔؟“

”الہ آباد سے آیا ہے سرکار۔ ملازم نے تیزی سے کہا۔ اس نے مجھے جس آواز سے بتایا ہے۔“

”جاگیر کو کہہ دو کہ میں جوبلی پر کسی سے ملاقات نہیں کرتا اگر اسے کوئی ضروری بات کرنا ہے تو فوراً میرا بلوہ قائم کر لے۔“

ملازم سے میرے انداز میں واپس جانے کے لیے ہوا تو درخشا نے اسے آواز سے کہہ کر رک لیا پھر مجھ سے کہا کہ اگر کوئی شخص اتنی دور سے جاگیر کے سلسلے میں کوئی ضروری بات کرنے آیا ہے تو مجھے اسے ملنے کے بجائے اس سے مل لینا چاہیے۔ درخشا کے اظہار پر مجھے چارواچا ملازم کے ساتھ اس شخص کے ہم آہنگ ہونے میں نے اچانک سے اسے آخری سر پر پھینک دیا۔

”جیکب میں جو شخص مجھے لفظ آیا وہ میرے لیے بالکل اجنبی تھی مجھے یقین تھا کہ اس وضع قطع کے شخص کو میں پہلے بھی نہیں دیکھوں گا یہ آدمی سیاہ رنگت اور زار ذکا کا مالک تھا اس کے ہونٹ نہ صرف یہ کہ بے حد موٹے بلکہ لٹکانی جیسے معلوم ہوتے تھے اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں پیشانی پر خدات معمول کچھ زیادہ ہی کشادہ تھی اور سر پر بالوں کی پٹیا ہونے کے باوجود انھیں سلیقے سے جانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی اس کے جسم پر چرمی درجے کے کھڑا کاجا پہنا ہوا تھا۔ چلنے پر اسے دیکھ کر میری اندازہ لگا ہوا تھا کہ اس کا وہ کسی چھلے سے تعلق رکھتا ہے البتہ اس کی آنکھوں کی بڑا سا چمک بھینی طور پر ایک عام آدمی سے جدا تھا۔ میں نے جیکب میں قدم رکھا تو وہ بڑی بے پروائی سے ایک صوفے پر بیٹھا میری کے لیے بے محسوس لے رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے بڑی کوفت پر ڈال کر بیروں سے مسلا پھر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”سلام مالک۔“ اس نے ہاتھ باندھ کر مجھے سلام کیا۔

”ہم الہ آباد سے آئے ہو۔“ میں نے اسے سر پائوں تک اپنے منہ خنک لیے میں دریافت کیا۔

”جی ہاں مالک۔“ اس کا جواب اس کے ذمہ کے مقابلے میں مختصراً تھا۔

”کوئی خاص بات کرنا ہے؟“

”بندہ دن سے سین آبا دیں میں ٹھہرا ہوا ہوں۔“ اس نے تلبے ڈھنگے انداز سے کہا۔ ”آج دل چاہا کہ مالک کے بھی کر لے اس لیے یہ بھی لگا ہوا گا آپ کے دروازے پر آ گیا۔“

”ملازم نے مجھے بتایا تھا کہ تم جاگیر کے سلسلے میں مجھ سے اہم اور ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہو میں نے جیکب پر ہزار بہرے کہا۔ نووارد کی چہرہ زبانی اور گفتگو کا بے ہودہ زعمے کھنک رہا تھا۔

”میں خیم فالت کے لوگ ہیں مالک لہذا میرے بھلا ہمارا نام۔“ اس نے تیزی سے کہا پھر بڑے ہی جیسی نیز انداز بولا۔ ”آپ کے پیر چھوٹے تھے اس لیے ملازم سے جھوٹا دیا۔“

”الہ آباد میں کیا کرتے ہو؟“ میں نے بڑے سخت لہجے پر پوچھا۔

”کوئی مستقل پیشہ نہیں ہے مالک۔“ اس نے بے سستور سے کہنا شروع کر دیا۔ ”جواب دیا یہ اللہ کی بھی ضرورت مند آجائے تو میری پوچھنے کے لیے کچھ نہ بچھ جاتا ہے۔“

”تمہارا کام کیا ہے؟“

”خادم کو جیکب کہتے ہیں مالک۔ جیکب چار۔“

”جیکب کا ہم کس میں جو کچھ اٹھا۔ دیوان میں نے مجھے اپنا کچھ جی چار سفلی عمل کے کاموں میں اپنا کوئی ثانی ہر گفتگو اور مرزا اسی کو ملائے کی خاطر اللہ آباد گیا تھا کہ انہوں نے اسے شک کانے لگا دیا اور دیوان جی۔“

”تو وہ بھی اپنا جھل ہوا بدن لیے اسپتال میں پڑا تھا۔“

”ات پر جیکب کی آمد میرے لیے بے حد کار آمد ثابت ہو گئی تھی مجھے دیوان جی کی زبانی یہ بات بھی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ ملازم مرزا اور جیکب کے تعلقات آپس میں خاصے ہوتے تھے۔

”میں نے ایک بار جیکب کو ستر یا بہت غور سے دیکھا تھا تو غصے کے بعد بولا۔“

”کیا تمہیں ملازم مرزا کے بارے میں علم ہو چکا ہے کہ وہ نا

”مجھے سب کچھ معلوم ہے سرکار۔“ جیکب نے میری بات ملتے دینے سے پہلے میں جواب دیا۔ ”ملازم مرزا میرا بھتیجا مالک۔ میں جیکب یہاں تک آئے ہیں جہاں مالک آئے ہیں کچھ دیر ہو گئی اور دشمن اپنا کام کر گئے۔“

”حسین آباد کے حالات دن بدن مخدوش صورت اختیار کرتے چلے گئے ہیں۔“ میں نے جیکب کو مبرا کرنے کی خاطر کہا۔

”دیوان جی میرے لیے دست راست تھے لیکن میرے دشمن انھیں بھی راتے سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔“

”اس دیم کو کہہ دو کہ میں نکال دوں مالک۔“ جیکب نے خیر انداز میں بولا۔ ”خان شہباز کو آپ جیکب سے زیادہ نہیں جانتے وہ ننگوٹ کھول چکا ہے لیکن اب بھی کوئی کافی کالال اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔“

”مجھے خبر ہے کہ آپ کے دشمن بہتر منتر ہیں اپنا جواب نہیں دیتے لیکن خان شہباز دوسرے کینڈے کا مالک ہے وہ جب چاہے اپنی کینڈی بل سکتا ہے اس کے خیر پر ہمتی کے فرد کوں کا جو نعرہ موجود ہے اس کی موجودگی میں کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔“

”کہہ کر خان غنیمت کے حالات کا علم نہیں ہے؟“ میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ ”میرے دشمنوں نے دیوان جی کا کھڑا جلا کر خاک کر دیا ہے۔“

”آپ کے دشمنوں نے دیوان جی کو بڑی طرح جھسا دیا ہے اور اسپتال میں زیر علاج ہیں۔“

”خان شہباز کی چالیس شرط کے گھونٹے سے بھی زیادہ خطرناک اور زبردستی ہوتی ہیں۔“ جیکب چار نے بڑی زار واری سے سرگوشی کی۔ ”اگر اس کا کھڑا ہوتا اور وہ جیکب سینہ تلے سرخوں پر نہ آتا تو اسپتال کے بجائے جیل کی کسی کال کر ختمی میں پڑا ہوتا۔“

”یہ جو آئندہ کارم کے پولیس فسرز یہ نگلیوں میں آوارہ پھرنے والے کنوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔“

”ذرا سی آہٹ پاکر کچھ کٹنا شروع کرتے ہیں۔“

”خان شہباز نے جلا کے سے کام نہ لیا ہوتا تو یہ کتے اسے پلٹ کر اس کی بڑیاں نوچنا شروع کر دیتے۔“

”تم کہہ کہنے کی کوشش کر لے۔“

”ہو پڑے ہیں جیکب کو گھونٹے میرے تیزی سے پوچھا۔ اس کی باتوں نے میرے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی۔“

”مندہ کے ماہرین بجا رہیں کی بھنبوڑی ہونی لاشوں کے قریب خان شہباز کی ٹوپی کا پادیا نا بارود کے لیے کسی چنگاری سے کم نہ ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کنوں کے کان کھڑے ہوں دیوان جی نے دھوپی پاٹ مار کر حالات کا نقشہ ہی بل لیا۔“

”کیا میں حیرت سے اچھل پڑا۔“

”کیا وہ آگ کو دیوان جی نے لگا دیا تھی؟“

”شکاری کتوں سے بچنے کا یہی ایک طریقہ تھا سرکار! لیکن اب فکرو کرنے کی کوئی بات نہیں آپ کا یہ خادم جب تک بیاں موجود ہے کوئی حرام کا ختم آپ کی طرف آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتا۔“

”جنگ کے لیے میں بلا کا اعتماد تھا میں نے اسے اپنے حق میں مزید ہوا کر کے کی خاطر کیا۔“

”دوران جی میرے دشمن ہیں لیکن غریب دلاور مرزا میری خاطر بے گناہ مارا گیا۔“

”آپ اس کی بھی فکر نہ کریں، جنگ حقارت سے بولا۔“

”ابھی تو صورت اوم پر کاش کام آیا ہے، اپنے یار کا حساب چکا کرنے کی خاطر میں نے دوسرا فیکر کاشی کے مان پجاری نام لال کا لنگا دیا ہے۔“ جنگ کا وادہ آج تک بھی خالی نہیں گیا۔

”کیا مطلب ہے؟ میں نے جیت سے چوتھے ہوئے کہا: کیا پنڈت اوم پر کاش کو تم نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا؟“

”ابھی تو ٹھیل شروع ہوا ہے، ماک سے جنگ نے بہتر نظر ہو رہی ہے میں کا۔“ ابھی تو ٹھیلے اچھو دھیلے پنڈت گنیش ماراج کی ٹکڑی ہے جو میرے ڈر سے کسی منزل میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے۔“

”نام لال کے ہاتھ میں تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا: ”میرا مطلب یہ ہے کہ حسین آباد میں زیادہ کشت خون مناسب ہوگا۔ اس طرح میری پریشانیوں اور بڑھ جانے کی۔“

”پریشانیوں تو ضرور بڑھیں گی سرکار۔ پر پتھاری نہیں، آندھکار کی۔“ جنگ نے زبردستی سے بولا: ”میں اس کو کھونٹے ہی کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا جس کے بل پر پنڈت پجاریوں نے قانون کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔“

”جنگ کی گفتگو سن کر میرے ذہن سے پریشانیوں کا سما بوجھ اتر گیا۔ دیوان جی کے سلسلے میں جو تشویش لاحق تھی وہ بھی بڑی حد تک وہ دھرم گئی دیوان جی نے میری خاطر بس بادری اور بہت کا ثبوت پیش کیا تھا اس کی مثال ملنا مشکل تھی انھوں نے یقیناً نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے لیا دھرتی دی تھی وہ نہ پجاریوں کی لکھن کے قریب ان کی لڑکی کا پایا بنا، ان کے حق میں بازی مات کر دینے کے لیے بے حد اہم اور خطرناک مہم نیت ہو سکتا تھا۔“

”میں بڑی دیر تک جنگ سے باتوں میں مصروف ہوا میں نے اس کی خدمات کے عوض اسے ایک بھاری رقم پیش کرنا چاہی لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ جو کچھ کرنا ہے

”دلاور مرزا کے قتل کے انتقام کے طور پر کوہا ہے البتہ اگر کی ضرورت پیش آئی تو میرے سامنے ہاتھ پھیلائے گا۔“

”جنگ نے واپسی کی اجازت چاہی تو مجھے اچھا لگا۔ گنیش ماراج کے وہ چلے یا آگئے مجھ سے اوم پر کاش کے مارنے کے بعد مجھ سے کہہ گئے اس نے مجھے یہ یاد کرانے کی تحریک کی تھی کہ اگر میں نے دشمن کو آزاد کر دیا تو وہ گندی قوتوں کے ذریعے میری زندگی سے ہریشہ کیلے ہوگا۔“

”جنگ نے جنگ سے اس بات کا ذکر کیا تو ایک لمحے کو گنگ ہو گیا پھر مجھے دلاسا دیتے ہوئے بولا۔“

”گنیش ماراج کو ایک بار میرے سامنے آئے دیوان جی میں اسے لیے ہوں تاکہ حالات سے دوچار کر کے اپنا رگڑنے پر مجبور کر دوں گا کہ جو کچھ کرنا پنڈت پجاریوں کی طرف نظر اسے اٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔“

”جنگ کے جانے کے بعد میں اندھکیا تو دشمنوں نے میری منظر تھی اس کے بے مددگار پر میں نے اسے اپنی گفتگو کی تفصیل بتائی تو وہ محو نہ ہو کر بل بل آفری خون خرابا کب تک جاری ہے گا، کیا ہم جین اور سکون کا سانس نہیں لے سکیں گے؟“

”خدا پر جو سروسر کو اس نے چاہا تو سب ٹھیک جائے گا۔“ میں نے دشمن کو دلاسا دیتے ہوئے کہا پھر کا ذہن بنانے کی خاطر اسے فالے دنوں کی باتیں چھیڑیں اس کا چہرہ شرم سے تپ کر گھٹا رہ گیا۔ ہاتھوں سے ہڑ کر دھبے لیے قدم اٹھاتی ہوئی کے اندھیل گئی۔

”جنگ نے دیوان جی کے سلسلے میں جو نکات کیاد لیے جیت لے لی تھی، اگر اس کا بیان درست تھی تو دیوان نے یقیناً حق کہا اور اگر وہ جانتا۔ انھوں نے دشمنوں کو مارنے کی خاطر جو چال چلی تھی وہ نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ شاید اسی لیے دیوان جی نے مجھ پر بھی دلاور مرزا کے قتل کرنا دیکھنے کی تحریک کی تھی میں نے سمجھ دیا تھا کہ انھیں دوست کے بدلے ناک آگ کے ہاتھ میں کوئی علم نہیں اور بے خبر کرنا کہ اپنی چال چلنے کی ایک بہتر شہرت ہے۔“

”دلاور مرزا کے جواب میں انھوں نے میں پجاریوں جیسے دہنی کی طرح دھن ڈالے تھے پھر اس خیال سے کہ جانے وادہات پر ان کی لڑکی کی موجودگی ان کے اذیت کسی مصیبت اور پریشانی کا باعث نہ بن جائے دیوان جی غافل گردے کے افراد کو طوطا ثابت کرنے کی خاطر خود

”اپنا گھر چھوڑ دیا اور زخمی حالت میں اسپتال میں آگئے۔“

”اگر جنگ کے صبح صبح حال سے باخبر نہ کرتا تو شاید سونے میں نہیں سکتا تھا کہ دیوان جی محض ایک جوتے پائیس اڑنے سے چھپانے کی خاطر اپنی بڑی قربانی پیش کر سکتے ہیں ان کے حوصلے میں چلے جانے کے بعد میں بڑی دیر تک دیوان کے ہاتھ میں سوچتا رہا۔ دیوان جی نے غم جوڑنے کے باوجود کہ نہیں مجھ پر اپنی جان قربان کرنے کی مثال کی تھی اور وہ سب لے لے تھے وہ والد صاحب کی موت کے بعد میرے خون ہاتھ سے ہوتے تھے میری موت کے خولوں تھے ہر لمحہ میری چنے میں مصروف تھے کہ کب میرا قصہ پاک ہو اور کب جا کر کا اڑے ان کے حق میں ہو سکے۔ میں ان ہی خیالات میں گڑھی کہ ش اسپتال سے واپس آگیا۔ میں نے سب سے شہر دیوان جی حالت دریافت کی۔“

”یقیناً یہ سن کر خوشی ہوگی کہ دیوان جی بہت تیزی سے رگ کی طرف واپس لوٹ لیے ہیں ساج وہ کچھ دیر تک مجھ باتیں بھی کرتے رہے۔“ کیلاش نے کہا: ”میری تحریریت اور خامی دریافت کر رہے تھے۔“

”انھیں اسپتال سے باہر آنے میں کتنے دن لگیں گے؟“

”اسے سب سے پہلے پوچھا۔“

”یقیناً یہ کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر جس جرات انگریزوں مان کی طبیعت سمجھ رہی ہے اگر یہی صورت جاری رہی تو براہیل ہے کہ چندہ میں دنوں بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب رہ جائیں گے۔ البتہ زخموں کے نشان ضرور باقی رہیں گے۔“

”میرے سامنے یہ کچھ کہہ رہے تھے۔“

”مجھے ناکہ کر رہے تھے کہ یقیناً اس وقت تک حوصلے باہر نکلنے یا جانے جب تک وہ اپنے قدموں پر دوبارہ کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو جائیں۔“

”مجھے یقین ہے میرے دوست کہ دیوان جی کو سوتے جاگتے لے لے دیتے۔“ ہر نوادہ ہر بل میرا خیال لاسی ہوگا۔ میں نے باقاعدہ لے لے میں جواب دیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ دیوان جی کی حالت کی وہ داستان کیلاش کے بھی محوش گزار کر دوں جو مجھے چار کی زبانی معلوم ہوئی تھی لیکن حالات کے پیش نظر میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ مجھے کیلاش پر کسی قسم کا اثر نہیں تھا کہ لیکن اگر دیوان جی کے سلسلے میں کسی کو اس از کو تک بھی مل جائے تو پولیس ان کا سینا حرام کر دیتی چنانچہ میں نے ہلادی سے گفتگو کا رنہ تبدیل کر کے دے دیا۔“

”اور ساؤ۔ کیا یقین ہے دشمنوں کے ہاتھ میں بھی کوئی اہم بات معلوم ہوئی؟“

”نہیں۔“ کیلاش نے سنجیدگی سے جواب دیا: ”میں نے اس سلسلے میں اپنے حلقے کے خاص اور قابل اعتماد افراد کو بھی گزریئے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی قابل ذکر بات نہیں معلوم ہو سکی۔“

”وہ اتنے شریف اور سیدھے سائے بھی نہیں ہیں کہ نام واقعات سے پردہ پریشی کر کے کسی گزشتہ نشین ہو گئے ہوں میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ وہ یقیناً کسی مجھے بیٹھے میری موت کی سارکس قریب کر رہے ہوں گے۔ سلسلے سے بظاہر ترتیب دینے میں مصروف ہوں گے۔“

”ہو سکتا ہے پھر اندازہ درست ہو۔“ کیلاش نے کہا۔

”پنڈت اوم پر کاش کی پراسرار موت کے بعد اوم لال اور گنیش ماراج کا لہجہ خاموشی سے واپس چلا جانا خود میرے لیے بھی کچھ عجیب تھا۔“

”جنگ نے اس لیے کہ وہ دونوں بے پناہ قوتوں کے مالک ہیں دیوان اور لڑائیوں کو خوش کرنے کی خاطر گنیش ماراج نے تو برسوں دیر ان میں جا کر کھن چاب اور تپسیا کی ہے ان کے فتنہ فتنے کے آگے تناور درخت بھی تنگ سے زیادہ حقیقت میں نہ رہتے۔“

”میرا خیال ہے کہ اوم پر کاش کی موت نے انھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔“

”اوم پر کاش کی موت کے ہاتھ میں پتھاری میٹل سانس کی کیا دریافت ہے؟ میں نے کیلاش سے پوچھا۔

”پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اوم پر کاش کی پتھاریا کے خیز ناک مرض کے اچانک حملے کا شکار ہوا ہے۔“ کیلاش نے مجھے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا: ”اس مرض میں سلسلے کی نالی پر ہونے کی علامت ناک سیدھ دھند تیزی سے اپنا جھم بڑھاتی ہے اور اگر فوری طبی امداد نہ دی جائے تو مریض دم گھٹ کر موت کا شکار ہو جاتا ہے بے حد خطرناک اور ہلکی مرض ہے۔“

”کیا یہ دشمنوں کو بھی پتھاری پوسٹ مارٹم کا علم ہو گیا ہے؟“

”میں یقین سے نہیں کہہ سکتا البتہ انشاء ضرور جانتا ہوں کہ آندھکار نے اس رپورٹ کو بہت زیادہ اہمیت دے رکھی ہے۔“

”وہ ادبسا کہے پر مجبور ہے۔“ میں نے انھیں دسکر دیا۔

”پنڈت اوم پر کاش کی موت کو اگر انھیں قیادہ طبعی نام نہ کیا گیا تو میں آدیس قوت وارانہ فساد پھیلنے کا خطرہ ہے اور اگر ایسا ہوا تو آندھکار کی کسی بھی ضرور متاثر ہوگی۔“

”آج میں نے ایک بات اور بھی محسوس کی ہے۔“ کیلاش نے کچھ توقف سے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”مکس ہے وہ میرا وہم ہی ہو لیکن میرا خیال ہے کہ کچھ لوگ ہمیں بل کر سہیلیاں کی کرزی بخرا کر رہے ہیں۔“

”لیکن اسپتال کو کوئی نقصان پہنچا کر انھیں کیا حاصل ہوگا؟“

”اگر وہ محض اسپتال کو نقصان پہنچانا چاہتے تو اس کیلئے نگرانی کی کیا ضرورت تھی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ جب چاہیں ایسا کر سکتے ہیں۔“

”پھر وہ اور کس چیز کی تلاش میں ہیں پلیس نے حیرت سے پوچھا۔“

”میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو وہ دیوان جی کی نگرانی پر مبنی ہے۔“

”کیے گئے ہیں۔“ کیلاش نے دبی زبان میں کہا۔ ”بھاریوں کی نظروں کے پاس دیوان جی کی جھڑپ ملی تھی وہ یقیناً پولیس کے ریکارڈ میں بڑی اہمیت کی حامل ہو گی لیکن اس رات جو دیوان جی کے مکان کو بھی آگ لگا دی تھی اس لیے بات مٹ کر رہ گئی۔“

”وہ اگر چاہیں تو دیوان جی کا بیان بھی لے سکتے ہیں اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میرے دشمنوں نے دیوان جی کو گھونٹنے کی خاطر ایک خوب صورت جال بنایا ہو اور۔۔۔“

”میں ہر حال میں بخیر اور درست ہوں جمال۔“ کیلاش نے میری بات کا مقصد سمجھتے ہوئے کہا پھر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ جو لوگ اسپتال کی نگرانی کر رہے ہیں وہ پولیس کے سادہ لباس والے نہیں ہو سکتے۔“

”پھر۔۔۔ وہ کون ہوں گے؟“

”ہمارے دشمن۔“ انھیں یقیناً دیوان جی کے سلسلے میں ایک ایک لمحے کی تیز نگاہ ہو گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دیوان جی کو شکستہ لگانے کیلئے اسپتال کا درگزر منڈلا رہے ہوں۔“

”کیونکر؟“

”گھبرو نہیں۔“ کیلاش نے میری بات کاٹنے سے پہلے ہی سے کہا۔ ”موت اور زندگی جھگڑانے کے اختیار کی بات ہے لیکن میں نے اپنی طرف سے اسپتال کے عمل کو دیوان جی کا ہر طرح خیال رکھنے کی تاکید کر دی ہے اس کے علاوہ ایک قابل اعتماد پریکٹس کی تحفہ ڈیوٹی بھی لگا دی ہے کہ اگر اسپتال کے کھانے پہنچانے کے علاوہ کوئی شخص کہے ہیں داخل ہونے کی کوشش کو تو اس کے ساتھ کوئی نرم مزاج نہ کرنا چاہئے۔“

”کیونکر؟“

”اس بات میں کہیں ایک لمحے کو ہچکچاہٹ نہ ہو۔“

”دشمن دیوان جی کی موت کے خواہاں تھے تو وہ اسپتال کے عملے کے کسی فرد کو بھی بخیر معاوضہ فائدہ نہ کر رہے تھے اور اس

سلوای کی اچانک موت نے اسے حد درجہ سنجیدہ بنا دیا تھا۔ اس وقت بھی وہ سر جھکا کر خاموشی سے کھانے میں مصروف تھا تب کیلاش نے اچانک ایک نیا مسند چھیر دیا۔

”جیک میں دیکھو ہا ہوں کہ کبھی اس سلوای کے بعد سے تم نے دیکھ کر منگاموں میں دل چسپی لینا قطعی ترک کر دیا ہے۔“

”یہ دنیا ایک ناپائیدار اور عارضی جگہ ہے میرے دوست۔“

”جیکے نکلا اس اٹھ کر بیانی کا ایک گھونٹ حلق سے نیچے آتا ہے۔“

”یہ کما۔“ جو بیان کے منگاموں میں الجھ جاتے ہیں وہ اپنی عاقبت کا استنباط اس کر لیتے ہیں۔“

”لیکن سلوای کی زندگی میں تو تم نے منہ نہیں کھرا اور خوش مزاج واقع ہوئے تھے۔“ کیلاش نے کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ ”کیا تم اس خفیہ شخص سے انکار کر سکتے کہ بہت بولنا اور غرض نہ نہ صحت کے لیے بے حد مفید اور زندگی کی بہترین علامتیں ہیں۔“

”تم مجھے کیا درس دینے کی کوشش کر رہے ہو؟“ جیک نے غصے سے پوچھا۔

”میں انھیں ایک مونی سی بات بتانا چاہتا ہوں۔“

”انسان وہی ہے جو اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے غرض ہے۔“

”میں اب بھی بخیر اور مطلب نہیں سمجھاؤ۔“

”میرا اشارہ درخشاں بھائی کی طرف ہے۔“ کیلاش نے اپنا کھانا چار دیواری رکھتے ہوئے کہا۔ ”جب تک سلوای زندہ تھی وہ بیانی کی خدمت اور دل جوئی میں اپنا بیشتر وقت صرف کرتی تھی اب یہ حقے دار می تھا۔“

”اوپر عائد ہوتی ہے۔“

”کیلاش کے اس طے پر میں نے پرلپسکرا دیا۔ درخشاں جو کہ کیلاش کو —“

”دیکھنے لگی اور جیک نے یوں پوچھو کہ کیلاش کی طرح منہ کھول کر یہیں چھپا کر شروع کر دیں جیسے کیلاش کی بات اس کے سر سے گزرتی ہو۔“

”مجھے یقین تھا کہ بخیر اور مونی عقل میری بات کو ہضم نہیں کرے گی۔“ کیلاش نے دستور سنجیدگی سے کہا۔ ”در اصل میں کہہ رہی تھی اچھا وہ ہوں کہ منہ بولنا بھی میں عبادت ہے اور تم نے آج کل یہ عبادت ترک کر رکھی ہے۔“

”جیک بھائی۔“ درخشاں نے کیلاش کا مقصد سمجھتے ہوئے کہا۔ ”سلوای کی موت کا تم مجھے بھی ہے اس کی عبادت کی دوسرے میں خود کو باکمال تنہا محسوس کرنے لگی ہو لیکن خدا کو یہی منظور تھا۔“

”میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم اب اپنی ضد چھوڑ دو اور حویلی

میں آ جاؤ۔“ میں نے تجویز پریش کی۔ ”سلوای کی زندگی میں تھا اور علحدہ رہنے کا مقصد مجھ میں آتا تھا لیکن اب۔۔۔“

”ہر سکتا ہے کہ اب بھی یہ کسی خاص صحت کی بنا پر علحدہ رہنا پسند کرنا ہو سکتا ہے۔“

”پیشانی ٹھنک آ رہی ہو۔“

”میں تم سے کسی معیاری جواب کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔“ اس نے ہلکا سا مذاق سے کہا۔

”بخیر دوری ہی کی وجہ سے میرا معیار بھی بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ اسی لیے ہماری درخواست ہے کہ نام حویلی میں ہلکے سا تھک ہو۔“ کیلاش نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا پھر درخشاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”کیوں بھائی۔“

”کہاں سے ننگے سروں پر فادر جیک کے مقدس سلے کی کمی نہیں محسوس ہوتی؟“

”کیوں جیک بھائی۔“ کیا آپ ہلکے سا تھک رہا پسند کر لیں گے۔“ درخشاں نے براہ راست جیک کو مخاطب کیا۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن۔۔۔“

”خیر یہ ہے کہ آپ آئندہ جیک بھائی کے بجائے صرف جیک کہا کریں۔“ کیلاش نے درمیان میں بغیر تاہر جیک کھانا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیلاش کو گھوٹے ہوئے غصے سے بولا۔

”تم اتنا ہی بے پردہ شخصیت کے مالک ہو۔“

”اور تم اتنا ہی سخت گیر تم کے کھوسٹ باوری واقع ہوئے ہو جسے آنا بھی نہیں معلوم کر سکی کے وقت پر کا آ جانا اور کسی کا دل نہ توڑنا بھی ایک افضل عبادت ہے۔“ کیلاش نے تیزی سے کہا۔ ”درخشاں بھائی تم سے کس قدر اپنائیت اور پیار سے حویلی میں قیام کرنے کو کہہ رہی ہیں اور تم ہو کہ منہ پھلٹا رہے بیٹھے ہو۔“

”میرا اور دوسرے مجال کا ذاتی معاملہ ہے۔“

”تم اس کے سر سے گزرتی ہو۔“

”اسی لیے تو محسوس بھی ہوا ہوں کہ غفلت کی خاموشی کر بھی حلال ہوتی ہے۔“ کیلاش بڑبڑاتا ہوا چلے آؤ پہلی فرسٹ میں سامان سمیٹ کر مکان کا کمرہ ہی بچتا ہے گا۔

”تم اس سے زیادہ اور سوچ بھی کیا کرتے ہو۔“ ڈاکٹر جو شکر جس کا کام ہی سہ ماہے مریضوں کو لوٹنا ہوتا ہے۔

”مجھے مریض بن کر میرے اسپتال میں آگے تو بخیر ہی بھی نہیں۔“

”بڑی بات ہے کیلاش۔“ میں نے جیک کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ ”تم کیوں بلا درجہ جیک کو کھینچ رہے ہو۔“

”آپ بھی اب تیار ہو جائیے تاکہ جب بھی وہ دشمنانہ اصرار کیا تو میرا دل بھی ہل جائے گا۔“
”وہ جی ہل جائے گا اور کسی سیل کی بھی کا احساس بھی دور ہو جائے گا۔“

کیونکہ سننے اس بار کچھ اتنی خبیثی اور مصورت سے کہ اگر دشمنان کے علاوہ خود جنکب بھی اپنے جوتوں پر بھرتے ڈال لے اختیار سکرامنٹ پر قابو نہ پا سکا۔ دشمنان کے ایک دو بار مزید اصرار پر جنکب نے ہائی بھری کر وہ بہت جلد اپنا سامان لے کر حریف میں ہمارے پاس آجائے گا۔ مجھے اس بات پر بے حد خوشی ہوئی، ہمارے قریب رہنے سے جنکب کو سولیا کے بھلانے میں زیادہ آسانی ہوئی جس کی وجہ سے اسے حدود جو اداس اور کم سخن بنایا تھا۔

اس رات اپنی خواب گاہ میں جانے کے بعد بھی ہر آپس میں بہت دیر تک جنکب کی باتیں کرتے رہے دشمنان کی تلاش اور جنکب کے درمیان ہونے والی گفتگو یاد کر کے ہنستی رہی ہرگز وہ زیادہ فائدے لے نہ سکا۔

وہ رات میرے لیے بے حد پر سکون تھی، جنکب کی آمد نے مجھے حالات کی جاننے سے بے فکر کر دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گنیش ہمارا ج اور ام لال نے بھی پختہ اہم پر کا کش کی پراسرار قوت کے نیچے کسی مضبوط ہاتھ کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا یہی وجہ تھی جو گنیش ہمارا ج نے اسپتال سے جانے میں بڑی عجلت کام لیا اور پھر خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر اپنے اطراف کوئی منڈل (حصار) نہ بننے کے دوسروں کی نگاہوں سے دلویش ہو گیا۔ جب تک میں تنہا تھا وہ اپنی شیطانی اور گندمی کارروائی پر اچھلنے کو تڑپے۔ مجھے حریف سے باہر نکلنے کی خاطر انھوں نے گنگنا ہوں کے سکون و آرام کو تباہ کر دیا تھا۔ دزدوں کی طرح پوری ہستی میں دھناتے پھرتے نکلے جاتے بے عزت کرتے، انھیں اپنے جتر منتر اور طاقت پر جڑاؤ تھا، اسی غور کے نشے نے انھیں اندھا کر دیا تھا۔ پولیس کی دہرہ حریت پاکر وہ اپنی ساری مافی کرنے کے لیے آزاد تھے، انھیں اپنی اثریت پر بھی غم نہ تھا۔ دھرم کی آڑ لے کر جو جانتے گزرتے۔ دیوری دیوتاؤں کے نام پر سس کی بچھڑی جانتے، اچھا لیتے۔

پھر وہ حق پرستی اور خباثت پر اتارے انھوں نے بے گناہ دلاور مرزا کے جسم کے نیچے کوڑے لگائے، کیا کش کو بھی اس بات کی جھکی دی گئی کہ اگر اس نے مجھے اور دشمنان کو حریف کے آٹھ سے باہر لانے میں اس کا ہاتھ نہ بٹایا تو وہ اسے بھی دشمنوں کی فہرست میں شمار کر کے بھٹکانے لگا دیں کہ لیکن انھیں جنکب کے

ایک ہی دالنے لپا ہو کر بھاگے ہوئے ہو کر ڈرنا۔ وہ ایک جوانی جو بھی برداشت نہ کر سکے کسی کو نہ کھانے میں جا کر نہ پوش پر کچھ رات بھر سوتے ہی بھی جنکب چار کا تصور میرے خرابوں میں گھومتا رہا۔ دوسری صبح میں بیدار ہوا تو اخبار کی پہلی سرخی پر نظر پڑنے ہی میرے خون کی گڑبگڑش تیز ہو گئی۔ میں نے مدد سے آنکھیں مل کر وہ بارہا اسی سرخی پر نظر ڈالی تو مجھے یقین آ گیا کہ میں خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔

میں پوری توجہ سے دم لال کی موت کی خبر پڑھنے لگا۔ بھاری دم لال کی ہرل ناک موت کی خبر میرے لیے بے حد غیب نیر تھی، جنکب چار نے صرف ایک دن پہلے کہا تھا کہ اس نے دم لال کا ٹبر لگا دیا ہے اور صبح ہونے ہی اس کی سرخی کے من مطابق تمام اخبارات میں دم لال کی موت کی خبر پہلی سرخوں کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

دلوان جی نے مجھ سے کہا تھا کہ جنکب سفلی عمل میں اپنا نانی نہیں رکھتا، جو دم لال مرزا اسی کو ملانے کیلئے الام باؤ گیا تھا لیکن میرے دشمنوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جو اب میں جنکب کی پراسرار طاقت نے چلے پندت اور پھر کا کش کو حیرت انگیز طور پر بھٹکانے لگایا اور اب دم لال کو بھی جہنم میں کر دیا گیا تھا۔

اخبارات کی اطلاع کے مطابق بھاری دم لال کو شش رات تقریباً ایک اور دو بجے کے درمیان اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ڈھکی کشتراؤ کے کنارے بنگلے کی پھلی دیوار بھٹکا کر اندر داخل ہوا اور کسی طرح کماری نرملہ کی خواب گاہ تک پہنچے میں کامیاب ہو گیا، کماری نرملہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھی جب دم لال نے بے خبراب کے نشے میں بری طرح موت تھا اسے جیگا کر اپنی نفسانی خواہشات کا اظہار کرنا چاہا۔ کماری نرملہ نے پہلے تو اپنے بچاؤ کے لیے بھرپور مزاحمت کی لیکن جب اس نے اپنی عزت خطرے میں دیکھی تو بچنے کے نیچے سے اپنا دیواروں کے کنارے دم لال کو بھونک ڈالا۔ دم لال کا دھڑلہ سا تھی جو خواب گاہ کے دروازے پر اس مقصد سے تعینات تھا کہ کسی بیرونی مداخلت کے باوجود اس میں دم لال کو خطرے سے آگاہ کر کے گریباں چلتے ہی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

پولیس رپورٹر کے مطابق جس وقت پولیس آنے لگا کہ بنگلے پر تفتیش کی غرض سے پہنچی کماری نرملہ بری طرح چوس تھی دم لال کے خون نے پوری خواب گاہ کو زہیم بنایا تھا کماری نرملہ پولیس کے جانے وادات تک پہنچنے تک بھاری

کی لاش کے قریب ہی کھڑی اسے یوں حیرت انگیز پہنچی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے نانی پر قبضہ ہو رہا تھا۔

نیش کے دوران کماری نرملہ نے یہی بیان دیا کہ وہ اس سے قبل دم لال سے قطعی ناواقف تھی نرملہ نے کہا کہ اتنے ہند سے بیدار ہوئی دم لال اس پر بھٹکا ہوا اسے لاش پر کر رہا تھا کسی اجنبی کو اتنی رات گئے اپنی اہم دیکھ کر اس کا لہجہ جانا تو قدرتی بات تھی پھر بھی اس نے میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کی، نہ جانے کی خاطر وہ برابر جھمکتی رہی لیکن جب میں کیا کہ مقبول اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ رہے تو اس نے اپنا دیواروں جو اس کے بستر پر تھیکے کے سے موجود تھا نکال کر دم لال پر بے دریغ یا نرنگ کر دی۔

پولیس کر اپنا بیان دیتے وقت کماری نرملہ نے اس شیعہ کا ایک کہی لے اس کے خواب گاہ کے دروازے کا دھڑکیا وہی ہو گئی جس کے ذریعہ دروازے کو بے آسانی کھولیں میں پولیس کو وہاں سے ایسی کوئی چابی نہیں مل سکی۔ درجہ کے سلسلے میں کماری نرملہ نے کہا کہ وہ اس کی چھن لک دیکھ سکتی تھی خود کو دم لال کی گرفت سے آزاد کرنے میں وہ اس اور جہ بھٹکا دی ہوئی تھی کہ وہ سے جہنم پر رہا تو بے درستی البتہ فائدہ گ کے بعد جب اس کے کی سمت نگاہ اٹھائی تو وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔

نبالٹ کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق ڈپٹی کمارالہ آباد گئے ہوئے تھے جہاں انھیں پہلے ایک کاشاد میں شرکت کرنا تھی اور ان کی غیر موجودگی اٹھانے کے بعد مقتول دم لال نے کماری نرملہ پر ہاتھ رکھ کر کوشش کی تھی لیکن اپنے ناپاک ارادے میں ناکام ہو کر انھیں کے مطابق آنے لگا کہ کار کیاں پولیس سٹیشن میں آئے تھے پولیس رپورٹر نے جہاں دوسری ناکہ پر تفصیل کے ساتھ کھنڈہ کیا تھا وہاں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تھا کہ گریباں چلنے کی آواز نہ تو کسی ملازم نے سنی اور نہ ہی چوکیدار کو اس کی آواز ملنے کا ملازم ملازمین کو اس وقت ہر واجب پولیس کو غرض سے موقع وادات پر پہنچی۔

ملازم کے مطابق دم لال کے خبر پر پہنچ کر گریباں

کے نشانات پا گئے دوسری سب اہم اور حیرت انگیز خبر یہ تھی کہ پولیس وہاں بھی حیرت کا فن موصول ہونے کے بعد پہنچی تھی جب کہ کوئی پر اس وقت کماری نرملہ کے علاوہ کوئی دوسری حیرت موجود نہیں تھی اور کماری نرملہ کا بیان تھا کہ اس نے پولیس کو فون نہیں کیا۔ تفصیلی رپورٹ کے ساتھ ہی جانے وادات کی کچھ تصاویر بھی شائع ہوئی تھیں جن میں کماری نرملہ شب بخوابی کے لباس میں کھڑی تھی اور اس کے چہرے پر دہشت نمایاں نظر آرہی تھی ایک دوسری تصویر دم لال کی اکڑی ہوئی لاش کی تھی۔ لاش خواب گاہ میں دوسری کے قریب فون پر پڑی ہوئی تھی دم لال کی نگاہیں حلقوں سے اس طرح ابلی ابلی نظر آرہی تھیں جیسے اسے خود بھی اپنی موت پر حیرت ہو رہی۔

میں نے پوری خبر کو دو مہینے بار بے حد غور اور دھیان سے پڑھا کچھ باتیں ایسی تھیں جنھوں نے مجھے بھی ششہ نہ کر دیا۔ رپورٹ کے مطابق کماری نرملہ کے دیواروں سے پوری پانچ گریباں چلائی گئی تھیں جو ساری کی ساری مقتول کے جسم میں جہیز تھیں، لیکن پانچ باؤ فائرنگ کی آواز گونجنے کے بعد بھی کسی ملازم کو کاروں کا ان اس کی خبر نہ ہوئی۔ کوئی کے تین ملازم پولیس کے آنے کے بعد ہی جگائے گئے تھے البتہ چوکیدار دھڑلے سے چلا پانی ڈھکی پر موجود تھا لیکن اس نے بھی گریباں چلنے کی کوئی آواز نہیں سنی تھی دوسری اہم بات دم لال کا خواب گاہ میں داخل ہونا تھا۔ کماری نرملہ کے بیان کے مطابق اس نے سونے سے

پریشہ سب معمول خواب گاہ کے دروازے کو خود اپنے ہاتھوں سے قفل کیا تھا وہ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے چابی اپنے بستر پر چاڑھ دی تھی، کوئی بھی جو بعد اس کے سب سے دنیا پر گئی اب سوال یہ تھا کہ اگر خواب گاہ کی دوسری چابی ہوائی گئی تھی تو وہ چابی کہاں گئی۔ کیا دوسرے شخص فرار ہونے وقت اسے اپنے ساتھ لے گیا؟

اور وہ دوسرا شخص کون تھا۔ میں خاصی دیر تک ذہنی جھٹکا کرتا رہا اور آخر کار بھٹکا ہوا کہ جنکب کی پیش گوئی کے پیش نظر اسی نتیجے پر پہنچا کہ دم لال کی موت میں جو تھکے پولیس اور مرزا خاںوں کے لیے بھی باعث تشویش اور ناقابل یقین ثابت ہو سکتے ہیں ان کی پشت پر سوائے جنکب چار کے کوئی غفلت کے اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔

اس خیال سے کہ میں دشمنان اس وادات سے متاثر نہ

ہو میں نے اخبارات اچھا کر ڈاٹنگ روم میں دکھوائے ہوں
بھی درخشاں اخبار پڑھنے کی عادی نہیں تھی لیکن میں نے بھر
بھی احتیاط لازم سمجھی۔

تانتے سے فارغ ہونے کے بعد درخشاں باورچی خانے
میں خانا سامان کو کھانے کے باسے میں ضروری ہدایت دینے لگی
گئی تو میں شش ہوا باہر لال ہوا آگیا جہاں موسم نہایت خوش گوار
تھا لیکن میرا وہاں موسم سے زیادہ رام لال کی موت کا حقت
مل کرنے میں اٹھا ہوا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی طرح فردی
طور پر بچکن سے ملاقات کر کے اس سے اصل بات معلوم کر سکوں
جہاں ایک بکاردی رام لال کی موت کا تعلق تھا بچکن اس کا نمبر
لگا چکا تھا لیکن میرے لیے جوابات اجمیت دھنسی تھی تو وہ یہ
تھی کہ بچکن نے کمادی نرملہ اور آندہ کمادی ذات کو رام لال
کی موت کے ساتھ کس لیے نہی کر دیا تھا۔

شام آگے میرا وہاں رام لال اور بچکن کی ذات میں اٹھا ہوا
میرا خیال تھا کہ شاید بچکن چار از خود مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی
کوشش کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حالات کی نزاکت
کے تحت غالباً اس نے مجھ سے دور ہنا ہی زیادہ مناسب
سمجھا تھا۔

درخشاں کو اس واردات کے باسے میں مطلق کوئی علم نہیں
تھا لیکن اس وقت جب وہ پائیں باغ میں سبزے پر پرے
ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی اور ملازم نے خلاف توقع مجھے
ڈپٹی کمشنر آندہ کمادی کے آنے کی اطلاع دی تو میرے علاوہ
درخشاں بھی چونک اٹھی میں نے ملازم سے کہا کہ وہ آندہ کمادی
کرموت سے ڈراٹنگ روم میں بٹھائے ہیں لباس تبدیل کر کے
آتا ہوں۔

”کیا بات ہے حال تو ملازم کے جانے کے بعد درخشاں نے
جلد سمجھنے کی سے دریافت کیا یہ آندہ کمادی اس وقت کس قصد
سے آیا ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ وہ اپنی بیوی کے سلسلے میں مجھ سے
کوئی قانونی مشورہ لینے کی غرض سے آیا ہوگا“ میں نے بظاہر
بے پروائی سے کہا۔

”کیا ہوا اس کی بیوی کو تو درخشاں نے چونکتے ہوئے
دیاقت کیا۔“

”کال رات کسی نے خواب گاہ میں داخل ہو کر اس کی غڑ
سے کھیلنے کی کوشش کی تھی اور نرملہ نے خود کو محفوظ دیکھنے کی
خاطر اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا“ میں نے بدستور بے پروائی کا
منا جو کیا۔ میرا خیال ہے کہ آندہ کمادی اسی سلسلے میں آیا ہوگا۔“

اکاٹ نامہ پر مخطوط کرانے کے علاوہ میں کچھ ضروری باتیں
جی دریافت کرنا چاہوں گا۔ کچھ ایسے اہم تھے جن پر ضمانت
باعتبار ہوگا۔“

”میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں بھی جگہ نش آپ کی
دک سے نکلا۔“

”جی ہیک ہے۔ آپ گھڑ بیچ کر انیسٹر جگہ نش کو ضروری
بات کو دس“ میں اندھیرا پھیلنے کے بعد کسی وقت بھی اس
سے رابطہ قائم کر لوں گا۔“

”میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں بھی جگہ نش آپ کی
دک سے نکلا۔“

”پلیئر مشرا آندہ کمادی میں نے ڈپٹی کمشنر کی آنکھوں سے
لے کے احساسات کا اندازہ لگاتے ہوئے جلدی سے کہا۔“

”آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ
بیت برسر میں کمادی نرملہ اور آپ کی عزت اور
نہت کا تحفظ کرنا میرا اولین فرض سمجھوں گا۔“

”میں آپ کا یہ احسان.....“

”دوستوں کے حلقہ ہمیشہ دل میں بڑے ہیں۔ میں نے
باہر پھرتا آندہ کمادی کو جگہ نش کے کاموں میں نہی۔ پھر
دوبارہ بعد سے رخصت کرنے کی خاطر میں بطور خاص حوصلی
دے رہی تھی کہ آپ اس کے ساتھ گیا تھا۔“

”وقت میرے حق میں سازگار ہو رہا تھا حالات نے
میں کو کامیابی دے دی تھی۔ اسی رات میں انیسٹر جگہ نش
میں سے ملاقات کے سلسلے میں آندہ کمادی کے جانب ہدایت مل
گئی تھا اس نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا مگر
لے لے آنکھوں میں ٹھنڈی جھونکا رہا۔ میں نے اس سے
اپنے بے پوشیدہ ذہن سکین میں نے سکرانے میں اس سے
ملا لیا پھر کچھ دیر بعد میں انیسٹر جگہ نش کے ہمراہ حوالات
لے لے رہا تھا جہاں مجھے کمادی نرملہ سے ملاقات کرنا تھی۔“

”پلیئر مشرا آندہ کمادی نرملہ مجھے بے حد مختلف نظر آئی۔“

”میں نے اس کی تہذیبی نے ایک ہی جگہ میں اس کے چہرے
نہی۔“

”میں نے اس کی تہذیبی نے ایک ہی جگہ میں اس کے چہرے
نہی۔“

”میں نے اس کی تہذیبی نے ایک ہی جگہ میں اس کے چہرے
نہی۔“

”میں نے اس کی تہذیبی نے ایک ہی جگہ میں اس کے چہرے
نہی۔“

کامیابی تھی اس کے سس کے پرستاروں اور چاہنے والوں میں
وہ سرور آؤدہ افراد بھی شامل تھے جن کی آنکھوں کا انشاہ
اسے حوالات سے باہر لاسکتا تھا لیکن موقع کی نزاکت کے
بیش نظر انھوں نے بھی آنکھیں پھیر لی تھیں اور آندہ کمادی
جھوڑا میری جو کھٹ تک آنا پڑا۔

”جہنم نے میں خاموش کھڑا کمادی نرملہ کو دیکھا ہوا“
جس وقت میں حوالات میں داخل ہوا وہ اپنے خیالوں میں گم
نظر ہو چکا تھا۔ میں نے میری آواز پر وہ لوں خود ہی جیسے کوئی
بھینک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہو گئی ہو اور پھر اس
کی آنکھوں کے گوشے بھینکے گئے تو جلدی سے اس نے اپنا منہ
دیار کی جانب کر لیا۔

”انیسٹر! میں نے آندہ سے جگہ نش کو غلط کیا۔“
”کیا میں تمہاری میں نرملہ دیو سے گفتگو کر سکتا ہوں؟“

”جگہ نش نے میرا سوال سن کر کوئی جواب نہیں دیا۔“
پلٹ کر مجھے تیز نظر سے گھورا، وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر
پھر کچھ سوچ کر سرکراشات میں تخفیف سے تنہا دی اور
ایڑھوں کے بل گھوم کر حوالات سے باہر چلا گیا میں نے اپنا
وکالت نامہ جو پہلے سے تیار تھا فائل سے نکالا اور اسے نرملہ
کے سامنے کرتے ہوئے سجدہ کی سے بولا۔

”نرملہ دیو! براہ کرم اس وکالت نامہ پر اپنے دستخط
کر دیجیے۔“

”وہ میری بات سن کر تیزی سے پلٹی شاید اسے اپنی
قوت گو مانی پر تشہر ہو رہا تھا مجھے حیرت سے گھونٹنے کے بعد
اس نے وکالت نامہ کو بہت غور سے دیکھا پھر اپنا غلاموٹ
دانتوں سے بھینک لیا۔ حشرنگ کے احساس اور وقت کی
ستم ظریفی نے اسے مہر طلب کر دیا تھا۔“

”نہی دست ہے کہ میں وکالت کے پیشے سے منہ موڑ
چکا ہوں لیکن آپ کی ضمانت کی خاطر مجھے۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ میرا جملہ کاٹنے ہوئے سیٹ لے کر
بولی۔“ آندہ کمادی چاہتا تھا وہ بھی میری ضمانت کے لیے بہت کچھ
کر سکتا تھا لیکن وہ اپنی شہرت اور ساکھ کو خطرے میں نہیں
ڈالنا چاہتا۔ پھر آپ میری خاطر کونوں ذمہ اٹھا ہے
میں۔ پلیئر مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔“

”میں نے نرملہ کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات
اور اس کی غزالی آنکھوں میں آندہ کمادی کے ہم کے ساتھ کرانے
والی نفرت کو بہت غور سے دیکھا۔ وہ اپنی جسگ حق
بجانب تھی۔“

”بانکے لال سرکار یہ جتنی میرا حامد کاٹ کر بیٹے بے ہودہ انداز میں آنکھ مالتے ہوئے کہا تو وہ بھری عدالت میں اگر اپنے جرم کا اقرار کر لے تو نرملہ دلوئی پر کوئی آنکھ بھی نہیں آسکے گی۔“ کیا واقعی بانکے لال بھی اس واردات میں ملوث ہے؟ میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

”پھر بھی آدم سے بتاؤں گا فلک ابھی تو مجھے کسی نشان گھاٹ (جہاں ہندو مرے جلانے جاتے ہیں) پر بھیج کر بانکے لال کا کر یا کر مہر لگا کرنا ہے۔“ جتنی نے اس بار بے حد سرد اور سفاک لہجے میں جواب دیا پھر اس سے پیشتر کہیں کوئی دوسری بات کرنا وہ تیزی سے بلب کر ڈوڑتا ہوا تاریکی میں گم ہو گیا۔ میں نے جیسے وہ مال نکال کر پیشانی صاف کی پھر کار کو کھلی سڑک پر ڈال دیا۔

دوسری صبح میرے لیے بے حد سنی تیز ثابت ہوئی، میں نے کچھ ہی پہنچ کر کماری نرملہ کے سلسلے میں ضمانت کے اخفا کے ساتھ اپنا دو کالت نامہ داخل کیا تو میری آمد کی خبر میرے سر پرلنے واقف کار میں اور ہم پیشہ دوستوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی میرے کچھ ساتھی مجسٹریٹ اور جج بھی ان پیچھے تھے انھوں نے مجھے مبارکباد پیش کی لیکن وہ وکیل اور بیرسٹر نہیں میری آمد سے اپنی ساکھ اور شہرت و وقتی محسوس ہوئی وہ بے حد پریشان تھے میں نے ان باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی اس لیے کہ کچھ ہی کا رخ میں نے محض نرملہ اور آئندہ کی خاطر کیا تھا۔ بیرسٹری کا پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ تو میں بہت پہلے ہی کر چکا تھا۔

کماری نرملہ کے ضمانت کے کاغذات جس مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے گئے وہ نہایت متعصب اور راسخی واقع ہوا تھا پیش کا رخ نے مجھے دلی زبان میں بتا دیا کہ اگر میں نے قبل از وقت ایک معقول نذرانہ مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں پیش نہ کیا تو کسی قیمت پر ضمانت کے معاملے میں میری کامیابی ممکن نہ ہوگی میں نے پیش کیے کار کی بات نہیں کرنا لیکن شاید اس لیے کہ مجھے یقین تھا کہ جتنی نے قبل از وقت کماری نرملہ کے سلسلے میں گزشتہ رات جو جتنی فیصلہ کر لیا تھا وہ درست ثابت ہوگا۔

دو ہفتہ بٹا گیا تو جیسے نرملہ کے کاغذات مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے گئے۔ عدالت کے دو بہرہ میرے ملازم رکاری وکیل بھی موجود تھا جس نے ضمانت کی منظوری کی شاید یہ مخالفت کی اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے اس نے مجسٹریٹ کو باور کرائے کی کوشش کی کہ قاتل ایک ذمہ دار اور اہم عہدہ پر فائز افسر

اس سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سرکاری وکیل سے اتفاق کر رہا ہے اس کے برعکس جرم میں اپنے محسوس دلائل پیش کرنے لگا تو وہ براس منہ نیا کر یا تو مجھے ہانگوار نظر سے گھونک رہا تھا یا محض وقت گزرنے کی خاطر اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کے کاغذات اٹھنے بیٹھنے لگا۔

تقریباً ایک گھنٹہ تک میرے اور سرکاری وکیل کے مابین گرامر بحث کا سلسلہ جاری رہا پھر ایک ایک میں نے عدالت میں انپیکٹر جگدیش اور آئندہ کار کے ملازم بانکے لال کو وکیل بننے دیکھا تو ایک لحظہ میرے ذہن کے پردوں پر جتنی چارہ میلو اچھڑا یا۔ بانکے لال کے ماتھوں میں جھکڑی دیکھ کر میری ہر آنکھ ٹھنک اٹھی پولیس کے درمیان وہ جس انداز میں گردن جھکانے عدالت کے اندر داخل ہوا وہی اسے مجرم ثابت کر رہا تھا۔

انپیکٹر جگدیش نے سرکاری وکیل سے اجازت لینے کے بعد ایک فائل عدالت کے دو بہرہ پیش کی تو کچھ دیر کے لیے شٹاٹا دی ہو گیا۔ آئندہ کار مجھ بانکے لال کو عدالت میں اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا لیکن میں سمجھ چکا تھا کہ اب جتنی چارہ کسٹیفی حمل بساط کا رخ میرے پیشہ میں ملنے والا ہے۔ چروہی ہوا جو گزشتہ رات جتنی نے کہا تھا۔ مجسٹریٹ نے انپیکٹر جگدیش کی پیش کردہ فائل کا مطالعہ کرنے کے بعد بانکے لال کو حوالا بھیجے گا حکم صادر فرمایا اور کماری نرملہ کی ضمانت منظور کر لی بعد میں مجھے انپیکٹر جگدیش کے ذریعے اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ بانکے لال نے اپنے اقبالی بیان میں جرم کا اقرار کر لیا تھا کہ وہ مقتول بھاری رام لال سے ملا ہوا تھا نرملہ کی خواب گاہ کی دوسری چابی اسی نے ہزار رام لال کو دی تھی جس کے عوض رام لال نے اسے دو ہزار روپے دیے تھے۔ انپیکٹر جگدیش نے بانکے لال کے اقبالی بیان کے ساتھ ہی دوسری چابی اور وہ دو ہزار روپے جو اس نے بانکے لال کے کواٹر سے تلاشی لینے پر برآمد کیے تھے پیش کر دیے جس کے بعد عدالت نے پاس کماری نرملہ کی ضمانت منظور کر لینے کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہیں تھا۔

میں عدالت سے باہر نکلا تو آئندہ کار نے میرے قریب آتے ہوئے سرگوشی کی۔

”مستر جمال۔ میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ میں نے جسے جو کچھ کہا وہ میرا فرض تھا۔ میں نے مجید کیسے جواب دیا پھر کہا ابھی تو صرف ضمانت ہوئی ہے اصل خوشی تو مجھے اس دن ہوگی جس روز کماری نرملہ کا باعزت طور پر قتل کے جرم سے بری کر دیا جائے گا۔“

جے اور اگر اس کی ضمانت منظور ہوئی تو حقائق کو مستحیج کرکے پیش کرے گا وہ یقیناً بار آور ثابت ہوں گے جہاں نرملہ کی ضمانت کو پورا کرنے میں دشواریاں پہلے سرکاری وکیل پر سے آوے گھٹنے تک اپنی دشواریاں حل ہوتی تو یہ تھیں اور اسی قسم کے سابقہ حوالوں سے انپیکٹر نے کی کوشش کرنا دیا۔ میں خاموش کھڑا رہا کو وہ بیان سے مستحضر رہا جب میری باری آئی تو عدالت کے دو بہرہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ میری بات پر ایک ذمہ دار افسر کی بیوی ہے بلکہ خود بھی بڑا دار اور قانون کا احترام کرنے والی قانون ہے۔ رام لال اور اس کے ساتھی نے اپنی ناپاک اور مذموم کے نتیجے میں عدالت کے کمرے میں ایک مجرم اور

بیت سے لاکھڑا کیا ہے۔ یہ دلائل پیش کرتے ہوئے میں نے عدالت کو یہ بھی باور کرائے کی کوشش کی کہ رام لال کو کھٹکانے بعد میری موت کے ایک مجرم اور قاتل کی حیثیت ہے لیکن اگر وہ اپنی عزت کی حفاظت نہ کرے تو اس کا کوئی جانے دیتی جو ایک شریف باعزت عورت بنتی اور انمول نذرانہ ہوتی ہے تو وہ معاشرے میں بڑی اہم سے دیکھی جاتی۔ مجرم رام لال کو اس جرم کی باور دہی جاتی وہ ایک عورت کی کئی ہوئی عزت کے نہایت گم ہوتی اور یہ کہ قانون میری موت کی کھوئی تاپس نہیں دلا سکتا تھا اس لیے میری موت کے نہ ایک ایک وحشی درندے سے بچانے کی خاطر جو آسانی باور پر تیز خلاف قانون ہے لیکن اسے قتل بل فرمائیں یا جاسکتا اور جن حالات کے پیش نظر باور محسوس ثبوت کے بعد قابل معافی ہے اس لیے ضمانت رکھی گئی تو یہ سراسر نا انصافی ہوگی۔ اس کا اثر لہر بٹا پڑے گا اور وہ اس زیادتی کے صدمے سے اپنا ان کی کھوسکتی ہے جس کا تاہم عدالت کے لیے

عدالت میں آئندہ کار بھی موجود تھا جو نہایت اضطرابی ہے دو چار نظر آ رہا تھا۔ میری اور سرکاری وکیل کی شک کے دوران وہ بار بار اپنی نشست پر چلنے پھرنے لگا کہ اسے زیادہ مجسٹریٹ کے جیسے برابری کے والے اور دیکھ رہا تھا۔ سرکاری وکیل کے دلائل سننے کے لہذا میں اپنے سرکوشیات کے طور پر پیش دینا

سنگتراش اقلم علیم

دنیا سے الگ تھلگ روپوشی کی زندگی گزارنے والے اوہم پرستی کے نت سننے میں رنگے ہوئے جبرن قبیلے کی طلسماتی داستان، آتش کدے کا مقدس پروہت، مانینی، پراسرار اور ماورائی طاقتیں اس کی غلام تھیں۔

جس سے جبرن کا سردار جو با بھی خائف رہتا تھا۔ ایک سنگتراش کی محبت کا دلگداز فسانہ جس کی محبوب کی روح پروہت کے قبضے میں تھی۔

سحر اور اسرار کے پردوں میں لپٹی ہوئی ایک پراسرار داستان نیکی اور بدی کا خوفناک تصادم

دو جلدوں میں مکمل

قیمت: حصہ اول = 150/-

قیمت: حصہ دوم = 150/-

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

شاید میں نے انکا سفر کرنے کا دعائی ہوئی۔ جھٹکتے جھٹکتے میں سری لٹکا نہ گیا ہوتا تو کامل سے میری ملاقات بھی نہ ہوتی اور اگر کامل سے ملاقات نہ ہوتی تو درخشش کا نام میری زندگی میں بھی نہ سنا ہوتا۔

لیکن شاید قدرت کو میری منظور تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ درخشش کے ساتھ زندگی کا سفر بے حد سکون و آرام سے طے ہو جائے گا اور میرے عزیز و اقارب جو زہریلے ناگوں کی طرح دور دور کنڈلی مارے بیٹھے تھے اُن کے منہ پر بے جا تڑپ نہ تھی میری جانناؤں کے ایک جائزہ رات کی پیدائش کے بعد میرا تقاب چھوڑ دیں گے۔ بخوابیا نہیں ہوا، میں نے جو خواب دیکھے تھے وہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے، ہر خواب کی تعبیر میری توقع کے عکس تھی جیسا کہ اور انسان کا ثابت ہوئی اور میں اب اس رونا و کوہ مینے کی کوشش کر رہا ہوں۔

جنگ کے آبلے سے میرے دشمنوں کی کڑواہٹ گئی تھی۔ وہ جو کل تک بڑھ بڑھ کر مجھ پر تلّا تھا نہ حملہ کرنے کی تھان ہے تھے اب اپنی اپنی کہیں گاہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ ہندت اور برکاش اور پھر بیکار دہ لال کی موت ان کے دہنوں کو مفلوج کر گئی تھی جو حالات میرے حق میں آہستہ آہستہ سازگار ہوتے چلے گئے۔

گامی نرملہ کی ضمانت کے بعد آندہ کار بھی دوبارہ میری حمایت کرنے لگا۔ صرف اس بات کا خطہ تھا کہ باندے لال کہیں عدالت کے دربار و پیش ہونے کے بعد اپنے ساتھ رہا جان سے منکر نہ ہو جائے اس کا خطہ اپنی جگہ درست تھا۔ فرجدار مقدمت میں یہی ہوتا ہے کہ مجرم پولیس کی بے حاد اور زہاد ہندہ لال کی سے بچنے کے لیے افراد جرم کر لیتا ہے مگر عدالت میں پیش ہونے کے بعد وہ اپنے بیان سے خوف نہ ہوتا ہے اور یہ بھی بتا دیتا ہے کہ اس نے محض پولیس کے ظلم و تشدد سے بچنے کی خاطر جبری طور پر اپنی مرضی کے خلاف بیان دیا تھا اور تب اس کے لیے ہونے بیان کی ساری اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

آندہ کار کو اس بات پر بھی حیرت ہوئی تھی کہ باندے لال نے گامی نرملہ کے سلسلے میں مرحوم دام لال سے کیوں ساز باز کی اگر باندے لال ذہنی طور پر ٹھیک ہوتا تو شاید وہ خود بھی اپنے بیان پر پشیمند نہ جانا سیکے وہ غریب تو مکمل طور پر مصلیٰ کے ہاپا کس کے زیر اثر تھا اس نے جو کچھ کیا وہ جنگ کی مرضی کے میں مطلق تھا۔

باندے لال کی پر امراموت نے خانوئی بی بی گپوں کو میرے لیے اور آسان کر دیا۔ مرحوم جو تحریری بیان لے چکا تھا وہ پولیس

پر امراموت میں مزہ پائی گیا تھا۔ اس کے جسم پر نہ تو کسی قسم کے زخم کوئی نشان تھا نہ ہی لٹکا ہراس بات کی کوئی علامت لفظی تھی جس سے زہر کھا کر خود کشی کے امکانات پر غور کیا جاتا۔ اس کی کاشش کو پوسٹ مارٹم کے لیے کوئی نگرانی میں پولیس کو اسپتال روانہ کر دیا گیا تھا۔

پولیس کو کاشش کے پاس سے سرخ رنگ کا ایک کپ دیا گیا تھا جس کے بالے میں یہی خیال کیا جا رہا تھا کہ اس کا رنگ انسانی خون کی وجہ سے سرخ ہو گیا ہے پولیس کے ڈاکٹر نے فوری طور پر کاشش کے معائنے کے بعد یہ حیرت انگیز انکشاف بھی کیا تھا کہ باندے لال کی موت جسم کا سارا خون اچانک خشک ہو جانے کے سبب واقع ہوئی ہے اور اسی انکشاف کی وجہ سے میں کاشش کے قریب پائے جانے والے سرخ دھانے کو مقتول کی پر امراموت سے خاص نسبت دی جا رہی تھی لیکن ابھی تک یہ بات مجھے سمجھنے کے لیے باعث حیرت بنی ہوئی تھی کہ محض کچے دھانے کا ایک حقیر ٹکڑا کسی ایسے جملہ اور صحت مند آدمی کی موت کا سبب کیسے بن سکتا ہے ؟

آندہ کار نے گفت کو ختم ہونے کے بعد میں نے باندے لال کی موت کے بالے میں سوچا تو میرے ذہن کے پردوں پر ایک خاکہ بھر کر تیزی سے واضح ہونا چلا گیا۔ اور وہ خاکہ جنگی چار کے سوا کسی اور کا نہیں تھا۔

میں اپنی داستان عبرت کو تول دینے کے بجائے سینے کی کوشش کروں گا۔ اگر واقعات کو ترتیب اور تفصیل سے لکھوں تو شاید میری طرف دانا کرے اور میری خواہش ہے کہ میں اپنی زندگی کے ان المناک واقعات کو مبتنی جلدی ممکن ہوائی ٹائری میں قلم بند کروں کرکل نہ جانے حالات کیا رخ اختیار کریں۔ مجھے اپنی جانناؤں و جن دولت اور جاگیر سے کوئی دل نہیں نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری موت کے بعد میرے وہ عزیز و اقارب جو تمام زندگی میری موت کا انتظار کرتے رہے دنیا کو دکھانے کی خاطر مگر چھڑے کے آئینہ جلتے مجھے سامنے آجائیں اور میرے والد کی جانناؤں کو برپ کر جائیں۔ آج میرے ساتھ جو کچھ پیش آ رہا ہے وہ شیت پرزوری بھی ہے لیکن اس میں کسی سے بڑا وارن کا کا تھ بھی شامل ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا کی مرضی کے بغیر شیت سے ٹوٹا ہوا کوئی سوکھا پتہ بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا لیکن بزرگوں نے یہ بھی کہہ کر انسان خود اپنی قسمت رقم کر لیا ہے میرے عزیز و اقارب نے اگر میرے والد کی وفات کے بعد مجھے چھٹیاں نہ کیا ہوتا تو

با اعتماد ملازم کے سلسلے میں آپ کا شہر ٹھیک ہی ثابت میں آپ کی ذہانت کی داد دیتی ہوں۔

”خانوی معاملات میں کامیابی کا سہرا ہمیشہ اسی کے سر ہے جو ہر ایک بینی کا عادی ہو۔ میں نے پیشہ ورانہ انکار کیا ہے مگر یہ بھی کیا مشر آندہ اسے ان مجرم کو کڑواہٹ کرنے کوئی کامیابی حاصل کی جو حاشے والی رات متوقع ملازم قرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا؟

”میں نے ابھی تک اس سلسلے میں آندہ سے کوئی بات نہیں کی۔ نہ نرملہ کے لیے میں نفرت اور عقارت ہوں مگر ”آپ اس وقت کمال سے بلبل رہی ہیں بڑا بڑا سے دریافت کیا۔

”فی الحال میں آندہ کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں مگر کس کے بعد ہمارے دلتے مختلف ہوں گے۔ یہ میرا تو ہے اگر آپ کو میری ضرورت پیش آئے تو میں اپنے اپنی قسمتی سمجھوں گی۔ نرملہ نے ساٹ آڈیز میں کمال میں سے کو محض اسی شخص سے فون کیا تھا کہ میرے قہقہے سلسلے آپ آئندہ جو بھی انجام کریں اس کا علم میرے اور آپ سوا کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔

”کیا مشر آندہ کو بھی نہیں پتا ہے میں نے نرملہ کو اپنے منجید کیسے پوچھا۔

”آندہ کو بھی کسی بات کی ہوائیں لگنا چاہیے تھیں بھی عقارت سے جواب بایا گیا پھر اس کے ساتھ ہی وہ جانب سے سلسلہ قطع کر دیا گیا۔ مجبور میں نے بھی دبیر کر ٹیل پر رکھ دیا۔

مجھے نرملہ کے فون سے خوشی ہوئی۔ اس لیے کہ دفتر باط کا ایک اہم درہاب پروری طرح میرے قہقہے وقت کی کوٹ سے سرتق میں بے حد سازگار رہی تھی کل ایک آندہ کار میری موت کا خواب تھا لیکن اس کے پیش نظر اسے میری زندگی کی ضرورت تھی۔ جاگرو تو میرے خلاف اب کوئی سخت قدم نہیں اٹھا سکتا۔ لے کر میں نرملہ کو کہیں لٹا رہا تھا اور اس لیے بھی کہ پروری طرح میری مصلیٰ میں تھی۔ نرملہ جو آندہ کار کے رگ قحی اور اس کے پاس بے شمار ایسے راز بھی محفوظ تھا انہما آندہ کار کی تمام ساکھ اور شہرت کو ایک لے میں ملا سکتا تھا۔

اسی رات مجھے آندہ کار نے فون کر کے ایک نئی دی اس کے بیان کے مطابق باندے لال حالات میں

”جنگوں کو کیا پایا ہی ہو؟۔ ہمت سے کام لے کر میرے مشر آندہ میں نے اسے دلا سرتے ہوئے کہا کہ خدا جی کرنا ہے اس میں انسان کی کوئی نہ کوئی جھلائی ضرور ہوتی ہے۔

”مجھے ان ملک حرام ہنک لال سے ایسی غذا دی کی امید نہیں تھی۔ آندہ کار کو موٹ کٹنے ہونے پر لالہ اگر مجھے پلے ملے ہوتا کہ وہ اس حد تک کر سکتا ہے تو میں اسے گامی مار دیتا۔ جو شخص لوگوں کے کاروبار میں ٹوٹ ہراس سے شرافت اور ملک ملامی کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔

”کیا مطلب ہے آندہ کار میرا جواب سن کر چپکا۔

”یہ مشر روپے کہ جب تک عدالت اس کیس کا کوئی آخری فیصلہ صادر نہ کرے آپ باندے لال کے سلسلے میں اپنا رویہ اگر حسبِ اپنی ذہانت نہ بھی لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ دوسری شکل میں اس کی زبان کھل گئی تو صورت حال اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔

میرا بعد عمل زیادہ کاری ثابت ہوا۔ آندہ کار اس طرح حیرت سے مجھے گھونٹے لگا جیسے میں نے اسے کوئی سنگین مجرم کرتے ہوئے دنگے یا قتلوں کو قرار دیا ہے جو جواب میں وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں اسے ششدر چھوڑ دیا۔ آگے بڑھ گیا جہاں میرا زیادہ میری راہ دیکھ رہا تھا۔

اور پھر میں کھانے کی میز پر بیٹھا درخشش کو حالات کی تفصیل بتا رہا تھا کہ ملازم نے مجھے گامی نرملہ کے فون کی اطلاع دی تھی میں نے اپنے ذہان سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ عدالت کے فیصلے پر اسے فوری طور پر کاغذات کی خانہ دہری کے بعد ضمانت پر ملا کر دیا گیا تھا۔ مجھے آنی جلدی نرملہ کی جانب سے رابطہ نام کیے جانے کی توقع نہیں تھی چنانچہ جب ملازم نے مجھے فون کی اطلاع دی تو میں درخشش سے معذرت کرتا ہوا تیزی سے باہر گیا جہاں کر ٹیل سے وہ رکھا ہوا دبیر میری راہ تک ملا تھا۔

”ہیلو۔ جمال اسپیکنگ۔ میں لیسو اٹھا کر کہا۔ ”نرملہ دوسری جانب سے نرملہ کی آواز سنا دی۔ میں

آپ کی شکوہ گزار ہوں میں سوال کہ آپ نے۔۔۔ میں آپ کو بلانی کی مبارکباد پیش کرتا ہوں گامی نرملہ میں نے اس کی بات پروری ہونے سے پیشہ کیا۔ اور آپ کو قہقہیں دلاتا ہوں کہ موجودہ کیس سے بھی آپ کو باعزت طور پر بری کرانے کی پوری کوشش کروں گا۔

”مجھے آپ پر اعتماد ہے۔ نہ نرملہ سے جواب دیا۔ آندہ کار کے

کی فانی پر موجود تھا جس نے کامی نرملہ کو بچانے میں میری بے حد مدد کی۔ لیکن کی گندی طاقت بھی میری پشت پناہی کر چکی تھی اس لیے میری سب سے کامی نرملہ کو بچا اس ہزار روپے جرمانہ اور "نا برخواست عدالت کی عملی سزا نے کو معاف کر دیا۔ اس روز جب وہ عدالت سے بری ہو کر میرا ہی تو اسے خوشیں ہونا چاہیے تھا لیکن وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی نظر آ رہی تھی۔

"نرملہ دلیری میں آپ کو معقول رقم لال کے نقل کے جرم سے دہائی پانے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں میں نے نرملہ کو مبارکباد پیش کی تو اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ برپا تب سہم بھرا آیا۔

میرے آپ کی کوششوں کا نتیجہ یہ مشہور حال ہے۔ اس نے بھید گتے کما تے ہیں آپ کا یہ احسان زندگی کی آخری سانسوں تک یاد رکھوں گی۔ آپ نے ممکن ہو ممکن بنا دیا ورنہ مجھے اپنے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔

آپ کو میرے بچانے مرحوم ہائے لال کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے حقیقت کا انکشاف کر کے میری شکل میں کر دی۔

ہائے لال کی موت کا مجھے بے حد افسوس ہے۔ کامی نرملہ نے جرم کا ثبوت ہرے کما۔ اس کی گناہوں پر پشیمان ہو کر میری تو میں نے اسے ٹوٹنے کی خاطر ہی زبان میں یاد دلایا۔

"آپ شاید بھول گئے ہیں نرملہ دلیری ہائے لال نے اگر مقتول رام لال کے ساتھ اس کی ناپاک سازش میں امانت کی ہوئی تو۔"

ترانے لال کی جھک کوئی دوسرا ملزم لیتا۔ نرملہ نے میرا جملہ کاتے ہوئے تیزی سے جواب دیا تو میں چونکے بغیر نہ سکا۔

"میں آپ کا اشارہ نہیں سمجھ سکتا؟"

"مجھے یقین ہے کہ آپ آئندہ کادل مجھ سے الٹا چکا ہے۔ نرملہ کے لیے میں نفرت کے ساتھ ساتھ انتقام کا جذبہ بھی شعل تھا۔

"ہو سکتا ہے بعض آپ کا دہر ہو۔"

"اس کا فیصلہ بھی بہت جلد ہو جائے گا کہ کرن مٹھی پر ہے۔ نرملہ نے سناٹا آواز میں جواب دیا پھر دوبارہ جڑی گرم خوشی سے میرا شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔

آئندہ کار نے بھی شکریے کے ساتھ مجھے اپنی وفاداری اور سب کا بھرپور یقین دلایا تھا۔ میں بکری سے حویلی واپس آیا تو بے حد خوش تھا۔ درخشش نے میری کامیابی اور نرملہ کی دہائی کی خبر سن کر تودہ بھی خوش ہو گئی۔ وہ دعوت تھی اس لیے دوسری عورت کی پریشانی سے نجات کی خبر سن کر سکون آ گیا۔

وقت کی بساط پر حالات نے جو پانچ تبدیل کیا تھا۔

اس کی تمام تر وفاداری بگنی کے سر قحی جس کے آجلنے سے میرے تمام دشمن میدان سے بھاگ گئے تھے میرے اب راتے صاف تھے اب حویلی سے نکلے ہوئے مجھے اس بات کا خطرہ لاحق نہیں رہتا تھا کہ زندگی میں میں بھوسہ پڑتا اور بھاری اپنے دھرم کی آواز لے کر مجھے موت کے گھاٹ اٹھانے کی خاطر اسے میں نہیں چھینے ہوں گے۔ زندگی ان دنوں بڑے چین اور آرام سے گزر رہی تھی۔ جبکہ اور کیکاش کو بھی یقین آچکا تھا کہ اب میری اور درخشش کی شادی کے سلسلے میں مخالفین دوبارہ اپنا سر نہیں اٹھا سکیں گے۔ میرا اپنا اندازہ بھی یہی تھا کہ کپہہ دہلے ناکامیوں اور ادم پر کاش اور رام لال کو کھڑے کرنے کے بعد میرے دشمنوں کا زور ٹوٹ چکا ہوگا لیکن یہ ہماری خوش فہمی تھی۔

میرے دشمن جو بھی کے اب ایک منظر عام پر آجملنے سے لگا کر میرے راتے سے ہٹ گئے تھے مجھے بھولے نہیں تھے اندری اندہ خود کو منظم کر رہے تھے خوف ناک منصوبے بنائے تھے ان کے اوپر کس قدر دھوکہ اور دھماکا تھے اس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پنڈت گنیش سماراج اور اس کے گروں نے میرے اور درخشش کے درمیان صلح حاصل کرنے کی خاطر اندری اندہ کتنی خطرناک اور گہری سازشیں کھڑی کرنا شروع کر دی تھیں۔ آج بھی جب مجھے وہ باتیں یاد آتی ہیں تو میرے سر پرے دنگے الف ہوجاتے ہیں۔ یہ حال اب میں انحصار سے گانے کہ اپنی داستان کو سننے کی کوشش کروں گا۔

دیوان جی بھولنے نے میری خاطر اپنا گھر بھونک بھونک بھونک بڑی تیزی سے روبرو صحت ہو چکے تھے۔ میں نے ان کی فاداری اور خدمات کے کافی اہل ایک دوسرا مکان خرید دیا۔ میں دیوان جی کی خاطر جو کچھ بھی کرتا وہ تم تھا اس لیے کہ انھوں نے منہ نہ منوں پر اپنی جان جو ہم میں ڈال کر مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا۔ میری خاطر اور حالات کو سب کرنے کے اور اسے انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بھروسے گھر کو آگ لگا دی تھی۔ نرملہ کو بھونکے شعلوں میں ڈال کر بھسا ڈالا تھا، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید واقعات کا رخ کچھ اور ہوتا لیکن دیوان جی کی ذہانت اور دلیری نے پانسہ پلٹ دیا تھا۔ میری زندگی کی خاطر انھوں نے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی اور اسی داؤ پر مجھ میں وہ اپنے رفیق دلاور مرزا کو بھی کھو بیٹھے تھے۔ لیکن چارچی دیوان جی اور مرحوم دلاور مرزا کی کوششوں کی وجہ سے میری مدد پر آمادہ ہوا تھا۔ غرض کہ دیوان جی کی قربانیاں اور قربانیاں میرے سر میں بے شمار تھیں اور اگر میں یہ کہوں کہ دھجے باطل اپنی اولاد کی طرح عزت دیکھے تھے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

میں دیوان جی کی عبادت کیلئے بڑے سونے استیصال بایا کر اپنا تمام دن بھی میں حسب معمول تیاری کر رہا تھا کہ درخشش نے بھی میرے ساتھ چلنے کی فراہم کر دی۔ میں نکلے بھینے کی ہتھیر کی کوشش کی لیکن درخشش نے کسی طرح میری بات نہیں مانی وہ برقیہ پر دیوان جی کی مزاح پر کسی کی خاطر میرے ساتھ چلنے پر بھنہ تھی اس خیال سے کہ اب حالات بہتر ہو چکے ہیں اور درخشش نے ایک عرصے سے حویلی کے باہر قدم نہیں اٹھا میں اس کے اصرار کے آگے مجبور ہو گیا۔ اور وہی میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی جس کی خاطر میں آج تک بچتا رہا ہوں کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ درخشش کو زندگی کی حالت میں حویلی سے باہر لے جانا میرے لیے زندگی کا ایک رشتہ ہرانا سوہنہ چلنے کا تو میں کسی حال میں بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جاتا لیکن تمہارے میں جو دم کیا جا چکا ہوگا بھولے بھلا کون دیکھ سکتا ہے۔

کیکاش کے بیان کے مطابق دیوان جی پوری طرح صحت مند ہو چکے تھے اور انہیں استیصال سے گھٹنٹھ کیا جا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ دیوان جی کچھ دن اور آرام کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

یہ حال جب دیوان جی نے درخشش کو میرے ساتھ دیکھا تو ایک لمحے کو وہ بھی خوشی سے نہال ہو گئے۔ کیکاش نے درخشش کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا لیکن اس کی وجہ تو یہ تھی کہ کھنے سے گریز کیا۔ ہم فرضی دیر تک دیوان جی کے پاس رہے۔ پھر درخشش نے استیصال کا تفصیلی جائزہ لینے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیکاش اسے اپنے ساتھ لے گیا میں دیوان جی کے پاس ہی بیٹھ رہا۔

"جہاں میں آپ نے بیگ صاحب کو ساتھ لاکر اپنا چھپنا کیا؟"

درخشش اور کیکاش کے جانے کے بعد دیوان جی نے غصہ کی سے جواب دیا۔

"میں نے درخشش کو روک کر کیا تھا لیکن وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئی چنانچہ حالات کے پیش نظر۔"

"میں سہارا۔ دیوان جی نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ آپ کو دور اندیشی سے کام لینا چاہیے۔ دشمن کو قید بھننا میرے نزدیک سب سے بڑی حماقت ہے اور جہاں ناپاک اور گندی قوتوں کا عمل دخل ہو دیوان تو انسان کو بہت

چھوٹا ہے۔ آپ کو قدم اٹھانا چاہیے۔"

"میں آئندہ احتیاط رکھوں گا۔"

میرا بھی یہی مشورہ ہے چھوٹے سرکار کہ جب تک آپ

کی حویلی میں خوشی کے شادیانے نہ بج جائیں آپ کو ہر طرح سے محتاط رہنا چاہیے۔"

کیکاش کا خیال ہے کہ آپ اب گھر جاسکتے ہیں میں نے گفتگو کو خارج ہونے کی خاطر ایک پھر دیوان جی کے چوسہ پر ابھرنے والے تاثرات دیکھ کر جلدی سے بولا۔ آپ نے میری خاطر اپنے جس گھر کو آگ لگا دی اب دوبارہ وہاں آپ کا جانا مجھے پسند نہیں چنانچہ میں نے آپ کیلئے حویلی سے قریب ہی ایک دوسری رہائش گاہ خرید لی ہے۔"

میں خادم ہوں جہاں میںاں۔ دیوان جی شدت جذبات سے مغلوب ہو کر بھڑکی ہوئی آواز میں بولے۔ آپ کی خاطر اگر میری جان بھی کام آجائے تو میں اسے اپنی خوشنفسی سے بھریں گا۔ آپ نہیں جانتے، بڑے سرکار کے جو احسانات مجھ پر ہیں وہ بے شمار ہیں شاید میں مر کر بھی ان احسانوں کا بدلہ نہ چکا سکوں گا۔"

کچھ حساب دل میں بھی ہوتے ہیں دیوان جی نہیں بڑھم بے میں جواب دیا پھر موضوع بدل کر بولا۔ میں لیکن کو اس کی خدمات کے عوض کچھ رقم دینا چاہتا ہوں۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟

"جو کچھ اسے ادا ناپاک عمل کرتے ہیں ان کی ذہنیت بھی بے حد گندہ نا اور غلیظ ہوتی ہے۔ دیوان جی نے کہا۔ آپ سے پیٹھ میرے ذہن میں بھی یہی خیال آیا تھا کہ لیکن چارچی کو معنی گرم کر دی جائے۔ بندہ کام کا ہے اور چاہے وہ منوں کو ٹھکانے بھی لگا سکتا جو ہمارا جینا حرام کیے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے خوش کرنے کی خاطر ذکر چھڑا رکھی تھا لیکن اس نے سختی سے انکار کر دیا۔

"کیوں؟"

"مجھے اس کا انکار اس کو حیرت ہوئی تھی لیکن اس کے خون میں شاید شرافت کے دو چار قطرے ابھی باقی ہیں۔"

دیوان جی بولے۔ میں نے رقم کا نام لیا تو وہ دلا دلا کر بولے کہ کھانے لگا پھر کھانے لگا کیسی بات کرتا ہے بارشماز، میں بھلا اپنے لنگوٹیاں ہار کے ہمنوں کو ٹھکانے لگانے کے نام

کھوسے کروں گا۔ ذات کا چار ضرور ہوں لیکن اتنا بھلا بھی نہیں کہ دوست کے کھن کا مول تول شروع کر دوں۔

"چیر چیر۔ میں کسی رسمی طور تو اس کی خدمات کا امتزاج کرنا ہی ہوگا۔"

"میں ذرا استیصال سے سکون تو چر کچھ سوچ لوں گا۔"

"پنڈت گنیش اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں جگہ بیکار کیا خیال ہے؟ میں نے کچھ توقع سے دریافت کیا۔

”میں نے اس سلسلے میں بھی بچگی کو کر دیا تھا۔“
”چھر؟“

”اس کا خیال ہے کہ مجھے دہشتوں نے خود کو دیوی و پوتیوں کے نام پر کسی منڈل میں چھپا رکھا ہے لیکن وہ مجھے ہی نظر آئے گا واد کی باہمی ان کا تہنہ نہ کرے گی۔“
”جادو کی باہمی؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔ یہ کیا بلا ہوتی ہے؟“

”مغلی کرنے والوں کا سب سے خطرناک حملہ یہی باہمی ہوتی ہے۔ دیوان جی نے کہا پھر سکا کر بولے۔ ہانکے لال کی موت ہی کو لے لیجیے۔ لیکن نے بس ایک سفید رنگ کے کچے دھلگے پر کوئی پلیدہ جڑ منتر چھو کہ کسے رات کے وقت سونے میں ہانکے لال پر ڈال دیا تھا۔ نتیجہ سامنے ہے ذرا سا دھاگہ ہانکے لال کے جسم کا سارا خون چٹ کر گیا اور باہرین ابھی تک سرخ رہے بیٹھے دھاگہ ٹوٹا ہوا ہے۔ میں نے بچپن کے کالے کا تو کوئی منتر ہی نہیں دیا تھا۔ ہوا البتہ جاں دھانی چیزیں موجود ہیں وہیں ان شیطانوں کی وال نہیں گل پاتی۔“

”کیا کاش اور درخشاں ہشتے بولتے ہستیاں کے معاملے سے واپس لوٹے تو مجھے درمیان گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ درخشاں بے حد خوش اور مسرور نظر آ رہی تھی کیلاش اور ڈاکٹر عارف بہن کا ڈیڑھ گھنٹہ کی خاطر باہر نکالے درخشاں گاڑی میں بیٹھ گئی تو کیلاش نے مجھ سے سرگرمی کرتے ہوئے کہا۔“

”مجھے تم سے اس عاقبت کی توقع نہیں تھی۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“

”انہیں بھائی کو حویلی سے باہر نہیں نکالنا چاہیے تھا۔“

”لیکن۔۔۔۔۔“

”ابھی نہیں۔ کیلاش نے تیزی سے کہا۔ تمام تر تفصیل سے بات ہوگی۔“

اس خیال سے کہ درخشاں کو شبہ نہ ہو کہ ہم اس سے چھپا کر کوئی گفتگو کر رہے ہیں میں نے اس بات میں سرکھنڈ سہی جنبش دی چھ گاڑی میں بیٹھ کر حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ بظاہر بخود کو داخل ثابت کرنے کی خاطر میں درخشاں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا مگر نہ جانے کیوں مجھے بھی بڑی شقت سے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ میں نے درخشاں کو حویلی سے باہر لائڈ انش مندی کا ثبوت نہیں دیا۔

”میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت کسی گہری سوچ میں

موت کے سوداگر کے خالق

اقلیم علیم

کے قلم سے لکھی گئی

پہلی سلسلے وار طلسماتی کہانی جس نے

مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کئے

ناگ بھون

ایک پراسرار اور ایڈوچر کہانی انتقام پر مبنی ہوئی ڈرامائی ناٹکوں جلی کاری، ناگ رانی کے طلسماتی تصادم میں گھرنے کے بعد ایک نئی زندگی حاصل کرنے والے محمد سلطان خان کی لڑخیز کہانی جو اقلیم علیم نے اسی کے الفاظ میں قلم بند کی ہے۔

دو جلدوں میں مکمل

قیمت: حصہ اول = 150/-

حصہ دوم = 150/-

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

نق ہیں۔

”آں نہیں تو ہمیں نے جلدی سے سرکھنے سے کیا نہیں

پہنیاں کیے آگیا؟“

”میں دیکھ رہی ہوں کہ محبت سے کرتے کرتے کھو جاتی ہیں

”دہم ہے تھکا۔ ورنہ اب تو ہوا وار استہ باکل صاف

ہو گیا ہے۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو۔“

”کیا مطلب؟ میں چونکا۔ کیا تمہیں میری بات کا یقین

نہیں ہے؟“

”بات یقین کی نہیں دہم کی ہے جمال۔ درخشاں نے

اس بارگہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ آپ ان

نہایت بجا باتوں اور ان کے جابجواب منتروں سے اتنا واقف

نہیں جتنا میں ہوں۔“

”میں سمجھتا ہوں؟“

”یہ شیطان ایک بار جس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں

مرنے دم تک اس کا بھی نہیں چھوڑے۔“

”اور تم نے یہ بھی ضرور سنا ہو گا کہ ہر دہم میں ہر فرعون

کے لیے ایک موسیٰ ضرور ہوتا ہے جو اس کے غرور کو خاک میں

ملا دیتا ہے۔ اوم پرکاش اور دم لال کا کیا انجام ہوا تم نے بھی

جانتی ہو۔“

”خدا کرے کہ ان کا غرور خاک میں مل جائے اور وہ ہمارا

بھی چھوڑ دیں۔“

”ایسا ہی ہو گا۔ لیکن تمہیں اچانک اس وقت ان باتوں

کا خیال کہاں سے آگیا۔“

”ہستیاں میں میری ملاقات لیڈی ڈاکٹر گفتگو سے

ہوئی تھی۔ درخشاں نے کہا۔ اس نے مجھے دیکھ کر ایک عجیب

بات کہی ہے۔“

”کیا؟“

”میں ہونے والے دنوں کے حسین خواب دیکھ رہی ہوں

اس کی سیرالائی ہو گئی۔“

”درخشاں۔ میں تمہارا چھوڑ دیتی ہوں۔“

پاتے بنے بولا۔ جس وقت تمہاری ملاقات لیڈی ڈاکٹر

سے ہوئی اس وقت کیلاش کہاں تھا؟

”وہ ایک مریض کو دیکھنے اس کے کمرے میں چلا گیا تھا۔“

”تم نے کیا کہا بتایا ہے اس لیڈی ڈاکٹر کا؟“

”گفتگو کیوں؟“

”میں بھی وقت اس سے مل کر کھانے کے لیے نہیں تھیں

سے رابرت کروں گا۔“ میں نے ہاتھ لیے میں جواب دیا۔

”حویلی پہنچ کر درخشاں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے

نواب گاہ میں چلی گئی تو میں نے ایک ٹیبلٹ کے بغیر فون

اکھاڑ کر ہستیاں کے مندر آئی کہنے شروع کر دیے لیڈی ڈاکٹر

تکسنت کا نام میں نے درخشاں کی زبان سے پہلے ہی سنا تھا

جہاں تک سے علم میں تھا۔ ہستیاں میں اس نام کی کوئی ڈاکٹر

نہیں تھی اور اگر تھی تو اسے کمر آؤ کم درخشاں سے پہلے ہی

ملاقات میں ایسی خبر دے داری کی بات نہیں کہی جاتی تھی۔“

”میلو۔ دوسری جانب کیلاش کے بجائے کسی اجنبی

نے فون کر لیا کیلاش اب اس وقت کیلاش اپنی میٹ پر

سجود نہیں تھا اور ہستیاں کے کسی ٹیبلٹ نے میری کال دیکھ کر

نی تھی۔ مجھے کیلاش سے بات کرنا ہے۔“ میں نے کہا۔

”آپ فانا حویلی سے بات کیسے ہیں؟“

”بس۔ جمال اسفند۔ میں نے اپنا نام بھی بتا دیا۔“

”مجھے یقین تھا کہ تم حویلی پہنچے ہی فون ضرور کرو گے۔“

”دوسری جانب سے جس نے ٹیبلٹ اور بے پروگی سے جواب

دیا گیا وہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ ہستیاں کے کسی دوسرے

ٹیبلٹ سے میری کوئی بے تکلفی نہیں تھی اور کیلاش کی آوازیں

لاکھوں میں بچان سکتا تھا۔ پھر وہ کون تھا؟

”کون ہو تم؟ میں نے سختی سے دریافت کیا۔“

”میں ہو کوئی بھی ہوں لیکن تمہارا دوست نہیں ہوں۔“

اس بار گفتگو سے لگا کر مجھے معلوم ہے کہ تم نے فون کرنے کی

دعوت کیوں اور کس لیے کروا دی ہے اور تم کیلاش سے کیا مسئلہ

کرنا چاہتے ہو؟“

”تم۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔“

”جھٹکنے کی کوشش مت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ اس

وقت تم اعلیٰ طور پر خود کو بے حد کمزور محسوس کر رہے ہو گے۔“

”دوسری جانب سے کھڑی ہو کر۔ انداز میں جواب ملا۔“

”اطلاع کے لیے بتاؤں کہ ہستیاں میں لیڈی ڈاکٹر گفتگو نامی

کسی ڈاکٹر کا کوئی وجود نہیں ہے۔“

”تم کوں ہو اور تمہیں ان باتوں کا علم کیسے ہو گیا ہے؟ میں

وفا میں پوچھ بیٹھا۔“

”میں نہایت گنیش عمارت کا ایک بیوک ہوں مگر میں نے اور

تمہیں صرف اتنا بتا دیا تھا کہ میں نے کمرے کے باہر رانی کو حویلی

سے باہر لا کر ہماری کھنڈیوں کو دوڑا دیا۔ ہم اس لیے تھے

شکوہ گزار ہیں اور تمہیں یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ گفتگو رانی

نے تمہاری بیٹی سے جو کہا ہے وہ غلط نہیں ہے تم جو بنیاد دیکھ

بہ ہودہ کبھی پورا نہیں ہوگا اور یہ بات بھی دھیان میں رکھنا کہ ہم پنڈت اوم پرکاش اور پجادی رام لال کی موت کو بھولے نہیں ہیں۔

”تم کیا چاہتے ہو؟“

”ہم چاہتے تھے وہ پورا ہو گیا مگر اس کی بات انہیں سننے والا نہ تھے گا اور اس بات کو کبھی گروہ میں باہر کو ہم بھاری زندگی کی آخری سانس تک انتظار بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ہم انہیں ایسی برکت ناک سزا دیں گے جو انہیں ساری زندگی بے چین رکھے گی اور....“

اور میں نے دوسری جانب کی جانب اشارے والی جگہ سننا مناسب نہیں سمجھا میرے ذہن میں بے شمار غلطوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ میں نے جو بڑھکھٹے تھے وہ کیکاش کے سوا کسی اور کے نہیں تھے اور کیکاش کے فون سے جو گفتگو مجھ سے کی گئی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسپتال کے اندر کوئی گری سائزیشن پوری طرح سے اپنا جال پھیل چکی ہے اور اگر میرا اندازہ ٹھیک تھا تو پھر کیکاش اور دیوان جی کی زندگیاں بھی خطے میں تھیں۔

اگر میں نے جلدی میں غلط نمٹ کر کھٹا دیا تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے تھے اور وہ شخص کون تھا جو میرے لیے میں نے غصے سے اس قتل جانتا تھا؟ کنگشا کا نام بھی اس نے خود ہی لیا تھا اور اس کے علاوہ اس نے جو باتیں مجھ سے کی تھیں وہ کسی اجنبی کے علم میں کیے آسکتی تھیں؟ پنڈت اوم پرکاش اور رام لال کا خوالہ بھی میرے دہان خون کو تیز کر دینے کے لیے بہت کافی تھا۔

میں چند لمحے بہت بنا کھڑا اپنے دل کی دھڑکنوں کو شمار کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے وہ وارہ ریسورڈ اٹھا یا اور نہایت احتیاط سے کیکاش کے فون کو گھٹانے لگا دوسری جانب گھنٹی کی آواز ابھری تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں پھر کیکاش کی آواز آواز میرے کانوں سے غارتی۔

”ہیلو — کیکاش اسپیکنگ“

”ہم۔ میں۔ میں جلال پور ہوں“

”مجھے بتائے ہی فون کا انتظار تھا؟ کیکاش نے کہا۔“

”اگر تمہارا فون آتا تو میں بھاری خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کرتا“

”کیوں؟ میں نے جانتے ہوئے پوچھا کیا انہیں میری طرف سے کوئی خطہ لاسن ہے؟“

”دونوں بی سلی۔ حافط کی باتیں مت کرو۔ کیکاش

تیزی سے بولایا کسی کی خیریت پوچھنے کے مطلب تو ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے کوئی خطرہ درپیش ہے البتہ میں ایک بار پھر تم سے آنا ضرور کروں گا کہ تم نے بھائی کو ساتھ لاکر بھی نہیں کیا؟“

”کیکاش میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا کیا؟“

”تم کسی لڈی ڈاکٹر کنگشا سے واقف ہو؟“

”کنگشا کنگشا.... نہیں میں آج پہلی بار یہ نام اس رہا میں مگر تمہیں کسی لڈی ڈاکٹر کی....؟“

”تم کچھ دیر پہلے کہاں تھے؟ میں نے کیکاش کی بات کاٹنے ہوئے دوسرا سوال کیا۔“

”انہیں نصحت کرنے کے بعد سے میں بیس اپنے کمرے میں موجود ہوں لیکن....“

”کیکاش انہیں ہے کہ تم وہاں میں کسی مریض کو دیکھ رہی نہیں تھے؟“

”میں ایک لمحے کو بھی اپنی سینڈل سے نہیں اٹھا لیکن بات کیسے تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟“

”ایک اہم بات اور بھی ہے۔ کیا درختال جس وقت تمہارے ساتھ اسپتال کا رونا لینے گئی تھی تم اس کے ساتھ تھے یا کچھ دیر کے لیے اس سے دور بھی ہوئے تھے؟“

”جہاں آخر بات....؟“

”میرے سوال کا جواب دیکھنا۔ میں نے جھلپتے ہوئے کہا۔ کیا تو درختال سے کچھ دیر کے لیے علیحدہ ہوئے تھے؟“

”ہاں۔ لیکن میں وہ منٹ کے لیے یہ کیکاش نے مجھ سے جواب دیا۔ ایک مریض کی حالت اب تک بگڑ گئی تھی اسے دیکھنا ضروری تھا مگر کچھ تباہ تو سہی تم اس بات کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو؟“

”تم جس وقت اپنے مریض کو دیکھتے تھے اسی وقت لڈی ڈاکٹر کنگشا نامی ایک عورت نے درختال سے ملاقات کی اور اسے باور کرائے کی کوشش کی کہ وہ اولاد کے سلسلے میں جو جواب دیکھ رہی ہے اس کی تعبیر لاشی ہوگی۔“

”لیکن اسپتال میں اس نام کی....“

”محض مومنٹ پیشتر میں نے تم کو فون کیا تھا لیکن اس وقت کسی دوسرے شخص نے کال ریسپونڈ کی تھی۔ میں نے دھڑکے ہوئے دل سے کیکاش کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا پھر نام باتوں کی تفصیل دہرا چلا گیا۔“

”بھائی اس وقت کہاں ہو؟ کیکاش نے تفصیل معلوم ہونے کے بعد مجھ کے سے دریافت کیا۔“

”اپنی خواب گاہ میں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے

تھی ہے۔“

”تم بھائی سے فون والی گفتگو کا تذکرہ کرنے کی حافطت نہ رکھنا۔ میں فوراً آ جا ہوں۔“

دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ میں نے آہستہ سے ریسورڈ اس کے ہڈی پر رکھا پھر تھکے تھکے انداز میں سر پکڑ کر قریب رکھی ہوئی آدام کرسی پر بیٹھ گیا۔

میری ایک ذرا سی غلطی نے میرا سارا سکون برا کر ڈالا تھا۔ کیکاش نے میرے بلے ہمارا پر قریب جوار کے تمام اسپتالوں میں چھان بین کر لی لیکن کنگشا نام کی کوئی لڈی ڈاکٹر وہاں بھی نہیں مل سکی کیکاش اور کیکاش دونوں کا خیال تھا کہ درختال نے جو واقعہ مجھے سنایا ہے وہ محض اس کے ذہن کی پیداوار ہے لیکن ہے وہ اس طرح سے مجھے قبل از وقت ہی انیویشن سننے والے حادثہ کیلئے تیار کرنا چاہتی ہو۔

جہاں رہا تیس حصے سے زیادہ ہوں اور محبت عشق کی حدیں کو پار کر کے جنون کے علاقوں میں داخل ہو جائے وہاں فریقین ایک دوسرے کی خاطر اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا لیتے ہیں۔

ایک دوسرے کے درد کا دریا بن جانا تو بڑی معمولی بات بنتی ہے۔ لیکن اگر کیکاش اور کیکاش کا خیال درست تھا تو بھی میری پریشانی تم نہ ہو سکتی جس نے ان دونوں سے ان کی پیش کردہ دلیل پر کوئی بحث نہیں کی مگر یہ بھی تسلیم کر لینا پڑا تھا کہ بات نہیں تھی کہ درختال نے محض سیر مستقبل کے سکون کو برقرار رکھنے کی خاطر یہ حال کے زخموں پر پشتر لگا کر انہیں ماسور بنانے کی کوشش کی ہوگی۔

وہ بات اگر میری زندگی سے متعلق ہوتی یا درختال نے اپنے باپ سے کسی خدشے کا اظہار کیا ہوتا تو میں ممکن تھا کہ لڈی ڈاکٹر کنگشا والی بات کو دل کا بھلا دھوکہ سمجھ کر قبول کر لیتا لیکن درختال نے جو بات کہی تھی وہ ہم دونوں کی مشترکہ خوشیوں اور مسرتوں سے متعلق تھی میں باپ تھا لیکن وہ اس شخص والی تھی اور دنیا کی کوئی ماں اپنے ہونے والے بچے کے بارے میں ایسے الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکال سکتی پھر میں کیکاش اور کیکاش کی بات بھلا کس طرح مان لیتا۔

ان دونوں کوئی کے اندام میری اور درختال کی حیثیت کے لیے کہ ان اداکاروں سے مختلف تھیں تھی جو اپنا اپنا کردار اپنی مرضی کے خلاف بھی ادا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہم دونوں اسپتال سے واپسی کے بعد سے اپنی اپنی جگہ بلے حد پریشان تھے لیکن جب ایک دوسرے کے سامنے آتے تو نظر ہر سانس میں ہوتا جیسے ہر لمحہ سے آزاد ہوں درختال میری خوشی

کی خاطر اپنے ہونٹوں پر بہتر بکیر لیتی اور میں اسے ہنسا سکتا دیکھنے کی خاطر اپنے علم کو سینے کی گڑبڑوں میں چھپا کر دنیا جہاں کی زنجیروں کے نفعے کمانا لے لے بیٹھا لیکن ایک منٹ ہی تھی جو ہم دونوں کے وجود کی گڑبڑوں میں چھپا ہوا بن کر چھو رہی تھی۔

دس دن تک میں شب و روز پریشان رہا پھر میں نے دلوان جی کو جوہر دور قبل ہی اسپتال سے منتقل ہو کر اپنے بے گھر بن گئے تھے۔ بلا بھیجیلاہ ملازم کے ساتھ ساتھ ہی آگئے۔ ان کی سخت پہلے کے مقابلے میں کچھ کم ہی نظر آ رہی تھی لیکن پھر پورہ ہی رعب و بدہ موجود تھا جو ماضی کے خان شہزاد خان کا نا صحت تھا۔ آنکھوں میں سرخی مائل دلیسی ہی جگمگاتی تھی عموں کر کے کبھی ان کے خالصین کے چہرے پانی پر جوبیا کرتے تھے۔

ملازم کی اطلاع پر میں ملاقاتی کمرے میں پہنچا تو دلوان جی وہاں میری راہ دیکھ لے رہے تھے میں نے غمی تھیکے بغیر انہیں اپنی پریشانی کی وجہ بتائی تو دلوان جی کے چہرے پر بھی غمناک کیفیت چھیل گئی۔ ہونٹ کو کو اتوں تلے وہاں سے دو چاند لے کر گری گئی

میں طرف سے پھر دھم آواز میں بولے۔

”چھوٹے سرکار! اپنے درختال بی بی کو کوئی سے باہر لے جا کر اچھا نہیں کیا؟“

”وہ تو جوہر تھا پھر کیا۔ یہ سوچئے کہ اب کیا کرنا ہے میں معلوم ہونا چاہیے کہ لڈی ڈاکٹر کنگشا کا راز کیا ہے اور وہ شخص کون تھا جس نے کیکاش کے نمبروں پر مجھ سے تفصیلی گفتگو کی اگر ہم دونوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے لے تو بات نہیں بنے گی اور ہو سکتا ہے کہ ہم نے دشمن اپنے ہاتھ مضمونوں میں کامیاب ہو جائیں۔“

”بات اگر مردوں کی ہوتی چھوٹے سرکار! تو آپ کا یہ نیک حلال ایک ایک سے ٹٹ لیتا لیکن ہمارا پالا زخموں سے چڑ گیا ہے جو سامنے آگرا دھل کر مارنے کے بجائے اپنی کالی قاتلوں کو آزا لے رہی ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ جیجی اس سلسلے میں ضرور ہماری مدد کر سکتا ہے۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔“

”صرف سوچنے سے کام نہیں چلے گا۔ میں نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ میں خود ہی طوط پر کوئی جوابی کارروائی کرتا ہوگی۔“

”آپ خود کریں جہاں میاں خدا جو کرنا ہے اس میں نشان

کی کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور ہوتی ہے۔ میں آج ہی جگن کو تلاش کرتا ہوں اور اسے پہلی فرصت میں گھسیٹ کر لیے آتا ہوں آپ کے پاس۔

دیوان جی مجھے بتائیے کہ چلے گئے ہیں وہاں سوہیل میں آگیا جہاں درخشاں اور جیکب ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے شکر کر رہے تھے۔ جیکب کب کر جائے وہاں آیا مجھے اس کی اطلاع کوئی خبر نہ ہو سکی برحال میں اس کی آواز سن کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ میرا خیال تھا کہ درخشاں کو میری مصروفیت کا علم نہ ہوگا لیکن میرا اندازہ غلط تھا اس نے مجھے دیکھتے ہی پہلا سوال دیوان جی کے ہاں کیا۔

دیوان جی کی طبیعت اب کیسی ہے؟

خدا کا شکر ہے کہ اب وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں بخیر ڈی بہت کمزوری جوالٹنے دونوں دست پر پڑے لیکن سے جوڑ چھوٹ میں آگئی ہے رفتہ رفتہ وہ جی جاتی ہے گی۔

آپنے انھیں کسی خاص مقصد سے بلایا تھا؟

اود۔ ہاں۔ میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے کہا: میرا گھر کے سلسلے میں ایک اہم کام بہت دنوں سے درپیش تھا۔ میں نے دیوان جی کو بلا کر وہ کام ان کے سپرد کر دیا ہے۔

مجھے فرصت ملے تو اپنا چرکھا بھی آئیے میں پکھلینا

اس بار جیکب نے مجھے مخاطب کیا۔

کھین میری صحت کو کیا ہوا؟

اس کا درست جواب تو جوابی ہی ہے یہ سبکسی میں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ تم پہلے کے مٹھا ہے میں کچھ جھجک گئے ہوں۔

تم نے شاید میری صحت کا جائزہ اپنے آئیے میں لیا ہے۔ میں نے درخشاں کے قریب بیٹھے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

کیا مطلب ہے تمھاری اس بات کا؟

یہی کہ جوابی سلوا کی جدائی نے تمھارے ذہن پر جواثر ڈالا ہے وہ آج بھی جوں کا توں برقرار ہے۔

شاہد تھا والا اندازہ درست ہو؟ جیکب نے اپنی نشست پر جلوہ بٹے ہوئے کہا: پکھلنے آتے تو یہی اور عجز ہوتے ہیں کہ تمہاری سے نہیں بھلائے جاسکتے، بھلائی کے کرشمے کی سجا تو اندیشہ سے یاد آتے گئے ہیں۔

میرا ایک مشورہ قبول کرو گے؟

کیا؟

تم اپنے زخموں کو مند مل کرنے کی خاطر بطور موم ایک دوسری بری کی بناؤ لیست کرو ڈالو۔ میں نے سبب رچیئے

کی خاطر کہ

درخشاں جلدی سے بولی: اگر جیکب بھائی ادا ہوں تو میں ان کیلئے چاندی دھن تکا شس کرنے کا وسوسہ کرتی ہوں۔

ایسا غضب بھی نہ کرو: میں یک وقت سنجیدہ ہو گیا۔ اگر تم نے اس کیلئے چاندی دھن تکا شس کر لی تو اس کا دماغ بروقت آسمان پر ہی پہنچے گا کیسے خیال میں تو جیکب کیلئے کسی آسانی معصوب اور فزائون کی ضرورت ہے ہر شہر کا بلو بھی اچھے اچھے ادا مال کے زخموں پر وافر مقدار میں مراد بھی دکھ سکے۔

کیا مطلب؟ جیکب نے ہمدردی سے مخاطب کیا: تم نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میں اس نئی آنے والی کے پوچھنے تک نہ کر دو جاؤں۔ نا بابا مجھے معاف ہی رکھو بلکہ اگر میں یہ کسوں کی فٹو میں اچھا مال مار جیکب لندہ اور اسی بھلا تو زیادہ مناسب ہوگا: لندہ وہ تو تمہاری کے بعد بھی نظر آتے تھے: میں نے جیکب پر سوچ کی تو درخشاں بولی پڑی۔

میں بھی تو بتائیے۔ لندہ کو اسے کہتے ہیں؟

معلوم ہے استعمال ہو رہا ہے بار بار دہرا کہتے ہیں اگر عوام سے نکال کر دیکھا جائے تو دم نہ لگا نظر آتا ہے۔

درخشاں میری وضاحت پر بے اختیار ہنس پڑی لیکن نونا ہی جیکب کی دل آزاری کے خیال سے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ جیکب اس مومے پر سیر کر لو پر جلد چیت کرتے ہوئے درخشاں سے کہا۔

یوں کچھ لیجیے جی کی اگر حال کو آپسے صلح کر دیا جائے تو پھر انسان کے بجائے دم نہ لگا ہی نظر آئے گا۔

تمھاری بہت میں رہا تو میں ممکن ہے کہ بھونکنے کی بات بھی پڑ جائے۔

مجھے صفت میں کہیں گھسٹ ہے ہو۔ تم اگر بھونکنا چاہتے ہو تو بڑے شوق سے جھونک دے کوئی اعتراض نہ ہوگا: جیکب نے اس بار بھی بڑی حاد دماغی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا: اپنے کارڈ پریشن والوں سے خطر ہے کہ میں وہ نہ پکھلے جائیں۔

اسی عجیب مشورہ ہے رہا ہوں کہ جتنی جلدی ممکن ہو چلی پٹا ڈال لو۔ میں نے ہر سبب سے کہا تو جیکب لا جواب ہو کر کہنے لگا: شام کو چلے پینے کے بعد درخشاں رات کے کھانے کے سلسلے میں ملازم کو روایت دینے کی خاطر جگن روم میں چلی گئی میں وقت گزرنے کی خاطر اسٹیڈی روم کی طرف جا رہا تھا کہ ملازم نے دیوان جی کی آمد کی اطلاع دی میں فوری طور پر واپس

میں پھر ملازم کو یہ تاکید کرنے کی خاطر ایک لمے کو رک گیا میں سمجھتا تھا کہ میں کچھ نہ بتایا جائے اگر وہ ملاقات کی طرف جانے لگے تو مجھے ہر وقت اس کی اطلاع مل جائے۔

ملازم رضوی تاکید کرنے کے بعد میں لمے ڈنگ مارتا ہوں کہ ملاقات کرے میں داخل ہوا تو وہاں دیوان جی تھیں جگن جاکر کچھ کریم کے دل کی دھون آپ ہی آپ اپنی جگہ پر ہائے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے جی کو مخاطب کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

کیا آپ نے جگن کو تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے؟

میں پوری باتیں سن چکا ہوں مگر آپ نے جگن سے کہا: ہمارے سے کیا کہنا کہ میں نے وہ اپنا کام کر گئے۔

لیکن وہ لندی ڈاکٹر.....

وہ کوئی شکستہ ہی ہوگی جس نے شکستہ کار کو دیکھا کہ اسے ملاقات کی پھر جمیت ہوگئی اور آپ جس پر معاش ان بات چیت کی ہے وہ بھی ہمارے دشمن کا کوئی ہارہا۔ جگن نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا: میں نے جاننے کے کارن بڑا مسئلہ جال بھلا رکھا تھا لیکن آپ راجھیل کرناشا چرچ کر دیا۔ اگر لیکن کو حوصلی سے باہر نے پشیمان مجھے جو کر دی ہوئی تو میں اپنے جال کو ادا دیتا اور وہ جراتنا دکر گئے اس سے میری سخی میں گئے۔

جگن کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ عورت جو درخشاں کو ہاس کی باتوں کا مقصد کیا تھا؟ میں نے چلنے والی دھونکر اپنے دل کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ اگر صرف بات کر کے چلی گئی ہے تو اب بھی کچھ نہیں لیکن میں نہیں مان سکتا۔ میرا دشمن اس ہے کہ اس بلدی کے ہاں سے وہ فخر و زور ملایا ہوگا۔

کیا مطلب؟

وہاں میں اس بار دیوان جی نے دینی زبان میں مجھے مخاطب کیا کہ کتنے کہ وہ اب بھی اپنی کالی تو تون کے زور پر ڈاکٹر کا روپ اختیار کرنے والی عورت کو سامنے ہر گز رکھتا ہے لیکن اس کیلئے چھوٹی ہاں سے کچھ فزائی اذیت کرنا ہوں گی۔

میں دیوان جی کا مقصد سمجھ گیا: کچھ دیر تک میں غور کرتا رہا درخشاں کو جگن کے سامنے لاؤں یا نہ لاؤں پھر کچھ سوچنے والی پھری اور اسی وقت جگن اور دیوان جی کو ڈرائنگ روم میں آگیا۔ درخشاں کو جگن کے سامنے لانے

سے چلے میں نے اسے مختصر کچھ باتیں بتا دیں مباد کہ وہ بعد میں پریشان نہ ہو پھر میں درخشاں کو لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو دیوان جی اور جگن دونوں غصیلانہ کھڑے ہوئے دیوان جی نے بڑے ادب سے سلام کیا اور جگن ہاتھ باندھ کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔

درخشاں میرے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی جینڈے کے پاس دیوان رسمی گفتگو ہوتی رہی درخشاں نے بطور خاص دیوان جی سے ان کی صحت اور نہ گھر کے بلے میں زراعت کیا پھر میں نے جگن کی آمد کا مقصد وہ دوبارہ ظاہر کیا تو وہ منہ پر کڑی سخی میں نے جگن کو اشارہ کیا تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

”ماکھن مجھے آپ کے دو باتیں پوچھنی ہیں۔“

کیا؟

اس عورت کا علیہ کیا تھا جس نے اپنے آپ کر لینی ڈاکٹر بتایا تھا؟

درخشاں اس سوال پر ایک لمے کو زبیر ہوگئی پھر اپنی یادداشت کو کرکھینے ہوئے اس نے نہایت تفصیل سے اس عورت کا علیہ بتا دیا جگن پوری توجہ سے سب کچھ دہرائیں کر دیا تھا درخشاں خاموش رہتی تو اس نے دوبارہ ہاتھ باندھ کر التجا کرتے ہوئے کہا۔

دوسری بات یہ ہے ماکھن کہ کیا اس عورت نے آپ صحت سپینوں کی بات کی تھی یا کوئی اور حرکت بھی کی تھی؟

”حرکت سے تمھاری کیا مراد ہے؟“

”کیا اس نے اپنے پیٹ پر ہاتھوں سے آپ کو کھونے کی کوشش کی تھی؟“

”ہاں اپنا تعارف کرانے میں اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا لیکن اس کے بعد نہ صرف ایک دو باتیں کر کے چلی گئی۔ غالباً وہ کسی مرفیہ کو دیکھنے جا رہی تھی۔“

”بس ماکھن! سب کو کراد کر کھیں پوچھنا۔“

درخشاں دوبارہ اصرار کر رہی تھی تو میں نے وضاحت طلب نظروں سے جگن کو دیکھ کر جو کسی گہری سوچ میں متفرق نظر آ رہا تھا میں نے ایک نظر دیوان جی پر ڈالی تو وہ جی جگن میرے منہ پر نظر آ رہے تھے یہاں اذیتنا اہم تھا جگن نے درخشاں سے منے سے پشیمان ہی کا تھا کہ وہ معلوم عورت نے محض درخشاں سے آپ کی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اس کے ساتھ جگن کے حد یقین سے اس بات کی تائید ہوگئی تھی اس نے درخشاں سے اذیت فرمایا ہوگا اور اب اس کی تصدیق ہوجانے کے بعد وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا تھا۔ مجھے یہ سب کچھ سوچ کر

ہمل آنے لگا۔ جس نے بڑی بے چینی سے جگن کو مخاطب کیا۔
”جگن۔ تم مجھے صرف آشنا بنا دو کہ اس عورت کا مقصد

کیا ہے؟“
”آپ فکر کریں مالک میں کل کا سوچ سکتے سے پیشتر اس
کلکٹی کو پاتال سے بھی ڈھونڈ سکا لوں گا۔“ جگن نے نہایت
سفاک انداز میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ ”مجھے اجازت دیں سرکار۔“
ابھی مجھے بہت سارے کام کرنا ہوں گے۔“

”تمہارے اس عورت کے ہاتھ ملانے کا مقصد نہیں بتایا۔“
میں نے ہستور خندگی سے دریافت کیا۔

”اسے سامنے آئیے دیکھیں سرکار۔“ باتیں باقی خود ہی کھل
جائیں گی۔“

جگن اپنا جملہ مکمل کر کے تیزی سے دروازے کی سمت بڑھا
پھر یک لخت کسی اچانک خیال کے تحت دوبارہ پلٹ کر یہ
قریب آتے ہوئے دلی زبان میں بولا۔

”سرکار۔ کیا آپ اس عورت کے مطابق کریں گے؟“
”کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے؟ میں نے پر جو شخص سچے
میں اس نے پوچھا۔“

”جگن! ممکن کو بھی ممکن بنانے کی قوت رکھتا ہے سرکار۔“
جگن نے مسرور آواز میں جواب دیا پھر اس نے اپنی دھوٹی
کے بل کھول کر اس میں سے ایک چاندی کی ڈبیا نکالی ڈبیا
کے اندر کھینک مٹی کا سفوف بند تھا۔ مٹی کی ایک تپتی وہ
بڑی احتیاط سے میری پھیل پر رکھتا ہوا بولا۔ ”اسے پڑا بنا کر
اپنے جیب میں ڈال لیجئے سرکار۔“ جگن نے بولے ایک سوا ایک
دلی نشان کٹھ کے دیوانوں میں پیچھ کر کھنکھن جا پ کیا ہے
تب جا کر یہ مٹی حاصل کی ہے۔“

”لیکن میں اس مٹی کا کیا کروں گا؟“
”یہ مٹی نہیں کسوٹی ہے سرکار۔ کھسکے کھسکے کی پہچان
کرنے والی کسوٹی۔“ جگن نے تیزی سے کہا۔ ”میں اندھا دھڑیلنے

کے کچھ برصاں کلکٹی کا ایک پتلا بنا کر آپ کی میچنگ کی ویلیر
کے نیچے دبا جائوں گا اور پھر اگر وہ خرافات سمجھتا رہا بھی
ہوئی تو بھی چاند ڈوبنے سے پیشتر آپ کے پاس پہنچے گی۔“

پر آپ ذرا احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیجئے گا۔ ایک بار اگر
وہ ہمارے پیکل میں آکر نکل بھی تر دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گی۔“
”تم فکرت کرو۔“ میں نے چینی سے اس کی آمد کا انتظار
کروں گا۔“ میں نے ہنرٹ جہانے ہوئے جواب دیا۔

”انعام کی آگ انسان کو اندھا کرتی ہے سرکار۔“
اسی کارن میں نے آپ کو کھٹ کا یہ سونا (مٹی) دیا ہے۔“

”میں نے جوتھنے اور خود کو بے پروا اٹھا کر کرنے کی
خطہ۔“ میں نے اداکاری کرتے ہوئے پوچھ خطہ کیا ہے؟
”میں نے پونہی ایک بات پوچھ لی تھی۔ وہ ستر سالوں
پرہے بولی۔“ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے کوئی بات
بائبل سے کام نہیں لیں گے۔“

”سوجاؤ میری زندگی کی بات خاصی ہو چکی ہے۔“
”اچھا۔“ اس نے کسی سعادت مند بچے کی طرح جواب
دی مضمونیت سے آنکھیں بند کر لیں میں پیار سے
ناتے کر آجستہ آجستہ پھینکے لگا۔ میری خواہش تھی کہ
ملاز جملہ سوچاؤ اور اسی مقصد کے پیش نظر اس رات
لی باہمی شریک زندگی کے ساتھ ایک دھوکا کھائے
خواب آرد اور وہی پلاوی تاکہ وہ اس عورت کو دہاڑ
یہ جس کی ملاقات اس کی زندگی میں ایک تلخ زہر
تھی۔“

”برائیوں بار بار دیا کر گھڑی کی جانب اٹھ رہی تھیں
کے سارے دس بجے جب درخشاں خواب خرگوش
بش ہو کر دنیا و فضا سے بے خبر ہو گئی تو میں نے اس
نہ بارہاؤں کے حصار سے آزاد کیا۔ نہایت آہستہ سے اٹھ
اٹھ کا دروازہ کھولا اور قیلے قدموں چلتا ہوا باہر آ گیا۔
لازمی کر خواب گاہ کی طرف چرخ لپکتے کی تاکید
میں نے اٹھ اٹھ والے ملاقاتی کہے میں آگیا جاں لیوان
میرے پر نیم دراز تھے مجھے دیکھتے ہی وہ جلدی سے
بھاگے۔“

”لامیری ہریت کے مطابق تھراس میں تیار چلے پھر کر
لگا لگا تھا۔ بدلتے حالات اور جگن کی پراسرار باتوں نے
میں کو گھجھڑ کر رکھ دیا تھا چنانچہ میں نے چائے کا ایک
پالے کی تر کو تو قہ سے چسکوں کیا پھر دیوان میں سے بولا
”کیا آپ کو امید ہے کہ وہ عورت جو ہماری دشمن ہے اور
ہمارے دشمنوں کی کسی خطہ مالک سا کرش کر لے گی؟“
”پتلا میں درخشاں سے ہاتھ ملا یا تھا دوبارہ ہمارے
سے کی مقاومت کرے گی۔“

”بہت مسلمان قومیں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا
لیکن ماضی میں جو مجھے اور اذیت میری نظروں
پاؤں میں اس کے پیش نظر سب کچھ سوچا جاسکتا ہے۔“
”ہمارے حالی پر آپ نے اور جگن کے درمیان کیا گفتگو
میں نے اپنے اخصاب کو مزید سکون بخشنے کی خاطر

ایک سنگار سنگارے ہوئے پوچھا کیا اس نے آپ کو یہ بتا کر وہ
عورت درخشاں سے کیوں ملی تھی اور اس کا اصل مقصد کیا تھا؟“
”میں نے جگن کو کہہ دیا کہ کرشش کی تھی مگر وہ مجھے
بھی مال گیا۔“

”مگر باہر سب کچھ جانتا ہے۔“
”برائی اندازہ ہے لیکن وہ بات یقیناً اتنی ہی اہم اور
خاص ہو گی جسے وہ خواہ اپنی زبان سے نہیں کھانا چاہتا۔“ دیوان
جی نے اپنی نشست پر چلے پلے ہوئے جواب دیا۔ ”میرے ہمارے
پراس نے یہی کہا تھا کہ وہ عورت اپنی زبان سے سب کچھ قبول
لے گی۔“

”اگر وہ عورت نہ آئی تو پکا
”خدا پر بھروسہ رکھیے۔“ دیوان جی مجھے تسلی دیتے ہوئے بولے۔
”میرے ہر ہر کامی کے حکم اور اٹھائے ہوئے ہو گا۔“ اس کی مٹی کے
نہیر کوئی ہمارا بال بھی میکا نہیں کر سکتا۔“
”آپ یہاں سے جانے کے بعد جگن کے ساتھ کتنی ہی بہت
لیجے ہوئے سنگار کا ایک طویل کش لینے ہوئے دیکھیں جیسے
انداز میں دریافت کیا۔“

”تقریباً دو گھنٹہ تک وہ میرے ساتھ ہی رہا۔“ دیوان
جی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اسی دوران میں نے جگن کا وہ کرشمہ بھی
دیکھ لیا جو اس نے سنگار کا مٹی عورت کو جاننے کی خاطر کیا ہے۔“
”وہ کیا ہے؟“ میں نے اضطرابی کیفیت سے دریافت کیا۔
”وہ صرف مٹی کی کام نہیں ہے پتلا بنانے میں بھی اپنا
جواب نہیں رکھتا۔ میری موجودگی میں اس نے جھوٹی ہنسی کے ساتھ
ہرے ناک نقشے کے میں مطابق کوئی پینتیس چالیس منٹ کے
انداز مٹی کا وہ پتلا بنا کر لیا پھر اس نے پتلا کے دل اور داغ
کی جگہ کچھ سوئیاں بھی دے جانے کو سامنے پڑھ کر پینتیس کو لیں
میں نے ان سوئیوں کے ہاتھ میں دریافت کیا تو جگن نے کہا کہ
وہی پڑھی ہوئی سوئیاں اس عورت کو ہمارے سامنے آئے پر
مجبور کریں گی۔“

”وہ پتلا کہاں دفن کیا گیا ہے؟“
”اسی جگہ کے باہر۔“ دیوان جی نے کہا پھر کچھ سوچتے
ہوئے پوچھا۔ ”جہاں میان وہ سفوف تو آپ کے پاس ہے نا جو جگن
نے کیا تھا؟“

”جہاں موجود ہے۔“ میں نے جیب میں مٹی پڑی ہوئی اس شیشے
کی ڈبیا کو کھولتے ہوئے کہا جس میں میں نے جگن کی دی ہوئی
مٹی کو محفوظ کر لیا تھا۔
”وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ہو گا۔“ دیوان جی نے کہا۔

بجھنے کے کہنے کے مطابق وہ عورت کسی بھی روپ میں
 ہمارے سامنے آسکتی ہے۔ اس کی اہلیت جاننے کی خاطر وہی
 مرگوت کی مٹی بنانے کا کام ہنسنے لگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ
 عورت بعض ایک فحش ہو دھوکا دے۔
 میں چونکہ اٹھا ہوں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔
 مطلب تو ابھی تک میری کھوپڑی میں ہی نہیں آسکا۔
 چھوٹے سر کا مگر بچھنے سے یہی کہا تھا کہ ایسے گندے عمل کرنے
 کی خاطر اکثر ان دھوپ کو تسخیر کر لیا جاتا ہے جو برسوں پہلے اپنے
 خاک کی تہ کو چھوڑ چکی ہوتی ہیں اور عارضی طور پر کسی جسم میں
 مصلح ہو کر مصلح کے اُٹارے پر اس کا کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں
 یہ کیا آپ ان باتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں؟
 ہندو دھرم میں آواگون کا عقیدہ بھی موجود ہے اور پھر
 یہ دنیا کسی بھائیاں جاننے سے غم تو نہیں۔ دیوان جی لو۔
 آج بھی بے بس ایسی ریس موجود ہیں جو مصلح کو حیران کر دیتی
 ہیں ایسے مصلح جن کی ضرورت موجود ہوتی ہے جہاں ابھی تک انسان
 کا گزند نہ ہوا ہوگا۔ دیوان کے احوال نہ جاننے کیا ہوں گے اور...
 اور پھر قبل اس کے کہ دیوان جی اپنا جملہ عمل کرنے دروازے
 پر ہونے والی دنگ کے انھیں ایک دم خاموش کر دیا۔ میرے
 دل کی دھڑکنیں بھی دنگ کی آواز سن کر تیز ہو گئیں میں نے
 دھکی گھڑی پر نظر ڈالی گیا وہ بچ کر چائیس منٹ کا عمل تھا۔
 میں نے دیوان جی کو دیکھا تھا کہ ان کی نظریں ہستور دروازے پر مرکوز
 تھیں اور ان کے ہونٹ تیزی سے حرکت کر رہے تھے غالباً وہ
 کوئی وظیفہ پڑھ رہے تھے۔
 دوسری بار دنگ کی آواز ابھری تو دیوان جی آہستہ سے
 اٹھے اپنا وظیفہ ختم کر کے انھوں نے پہلے میرے اوپر دم
 کیا پھر اپنے سینے پر چھوٹا ہاتھ مانتے ہوئے آگے بڑھے اور دروازے
 کی چابی کھول دی نفوذ کی ایک اچھا لڑکھڑکھانہ اعضاء
 پر جاری ہو گئی۔ سگرو دیوان جی نے دروازہ کھولا تو ان کے علاوہ
 میں بھی دم بخود رہ گیا۔ ہمارے سامنے دروازے کے نیچوں بج جو
 عورت کھڑی تھی وہ آئندہ گواہ کی ہوی کما دی نرملہ کے سوا
 کوئی اور نہیں تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت شب ٹھانی کا
 خوب صورت گاون موجود تھا۔ شاید وہ کسی اہم منظر کے
 پیش نظر اتنی جلدی میں اپنے گھونٹے بیکلی تھی کہ لباس کی
 تبدیلی کا وہاں بھی نہ کر سکی اس کی آنکھوں کی دیرانی تباہی
 تھی کہ وہ کسی سنگین صورت حال سے دوچار ہونے کے بعد
 ہی ہلاکت پا آئی ہے۔
 کما دی نرملہ۔ آپ پچیس نے تیزی سے اٹھتے ہوئے

جرت سے دریافت کیا: خیریت تو ہے یا
 جہل صاحب میں آپ کو اس وقت اکابر
 جیتے آتی ہیں میرے بپس وقت بہت کم ہے اگر کسی
 بات کا علم ہو گیا کہ میں نے یہ راز آپ کو بتا دیا ہے
 کچھ بگڑ جائے گا۔ نرملہ نے بلے صدر کو کھلائے ہوئے
 میں کہا پھر اندر آکر دروازہ کھول دیا۔ دیوان جی روتا روتا
 ایک طرف ہٹ گئے تھے۔
 آپ پریشان نہ ہوں میری توبہ میں آپ
 یاتہ میں نے نرملہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ پہلے پھر
 دیر سستا میں پھر آرام سے اپنے تئیں کا مقصد بیان کر
 "میرے بپس اتنا وقت نہیں ہے میرے جہل نر
 بدستور کھلائے ہوئے لیے ہیں کہا: اپنے فرائض کرنا
 پھر پھر جو احسان کیا ہے میں اس کا کچھ بوجھ کر نہ کر
 سیکڑوں خدمات سے گزرتا رہا ہوں میری بار
 سے نیچے۔ وہ عورت جو درخشش سے ہسپتال میں لی
 مرے ہوئے کچیس سال گزر چکے ہیں پڑت گئیں
 اپنی شکست کے زور سے اس کی آقا کو ایک خوبصورت
 دھانے پر مجبور کر دیا تھا اور اس نے آپ کی دھرم تہ
 اس لیے ہاتھ پلا باقی کر دیا آپ کی خوشنودی کو ہر بار
 کیا ہے؟ میں میرے سر سے اچھل پڑا کیا وہ درخش
 چاہتے ہیں؟
 میں لوٹے دشوار سے کہہ نہیں کہہ سکتی لیکن
 ہے کہ گئیں ہمارا جو جگہ کے ڈر سے دیوی کی خزا
 بیٹھا ہے وہ بھاری دھرم تہنی اور اس کے ہونے
 دونوں کو ماننا چاہتا ہے۔
 آپ کو بتاؤں کیا یہ معلوم ہو میں؟ میں نے
 دل سے پوچھا۔
 "آئندہ کما کے دیئے۔ نرملہ نے سپاٹ آواز
 دیا وہ آج نئے میں گری طرح دھت تھا اس لیے
 میں آکر سب کچھ بتا گیا لیکن یہ تاکید بھی کی ہے کہ
 کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھوں میں اسے
 بڑی مشکوں سے بھانگ کر بیان تک آتی ہوں اور
 واپس بھی بہت ضروری ہے۔
 نرملہ دیوی۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں گئیں
 منہ میں اور کون سی دیوی کی چاند میں ہے؟ میں
 تھلائے ہوئے کہا: میں آپ کا یہ احسان بھی بھلا
 آپ کو قیاس دلاتا ہوں کہ آپ کا کام بھی دیوان

پ گئیں ہمارا راج لایا کریں گے؟
 میں نے کتنی کی موت ماراں گا وہ میری زندگی اور
 باں کچھ سے چھینا چاہتا ہے لیکن میں اس سے پہلے
 لاغوس اور گندے وجود کو مرگوت دانا اور کڑا لانا
 یہ انھیں بے سہارا میں آپ کو گئیں ہمارا راج
 بن کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں مجبور ہوں۔
 بلا دیوی۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑنا ہوں پھر
 راج کا چہرہ بتا دیجئے۔ میں نے بڑی لبا بست کہا۔
 میں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میں مجبور ہوں اور۔
 ان واپس جا رہی ہوں۔
 لا دیوی جانے کیلئے مڑی تو دیوان جی جو جاری
 ان خاموش کھڑے تھے ایک ایک کمرہ دار دروازے
 مال ہو گئے۔ کچھ دیوان جی کی وہ حرکت بے مدد گران
 نہیں اس کے کہ میں دیوان جی سے کچھ کہتا انھوں نے
 لو گھٹے ہوئے خشک آواز میں غلط کیا۔
 کہ گئیں ہمارا راج کا پتہ ہر قیمت پر بتانا ہوگا۔
 ل۔ نرملہ نے گھونٹے ہوئے کہا: تمہارا یہ لازم
 اور بے پردہ معلوم ہوتا ہے اس سے کہو کہ میرا راستہ
 نہ مجھے برا کوئی نہیں ہوگا۔
 ان جی آپ...
 دیوان میں نے زبانی چھوٹے سر کا دیوان جی نے
 ہونے تو میری بات کاٹتے ہوئے کہا کہ پھر نرملہ
 اور دیوی کیا تم خان شہباز خان کرے جانا پند کر دگی
 بت کیا ہے اور تم ہلاکت و دشمن کا پتہ بتانے سے کیوں
 ناکی کالبہ لہجہ بدگت خانہ تھا۔ میں نے آگے
 دیوان جی چلے آئے۔
 مایاں۔ منور آگے نہ بڑھے گا۔
 نانی۔ میں نے کرک کر کہا: کیا آپ اس وقت
 دیکھ نہیں ہیں؟
 کہہ سکتا آئندہ نرملہ کا جوں کے سامنے ہو تو
 ہم رات بھر۔ دیوان جی نے نرملہ کو گھونٹے ہوئے کہا
 لازم میں لوٹے آپ سب تک کما دی نرملہ کو کسوٹی
 لکھ سکتا ہے واپس نہیں جانے دوں گا۔
 اس کے کالے پر کچھ جھج کی دیوی ہوتی گئیں کی مٹی
 نرملہ دیوان جی کے کہنے پر میں کہنے میں دیر نہیں
 لیا کال کر اس کی مٹی نرملہ کی سمت اچھل دی اور

چہرہ کچھ ہراس کی یاد آج بھی میرے جسم کے دنگے کھڑے
 کر دیتی ہے۔ نہ گھٹ کی مٹی بھی میرے جسم سے نکلتی وہ
 ایک جسم کچھ بیچ مار کر قریں پلوت پلوت ہونے لگی ہراس کے
 جسم کا گشت آہستہ آہستہ غائب ہونے لگا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے
 وہاں صوف سا نرملہ پڑوں کا ڈھیرہ گیا پھر جھنڈ کا ایک دائرہ
 اچانک نرملہ ہوا اور ان پڑوں کو بھی نرملہ جس طرح چھوڑ کر گیا۔
 کمرے میں میرے اور دیوان جی کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔
 میں کہنے کی کیفیت سے دوچار اپنی جگہ ت بنا کھڑا اس
 جگہ کو پہنچتی نظروں سے کھنک باندھے دیکھتا ہا۔ جہاں بعض
 ایک منٹ پیشتر کما دی نرملہ کا جسم شب خواب کے میں یہاں
 میس نظر آتا تھا لیکن وہ سب بھاری نظروں اور کالی خوں کا
 قریب تھا اگر دیوان جی نے بروقت اپنی مامو دانی سے کام لیا
 ہوتا تو شاید یہی ڈاکٹر کھٹلا کا راز ہمیشہ راز ہی رہتا۔
 وہ رات میری زندگی کی سب سے بڑی رات تھی یہاں تک
 لکھ کو بھی نہ سو سکا اور صبح ہوتے جب مجھ پر غنمو کی جاری ہو
 رہی تھی تو دن کی گھنٹی کی تیر آواز نے مجھے دوبارہ ہڑا کر سیدھا
 ہونے پر مجبور کر دیا۔ عام حالات میں میرا اصول تھا کہ خواب گاہ
 میں نہ گھٹے ہوئے خون کا کشش سونے سے پیشتر یہ سیدھا کر دیا کرتا تھا
 بڑھال میں اسے ان خیال سے کہ میں درخشش کی نیند چاہت نہ ہو
 جاتے فوری طور پر لیو اور اچھا کران سے لگا لیا۔
 "میلو۔ میں نے دم آواز میں آواز پچیس میں کہا۔
 "بحال الصفر۔
 "میں آئندہ لیل رات میں سہارا۔ آپ کو ایک بری خبر
 سنا ہے۔
 کیا؟
 "نرملہ نے اپنے گلے میں چھینا ڈال کر غرور کھی کرلی ہے۔
 "یک بک برا ہے میں نے دھتے ہوئے دل سے پوچھا۔
 "گزشتہ رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے۔ میں نے سو فٹ
 آپ کو دوسرے کمرے میں سمجھا تھا۔
 آئندہ کما کا جواب سن کر مجھے جھجھری آگئی اور لیو اور
 دھت سے چھوٹ کر دیر کا لیں پھر گیا۔

”مجھے اپنی نہیں۔ درخشاں کی فکر نہ رہی ہے دیوان جی! میں نے مایوسی سے جواب دیا یہ خدا جانے وہ قریب سیر نہیں کر سکتا تھا۔“

”مسک بڑی قوت مالک دو جہاں کی ہے وہ مجھے تو تودوں میں بھی جان ڈال سکتا ہے۔“ دیوان جی مجھے تسلیاں دیتے ہیں میں بھی اپنے دل کو سمجھا رہا لیکن مجھے کسی پہلو میں نہیں آ رہا تھا پھر اچانک مجھے وہ شاہ صاحب یاد آ گئے جنھوں نے مجھے بار بار ماں کی قبر پر حاضری دینے کی تاکید کی تھی کچھ صبح کو میں نے دیوان جی سے گاڑی کا رخ قورٹان کی جانب موڑنے کو کہا میں باپ کی شفقتوں اور ماں کی ممتا سے عزم پر چکا تھا یہی پھر بھی نہ جلنے کیوں مجھے ماں کی قبر پر جا کر بے حد سکن ملتا تھا۔ اس وقت بھی جب میں نے قورٹان پہنچ کر لہ کی قبر پر جا کر پڑھی تو میرے دل کو ایک قسم کا سکون آیا لیکن میری آنکھیں سادوں بھادوں کی طرح برسنے لگیں میں لاش کھڑا آنسو بہا نہ رہا اور ماں کی قبر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا، ماں کا قصور اور باپ کا خیال میرے لیے حد اثر پہنچ رہا تھا مجھے یاد نہیں کہ میں کتنی دیر تک احاطے کی مذہب سے لگا رہا ہوں لیکن جب مجھے وقت کا احساس ہوا اور میں اپنے انفس کو خود اپنے دامن میں جذب کرنے کے بعد واپس مجھے اپنے سے ملنا تو چونک اٹھا۔ مجھے سے مشکل آٹھ دس قدم کے فاصلے پر اہل کے مجھے درخت کے قریب وہی دیوان کھڑا مجھے ٹھٹھکا رہا تھا وہ دیکھ رہا تھا مجھ سے پہلے جی مل چکا تھا اسی لمحے ایک بار درم لال اور پنڈت اوم پرکاش کے پچکل سے مجھے بات دلائی تھی وہ یقیناً کوئی مجذب ہی تھا اور شاید اسی پہلو کے صاحب نے بار بار ماں کی قبر پر حاضری کی تاکید کی تھی یہ جی کا تھا کہ میں اپنی مائیک کے زخم پرے دوں۔

میں اپنی جگہ ٹھٹھک کر رک گیا میرے دل کی آواز کہنے لگی ”میں نے لگے ہیں دیوان جی! آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھ رہا ہوں جیسے میرا جسم اندر ہی اندر چٹک رہا ہو“ اس کا احساس شدہ ہوا تو میں نے بلکیں جھپکائی شروع کر دیں۔ بس یہ دیوان نے عجیب انداز میں گردن ہلاتے ہوئے لہ اتنی جلدی بہت دہرایا۔

”بابا! میں بڑی عاجزی سے بولا۔ میری رہنمائی کر۔“

”نابل میں غوطے لگا۔ غلاظتوں میں قلاباز باجھتا ہوں اور تقدیر کے نیچے ڈنڈا لے کر دوڑ لگا رہا۔“

”بابا! میں نے ہاتھ جوڑ کر التجائی کی۔“ مجھے اپنی کڑی

تھا دو میسر قدم ڈنگا گئے تھے۔

”جامت کرنا ترک کر دے۔“ دیوان نے مجھے آنکھ ملتے ہوئے کہا۔ ”فاز بھی بکھا پاکر۔“

”مزم جاہو تو مجھے راہ دکھا سکتے ہو۔“ میں نے گرد کڑاتے ہوئے کہا۔ میں کھپ اندھیوں میں گھس رہا ہوں میرا دم جھٹکنے لگا ہے۔ ”گلے میں چھنڈا ڈال کر نیم کے درخت سے الٹا لٹک جا۔“

حالات کے ساتھ کڑی کھینٹا رہا۔

دیوان اپنی حرکت میں بول رہا تھا لیکن میں نے اس کی کسی بات کا برا نہیں مانا، اس کے ہاتھوں میں دبی کڑی لینے کی خاطر پڑھا تو وہ اچھل کر اوڑھ چھپ ہو گیا، میں نے اپنے قدم زمین پر گاڑ دیے، تعاقب سے خدا کے اس برگزیدہ بندے کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ تھا، میں نے اسے رقم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے فریاد کی۔ ”میسر! مجھ پر کسے خون نہ پیاے ہیں وہ میری موت کے خواہاں ہیں۔“

دیوان جواب دینے کے بجائے جلدی جلدی آنکھیں جھپکاتا لگا۔ یوں جیسے وہ میری بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں نے ایک ہندو لڑکے سے محبت کی اسے مسلمان کر کے اپنا گھر آباد کر لیا مگر وہ ہماری برابری چاہتے ہیں۔ دیوان نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا، کان میں انگلی ڈال کر تیز تیز گردش دینے لگا، جیسے کان کا میل صاف کر کے میری بات سننے کی سعی کر رہا ہو اس کی نظریں بدستور میسر پر جمی ہوئی تھیں۔

”پنڈت جی! یوں نے میسر غلاف ایک عذاب دیا دکھا ہے۔“ میں نے گھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔

”سکوت آ رہا ہے۔“ دیوان بڑی حقارت سے منہ بنا کر بولا۔ ”آسمان پر نظر جمانا یہ کچھ جانے کا۔“

”میں منتشر ہو رہا ہوں بابا تم جاہو تو میرا ہاتھ تھام سکتے ہو۔“ آنکھ چومنی پھیل۔ ”آنکھ چومنی۔“ وہ بائیں آنکھ دہاتا ہوا معنی تیز انداز میں بولا۔ ”میسر! چاروں کے اندر دیک کر بیٹھ جا۔“ ”میں تھکے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔“ میں ہاتھ باندھ کر بے حد عاجزی سے بولا۔ ”مجھے زندگی نہیں چاہیے لیکن ارشیاں اور اس کے بچے کو بچاؤ۔ وہ بے گناہ ہیں میسر! دھن میرا گھر اجاٹنے کی سازش کر رہے ہیں۔“

”مقدر کے دم میں دھاک اچک چکا ہے۔ زیادہ جھٹکے آ رہا تو وہ بھی کٹ جائے گی۔“ بچے اندر اندر ڈور لگا کر میسر کے پیچھے نکلیاں بجائیں گے۔ بابا! دیوان جھٹکے لگاتے ہوئے بولا۔

آجی تو باتوں کا نسخہ بند بن گیا، آندھا کارہ زیادہ دیر نہیں لگا،
درخشاں کے بے حد مدار پر اس نے غصے جانے کے دو تین گھنٹوں
لیے پھر جانے کے ارادے سے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد
درخشاں کے ریکہ پر کچھ دیر سے اس کے آنے کا سبب دریافت
کرتی رہی میں نے اس کو دہریہ تفصیل بتادی البتہ گنیش
مدارج کی قسم شدہ کی اور لڈی ڈاکٹر کنگلڈا کی رابرٹر شخصیت
سے حکامری نرطاکا موت کے ناجائز یقین تعلق کو چھپا گیا۔
پھر کچھ دیر بعد مجھے دلوائی جی نے فون پر ایک نئی
اطلاخ دی جو پہلی سے زہمت ہونے کے بعد آندھا کارہ ہا
کردی کے برے منہ لگا تھا جہاں وہ پندت بچاریوں سے گھل
ل کر باتیں کرنا رہا لیکن وہاں سے روانہ ہونے کے فوراً بعد
ہی وہ ایک حادثے سے دوچار ہو گیا اور اب وہ سکوری
ہسپتال میں پڑا موت اور زندگی کی آخری سانسیں شمار کر رہا تھا
میریلوں پر ایک نئے قسم پھیل کر رہا ہوتا چلا گیا، میں بڑی
مختار سے ریب پورہ دوبارہ کو پھل پر رکھ دیا۔

وقت - جو پندت اوم پرکاش کی موت کے بعد میرے
میں سا ڈاگڑ ہو گیا تھا رفتہ رفتہ دوبارہ اپنی کینیڈی بدلنے لگا
پہلی بار جب میرا ایک شخص موت کے آہنی گھنٹوں میں نہیں
کر لے لسی کی حالت میں کرب ہاک موت کا شکار ہوا تو میری
خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، جنگ کے آجہانے سے مجھے بڑی سرت
ہوئی تھی ہر سرت دشمن پیش قدمی کرنے کے بجائے ایک ہی
پلے میں جھگڑا کر رہے ہوئے۔ وقتی طور پر میں اپنی جگہ ولبر
ہو گیا لیکن اس وقت میں معاملات کے دور رس نتائج سے
لاطم تھا میں جسے اپنا قوت بازو سمجھ رہا تھا وہ میری ہر شکست
اور ہر بادلوں کا سبب بننا چلا گیا۔ پندت اوم پرکاش کی پلزل
موت نے گنیش مدارج کے کان کھڑے کر دیے، وہ دوا انیش
تھا اس لیے کسی منہ میں دہریہ کے قدم میں بٹا ہ لینے کی
خاطر ہم کر بیٹھ گیا، رام لال طاقت کے نئے میں سرشار تھا،
جوان تھا اس لیے جذبات میں اگر حالات کا تشکار ہو گیا
رام لال کی موت نے میرے دشمنوں کو اور زیادہ منظم اور مختاط
کر دیا، پہلے وہ میرے سامنے تھے، مجھے نظر آتے تھے، ان کی
ایک ایک چال میرے علم میں ہوتی تھی لیکن جنگ کے سطحی
عمل نے انھیں بھی اندھروں میں پریشانہ رہ کر خطرناک جارجی
معاون پر مجبور کر دیا۔
بجاری رام لال کی موت کے بعد میں نے نرطاکا کو ایک
دور اسرار سے کرنا پناہ ہم خیال بنایا تو میرے دشمنوں نے

درخشاں کو بخش لکھنے کی خاطر جیکب اور کیلاش دونوں میرا
آندھا بن گئے تھے لہذا جب تک درخشاں میرے ہمارے
ہیمان موجود وہی جیکب اپنی مصمم محافضوں اور کیلاش
بے برکتہ جملوں سے اسے ہنساتا رہا پھر جب درخشاں گھر
کا کام کاج کی خاطر اندر چلی گئی تو ہم میوں دوست اٹھ کر
ایک دو مہینے میں آگے جہاں کیلاش نے سجدہ کی اختیار کرتے
ہے مجھے آندھا کی موت کی خبر ملی تھی مجھے جو حکم اس کی
رہنمائی سے تھی اس لیے میں نے کسی حیرت یا تعجب کا اظہار
نہ کیا لیکن جیکب بول پڑا۔

یہ تو بہت برا ہوا۔ آندھا کی جگہ اب جس نے دپٹی
نرطاکا کی تعیناتی ہو گی وہ نہ جانے کیسا ہو۔
تم جیکب سوچ لے ہو، میں نے بیٹا آواز میں
جواب دیا: "میں نے وہی سی کو پرانہ تقریر کے ساتھ ساتھ
پہلے میں اوپر سے ضروری باتیں بھی یقیناً طے کی تھیں۔
"جہاں - ایک بات کموں بشرطیکہ تم برا نہ مانو کیلاش
نے سجدہ کی سے مجھے مخاطب کیا۔

کیا تمھیں شہر ہے کہ میں اپنے غلصہ دوستوں کی کسی
بات کا برامان سکتا ہوں؟
"انسان پریشان ہو کر وہ میں کی سوسپن سے اکثر گراہ
رہتی ہیں اور یہ طعنی لفظیاتی عمل ہوتا ہے۔
"تم کچھ کتنا جاہ لے رہے تھے، میں نے آکٹانے ہوئے انداز
میں بات کو مختصر کرنے کی کوشش کی۔
"میرا خیال ہے کہ کچھ ہو رہا ہے اس کی وجہ جنگ کے
سوا کچھ اور نہیں۔
"کیا مطلب ہے؟

"جنگ کی ناویدہ اور کالی طاقتوں نے پندت بچاریوں
کو بھی چھپ کر اور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پہلے وہ سامنے
تھے تو دشمنی میں تھے لیکن اب ہم ان کی کسی چال سے بھی
باہر نہیں ہو سکتے۔
"میں تمھارے خیال سے متفق ہوں لیکن یہ سب کچھ
تو ہمارا ہی تھا جیجی نے ہوتا تو وہ کرنی دوسرا راستہ
اختیار کر لیتے۔
"میں تمھاری اجازت سے کچھ دنوں کے لیے اجودھیا
بانا چاہتا ہوں۔
"کوئی خاص بات؟
"پندت گنیش مدارج کو اجودھیا ہی سے ہمارے خلاف
عمل آرا ہونے کی خاطر بلا یا گیا تھا، کیلاش نے کہا: "ہاں

ہمارے بڑے بڑے مندر اور دھرم خانا میں موجود ہیں جہاں
سارا سال با تریوں کا جوہر اکٹھا ہوتا ہے، یلغیاں ہے گنیش
مدارج نے اجودھیا کی کسی بڑے مندر میں کالی کے پھولوں میں
بیچک جاتی ہو گی۔

• ہو سکتا ہے، مگر تم وہاں جا کر کیا کر سکو گے؟
"میں ان کے آگے ہاتھ باندھ کر درخواست کروں گا کہ وہ
میری اور ان کی آنے والی تحریکوں کا راستہ صاف کر دیں، کیلاش
نے بڑے غلصہ دل سے کہا۔

"میں کیا خیال ہے، وہ تمھاری درخواست قبول کر لیں گے؟
"میں انھیں دیوی کے چروں کے لیے اپنی جھینٹ بے بیٹش
کروں گا تو وہ مجبور ہو جائیں گے انکار کی صورت میں وہ دیوی
کو ناراض کر دیں گے۔

• کیلاش - میں نے کیلاش کی دوستی اور اس کے جذبول
کو مل جتے ہوئے کہا: "میں تمھارے جذبول کی قدر کرتا ہوں لیکن
وہ تیرا جو ایک بار کمان سے نکل چکا ہے واپس نہیں آ سکتا، تم
ایک پندت کو میری دشمنی سے باز رکھنے کی کوشش کرو گے تو
دوسرے سیکڑوں پندت اور بجاری میری برادری کی خاطر سامنے
آجائیں گے، تم کہاں کہاں اپنی زندگی کی جھینٹ چڑھانے پر
گئے کسی کس کا ہاتھ تمام سکونے کہاں کہاں میری خاں جھلکتے چڑ
گئے، نہیں ہر دوست ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہو گیا میری
مقت میں اگر عمر وہاں رقم کڑی گئی ہیں تو تمھاری کوششیں بھی
کاتب تقدیر کے فیصلے کو نہیں بدل سکیں گی۔

• درخشاں جہاں کے سلسلے میں تمھاری کیا رائے ہے؟
جیکب نے پوچھا: "تمھاری دشمنی شخص کے مطابق وہ بالکل دلزلہ
• ہاں - میں نے مکمل جیکب اب کرا کے دیکھ دیا ہے
لیکن کیلاش کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تو میں نے جلدی
سے کہا۔

• کچھ تمھارے دل میں ہے کہ ڈالو میرے دوست میں
اب ہر بات سننے کا عادی ہو گیا ہوں۔
"تمھاری عقل تو گھاس چنے جلی تھی ہے۔ جیکب سیر
بالوں کے پرنک اٹھا، مذہب سے دوری نے تم لوگوں کو
آندھا کر دیا ہے کہ تم دوسروں اور اہموں کا شکار ہو کر
رہ گئے ہو۔

• کیا بار بار آنا چاہتے ہو فادر جیکب؟ میں نے تلخ لہجے
میں دریافت کیا۔

• یہی کہ پریشان ہونے کے بجائے اس پر نظر کو مجھ سے
میں پناہ لیتے ہیں، میں ہر مصیبت سے بچانے کا وعدہ

اسے بھی ٹھکانے لگا دیا کسی لڈی ڈاکٹر کی بھیجکتی ہوئی روح
کے لیے انھیں ایک جسم کی ضرورت تھی لہذا انھوں نے نرطاکا
کے جسم کو اپنی سازش کے لیے انتخاب کر لیا، وہ بے جا رہی
میری وجہ سے مفت میں کاسم پھیلتی پھیلتی آندھا کو میں نے بھار
سے کرنا بنا آندھا بنانے کی کوشش کی۔

جنگی گنیش مدارج کی تلاش تھی اس نے دہریہ کا
تھا کہ اگر اسے گنیش مدارج کا کھوج مل جائے تو وہ سطحی کے
عمل سے جادو کی ہانڈی اور گنیش مدارج کے کریم اورم کا
ایسا موثر انتظام کر دیتا کہ موت کے سامنے ہر وقت اس کے ہر
منہ لانے لہجے وہ جب بھی دیوی کے چروں سے دودھ کو پزند
سے قدم نکالتا ہانڈی اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی، دلوائی
جہاں جنگ کے دعوے کی تصدیق کی تھی چنانچہ جب آندھا کارہ
سیر پاس اپنے حریفوں کی گرفتاری کا منصوبہ لے کر آیا تو
نے اسے گنیش مدارج کے خلاف بھڑایا، منہ ہونے کے
ہانے آندھا کارہ پندتوں اور بچاریوں کے خلاف نہیں جاسکتا
تھی لیکن نرطاکا! اچانک موت نے اس کے لیے قوتی کے آندھا
دورانے بند کر دیے تھے جہر ہانے لال کی موت اور اپنے
حریفوں کے سر اٹھانے کے خیال نے اسے بڑھکا دیا۔

میں نے اسے بڑی طرح اور کر دیا کہ اس کے تارے
غصے گنیش مدارج کی وجہ سے گردش کا شکار ہو رہے ہیں اور
یہ کہ وہ گنیش مدارج کا کھوج نکالنے میں کامیاب ہو جائے تو
حالات دوبارہ اس کے حق میں سازگار ہو سکتے ہیں اور میں
بھی اس کی بھرپور مدد کر سکتا ہوں وہ میری باتوں سے متاثر
ہو گیا اس نے وعدہ کر لیا تھا کہ بہت جلد وہ گنیش مدارج کا
ڈھونڈ نکالے گا لیکن میرے دشمن جو ہر وقت میری برادری
کی گتات لگاتے بیٹھے تھے انھیں آندھا اور میری باتوں
علم ہو گیا اور آندھا کارہ بھی ایک حادثے سے دوچار ہو کر
ہسپتال پہنچ گیا، دلوائی جی کا خیال تھا کہ آندھا کارہ اس حادثے
سے بچ جائے گا لیکن میں جانتا تھا میرے دشمن میرے کسی
دوست کو سکون و آرام کا سانس نہیں لینے دیں گے۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا، آندھا کارہ میں جھنڈوں
ہیک ہسپتال میں بستر پر پڑا موت کے آہنی گھنٹوں میں پندت
زندگی کی خاطر جد جہد کرتا رہا، ہاتھ پر بار بار ہاتھ پھیرا
دیکھ کے نام غموں سے چھٹکارا پاکر تہکے پھر دیکھ شعلوں کی
مندر ہو گیا، اس کی موت کی اطلاع مجھے کیلاش نے دی تھی
ہسپتال سے واپسی کے بعد حسب معمول شام کی چائے
کے وقت کیلاش اور جیکب ہمارے ساتھ میرے موجود تھے

کیا ہے خداوند بزرگ و بزرگ مہم وہ نہ ہے تو ہم دنیا کے
پندت بیماری مل کر بھی درخشاں بھائی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔
”تم اپنی جگہ ٹھیک سوچ لیے جو یقین ہمارے دشمن جس
علم کی گالی اور گندنی طاقتوں کا سہارا لے کر ہماری موت کے
خواہاں ہیں وہ علم بھی بھگوان ہلکے بندوں کو سکھایا ہے۔ کیلاش
نے کیا۔“

”قناعت اور صبر و خشکی کی عادت ڈالو تو ہر غم از خود مہم
بن جاتا ہے۔ جب تک بولا میری مثال تم سے ملنے سے سولہ
کی موت میں شہیدت از دی مثال تھی۔ اس لیے میں نے
آئینہ بنائے نہایت صبر و سکون سے اس صدمے کو خدا کی
دین سمجھ کر برداشت کر لیا۔“

”میں غصے والی طاقتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اس لیے
”کیلاش“ آپ نے اس بحث کو ختم کرنے کی خاطر
تیزی سے پوچھا تو بچے کی ولادت میں اب کتنا صدمہ باقی ہے؟
”اگر کوئی دشواری پیش نہ آئی تو مجھے یقین ہے کہ چار
مہینے اندر باپ بن جاؤ گے۔“

”اور باپ بننے سے پیشتر ضروری ہے کہ تم ابھی سے روبرو
کی عادت ڈالو اور غور و فکر کی باتوں سے ذہن کو پرانہ کرنے سے
باز رہاؤ۔“ جب تک نے ایک ماہ چھوٹے سمجھنے کی کوشش کی
”کیا حویلی میں نہ چلنے سے اسکا انتظار ہو سکتا ہے؟“
”کیوں نہیں؟“ کیلاش جدی سے بولا۔ ”میرے بچے پر یقین
ان باتوں کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ان الفاظ یہ ضروری
ہے کہ اب ہر وقت ایک نرس بھائی کی دیکھ بھال کے لیے
حویلی میں موجود ہے۔ یقیناً اعتراض نہ ہو تو میں ایک قابل و متاد
نرس کا بندہ دست کر دوں۔“

”لیڈی ڈاکٹر خوشگند اور درخشاں کی ملاقات ہر حال سے
بعد اب تم جو چاہو میری اجازت کے بغیر کر سکتے ہو میں نے
خود کو ہتھیالے ہوئے ایک مسرودہ بھر کر جواب دیا آگے
بڑھ کر منظور ہو۔“

”گاہ“ جبکہ ہل چلا میں بھی تم کو اتنے دنوں سے
یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ سب کچھ نئی چھتری والے
پرچھوڑ دو اور اس سے بترسناج کی امید لگاتے رکھو۔“

”تماری مذہبی بائیں دل کو وہ لپٹی میں میرے مصمم دو
کیلاش نے جب تک کہ پھر معنی خیز انداز میں بولا۔ ”مجھے اب کسی
ایسی نرس کی تلاش کرنا ہوگی جو چلے تماری بھائی کی خدمت
کر سکے اور پھر بعد میں جاری بھائی بن کر مادی خدمت کر سکے۔“
”کبھی کبھی اپنی نظر بھی اترا دیا کرو۔“ ملاقات توقع جب تک

فلج حاصل کر لے گا ہماری حالت قابل دیدہ تھی، ہم دونوں ہی
اپنی اپنی جگہ خائف تھے لیکن ایک دوسرے کی دل جوئی کا
پردہ اور خیال بھی کھٹے کھٹے میری آنکھوں میں غم آنے لگا تو
درخشاں مجھے سمجھانے کی کوشش کرتی، اپنی بیماری ہماری
محمود و شوق حرکتوں سے مجھے مسکانے پر مجبور کر رہی تھی
اس کی ٹھنڈی اور دلازنگوں کے گوشے آنے والے اندیشوں
نے تھوڑے جھپکے لگے تو میں تڑپ کر اپنے مجنوںہ پالیسے
اس کے اندیشوں کو دور کرنے کی خاطر دنیا جہاں کی بائیں
منزل کو دیتا اور اس وقت تک اسے ستا رہتا جب تک
وہ خروا کر پانچویں چہرہ ہاتھوں کے درمیان نہ چھپا لیتی۔
نرس کی وقت کے ساتھ ساتھ ہماری اضطرابی کیفیتیں بھی بڑھتی
جا رہی تھیں۔

”کیلاش نے جس نرس کا بندہ دست کیا تھا وہ انتہائی
پڑھ لکھنے والا اور بے حد انسان دوست تھی
ہر وقت درخشاں کا خیال رکھتی، وقت پرانے دوا کھاتی وقت
پراس کا ضروری معاملہ کرتی اور وقت پر سونے کی یقین کرتی
رات دن درخشاں کی دل جوئی اور اس کی تیمارداری میں لگی
رہتی۔ ایک دن میں نے موقع پا کر تنہائی میں اسے بھی کر شینے
کی کوشش کی۔“

”نرس“ نے تھرا تھرا درخشاں کے بالے میں کیا کہا ہے۔
”آپ کی جوی کی حالت بالکل ٹھیک ہے اور عدالے
چاہا تو ہر کام لینے وقت پر بڑے اطمینان سے انجام پائے گا۔“

”کیلاش کی حالت بھی مائل ہے؟“
”بالکل نارمل ہے جناب۔“ نرس نے مجھے دُتوق سے
بتایا۔ ”تمام سسٹم ٹھیک کام کر رہا ہے۔“

”لیکن کیلاش کا خیال کچھ اور ہے۔ اس خیال سے کہ
کیلاش نے میری پریشانی کے پیش نظر نرس کو پہلے ہی سے
کسی لکچر دہائیت سے گریز کرنے کی تاکید کر دی ہوگی، میں
نے اسے ڈٹولنے کی خاطر ایک نفسیاتی مہرہ استعمال کرنے کی
کوشش کی۔“

”نرس صاحب کا کیا کہنا ہے؟“ نرس نے بھیگی سے میرے
چہرے کے تاثرات کو غور و فکر سے کرتے ہوئے دریافت کیا۔
”کیلاش کا خیال ہے کہ مجھے کسی ایک کے حق سے دست
بردار ہونے کا۔“ میں نے ایک مسرودہ بھری۔ ”یا تو مجھے اپنی
بیوی کی زندگی کی خاطر چھوڑ دینا چاہیے یا پھر۔۔۔“

”میرے جناب۔“ نرس نے مڑ مڑا کر کانٹے ہوئے تیزی سے کہا۔
”آپ شاید میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں یا میرے تجربے

کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔“
”کیا مطلب؟“

”مطلب ہے کہ میں اپنے سابقہ تجربوں اور آپ کی جوی
کی کیفیت دیکھنے کے بعد پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتی
ہوں کہ چہ اور پچہ دونوں خیریت سے رہیں گے اور میں یہ بت
جی کسی قیمت پر ہلنے کو تیار نہیں کر سکتا۔“

”اگر کوئی کسی غصے کا اظہار کیا ہوگا۔“

”ہر اور رشتہ میں میں ہوں ہی تمہارا امتحان لے رہا تھا۔“
میں نے مسکرا کر کہا پھر نرس سے معدت طلب کر کے بات ختم
کر دی لیکن نہ جلتے لیکن میرے دل کو کسی طور اطمینان نصیب
نہیں ہو رہا تھا، کوئی ناہیہ خوف جیسے میرے ذہن پر چم کر رہ
گیا تھا، کسی آنے والے غصے کا احساس جیسے میرے وجود کو دن
رات اندر ہی اندر گھلاتا جا رہا تھا۔

وقت یوں ہی گزرتا رہا، میں حویلی کی باہر کی دنیا کو
قطعاً فراموش کر چکا تھا، میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا
جو میں اپنے دشمنوں یا دوستوں کے بارے میں کچھ سوچ سکتا،
دورانِ غمی نے میری پریشانی کے پیش نظر چند دنوں سے ملاقاتی
کمرے میں ذریعہ کار کیا تھا لیکن مجھے ان کی موجودگی سے بھی
کوئی سروکار نہیں تھا۔

”کیلاش نے حویلی کے ایک کمرے میں کسی کی تمام ضروریات
کا بندہ دست پہلے ہی سے کر رکھا تھا لیکن جیسے جیسے درخشاں
کے بیان ولادت کے دن قریب آتے گئے میری پریشانی دو چہرہ
ہوتی گئی، ایک رات درخشاں سوتے میں اچانک صبح مار کر
بیدار ہوئی تو میں بھی بڑبڑا کر جاگ گیا اسے بدلانے لگا۔ شاید
وہ کوئی بول مال خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی تھی، میں نے
اس وقت اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا دوسری صبح ہٹنے
کے بعد جب وہ میرے ساتھ پائیں باغ میں آکر بیٹھی تو میں نے
دلی زبان میں پوچھا وہ رات تمہارے غالباً کوئی ڈرانا خواب
دیکھا تھا۔“

”ہاں۔“ اس نے مختصر جواب دیا پھر بات ملنے کی خاطر
بولی۔ ”جبکہ عذرا (نرس) نے حویلی میں قدم رکھا ہے کیلاش
جی نے جب تک بھائی کا جینا دیکھ کر دیا ہے، ہر وقت اسے عذرا
کا نام لے کر ننگ کرتے رہتے ہیں۔“

”سچ؟“

”ہاں۔“ اداب تو عذرانے بھی ادھر کچھ دنوں سے بھائی
جب تک کو کنگھیوں سے دیکھنا شروع کر رہا ہے۔“ درخشاں نے
مسکراتے ہوئے کہا۔ ”عذرا بے حد شریف اور خدمت گزار لڑکی

سہ وقت کی ایک آندھی نے اسے نرس کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور نہ اس کا تعلق بہت اچھے خاندان سے ہے۔

بیسے بھلے ارادے مجھے کچھ خطرناک نظر آتے ہیں۔

آپ کسی وقت اپنے دوست کو نوٹ لے۔ اگر وہ آواز ہو جائیں تو خدا ان کے لیے بڑی اچھی برائی ثابت ہوگی۔

اگر یہ بھاری غبارش ہے تو میں جیکے مجھے ہونے دل میں محبت کی چوگاریاں ضرور روشن کرنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک شرط پڑے۔

• شرط کیسی پڑے۔

• پہلے وعدہ کرو کہ تم میری شرط ضرور پوری کرو گی۔

• وعدہ۔ درخشاں نے بڑے معلوم اور دلکش انداز میں وعدہ کر لیا۔

• یہ بتاؤ تم نے رات کو کیا خواب دیکھا تھا یہ میں نے دوبارہ خواب کا ذکر بھیڑا تو درخشاں یک لخت بخیر ہو گئی۔

چند لمحے خاموش بیٹھی مجھے خالی خالی نظروں سے گھومتی رہی پھر اپنی نشست پر پہلو بدل کر بولی۔ رات مجھے ایسی ڈاکٹر ٹکسنٹا کا چروٹو نظر آیا تھا۔

• بچوں جاؤ ان باتوں کو۔ میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ یہ سب بھاری اور بھروسے۔

• ٹھیک ہے۔ تم کہتے ہو تو بھولے جاتی ہیں۔ اس لیے میری دل جوئی کے پیش نظر کام چوری کر۔ ایک بات پوچھوں؟

• پوچھو۔

• تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے ذلے لگاتے ہوئے پوچھا۔

• تم بیٹے کے باپ بنو گے یا بیٹی کے؟

• مجھے مختاری خیر میں کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں جذباتی بن گیا۔

• میرا مشورہ مانو تو ابھی سے کچھ دن سب کام سوچ لو۔

• میں وقت پر سر جھکاتا ہوں۔

• مجھے صرف ایک ہی بات پسند ہے۔ درخشاں۔ درخشاں اور درخشاں۔

• جہاں۔ اچانک درخشاں کی چکوں کے گوشے نماک ہو گئے۔

• مختاری نے پناہ محبت نے مجھے دل بڑا بنا دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اب میں موت کے تصور سے بھی کانپنے لگی ہوں۔

• درخشاں۔ تمہارے چہرے ہی باتیں شروع کر دیں۔ میں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ جو کچھ بہت چکا ہے۔

• میں بہت کوشش کرتی ہوں لیکن نہ جانے کیوں میرا دل بار بار یہی کہتا ہے کہ میں کچھ عرصے کے بعد تم سے جدا ہو

ہیں مجھ سے ملتی تھی میرے اور تمہارے درمیان آجاتی ہے۔

• مجھ کو یہ لگتا ہے کہ کوشش کرتی ہے تو میں درد روج اٹھتی ہوں۔ گزشتہ رات میں نے تیسری بار یہی دیکھا ہے۔ اور وہ جگہ۔ میں یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ واقعہ ہے یا نہیں۔

• اس دنیا میں کس سے؟

• ہر کتا ہے کہ وہ ان کے عقیدے کے پیش نظر میری محبت میں ایک حسین خواب کے تصور میں مبتلا کر دیا ہو۔ لیکن یہ کتابی باتیں ہیں۔ میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

• ایک بار مجھ سے جدا ہو جائے تو اسے آسمان پر بلالیا ہے۔ دنیا سے اس کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔

• اچھا۔ میں کوشش کروں گی کہ وہ بارہا ان باتوں پر غور کرے۔

• درخشاں نے بڑی سادگی اور معصومیت کے چہرے پر رات کو وہ ایک کراس کے قریب آگیا اور اس کے قدموں دے لگا بیٹا بہت دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ میرا ہاتھ میری درخشاں سے بہت زیادہ قریب رہنے لگا ہے جب بھی ان پریشان ہو کر اسے آواز دیتی وہ ایک کراس کے قریب آتا اور زبان نکال کر یوں دایں بائیں گول گھماتے لگتا تھا۔

• درخشاں کو اپنے اشاروں سے تسلی دینے کی کوشش ہوا اس وقت بھی یہی ہوا۔

• درخشاں نے کہا کہ میں تم سے دور نہیں رہ سکتی۔

• پلیز درخشاں۔ ان باتوں کو اپنے ذہن سے نکال دیکھو۔

• یہ سب مختاری اور اہم ہیں۔

• سچ بتانا چاہاں۔ تم نے جب پہلی بار مجھے دیکھا تھا تو کیا محسوس میری ماں یا دینیں آتی تھیں؟

• میں انکار نہیں کروں گا لیکن دو صورتوں کی محالیت کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ دنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں آج بھی موجود ہیں۔ میں نے اسے سمجھنے میں مدد دے دی۔

• ان باتوں پر غور کرنا چھوڑ دو۔ اس کا اثر مختاری صحت پر ناخوش گوارا ثابت ہو گا۔

• میں بہت کوشش کرتی ہوں۔ لیکن خواب میرا پیچھے نہیں چھوڑتا۔ درخشاں ہونٹ چبانے سے بولی۔

• میں نے یہی دیکھا کہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر موت کی ادھی نیند سو گئی ہوں۔ پھر تم آئے ہو اور مجھے میری طواری نیند سے بیدار کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔

• میں مختاری آواز سن کر اٹھ بیٹھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا اثر مختاری پر زیادہ گہرا تھا۔

• میں نے اسے دیکھا ہے کہ میں کیوں دیکھ رہی ہوں۔

• مختاری محنتوں پر غور کر رہی ہیں۔ کیداش بولا۔ کیا محنتیں جہانی کی باتوں پر یقین آگیا ہے؟

• سمجھنے کی کوشش کرو میرے دوست بات میرے یقین یا اعتبار کرنے کی نہیں۔ درخشاں کی پریشانی کی ہے اگر وہ ان ہی کیفیتوں سے دوچار رہی تو کیا ہو گا؟

• جہانی کی حالت تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ کیداش نے مجھے تسلی دیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

• خدا انسان کی تجربہ کار نرس ہے۔ میں اس سے روزانہ جہانی کی خبریت دریافت کرتا رہتا ہوں اور تمہیں یہ سن کر خوش ہو جانا چاہیے کہ جہانی کی حالت بالکل نارمل ہے۔

• پھر۔ درخشاں کا وہ خواب؟

• وہ ایک نفسیاتی رد عمل ہے۔ کیداش نے مجھے سمجھنے کی کوشش کی۔

• پہلے کیس کے موقع پر دنیا کی بیشتر خواتین اسی قسم کے واقعات کا شکار ہو جاتی ہیں اور پھر موت کا تصور ان کے ذہنوں میں حقیقت بن کر رہتی ہے۔

• کیداش نے کہا کہ جہاں جہاں سوئے جاتے اور لٹتے بیٹھے ڈرتا رہتا ہے لیکن جب وہ فرائض پوری ہو جاتے ہیں تو وہی باتیں سوچ سوچ کر غور اپنی محنت پر مسکراتی بھی ہیں۔

• جہانی بھی چونکہ اسی دور سے گزر رہی ہیں اس لیے ان کی پریشانی اپنی جگہ پر رتی امر ہے۔

• ہم ایلیڈ ڈاکٹر ٹکسنٹا کو کیوں دیکھنا نہیں چاہتے؟

• حوصلہ سے کام لو میرے دوست۔ تمہارے ہر دہرے کو محبت دار بیٹھے تو پھر جہانی کو کون پہنچائے گا؟

• کیداش۔ کیا محنتیں امید ہے کہ میرے دشمن میری طرف سے بے خبر ہوں گے؟

• دشمن جہاں میں دشمن ہی ہوتا ہے اس سے کسی اچھی بات کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔

• کیداش نے ایک مختصر دوست اور ایک ماہر مریخی کی حیثیت سے مجھے ہر ممکن یقین دلانے کی کوشش کی۔

• کائیں بالکل نازل ہے اور بڑا ہراسے کوئی خطرہ درپیش نہیں لیکن یہ جانے کیوں مجھے کسی کو ڈر نہیں حاصل ہوتا تھا۔

• میری محنتیں جس طرح مجھے کسی پیش آنے والے خطرے کا احساس دلاتی رہتی تھیں کچھ ایسے غیر معمولی واقعات پیش آئے تھے جس کی کوئی تو حید نہیں پیش کی جاسکتی تھی۔

• سرنگامی سے جوئی میں بلیوں کے رونے کا شور بلند ہوا شروع ہو جانا حالانکہ جوئی میں ایک بلی بھی نہیں تھی لیکن یوں لگتا جیسے ہزاروں بلیاں مل کر میری بازو صیغی پر ماتم کر رہی ہوں اور لطف کی بات یہ تھی کہ اس قیامت خیز شور

نعل کی آواز میں میرے سوا کسی اور کو نہیں سنا فی دہی تھیں
تپا میرے دمنوں نے مجھے پاگل بنائیے کی خاطر حویلی میں
ناہدہ اور گندی قوتوں کا جال بچھا رکھا تھا، پہلی بار میں نے
بلیوں کے لٹنے کی آواز کا ذکر جب تک سے کیا تو وہ حیران ہو کر
مجھے گھونٹنے لگا پھر جھجک کر سے بولا۔

”میرا مشورہ مانو تو اپنی مقدس کتاب کی آیات پر
ورہ کر کے رہا کرو جہاں مذہبی قوت موجود ہو وہاں شیطان
طاقتیں اپنا قدم نہیں جما سکتیں۔“

بر حال مجھے خوشی تھی کہ وہ شمس آوازیں صرف مجھے

پریشان کرتی تھیں اگر درختال کو بھی علم ہو جانا تو وہ اور

خوف زدہ ہو جاتی جب تک مشورے کے مطابق میں نے قرآنی

آیات کا وہ بھی شروع کر دیا مگر حویلی میں ناہدہ شیطان

قوتوں کا زور بڑھتا گیا۔ کھانے کے وقت مجھے ایسا محسوس

ہوتا جیسے کسی نے مجھ سے تمام بڑن اٹھا کر بجتے فرش پر چھال

لیے ہوں جھنکے کی آوازیں کھانے کے وقت مجھے ایسا محسوس

دوروں کو اس آواز کا مطلق احساس نہ ہوتا، مجھے بھی ایسا

محسوس ہوتا جیسے ان گنت افراد میرے آس پاس چل رہے

ہوں میں ہجرت زدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا، قدموں کی چاپ

کی آوازیں میری قوت سماعت سے عموماً کیڑیں کیڑیں تھیں کبھی

شے نظر نہیں آتی تھی اکثر حویلی میں نسوانی مقصود کی آوازیں بلند

ہو کر اتنی شدت اختیار کر لیتیں کہ کان کے پردے پھٹنے لگتے

اور پھر اچانک یہ آوازیں کیڑے کیڑے دھننے کی آوازیں بدل کر

آہنی محوہ ہو جاتی کہ میرے دل کی دھڑکیں ناقابل برداشت

ہونے لگتی مگر میں یہ سب کچھ برداشت کرتا رہتا، مجھے

یقین تھا کہ یہ کالی طاقتیں حویلی کے اندر میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں

گی البتہ لیدی ڈاکٹر شکنتلا کے روپ میں جس بدروح نے

درختال سے ہاتھ ملا تھا اس کے نتائج ضرور خراب ہو سکتے

تھے۔ اور پھر۔۔۔ پھر وہی ہوا جس کی پیش گوئی ایک بدروح

نے شکنتلا کے روپ میں کی تھی میرے دشمنوں کی چال کا پتہ

ہو گئی ان کے ہاتھ پاؤں تو بے ہوش ہو گئے کہیں کے عین موقع پر

درختال کی حالت نے کچھ ایسی عجیب صورت اختیار

کر لی کہ سب ہی کے ہاتھ پیر پھول گئے، درختال کی زندگی

جگہ کے کی خاطر کیڈاش کو جنگ کی طور پر پریش کرنا پڑا لیکن اس

کی تمام مہارت اور کوششیں رائیگان گئیں، وہ بچے کو بچا

سکا، درختال کی حالت بھی تشویش ناک تھی اس لیے کیڈاش

نے مجھے ڈیو دی روم میں جانے کی اجازت نہ دی۔

میں نے دھڑکنے ہوئے دل سے کہہ میں قدم رکھا

درختال کی موت کے میری حالت اضطراب کی کچی دی

پنٹی کے دوپے پڑنے لگے، دنیا میری نظروں میں تاریک

ہو کر رہ گئی، مجھے سونے درختال کے کسی چیز کا ہونے

تھا، وقت کے میرے وجود پر حملات کی صلیب تیز کر

شایدیں زندگی کی محنتوں سے بے نیاز ہو گیا تھا میں نے

یا اور زندگی کے فاصلوں کو ختم کرنے کی خاطر وہ بین بار

لٹی کی کوششیں بھی کی اس طرح میں فاصلوں کی قید سے

برکراچی درختال کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن میرے

ت اور دیوان جی میری کیفیت اور جنونی حرکتوں کے پیش نظر

نت میری سگاری پر مامور رہتے، میں نے دو ایک بار دیوان

جی مڑھا لیکن موت نے مجھے قبول نہیں کیا۔

شاید میں پاگل ہو گیا تھا، دیوان جی جب تک یا کیڈاش

مجھے مصر و سکون کی تلقین کرتے تو میں ہجرت سے ان کا

مجھے لگا، میں انھیں کیسے سمجھتا کہ درختال کی جدائی نے میرے

کو زخم عطا کیے ہیں وہ اتنی جلد ہی بخلا کیے منہ دل

لے تھے، ابھی تو ہر شے میں میری محنت کی خوشبو اور درختال

ادوں کی ملک رہی تھی، حویلی کے درو دیوان میں جیسے

ہلال صورت نقش ہو کر رہ گئی تھی، میں جدر بھی لفظ

آواز درختال کا تقویراتی میلا میرے سامنے ہوتا، اس کے

ہم سے کانوں میں گونجتے رہتے، اس کی جھولی بھالی اور

مات میں مجھے یاد آتی تھی تو میرے زخم بھرے ہرے ہو جاتے

لے لیں محسوس ہوتا جیسے درختال نے قہر میں میرا تعاقب

ای بڑا کڑھ میرے کانوں میں اس کی آوازیں گونجتی

رہے آواز سے رہی ہو میں چونک کر تیزی سے پلٹتا

ایک کرب ناک آہ میرے حلق سے خارج ہو کر حویلی کے

پارلے میں گم ہو جاتی۔

درختال کو مجھ سے جدا ہونے تین ماہ گزرے، وقت

بہن سکے آہستہ آہستہ اپنا کام کر تا رہا میری خوشنوی

ہوئی حد تک تھی ابھی تک میں اب بھی ہر وقت درختال

میں گم رہتا، اس نے مرے وقت جو آخری چلے مجھ سے

لے کر تیزی سے کانوں میں مدائے باز گشت بن کر گونجتے

ہم لگے ایک روز کیڈاش سے اس کا ذکر کیا تو مجھے گھوڑ

ہا لگیا لیکن جب تک مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”موت اور صبر سے کام لو میرے دوست زندگی خداوند

ہے، جہاں تک تمھاری جی رہی ہے آخری جملوں کا تعلق

لیگا اسے ملنے کو تیار نہیں البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ

درختال کی نگاہیں آواز سے پر جمی تھیں وہ میری آمد کی

منتظر تھی ہر چند کہ وہ آپریشن کے کلیفٹ وہ اور نظر آتا

سے گزر بھی تھی لیکن مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر جنگلی

پھیل گئی، اس کے باغیوں لبوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ

اُبھر آئی، اس کی نگاہوں میں حسرت و یاس کی لہریں گزرتی

موجود تھیں۔

”درختال۔۔۔ میری زندگی۔۔۔ میں نے قریب جا کر ہر

پیار سے کہا۔۔۔ مجھے پتہ نہ تھا کہ تم سو اور کچھ نہیں چاہیے۔“

”جہاں۔۔۔ وہ میرا تھوڑا سا کمر بستہ ہے۔ بولی۔۔۔ مجھے نظر

ہے کہ میں تمھیں بخاری خوشیاں دے سکے۔“

”وقت کو یہی منظور تھا۔۔۔ میں نے خود پر تپا لیا تھا۔“

”کما چھ اس کی پیشانی چوم کر بولا۔۔۔ تم مجھے مل گئیں میرے لیے

یہی بہت ہے۔“

”وقت بہت کم ہے میرے مترتاج، میری باتوں کو

سوئے سنا۔“ اس بار درختال نے مجھے بے چین نظروں سے دیکھا

مجھے بچھ آواز میں کہا۔۔۔ مجھ سے وعدہ کرو جہاں کو تم میری بڑ

کا سوگ نہیں سناؤ گے۔۔۔ مجھے دیکھو میں اس وقت بھی مطمئن

ہوں اس لیے کہ ہم دوبارہ بہت جلد ملیں گے۔ اسی دنیا

میں۔۔۔ مگر مجھے دوبارہ بانے کچے تھیں دور دراز کا سفر کراؤ

اس سفر کے اختتام پر میں تمھاری راہ دیکھ رہی ہوں گی۔

ایک نئے روپ میں۔“

”درختال میری زندگی! خدا کیلے یا یسوی کی باتیں

موت کو ہم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گی۔۔۔ میں نے خواہ

سنہالے تھے درختال کو تسلی دی۔

”میں اب بھی صحت مند ہوں جہاں۔۔۔ طویل سفر اختیار

کر نے کیلے انسان کا صحت مند ہونا ضروری ہے۔“ درختال

نے ہنس بھینچ کر اپنی اذیت ناک کلیفٹ کو برداشت کیا کہ

اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان بولی میں اب خاص

ہو رہی ہوں۔۔۔ میری باتوں کو۔۔۔ فراموش مت کرنا۔۔۔ میرا

خاطر۔۔۔ سفر ضرور کرو۔۔۔ ہم دوبارہ پھر ملیں گے۔ اسی

میں۔۔۔ اچھا جہاں۔۔۔ خدا۔۔۔ خدا۔۔۔ ہا۔۔۔ فقط۔۔۔

درختال نے ایک آخری ہچکلی لی پھر دنیا کے فلز

سے ہمیشہ کیلے آزاد ہو گئی۔ آواز میں سکے کی حالت میں

یوں گھولنے لگا جیسے کوئی بھیاہی خواب دیکھ رہا ہوں۔

اس خواب کا طے کرنا تو میں جیسے مار کر بے اختیار درختال

کی بے جان لاش پر گر پڑا۔

☆

محبت کرنے والے زندگی کے آخری لمحوں میں بڑے جذباتی

ہو جاتے ہیں اور ایسے خوابوں کے ہائے میں سو جیتے لگتے ہیں

جن کا حقیقی ہاتھوں سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔۔۔

بات ہے کہ مرے کے بعد بخاری روح دوسری دنیا میں پہلی

سے جاوے۔“

”کاش ایسا میرے اختیار میں ہوتا۔“ کیڈاش نے میرے

جواب کی کسک محسوس کی تو ذہنی زبان میں بولا۔

”میرے دھرم میں آواگون کا تصور موجود ہے اور اس

عقیدے کو ماننے والوں کا خیال ہے کہ روح کبھی نہیں مرنی۔

موت ایک عارضی دوری اور جدائی کا مقام ہے۔ اتنا ایک

شرم ہے اپنا تعلق ختم کرنے کے بعد کچھ دنوں تک بھگتی کرتی

ہے پھر کسی دوسرے لوپ اور شریہ میں ہمارے درمیان واپس

آ جاتی ہے۔“

”کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ جہاں بھی جمال کو دوبارہ مل

جائیں گی۔۔۔ جب تک بڑا سامنے نہ ملے۔“ دریافت کیا۔

”اپنے اپنے عقیدے کی بات ہے۔“ کیڈاش نے کہا۔

”درختال جہاں کا تعلق جو نہ مندو دھرم سے تھا اس لیے

ہو سکتا ہے کہ انھوں نے آواگون کے عقیدے پر یقین رکھنے ہوئے

وہ بات کہ دی ہو جہاں کے ذہن میں مجھ کر رہ گئی ہے۔

لیکن ذاتی طور پر میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔“

”رب عظیم کی قہر، وقت زمرے کیلے بے حد مفید اور

ترباتی ہوتا ہے۔ جب تک مجھے تسلی دینے کی خاطر کہا۔“ زندگی

میں کوئی عزیز دوست نہ تھا تھی یا ہم سفر اچانک منہ موڑ لے تو

میں تکلیف کا احساس اتنا ہی شدید ہوتا ہے جتنا کہ گشت کا ناخن

سے جدا ہو جانے پر ہوتا ہے۔ سلویا کی موت نے مجھے دیوانہ

کر دیا تھا میرے قدم بھی دو گنا گئے تھے مگر میں نے خود کو سنبھالنے

کی کوشش کی۔ خدا کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیا اور دوبارہ

دنیا کے جنگل میں گم ہو گیا۔ سلویا کی یاد آج بھی میرے ذہن

میں پونہ نقش ہے لیکن میں نے اسے خود پر طاری کرنے کی کوشش

نہیں کی آہستہ آہستہ اس کی قہر توں کو کم کرنے کی کوشش کرتا

رہتا ہوں۔ دنیا کا یہی دستور ہے میرے بڑے، اس لیے میں

تھیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ خدا کی مرضی کے ہرے شریہ میں

کر دو اور خود کو صرف لکھنے کی عادت ڈالو۔ باقی کام وقت

کے رحم سے گزرتے۔“

جب تک ٹھیک ہی کہا تھا کہ وقت ہر زخم کیلے ترباتی

کا کام کرتا ہے کیڈاش نے مجھے مشورہ دیا کہ میں دوبارہ لکھنا

شروع کر دوں اور مطالعے کے مشوق کا زمرہ نو پانالوں میں شمع

معروفیت سے کہوں کہ اب وہ کچھ بھلا کر رہے ہیں جس نے کبدش کے مشورے کو مان لیا اور دل کے احساسات کو نوکِ غم کی بانی صغوفہ طاس پر بکھینے لگا، شروع شروع میں مجھے دشواری اور اذیت کا احساس ہوا لیکن رفتہ رفتہ دل کا غبار چھٹنے لگا اور میری کیفیت سنبھلنے لگی۔

دورانِ جہان میری جاگیر کے کاموں کو سنبھال لکھا تھا وہ اکثر سولی آ کر مجھ سے کاروبار کی باتیں کرتے، ایک آدھ بار انھوں نے مجھ سے کہا بھی کہ اب میں براہِ راست جاگیر کے کاموں کو دیکھوں مگر میں نے ان کا یہ مشورہ نادر کر دیا، اس لیے کہ مجھے ان پر اعتماد تھا اور اس لیے بھی میں سولی سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا کہ میرے ملنے جلنے والے پرستش حوال کریں گے تو دل کے زخم پھر بہہ رہا نہیں گے۔ ایک بار دیوان جی نے دینی زبان میں مجھ سے مسدود دشمنوں اور بیگنی کے بارے میں بھی کچھ بتایا چاہا لیکن میں نے سننے سے انکار کر دیا۔

درخشاں کے بعد اب باتوں پر دھیان دینا مجھے گوارا نہیں تھا۔

میں دن بھر کھینچ پھینچنے کے نفل میں مصروف رہتا، دوسرے کچھ دیر آرام کرتا، اکثر اوقات سو بھی جاتا۔ تمام کو اپنے عزیز دوستوں جیکب اور کیلاش کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا اور اوقات کو درخشاں کے تصور سے لپٹ کر بڑھا جاتا، سیر شہب روزا کی طرح اپنی منزل میں طے کر رہے تھے۔

ایک روز میں اپنی اسٹڈی میں بیٹھا کہتے ہیں مشرّف تھا کہ جیکب بھلا یا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی جس پر بادامی رنگ کا کاغذ چڑھا ہوا تھا، فیل اس کے کہ میں جیکب سے اس کی جھلاہٹ کا سبب دریافت کرتا اس نے ہاتھ میں دی ہوئی کتاب زور سے میرے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”لو۔ اسے بھی پڑھ کر دیکھو شاید یہ بے ہودہ سفر نامہ تم کو بہت اچھے لگے، اس کا مصنف ایک سیاح ہے کبھی زمانے میں میرا دوست رہی وہ پہلے ایک اداسی زمانے سے اس بے ہودہ شخص نے یہ فضول اور ادھیات کتاب مجھے روانہ کی ہے تاکہ میں اسے پڑھوں اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کروں۔“

”کیا تم نے یہ سفر نامہ پورا پڑھ لیا ہے۔ میں نے جیکب کی جھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دریافت کیا۔“

”کوشش کی تھی لیکن سیرس چھپیں صفحات سے زیادہ جستم نہیں کر سکتا۔“

”کیوں۔ کیا اس میں ایڈونچر نہیں ہے؟“

”ایڈونچر کم اور پھرچن زیادہ ہے۔“ جیکب نے غبارت سے جواب دیا پھر جھلاہٹ کتاب دوبارہ اٹھائی باوادی کاغذ جلد سے انار کو سرورق میری نگاہوں کے سامنے کرنا ہوا اور اسے دیکھو۔ پہلے ہر دو کی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس تصویر والی لڑکی کے ہاتھ میں تو فاضل مصنف نے زینار آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔“

”کیا مطلب ہے میں نے جو تک کر لیا ہے کیا یہ تصویر بھی سفر نامے سے کوئی تعلق رکھتی ہے؟“

”ہاں۔ یہ جیکب کے گواہ منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔“

فضول لڑکی مصنف سے ایک جزیبہ پر ہنگامی تھی جیکب مجھے کتاب کے بائیں میں تیار ہوا تھا کہ اتفاق سے کیلاش بھی آگیا، اس نے بھی سرورق کی تصویر کو بہت غور سے دیکھا، جیکب کی نہایت حسین و جمیل و دشیزہ کی تھی وہ ایک درخت کے ٹکڑے پر زندگی سے بھرپور سرگرمی نظر آ رہی تھی البتہ اس کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا کہ کسی کو جیکب نے بے ہنگامی اور پھرچن سے تعجب کیا تھا۔

”کیا فرمایا ہے اس تصویر میں؟“ کیلاش نے بڑی بیگنی اور مصحفیت سے جیکب سے دریافت کیا۔

”کیا تمہیں کچھ نظر نہیں آ رہا؟“ جیکب نے قلم کر جواب دیا۔

”آ رہا ہے۔ لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں علانے اس لڑکی کا تعلق ہو وہاں جسم کی سرورق کی کاراج نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس بے جا داری غریب لڑکی کو بھلا سورورق والا لڑکا ٹھہرا یا جاسکتا ہے۔ ذرا تم اسے ایک بار پھر پوری توجہ سے دیکھو کہ قدر حسین اور مصحفیت نظر آ رہی ہے۔“

”دیکھنا ہی انسان کو دور علانے کی خاطر ہمیشہ حسین اور مصحفیت کا پیکر نظر آتا ہے۔“

”یقیناً اعتراض کس بات پر ہے؟“

اس کے اس طرح کھڑے ہو کر تصویر پر بولنے پر وہ مسکندہ لب لہو کہہ رہے تھے کہ میں نے جیکب سے کہہ دیا۔

”میں نے اختیار نہیں ہوتا تو اس کتاب کے مصنف کو گول مار دیتا۔“

”یہ تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ اسے اپنا نہیں کر سکتے کہ میں نے تمہاری بیوی پر جلتے تو تم کہیں گولی نہیں مارو گے۔“

”تم صبر، محض مزاح سے مجھے کسی ایسے ہی بے ہودہ سوال کی توقع تھی۔“ جیکب بدبلائے لگا۔

”میر خیاں ہے کہ اس سفر نامے میں جنگ خیاں کا ذکر زیادہ ہوگا۔ میں نے کیلاش کے ہاتھ سے کتاب کے کاس؟“

مجھے پانے کیلے دور دراز کا سفر ضرور اختیار کرو گے۔“

”درخشاں۔ یہ تم ہو؟“

”ہاں جمل۔ میں بخاری درخشاں ہوں جو اب عمر سے تھوڑی راہ دیکھ رہی تھی میں نے تم سے کہا تھا تاکہ ہادی بخاری عارضی ہوگی اور ہم اسی دنیا میں دوبارہ ایک دوسرے کو پائیں گے مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے تلاش کر لیا۔“

درخشاں کی آواز نے میرا سکون و دہم بہم کیا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر بالکل تنہا تھا، میرا حلق خشک ہو رہا تھا، میں نے آنکھ کھانی پیا اور ذہن جھپک کر دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا، کچھ دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے ایک بار پھر وہی خواب دیکھا، درخشاں میری نظر کے سامنے موجود تھی لیکن اس بار وہ صلیب مضطرب اور بے چین نظر آ رہی تھی اس نے حسرت بھرے لمبے لمبے جھپکے کر دیا۔

”جہاں کیا آ رہی؟“ درخشاں کو پانے کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار نہیں کرو گے، جہاں کیا ہے انتظار میں میری آنکھیں پھٹا جائیں گی، بلو جہاں کیا تم اپنی درخشاں کی آخری خواہش پوری نہیں کرو گے۔ کیا تم مجھے جیسے فراموش کرو گے؟“

”نہیں۔ نہیں۔ میں سوئے میں جمع پڑا۔ میری آنکھ دوبارہ کھل گئی، میرا جسم اپنے سے شہزادہ ہو رہا تھا اور میرے ذہن میں آدھیاں چل رہی تھیں، درخشاں کا تصور میری نظروں کے سامنے تھا اور اس کی آواز سامنے بازگشت ہر کہ میرے کانوں میں گونج رہی تھی میں تڑپ کر اٹھ بیٹھا اور خواب گاہ میں نکلے لگا۔ یہ میری آنکھوں سے اجاٹ ہو چکی تھی پھر میں نے خود کو اس بات پر طمانتہ کی کہ درخشاں کی آخری خواہش پوری کرنے میں اتنی دیر کیوں لگا دی اس رات میں نے عزم کر لیا کہ پہلی فرصت میں کسی دور دراز کے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا۔“

کچھ دنوں تک میں خاص مشغول پڑا پھر ایک روز میں نے جیکب اور کیلاش سے کہا کہ میں آباد اور کروی کے علاقوں میں رہ کر درخشاں کو بھلا نام سے اختیار کی بات نہیں اس لیے میں تبدیلی کی خاطر سفر اختیار کرنا چاہتا ہوں اس طرح ممکن ہے کہ میں اپنی ماضی کی حسین یادوں کی شدت کو کم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں، کیلاش اور جیکب نے میری رائے سے اتفاق کیا، میں نے ان دونوں کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی تو کیلاش بلا کسی جمل و حجت آمادہ ہو گیا لیکن جیکب کو آمادہ کرنے کیلئے میں خاصی محنت کرنا پڑی میرے پاس دولت کی فراوانی تھی اس لیے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی دوستوں

میری نظر ڈالتے ہوئے کہا پھر جیکب پوچھا کیا تمہیں اس تصور پر اعتراض ہے یا سفر نامے کے نقش فضوں کو خرابی نظر آتی ہے؟

”خوابی۔ یہ جیکب ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ پڑھ کر دیکھو تو یہ خود اندازہ ہو جائے گا اس قبیلے کے لوگ کس قدر غریب و محروم واقع ہوئے ہیں۔ اس قدر بد بخت لوگ میں کر تیلیف ہے وہاں جانے والے پادریوں کو جبوں کہ کھا جانا اپنا فرض ہے۔“

”کیلاش یہ سن کر بے اختیار تفسیر لگنے لگا پھر بڑی خشک لہجے میں ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔ نہایت سچا اور دور بین لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ میرا سر چلے تو دنیا کے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے اسی قبیلے میں سمجھا دوں۔“

”تم شاید بھول رہے ہو کہ خدا کیجئے کہ ناخن نہیں دیتا۔“

”بہتے چڑھ کر کہا۔“

”لیکن تمہارے اوپر یہ مثال صادق نہیں آتی۔ کیلاش فار جیکب کے کھٹے ہونے مر کی جانب دیکھتے ہوئے شوق سے ہنستے تھے، جہاں ہوا اور لذت عظیم نے انھیں ناخن جبینی نعمت سے مالا مال کر رکھا ہے۔“

”ہم خاصی دیکھ کر جیکب سے تفریح لیتے رہے۔ اسی رات انے۔ سفر نامہ کا سرورق مطالعہ کیا تو میری دل چسپی بڑھتی، مصنف نے ان جزائر کا بڑا خوب صورت نقشہ کھینچا جہاں جہاں اس کا گورہا ہوا تھا، ہم جوں کی کہ دانشان تھی اب اور خوب صورت تھی کہ مجھے وقت کا احساس ہی نہ رہا، پھر اس سفر نامہ کو پڑھتے پڑھتے میری آنکھ گک آئیں اسے خواب میں خود کو اسی جزیرے پر محسوس کیا، ان سرورق والی وہی حسین و جمیل و دشیزہ ایک درخت کے ٹکڑے کھڑی میری راہ ایک کہی تھی اس کا خوب

بہت پرہش و غم کی مرضی کے سبب تب کر گھٹا کر بن گیا تھا، یہی مصحفیت اور خوب صورت نظر آ رہی تھی اور مجھے خودی کے عالم میں گھوڑ رہی تھی اور پھر میرے دیکھنے آج کے سینے سے میری درخشاں کا روپ اختیار کر لیا۔“

”ناگ ڈپ وہی خدا خال وہی مالک نقشہ اور وہی راحمن و رحیم۔“

میں اپنی جگہ موجود رہ کر اٹھ اٹھ کر دیکھیں ہیڑے پکچہ تھا کہ اس نے سرکراتے ہوئے بڑی اپناہیت سے اپنے بازو اٹھائے اس کے باوقوف لبوں کو جھپٹتے ہوئے اور درخشاں کی ماورائے سر کانوں میں گونجی۔ جہاں۔ مجھے یقین تھی زور

کی آمدگی کے بعد میں نے سیلون میں اپنے ایک پہلے واقعہ کار کو تار سے دیا کہ وہ میرے لیے ایک مضبوط اور آرام دہ چھوٹے جہاز کو کسی بھی کرائے کے عوض دو ڈھائی ماہ کے لیے حاصل کر لے۔ مجھے زیادہ دنوں تک انتظار کی زحمت نہیں ہونی۔ دس گیارہ روز بعد ہی مجھے اطلاع ملی گئی کہ میرے لیے نہایت مناسب قیمت پر ایک بہترین جہاز حاصل کر لیا گیا ہے۔ اس خوش خبری کے ملنے ہی میں جاگیر کا مکمل انتظام دلیان جی کے سپرد کر کے اپنے دوستوں کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور ایک صبح خشکی کو خیرباد کہہ کر سمندر کی سفر کر لیے۔ بحری قہقار پر سوار ہو گیا جہاں اس وقت بھی میں اپنے کہیں میں بیٹھا ماضی کی داستان کو ڈائری میں محفوظ کر رہا ہوں۔

✱

گاہ کی پر اسرار موت کا انرا بھی مسئلہ ذہن پر باقی تھا کہ جس کے خطے میں اس کو برباد کر دیا۔ میں رات بھر کہیں کے خط کو بادل پر چھٹا رہا، دوسرا پسند لافہ میری پریشانیوں کو دہندہ کر رہا تھا۔ نہ جانے اس کے اندر میرے لیے کیا پیغام درج تھا؟ شاید کہیں نے میری اور درخشاں کی ملاقات کے بارے میں درجنوں کی پیش گوئی کا کوئی ذکر کیا ہو، میں نے سوچا، جو بات وہ زبان پر نہیں لانا چاہتا تھا یا شاید اس نے وہ تحریر کے ذریعے مجھ تک پہنچا دی ہو مگر اس سلسلے میں کہیں نے یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ جب تک بحری سفر ختم نہ ہو اس لحاظ سے کوئی کھولا جائے نہ درجنوں نامہ نامی ہو گئیں تو آئندہ پیش آنے والے واقعات کی ترتیب بدل بھی سکتی ہے۔ مگر کیا کہیں کوئی دیکھ کے ذریعے میرے سفر کے آئندہ حالات کا بھی علم ہو چکا تھا؟ وہ حالات انھیں غرض نہ تھیں ہوں گے ورنہ وہ اس طرح اپنے عزیز پر اچانک ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دیتا۔

میں انداز میں گاہ کی اپنی زبان کھولتے کھولتے اچانک کسی نادیدہ قوت کا تشکار ہو کر موت سے بھگا رہا تھا وہ منظر اچھی تک میرے ذہن میں محفوظ تھا، اپنا کہ جسے میرے پردہ اچانک سیر کرتے ہیں حال ہی ہو گیا تھا پھر اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں لیے ہوئے کئی مردہ جانور کی سالخورہ بڑوں کے بے ہنگم ڈھانچے کو چمتے چمتے مجھے اپنے علم سے متاثر کرنا شروع کر دیا، وہ مجھے سب ماضی کے بالے میں مبتلا رہا تھا پھر اس نے مجھے میرے سفر کے حالات کے بالے میں مبتلا شروع کیا اس کی باتوں نے جیسے مجھ پر چڑھ کر دیا تھا سمجھ کر لیا ہوا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ حرف حرف درست تھا پھر میں نے گاہ کی اپنی اور درخشاں کی ملاقات کے بالے میں

درایت کیا کہیں تب اس کے کردہ اپنی زبان کھولتا ہوں گا اور اس کے ہاتھ سے نکل کر اس کی پیشانی سے نکلا اور وہی ایک شدید ضرب گاہ کی ہلاکت کا سبب بن گئی۔

گاہ نے مرنے سے پیشتر خود بھی حیرت کا اظہار کیا تھا کہ اس نے کہا تھا کہ اس روز سے پیشتر بڑوں کے اس نظریہ اور پر اسرار ڈھانچے نے اس کی زبان بند رکھنے کی کوششیں بھی نہیں کی اور گاہ کا کے منہ سے نکلنے والی جی آخری کھولنے جس کی شخصیت کو میرے لیے اور زیادہ پر اسرار اور مشکوک بنایا۔ جس کے جذبات خود بھی روحوں کو بلانے اور عملی ترمیم میں جدت رکھتا تھا یقیناً گاہ کے قبضے میں موجود بڑوں کے اس ڈھانچے کی پر اسرار اہمیت اور خاصیتوں سے واقف ہو چکا تھا۔ اگر میرا خیال غلط نہیں تو کہیں جی نے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا صرف یہ کہ گاہ کو خٹکانے لگا دیا بلکہ بڑوں کے اس سالخورہ ڈھانچے کو بھی حاصل کر لیا جس کی عظمت کے منگے پہلے کے بہت سے منکران ہو گئے تھے۔ کہیں نے میرے اندازے کے مطابق نہایت محال ہونے والی سے ایک تیسرے دو شکار کیے تھے بڑوں کا ڈھانچہ بھی اس کی غریب میں چلا گیا اور وہ بات جو گاہ کی زبان سے نکل کر میری اور درخشاں کی ملاقات کے اسرار کا پردہ چاک کرنا والی تھی وہ بھی ہمیشہ کے لیے گاہ کے وجود ہی میں دھن ہو کر رہ گئی۔

رات بھر میں اپنے کہیں میں بستر پر لیٹا کوئی نہیں ہلا رہا، جس کی شخصیت کے بالے میں جس قدر سوچتا وہ اتنی ہی پر اسرار اور عجیبہ ہوتی جاتی۔ اس رات میں نے متعدد بار بھلا کر دوسرے لافہ کو کھولنے کی کوشش کی لیکن اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ یقیناً وہ کوئی نادیدہ قوت ہی تھی جو کہ بند لافہ کو کھولنے بھی نہیں دیتی تھی اور جس نے مجھے جہاز پر اسرار سے باز رکھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر جب تک اور کیلاش حسب معمول سیر کرتا تھا شریک تھے، میرا سر رات بھر جاگتے رہنے کے باعث دل سے بھاری اور بھول بھول سا درد تھا، کیلاش نے خلاف سبب سے اور خاموش نظر آ رہا تھا البتہ جب تک بڑے خوش گوارہ میں تھا، مجھے وہ کیلاش کو مدنی تیز نظروں سے دیکھنے لگا اور آہستہ سے مجھے کسی مار کیلاش کی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگتا۔

کیا بات ہے کیلاش؟ میں نے جب تک بار بار اس کے کیلاش سے دریافت کیا کہ تم نے خلاف توقع اس قدر غم کیوں نظر آ رہے ہو؟

میرا خیال ہے کہ سر میں تمام رات بے خوابی کی پریشان کن کیفیتوں سے دو چار رہا ہے۔

میں نے کیے معلوم ہوا کہ کیلاش نے چونکے ہوئے جب تک دیکھا انداز پر ایسا ہی تجھے جیسے اس کی کسی دھتکتی رگ ہاتھ دھک دیا ہو۔

اپنی بیٹ پر ایک نظر ڈالو۔ بریخیز جوں کی توں موجود ہے اور چالنے کی پالی بھی سرور پر چلی ہے۔

اور نہ کیلاش نے دو بارہ چونکے ہوئے کا چہرہ اخیلا لے لاکھ ہونٹوں سے لگا ہوا جو جیسے مسکراتے ہوئے تھا۔

کیوں؟ کیا تجھ سے چائے کا درجہ حالت نفی سے زیادہ ہوس رہا ہے؟

تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیلاش نے قد سے کھڑے ہوئے اڑھائی لاکھ ایک طرف لپکتے ہوئے جب تک کھڑا۔

کیا تجھ سے اندازہ ہے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں؟

کہنے لگا آسانی سے سمجھ گیا۔

کیوں نہیں؟ ہم اس وقت اپنے دوست جمال مہر کے اٹھری عقب نامی جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ کھار دی رات کی حالت بھی بدی شروع نہیں ہوئی ورنہ میرا خیال تھا کہ تم ابھی تک اپنا کھار کے رات پہل نہ دی کر رہے ہو گے۔

آہ میرے دوست! میرے ذہن کو مت کریدو۔

ہاتھ نے ایک سرور اچھڑکا۔ تم میرے دل کی دھڑکنوں میں کچھ سکون گے۔

میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم حسانی طور پر اس وقت ہمارے بیان ضرور موجود ہو کیونکہ ہمارا دل اور دماغ ابھی تک اپنا اصل پر نارمل فروخت کرنے والی حسیہ کو کیلا کے تصور لاکھو یا ہوا ہے۔

تم شاید میری محبت کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔

نہیں۔ میں تجھ سے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہوں شیطان ہمیشہ خوب صورت اور حسین روپ میں سامنے آکر

میں نے اس کی کوشش محاکات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب تک بڑا۔

اپنی مثال نے، تو کیلاش نے طے سے پیشتر تم خاصے سمجھ دار بڑوں واقع ہوئے تھے لیکن محبت کے لیے بردہ اور نمک

دیکھنے سے اوپر کچھ اس طرح حملہ آور ہوئے کہ تم بھی گئے اہستہ۔

جمال! اچانک کیلاش نے مجھے اپنی سنجیدہ شرارت کے بیان کیے ہوئے پوچھا: ایمان سے کہنا کیا تم نے تو کیلا

کو ٹوٹے دیکھا تھا اور کیا تجھ سے ایسا محسوس نہیں ہوا کہ تو کیلا کے روپ میں پرستان کی کوئی خود آسمانوں سے بیٹھ کر زمین پر اتار رہی ہے؟

نہم شاید بھول رہا ہوں میرے قابل رحم دوست کو جوں کا توکل جنت سے ہوتا ہے۔ پرستان سے نہیں۔ جب تک نے

مسکراتے ہوئے نصف کی تو کیلاش بھلا کر میرے ہاتھ پر ہاتھ ملا۔

میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن کیا تم اس حقیقت سے

انکار کر سکو گے کہ تجھ نے تحت الشعور میں وہ مہیا کی حسیں روپا

آج بھی موجود ہے جس نے منہ رکھ کر جوں میں ایک مردہ کی

عشق میں مبتلا ہو کر بھلا لگا لگا دی تھی؟

میں ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں اس پر۔ جب تک نے

اچانک کڑوا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

میں اس لعنت کی وجہ بھی بتا سکتا ہوں میرے بھولے

پادری۔ اگر وہ پہلے لاسا کے بجائے تھاری طرف نظر نہایت

کی موتی توجہ نہ تھی میری طرح سر چائے ملنے کے نیچے تانے

پر مجبور ہو جاتے۔

کیا مطلب؟ جب تک گڑ بڑا گیا۔ کیا تم پھر ایسا ہنگامہ اور

منہ کی عورت کا ذکر تازہ کرنے کی حماقت کر رہے ہو؟

سے زیادہ تارک اور سیاہ تھی۔

تم نے تو کیلا کے خوب صورت دل میں جہاں کہیں کر دیکھنے

کی کوشش نہیں کی جہاں ایک معصوم روح اپنی تمام تر

پاکیزگیوں کے ساتھ کسی ہم سفر کی تلاش میں نہ جانے کب سے

بلے چپن اور مضطرب ہے۔ کیلاش نے پھر سنجیدگی سے جب تک کو

چھیڑنے کی خاطر کہا۔

کیلاش اور جب تک کے درمیان یہ توک جھوٹی جہاد تھی کہ

میں نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی خاطر پہلی بار اپنے دوستوں

کو بتایا کہ کہیں نے اپنا کھار کے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

کیلاش میری بات سن کر چونکا تھا لیکن جب تک نے کیلاش کو

چھیڑنے کی خاطر کہا۔

میرا خیال ہے کہ کہیں بھی اس جزیرے پر گھومنے والی کسی

حسیہ کی زلت کا تشکار ہو کر اپنی عاقبت خراب کرنے کی خاطر رک

گیا ہوگا۔

کیا ایسے کو علم ہے کہ کہیں جہاز پر موجود نہیں؟ کیلاش

نے جب تک کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

ہاں۔ اور کہنا کا خیال ہے کہ کہیں نے یہ دیدہ و دانستہ

ایا کیا ہے ورنہ اگر وہ جانتا تو جہاز پر واپس آ سکتا تھا، میں

نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا: وہ اچھی سے پیشتر ایک کشتی کہیں کی

آسیب زدہ

انوار صدیقی (ذریعہ طبع)

ہزارہ رداخل ہوا اور اس نے بیچ کر کہا۔

”میں خوفناک ہوا اور اس نے بیچ کر کہا۔“
”کہ آپ حضرات بڑے کہیں میں پناہ لیں تو زیادہ مار مار کر مار دیں۔“
”فداوند خیر۔“ جبکہ بے بسے پر صلیب کا نشان تھا
ہوئے کہا ”مروت۔“ ہزارہا میں اس قسم کے چھوٹے موٹے
طوفان آتے رہتے ہیں۔ یہ کہ کاش نے جبکہ کو گھونٹنے ہوئے
مہکتان کی ہایت کے مطابق بڑے کہیں میں آگے
جیک بری طرح سہا ہوا اور نظر آ رہا تھا شاید اس کے دل پر
خوف ابھی تک جاری تھا کہ لگا لگا کر پیش گوئی کے تحت بڑی
عقاب کسی لمحے بھی طوفان کی زد میں آگیا تباہ و برباد ہوا
لیکن اس روز ایسا نہیں ہوا، کم و بیش چار گھنٹے تک ہوا
کی معمولی شبن جاز کی قوت کو آ رہی رہی چہرہ سبز رہا
ہوگا، کیلاش نے جبکہ کو مخاطب کیا جس کے ہونٹ ابھی تک
بدلتے تھے۔ ”دیکھ تم نے طوفان آیا بھی اور گزرا بھی گیا۔“
”جب کوئی پریشانی آ کر نہ جائے تو ہمیں رت بیکم کی
مراہوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔“
”میرزا خاں ہے کہ گاہے ہماری زندگیوں محفوظ رہنے کی
پیش گوئی غلط نہیں کی۔“
”کیا مطلب تھا؟“ جبکہ پوچھا۔
”جہاں کی زندگی کے تحفظ کی خاطر فطرت نے دشمنی کا
روح کو نشان ہو کر میرے لیے تو کیا نہ ہو کہ کی دھمکی ہو
رہی ہوگی اس لیے کہ اپنا سے رداخل کے وقت میں اس سے
کہہ آیا تھا کہ بہت جلد واپس آکر اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا
کیلاش سنجیدگی سے بولا پھر جبکہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”او
تھواری وجہ سے ہم مینوں میں بحری سفر کے دوران ہمیشہ محظوظ
رہیں گے۔“

”کوئی خاص وجہ تو میں نے پوچھی۔“
”ہاں یہ کیلاش نے بے حد ہراساں انداز میں کہیں کی
کو گھونٹنے سے جواب دیا۔ ”سندھی میں جس جگہ میں منظم ہوا
گی رہا کہ سیاہ اور فحش طرح۔“
”لغت ہے تھواری بدلتی ہوئی ہے۔“ جبکہ نے فحش کہا
تیزی سے اچھ کر کہیں سے چلا گیا اور ہم بہت دیر تک اس کا

حمیت اور سادہ لوحی پر دل کھول کر مسکراتے رہے۔
”اپنا کہ سال کو خیر باد کہ میں چار دن ہو گئے تھے ہم
زیادہ بات سو میں سفر کر چکے تھے کہ ایک شام اچانک موسم کے
دو چہرہ خطرناک ہو گئے، طوفانی ہواؤں نے شدت اختیار کر لی
رہا نیکلون کی آمد کا پیش خیمہ تھیں رات کو گیارہ بجے کے
مدینہ داتا منظم ہو گیا کہ طوفانی لہروں کا پانی غلے تک
نے لگا لیکن طوفان نے زیادہ شدت اختیار نہیں کی، صبح
زاد مرنی تو آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور سمندر
میں ایسا بدبو جزر باقی تھا کہ کھڑا رہنا دشوار ہوتا تھا لیکن ابھی
اب ہماری قسمت ابھی تھی جو بحری عذاب کو ایک ذرا بھی گزرتا
میں پہنچا تھا خاتم کے کشتان ایسے کو بھی دیکھی جو بہت خوفناک
دریائوں نظر آ رہا تھا محض اس کے ہر اسے آواز کے کر
دھان کے بلے میں کچھ دریافت کرتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا
بہ انجینئر کے ساتھ انجینئر کے دم کی جانب چلا گیا۔
شام تک موسم اسی طرح رہا، رات کو ہر گز بھڑکنا اور
بڑھ گئے، ہم کھانے والے بڑے کہیں میں بیٹھے موسم اور حال
تغیر ہو کر کہے تھے کہ ایسے آگیا، اس کا چہرہ خوف سے زرد
ہو رہا تھا، میرا تھا کھانکا سفر کے دوران میں پہلی بار کشتان کو
کا زور دشت زدہ محسوس کر رہا تھا، میں نے اسے ٹھونکنے کی
باز جاز کی مضبوطی کی تعریف کی تو وہ مجھے ٹھونکے دیکھنے لگا پھر
ہونٹ کھٹکتے ہوئے بولا ”میرے عزیز! اپنا سے رداخل ہونے
نے بعد میں جی ہاں جس طوفان سے دوچار ہوئے تھے اس نے میں
ماتے رات سے چھٹا دیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پرتکتے ہوئے دریافت کیا۔
”لاگ (۱۵۰۰) لہروں کی تندر ہو چکی ہیں اور صرف
پاس باقی ہے اس لیے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ ہم سمندر
میں کماں اور کس سمت جا رہے ہیں۔“
”چہرہ اب کیا ہوگا؟“ جبکہ خوف زدہ لیے میں سوال کیا
”پیشانی صحت ہوئی میں نے تیزی سے کہا ”کیا کیا محسوس
نہیں کر رہے کہ ہوا کا زور ٹوٹ رہا ہے اور جہاں کے چھوٹوں
میں تندرستی واقع ہو رہی ہے۔“

ایسے نے میرا جواب سنا تو وہ اور زیادہ بدحواس نظر آنے
لگا پھر نہ کہیں مجھے ملامت چہرے نظر دے دیکھتے ہوئے
”لاہور ہوا کی شدت میں کمی کا خواب مت دیکھیں میرے عزیز!
اپنی اپنی خیر مینے، ہم کسی لمحے بھی ہر اکال کے بدترین
سائیکلون سے دوچار ہونے والے ہیں، جس کے بچنے کو ان
قالت کا علم ہو چکا تھا اس لیے اس حرام زلزلے نے ہمارا ساتھ

چھوڑ دیا۔ زندگی عزیز ہے تو گرو گرو کر خدا سے دعا میں مانگتے۔
کشتان کا چہرہ خوف کی شدت سے تاریک ہو رہا تھا، اس نے
اپنی بات مکمل کی پھر موٹ جہان ہوا برقی رداخل سے اٹھا
اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

”میں نے پہلے ہی یہ مشورہ پیش کیا تھا کہ بحری سفر
ترک کر دیا جائے۔“ جبکہ نے زور دے کر کہا ”کشتان کی گفتگو
نے اسے بے حد دلا دیا تھا۔“
”بجوت! کشتان سے بھڑکتے ہوئے بولا۔“ جو ہونا
ہے ہو کر کہے گا، بشور کرنے سے کیا فائدہ؟
”تم لوگ یہاں بیٹھ کر خوش گپیاں جاری رکھو میں مباد
کرنے جا رہا ہوں۔“ جبکہ اٹھتے ہوئے کہا پھر وہ بھی اپنے
کہیں کی طرف چلا گیا۔

”جہاں۔“ کشتان اور جبکہ کے جانے کے بعد کیلاش نے مجھ
سے کہا ”کیا تم نے محسوس کیا کہ کشتان ایسے آج محظوظ رہا
اور بولکھلا ہوا نظر آ رہا ہے۔“
”موت برقی ہے کہ دوست اس لیے پریشان ہوئے
سے فائدہ؟“ آؤیل کر کے برصورت حال کا جائزہ لیں۔“
کیلاش مسکرا کر ہوا میں سے ہوا اچھ کر کھڑا ہوا، ہم دونوں غلے
پر پہنچے تو ہوا بالکل ہند ہو چکی تھی اور سمندر کا توج بھی خاصا
کم ہو چکا تھا، بلند تار کی آبی تدر تھی کہ تھوڑا دیر نہیں بھائی دنیا
تھا، ایسا سکوت و سناٹا تھا کہ خوف محسوس ہوتا تھا، غلے کے
ملاح الیٹین لاکھ میں لیے اغنیاء ملی تہہ ہر اختیار کرنے میں لگے
ہوئے تھے، کچھ یو بوند جبکہ بھی ہمیں تلاش کرتا ہوا آؤ پکا گیا۔

”فداوند کا احسان ہے کہ کو تم کے تندر تھیک ہو گئے۔“
”میرزا خاں ہے کہ روپا کی روح نے منہ سے مدد جلد کو
اپنی باتوں میں سمیٹ کر تھواری زندگی کو بچانے کی خاطر ایک
ظہیر قزاقی پیش کی ہے۔“
”اور یہ بھی ممکن ہے کہ تو کیلاش نے تھواری واپسی کی امید
میں خدائے بزرگ و بزرگ دعا مانگی ہو جو قبول ہو چکی ہو۔“
”سب بھگوان۔“ یہ کیا ہے۔“ اچانک کیلاش نے خوف زدہ
لے میں کہا ”میں نے نظر آ رہی کر دیکھا، تار کی اور کھپ
اندھو میں کسی صیبت عفریت کی طرح کوئی سفید سی لہر تھی
جہاں جاز کی سمت بڑھ رہی تھی باوجود کہ اس وقت ہزاراں
کو بھی نہیں تھی لیکن ہمارا جہاز لوں کر اپنے لگا جیسے کسی اذیت
میں مبتلا ہوا، اسی لیے ایک ملاح کی دہشت زدہ آواز ہمارے
کانوں سے نکلا۔“
”صاحب! جگہ کر جلدی نیچے چلے جاؤ ورنہ طوفانی

خاطر اس پر بھی گئی تھی محظوظ اس نے آنے سے انکار کر دیا۔“
”یہ بہت بڑا ہوا یہ کیلاش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
”اگر جاز کا تھواری طرح کم ہونا رہا تو ہمارے سفر کا کیا بنے گا؟“
”اس خدے کا انداز میں نے بھی کیا تھا لیکن ایسے نے
مجھے یقین دلا ہوا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔“ اور میرزا خاں ہر
ایسے جیکس کی خبر جو بدگئی سے بچا ہوئے کے بجائے خوش ہے
شاید اس لیے کہ وہ جیکس کے دھوون والے چکر کو اپنے یہ نظروں
سے نہیں دیکھتا تھا۔“

”اور میرا دل پھر اور گواہی دے رہا ہے۔“ اس بار جبکہ نے
بے حد جھنجکے کہ اسے تو دونوں شاہ گاہ کی کسی ہوتی بات کو
فراموش کر رہے ہو، اس نے کہا تھا کہ خطرناک ہلا میں سمندر کے
اندکھات لگے بیٹھی ہیں اور سیاہ، نادیدہ قوتیں ایک ایسے
تباہ کن طوفان کو جنم دینے والی ہیں جس سے سمندر کی سوجھیں
آنکھ نشان بن کر انہیں کی اور سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے گا۔
ممکن ہے جیکس نے دھوون کے ذیلیے نے والی تباہی و بربادی
کا احوال جان لیا ہو اور بدقت اپنا سفر ترک کر دیا ہو۔“ میں نے
بھی یہی درخواست کی تھی کہ اپنا سے ساحل سے واپس لوٹ جائے
اور کشتی کا راستہ اختیار کرنا ہمارے لیے زیادہ سودمند ثابت ہوگا۔
”تم محض ایک پادری ہو اس لیے اپنی اسی مشیت پر
اتکا کرو۔“ جو بیٹے کی کوشش مت کرو یہ کیلاش نے جبکہ ٹوکا۔
”میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں مذہب کی خدمت کرنا اور اپنا
مقدم فرض سمجھتا ہوں اور پیش گوئیوں کرنا یا غیر کے حال جانا
میرا پیشہ نہیں لیکن نہ جانے میں میرا دل اب بھی بار بار یہی کہتا ہے
کہ ہمیں پہلی فرصت میں اپنا بحری سفر ترک کر دینا چاہیے۔“
”مروت! کیلاش نے جبکہ کو گھونٹتے ہوئے سزاؤں کی۔
”گاہے جہاں بربادی اور تباہی کی تہہ پیش گوئی تھی مگر یہ بھی
کہا تھا کہ بہترین طوفان کی ہلاکت تیز ہو رہے ہوں بلکہ محفوظ رہنا
کے اور خوش رہیں گے۔“

”ہر ممکن ہے وہ بات اس نے محض ہماری خوش نودی
حاصل کرنے کی خاطر کہہ دی ہو۔“ جبکہ بولا ”پیشہ و نجومی
اپنے لاکھوں کو خوش رکھنے کی خاطر ہمیشہ ایسے ہی تضاد پر
استعمال کرتے ہیں۔“

کیلاش پلٹ کر جبکہ کو کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا
اچانک جاز کو ایک جھٹکا لگا اور تیز ہو گئے ہوئے نہ تھے
تمام برتن پھیل کر فرش پر اڑھو اڑھو بھر گئے۔ کیلاش نے اگر
بدقت میں کارخانہ تمام لیا ہوا تو شاید وہ بھی اپنی نشست پر
توازن برقرار نہ رکھ سکتا۔ اسی لمحے کا ایک کارندہ بھی گتا

لہر ہالے جانے گی۔ سامیٹوں آ رہا ہے۔
فضا میں ایک خوف ناک آواز پیدا ہو رہی تھی۔ ہم

خوف زدہ ہو کر گرتے پڑتے پڑے کیبن میں آگے۔ ٹامی جو
وہاں پہلے سے موجود تھا بھاگ کر میرے قدموں سے لپٹ گیا
اور دم ہلا کر یوں کوں کوں کی آوازیں حلقے سے خارج کرنے

لگا جیسے اس نے بھی آنے والے خطرے کو محسوس کر لیا ہو۔
جب کہتے چرسہ پر مروتی چھا گئی وہ لے حد خوف زدہ دکھائی
دے لگا تھا، میں نے اسے سمجھانے کے لیے کچھ کٹنا چا لیکن دوسرے

بی لمے ہم سب فرش پر ڈھیر ہو گئے، ہمارا کوئی زور کا جھٹکا
لگا تھا کہ ہم اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور پھر جیسے قیامت
آگئی ہمارے کھڑکھڑاتے شدید تھکے کھڑکے کھڑکے کھڑکے

آوازیں سنا دیں۔ یہی تھیں طوفانی لہروں جہاز کو ٹکرنے کی
طرح اچھال اچھال کر جھپک رہی تھیں۔ اچانک کیبن میں
گھپ اندھیرا پھیل گیا، شاید ڈھمکنے والی ہوا کے کام کرنا

بند کر دیا تھا۔ "نادیجی میں ایک منکروہ اور بھی ایک شور سنا
دیا جیسے کسی کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ پھر لاٹ واپس آگئی۔ میں
اور کیلاش قریب قریب تھے کیبن جیکب تھوڑے فاصلے پر

فرش پر اوندھے منہ پڑا تھا، اس کی گردن عجیب انداز میں
ایک سمت ڈھکی نظر آ رہی تھی۔
"کیبن شدید ہچکولوں کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ

تو نہیں گئی۔" میں نے ایک امکانی خطرے کا اظہار کیا تو کیلاش
فرش پر بیٹھتا ہوا اس کے قریب گیا پھر بولا۔
"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اسے صرف متلی ہو رہی ہے۔

یہ اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں ہے۔"
"کاش میری گالی جوتا یا جیتے کراہ کر جواب دیا یا اتنی
اذیت ناک حالت سے تودو چار نہ ہوتا۔"

"حکومت کرو۔ موت بھی تم سے بہت زیادہ دور نہیں
ہے لیکن مرنے سے پیشتر براہِ مذہبی کے چند قطرے حلقے کے نیچے
آنا تو یہ بھلے حق میں بہتر ثابت ہوں گے۔"

آگیا، کیلاش نے اس پریشانی اور خوف کے عالم میں بھی ہوا
مندی کا ثبوت دیا اور جیکب کو برکت پر لٹا کر لے باؤ دیا
تاکہ کیبن جہاز کے ہچکولوں کے ساتھ اس کا سر کسی وزنی شے

مکڑا کر پاش پاش نہ ہوا۔ ہم نے بڑی مہنت کے پائلوں کو بروی
قوت سے تھام لکھا تھا جو بوجی فرش میں مضبوطی سے پکڑے
ہوئے تھے، میرا کتا ٹامی ہمارے دو مین سما بیٹھا تھا، اس کی ہر

س نے بھی شاید موت کی وہ چاب محسوس کر لی تھی جڑے پڑے
ہمارے قریب آ رہی تھی۔
"کیلاش! میں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ چند من

کہ رہا ہے۔" میں نے آغوش میں "کیلاش بخیر گی کے بولا۔ ہمارا
"موت کی آغوش میں" کیلاش بخیر گی کے بولا۔ ہمارا
بہت بہت اچھے دوست اور ساتھی تھے، میں کاش خشکے ہو

ہماری روحیں بھی ایک ساتھ رہیں۔
ہم اپنی اپنی جگہ سے ہونے موت کا اظہار کر رہے تھے
لیکن کچھ بعد طوفان کی شدت میں کمی آگئی تو ہم نے اظہار

کلاس لیا، ہم نے سوچا کہ اوپر غصے پر جاکر صورت حال
بگڑ جائے لیکن کیبن کا دروازہ کھولنے میں ہماری قیادت پر
ناکام ہو گئے، طوفان کی شدت کے سبب وہ ہر طرح کام پر

رہ گیا تھا، ہم نے اسے چٹنا خرچ کر دیا مگر جواب کسی نہ ہوا۔
مسلسل دروازہ پھٹنے اور چلانے کے باوجود بارے کوئی چار
زیرِ توبہ نہیں آگیا۔ ہم زمینوں کے سوا باقی تمام لوگ طوفانی لہروں

میں بہہ کر سمندر میں ڈوب چکے ہوں گے، گا باور کیبن نے
ایسی ہی پیش گوئیوں کی تھیں۔
"کیلاش! میں نے تمام ساتھی قیامت کو شکر ہو گئے۔

"اور اب ہماری بادی ہے۔" کیلاش نے پہلے بار ہی ہوا
آواز میں کہا۔
اسی لمحے طوفانی ہواؤں نے ایک بار پھر شدت اختیار

کر لی اور یوں چپتی چپکی راتی جہاز سے ٹکرانے لگیں جیسے اسے خاص
خفا کی طرح بلانے جائیں گی، جہاز بری طرح ہچکڑنے لگا۔
لگا، اس کی ایک ایک چوڑی بل رہی تھی اور کبھی یہ چرچر

نقد قیامت نیز اور ایسا نک تھا کہ ہم اپنا توازن برقرار
اور اس سے بے خبر تھے کہ کچھ سوچ اور سمجھ سکتے آنا
ن دکھا کہ ہوا کہ ہمارے ہوش و حواس گم ہو گئے، یوں

بیہ جا رہی تھی چٹان سے ٹکرا گیا، ہوا اس نے بعد
کچھ یاد نہیں میرا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔
وہ آخری آواز جو میرے ذہن سے ڈوبنے کی سماعت

نہیں کر سکا تھا۔
دوسری بار مجھے جوشن آیا تو میرا تمام جسم چھوڑے کے
بہا تھا۔ جڑ جڑ اس طرح ٹوٹ رہا تھا جیسے میں اپنے

پڑ پڑا ہوا سوکھوں گا، کچھ دیر تک میں یوں ہی چپ
بیٹا کر رہے جوئے واقعات کے بالے میں سوچتا رہا پھر
اور کیلاش کا خیال آیا تو ہڑ پڑا کہ میرا بیٹھا بیٹھا

ی نظر جیکب پر پڑی اس کی برکت ٹوٹ گئی تھی او
ہوں کے سہارے فضا میں معلق نظر آ رہا تھا، اس کا چہرہ
زور چوکا اور آنکھیں میل نیم واقفیں جیسے ان میں ندگی

احداث باقی زندہ تھی ہو۔
میں نے اپنے اطراف اور ماحول کا جائزہ لیا اپنی ہول
ناک کرنے والی روشنی میں میری نظر جھپٹ پر ٹھکے والے

پڑ پڑی ہو گئی کہ ایک سمت کھسک گیا تھا جھپٹ
اوری تھمتہ ٹوٹ کر اندر کی جانب بھول آ رہا تھا جس
نیچے ہم نے پناہ لی تھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی ہر

پڑ پڑ رہی تھی۔
بار بار کے انجن کا شور سنا دیں رہا تھا نہ طوفان
مذنی آوازیں اور ہی تھیں ہر چیز غیر متحرک کچھ کر گئے

لے کو اس ہوا جیسے میں کوئی جھپٹا خواب کچھ رہا
پڑا چاکا میری نظر کیلاش پر پڑی جو کچھ فاصلے پر ہے
پڑا تھا، اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا، میں اٹھ کر

قریب گیا، خدا کا شکر تھا کہ اس کی سانس پل رہی تھی
مذنی تھیں موت کی اذیت ناک تاریکی جیسے اس کے
رگڑ کر رہ گئی تھی۔

چہرے پر نظر آنے والے زخموں پر انڈیل دی اور اس وقت
میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب کیلاش نے زخموں میں
ہم نے والی خلیفہ کے تحت کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ جب

لے وہ پلکیں جھپکا جھپکا کر گئے یوں دیکھا وہ جیسے اسے اپنی
قوت بصارت پر شبہ ہو رہا ہو پھر بڑی اطمینان سے آواز
میں بولا، "ہم کہاں ہیں۔ کیا ہم واقعی ابھی تک زندہ ہیں؟"

"ہاں ہاں میرے دوست! اسے مجرہ ہی سمجھو کہ ابھی
تک ہماری سانس چل رہی ہے۔"
میں نے براہِ ذہنی کی قول کیلاش کے منہ سے لگا دی وہ

گھونٹ حلق کے نیچے اترے تو اس کی حالت قدرے بہتر نظر
آنے لگی پھر اس نے جیکب کو ہوا میں معلق دیکھ کر حیرت
اور حیرانگی سے پوچھا۔

"کیسا چیز ہائے اوپر تک رہی ہے؟"
"یہ جیکب ہے جسے تم نے مارا تھا، اس کا انجش دینے کے بعد
تو لے سے باندھ دیا تھا۔" میں نے کہا۔ "تم بہت کر کے اٹھو

تو دیکھیں کہ لے چارہ نہ بے باطوفان کی شدتوں کا شکار
ہو کر ہم سے جدا ہو گیا۔"
"مٹھن! رہو۔ یہ اتنا حیران نہیں ہوا اتنی آسانی سے

مر جائے، مٹھن! دیکھو اس کی آنکھوں کے پونے منظر کو نظر
آ رہے ہیں۔"
"پہلے میرا ہی خیال تھا کہ شاید اس درافانی سے کھج

کر کے جنت میں پہنچ چکا ہوں لیکن تم دونوں شیطانوں کی
آوازیں سنا دیں تو یقیناً آگیا کہ ابھی تک اسی دنیا میں
ہوں۔" جیکب نے کراہتے ہوئے کہا۔

"ناقم نے۔" کیلاش نے سر کو تحفیف سا جھٹکا کھٹھے
ہوئے کہا۔ "یہ مردود شخص اس وقت بھی جنت کے خواب
دیکھ رہا ہے۔"

"خدا کھیلے اس شخص سے نجات دلاؤ۔" جیکب بولا۔
میرا سارا جسم مفلج ہو کر رہ گیا ہے۔"
ہم نے اٹھ کر جیکب کو آہستہ سے نیچے اتارا تو اس نے

اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔
"بہت دیر سے تم دونوں کو آوازیں سے سنا تھا لیکن۔"
"تم نے یہی سوچا کہ ہم دونوں جہنم رہے ہو کچھ میں اور

تم جنت کے مزے لوٹ رہے ہو۔" کیلاش نے جیکب کو گھورتے
ہوئے جواب دیا۔
"کچھ عداوت سمجھو۔ جیکب نے وضاحت کی پھر چھپ

کے ٹوٹے ہوئے مردار کے جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "وہ بت

دوسرے دواں کھڑی تھی جی ایک جی ایک کر دیکھ رہی تھی
اسی کو دیکھ کر میرے ذہن میں جنت کا تصور ابھرا یا
"وہ کون ہے جس نے جنت سے پہنچا۔"
"وہ وہی سفر نامہ والی حسین و شیرہ جس کی تصویر
تم دونوں بھی دیکھ چکے ہو۔"
"اور وہ اوپر کڑی تھیں جی ایک ہی تھی جی ایک لاش نے
بلے جہنم کے سے جب تک کو گھولتے ہوئے کہا۔"
"ہاں۔ وہ باطل ولیسی ہی تھی اور....."
"یہ۔ یہ کتنی میں جی ایک لاش نے انگلیاں جب تک کے
چپکے کے سامنے بچانے ہوئے دیا فک کیا۔"
"تین۔ کیوں؟"
"جنگوں کی بڑی کر پانچہ کم کچھ کچھ ہوش و حواس
میں ہو۔"
"کیا مطلب۔ کیا تم دونوں میری بات کا یقین نہیں
کر رہے ہو؟"
"میں کل یقین ہے فادر جب تک۔ غالباً آپ کو مردہ کچھ
کریخت کی حویں آپ کے استقبال کھیلے آئی ہوں گی۔"
"اور تھیں زندہ دیکھ کر بے بیش و مرا واپس لوٹ گئیں۔"
میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔
"رب عظیم کی قسم۔ میں غلط بیانی سے کام نہیں لے
دیا، وہ وہی سفر نامے والی دفتر شیرہ تھی جو مجھے اوپر نظر آئی
تھی اور....."
اور اسی لمحے فضا میں مترنم سنوائی مقبول کی جھنکار
سنائی دی تو ہم چونک اٹھے۔ نظر میں ابھی کراو پر کی جانب
دیکھا تو جب تک کے بیان کی تصدیق ہو چکی، لٹوئی ہوئی کھڑکی
کے خلا سے ابھی ایک حسین ماہ جیسے اندر جھانک رہی
تھی۔ ہمیں اپنی سمت متوجہ دیکھ کر وہ تیزی سے سامنے
سے ہٹ گئی اور اسی وقت متعدد دشنوائی مترنم قہقہہ کھنک
اٹھے، جب تک سچ کہا تھا غصے پر بداندیشہ بات ساری لڑکیاں
مرد و عین انھوں نے اپنے گلے، ٹکراؤ لڑائیوں میں بھول ہی ہو کر
باندھ رکھے تھے ان کی آواز سن کر میرے مامی نے بھی ہونٹوں
خروج کر دیا۔ میں نے دروازے کی جانب اپنی کوشش
کی تو کید لاش نے میرا ہاتھ تھام لیا۔
"مگر وہ جمال اس نے مجھے بھی یا جہاں حسین
دو شیرہ میں ہیں دواں مرد بھی ضرور ہوں گے۔ ہمارا اس طرح
باہر نکلتا ٹھیک نہیں۔"
بات چوتھو مقبول تھی اس لیے میں نے جلد بازی

موت کے بعد ایسا ہوتا ہو۔ زندہ کی میں نہیں
ہیٹے ہر اساتہ بنا کر جواب دیا۔
"اہم بات بھول رہے ہو میرے بھولے پادری
نہ کہ وہ دی بڑی ہے جس کا کوسٹر نامہ میں
پر تھری غیر نہیں۔ یہ وحشی لوگ پادریوں کا
نہ کہ اور مزے لے کر کہا جاتے ہیں۔"
میں نے یہ کہہ کر اس کی طرف سے بھی منظوری
نہ کہہ کر اس سے جواب دیا پھر انجیل مقدس کو
لگا۔
"پل اور دو پیش کا جائزہ لیا تو حیرت زدہ ہو گئے۔
غضب ہو گیا تھا، بول لگا رہا تھا جیسے کسی
میں سے درمیان سے کاٹ کر دو حصوں میں منقسم
ت دور چہرے ہوئے سمندر کی غضب ناک لہریں
خوف ناک آڑی کے طرح سرخا تھیں اور ایک بلند
اگر دوسری پہل جاتی تھیں، ہمارے عقب میں ایک
باقی اور اسی شاداب پاڑی کے کنارے ہمارا جانا
زوتیلے ساحل میں گر دھنسن گیا تھا۔
میں نے اپنے دلے حاشے کا تصور کیا تو ہمارے جسم
پے ہو گئے، وہ طوفانی لہر فضا میں بنا دھوت کی
کی میں نے بوجی عقاب کے پھیلے ہوئے کو ایک بلند
ہے اچھال کر سرسبز پاڑی کے دامن میں لاپھونکا
رہیں کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی، ہمارے
دان کا تکرار ہو چکے تھے لیکن ہم تینوں اور مامی بغیر
نرفنا میں نے بھر بھر لپٹے ہوئے کہا۔ اگر ہمارا
نہ نکالنا تو کیا ہوتا۔
"میرا پاش پاش ہو جائے اور آتی جانور ہمارا گرفت
لے جب تک نے سرور جبریہ میں کین خداوند کو
فصل دیا۔"
"کہا ہوا، جی جانا کسی معجزے سے کم نہیں۔"
"کہا ہوا، جی جی میں نے تجو پریش کی۔ چلو نیچے اتر کر
ت میں کس جگہ لے آئی ہے اور آئندہ میں اپنے
لکے کی خاطر کیا ناخوش اختیار کرنا ہو گا۔"
"میں دوست ہمارے اتر کر ساحل پر تے۔ میرا مامی
ابھی گئے لگا، شاید وہ زندہ ہی جاتے پر اپنی
نار کر رہا تھا کچھ دور جانے کے بعد ہمیں ایک بگڑی

نظر آئی جو سرسبز پاڑی کے ایک جانب پلاس فٹ بلند ہے پر
جا کر ختم ہوتی تھی، ہم اس راستے پر چل پڑے جب تک اور کید لاش
کی نوک جھونک ہر دستور جاری تھی، البتہ میں درختاں اور اپنی
ملاقات کے امکانی پہلوؤں پر غور کرنے میں غوث تھا۔
بلند ہے پہنچ کر ہم نے اطراف کا جائزہ لیا تو ایک حسین
اور دل کش منظر ہمارے سامنے تھا۔ ہم پاڑی کے اس ہمارے پر
کھڑے تھے جس کے نشیب میں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ
ہمرا تھا، مامی نے بھی لگا رہی تھی اس کی شروع کردی، ہم
دو گن لے بھی اس کی تقلید کی، چشمہ کا پانی بے حد میٹھا اور سڑھا
"تازہ" ہوا کہ ہم نے ہر قرب حوار کا جائزہ لیا، ہمارے دونوں اطراف
سرسبز بھاریوں کا خوش نما سلسلہ بھلا ہوا تھا جس کے درمیان
جانبازاں کے بلند درخت، جو ہوا کی شدت سے خمیدہ ہو گئے تھے
نظر آ رہے تھے جیسے پھیل ہوئی شاداب وادی کئی میل دور جا کر
ایک بہت بڑی بھیل کے پاس ختم ہو گئی تھی بھیل کے درمیان
کا پانی فاصلے پر ایک ہاڑی کی جوتی نظر آ رہی تھی جس کی چٹانیں
بھولے رنگ کی تھیں اور اس کے کنارے پر کئی قدیم مزار تھے
کھنڈرات نظر آ رہے تھے۔ کیا شمس نے کہا۔
"ایسا لگتا ہے جیسے ہم کسی موائش فشاں کے دہانے پر
کھڑے ہیں ذرا دوسرے دواں میں بائیں جانب کی ان ڈھلوانوں
کو دیکھ کر بھیل تک چلی گئی، میں سرسبز سڑا لے کی طرح
نظر آتی ہیں۔"
"اور یہ بھی ہماری خوش بختی ہے کہ یہ پاڑی اتنی بلند ہے
کہ سمندر کی طوفانی لہریں وادی کے اندر نہیں داخل ہو سکتیں لہذا
میں بھی ہمارا جینا مشکل ہو جاتا۔"
جب تک کہ پھر چونک کر لولا۔ حیرت رہے وہ دشت
کے والے وحشی باشندے کہاں غائب ہو گئے؟
"میرا خیال ہے کہ وہ پتھر اگر گشت بھرنے کی تیاریوں میں
مصروف ہوں گے۔ کیا شمس نے مسکرا کر کہا۔
میں نے پلٹ کر ان بھانڈوں کی سمت دیکھی جو سطح
ساحل پر تقریباً ساڑھے کے فاصلے پر موجود تھیں مجھے ان بھانڈوں
کے قریب دھتوں کے جیسے بھی نظر آ گئے جو آہستہ آہستہ
درختوں کی آڑ سے ایک ایک کر کے دوبارہ سامنے آ رہے تھے۔
ہم باہمی مشورے کے بعد نیچے ہٹ کر اس کھلی ہوئی ہوار جگہ
پر آ گئے جہاں بگڑی ختم ہوئی تھی۔ ہمیں خدشہ تھا کہ کیسے
وحشی ہیں اپنے ترغی میں نہ لے لیں ہماری نظریں ہر دستور
ان پر جمی ہوئی تھیں جو ہمارے سامنے کچھ فاصلے پر جمع ہو کر
تھے، مردوں کے چہروں پر ابھی تک آتشیں دھماکے کا خوف

طاری تھا لیکن وہ کڑی کے مختلف اور عجیب غریب تھا جس سے بدستور لیس تھے، ہم نے عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھا انھوں نے کم کے گرد اوکلا میوں پر پھولوں کے گرجے باندھ رکھے تھے۔ ہجوم کے درمیان اس بار میں ایک دلاؤ حقیر نظر آیا جس نے پردے کا بنا ہوا خوب صورت لباس پہن رکھا تھا اس کے گرد لٹ دس افراد جنھوں نے چروں پر مضحکہ خیز قسم کے مصنوعی نقاب چڑھ رکھے تھے انھیں کوڑے تھے ان کے سروں پر کوکری نما خول بھی چڑھے ہوئے تھے۔

ہجوم کی شکل میں جمع ہوجانے کے بعد انھوں نے آہستہ آہستہ ہماری جانب بڑھنا شروع کیا۔ اس بار ان کے چروں پر وہ نقاب اور تجارت تیس بھی جو پہلے نظر آتی تھی۔ ہجوم کے پیچھے کچھ عورتوں نے کھانے اور پھولوں کی ٹوکریاں ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھیں۔

”میرا خیال ہے کہ اب یہ وحشی باندھے ہم سے دوستی کے خواہاں ہیں ورنہ ہمارے لیے کھانا اور پھول نہ آتے تب تک باندھے آہستہ سے کہا۔

”اگر اس کھانے میں زہر بھی شامل ہوا تو کیا ہوگا؟“

”کیا شے نے ایک اسکاٹی شے کا اظہار کیا۔

”ہمیں ہر حال میں بہت چھوٹے چھوٹے کھانے کھانا ہوگا“

”میں نے سنجیدگی سے کہا پھر شامی کو اٹھا کر گردوں میں لے لیا

جس کے چھوٹے چھوٹے تھامی باندھے خوف زدہ نظر آتے تھے۔

غالباً انھوں نے کتے نما کسی جانور کو بھی پہلے بھی نہیں دیکھا تھا۔

ہماری نظریں وحشیوں پر مرکوز تھیں اور انگلیاں نیپول کے بڑے بڑے ہوتی تھیں ایک مخصوص فاصلے پر آکر وہ رک گئے ہم نے انھیں قریب سے دیکھا وہ لوگ بلکہ خوب صورت

اور صحت مند جسم کے مالک تھے ان کے قد درواز، ہلن جیسے اور فنی خیال نہایت دلکش تھے، رنگت سرخی، ہاتھوں کی ہتھی

مردوں کے ہاتھ میں سبز تھیں زیادہ تر تھیں انھوں نے لوکیوں کے حسن و شباب کو اگر دیکھتے ہوئے تازہ پھولوں اور ادھ لٹھی

بکلیوں سے تعبیر کیا جاتا تو مزید مہذب ہوتا لیکن دروازہ کا

آدی جس نے پردے کا لباس پہن رکھا تھا۔ بہت بد صورت

تھا اس کی گردن کے اوپر گھونٹ کی ایک بڑی رسولی تھی جو

مکھڑے کے ذریعہ گھونٹ کے شکل میں اس کے کندھے تک

لنگ رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ یہ لباس ان کا سر ہمارے اور جیسا کہ چروں

کی نقاب پہنے ہوئے افراد اس کے پچھاری یا مخصوص سامنے

پھولوں کی ٹوکری کے قریب کھڑی ہوئی ایک کافراؤا حسینہ جو بڑی دیر سے کھنگلی باندھے کیلاش کو سنے جارہی تھی سکرانے ہوئے آگے بڑھی دلاؤ حقیر بد صورت شخص کے قریب جا کر

اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا تو وہ ہماری جانب نفرت اور

تفارت سے گھٹوٹے لگا، چروں پر مختلف اقسام کے دروازے

نقاب لگائے ہوئے اس کے سامنے بھی ہماری طرف متوجہ

ہو گئے، ان کے مصنوعی چروں کی نقابوں سے ہمیں بعض ان کی

آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں جن میں ایک ان کا مقام کے شعلے

بھونک اٹھے تھے۔ کچھ دیر تک وہ ہمیں گھومتے رہے پھر درواز

قدارے کے اشارے پر اس کے سامنے آگے بڑھے انھوں نے

ٹوکری میں رکھی اشیا کو ایک ایک کر کے کچھ پھروں بار بار اپنی

اپنی جیبوں پر چلے گئے تو جیبوں کے اندر ان کا سانس لینے

ہوئے کہا۔

”دیر عظیم کا احسان ہے جو یہ ہمارا اشارہ سمجھ گئے ورنہ

میرا تو خیال تھا کہ وہ جانے وحشی ورنہ ان کے کیلاش کے اشارے

کا کیا مطلب افکار کیا ہوگا“

”میرا خیال ہے کہ وہ حقیرے پادریوں دلاؤ لباس کو بھی

اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہے، کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔

”میری ماں تو ہم اس لباس کو اتار دیکھتا اور کوئی دوسرا

لباس پہن لو“

”کیوں اس لباس میں جس سے میری مذہبی حیثیت کا

اندازہ بخوبی لگا یا جا سکتا ہے، کیا ضروری ہے؟“

”سمجھنے کی کوشش کر دو۔ میں بولا۔ کیلاش ٹھیک کہہ

رہا ہے جنگلی اور وحشی لوگ بھی کسی نہ کسی دلدلی یا دیوانا کی

پوجا کرتے ہیں با قدرت کی نعمتوں میں سے کسی ایک شے

کو برتر سمجھ کر اس کی پرستش کرتے ہیں لیکن لینے مذہبی عقائد

میں یہ افراد ورنہ دندوں جیسی تو دیکھتے ہیں اور کسی کی مملکت

پہن نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ آج تک انھوں نے تمھارے

جیسے کسی پادری کو نہ دیکھا ہو لیکن اگر انھیں بخاری جلیبت

کا پتہ چل گیا تو پھر بخاری خیر نہیں“

”مذہب کے نام پر اگر میری زندگی کا کام لگتی تو یہ بھی

میری خوش قسمتی ہوگی۔“ جبکہ نے فیصلہ کن لہجے میں جواب

دیا پھر وحشیوں پر ایک نظر ڈال کر دیکھا میں وہی انگلی

مقدس کو جو ہم کو بولا۔ اگر کافراؤا نہ نہ چاہا تو میں ان تمام

وحشیوں کو شمع کے آگے احترام سے سر جھکانا اور ہاتھ سے

سینے پر صلیب کا نشان بنانا سکھ دوں گا“

”اور میرا خیال ہے کہ اگر تم نے ایسی کوئی محاکمات کی تو یہ

بھی کہ وہ ابھی تک ہم سے خوف زدہ تھے ورنہ ان کی تعداد

بے بہت زیادہ تھی، گروہ چاہتے تو ایک ہی طے میں ہماری

اوپر کر دیتے۔

کچھ توقف کے بعد ہجوم کے پیچھے کھڑی ہوئی عورتوں نے

بڑھ کر کھانوں اور پھولوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں ہمارے

آگے رکھ دیں اندازاً ایسا ہی تھا جیسے وہ ہمیں نذرانہ پیش

ہی ہوں کہنے میں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے اور

لوں میں ناشپاتی، سنگترے اور ناریل وغیرہ قسم کی چیزیں

رہتیں پیل لائے والی لڑکیاں اور عورتیں اب ہمیں

ی بڑی سیاہ آنکھوں سے گھور رہی تھیں ان کی حسیں آنکھوں

جو کہ تمام خصوصیات موجود تھیں اگر وہ مذہب دنیا کی

تین تینوں تو یقیناً مادہ پرست ان کی پوجا سے بھی

بغ نہ کرتے۔

”کیا خیال ہے؟ جبکہ آہستہ سے کہا ہم ان کا نذرانہ

ال کر لیں؟“

”نہیں، کیلاش نے سربراہی آواز میں جواب دیا۔ میں

”ہمیں پرانتی جلدی اعتماد نہیں کرنا چاہیے کیا جب

ان کو دلوں کی اشیا میں زہر ملا ہوئے کھانے کے بعد

دھماکے کوچ کر جائیں اور یہ دندے ہمارے مردہ جسموں کو

دھماکوں کے سامنے پیش کر کے وحشیانہ دھم کریں اور

دی محاکمات کا شوق برپا کریں“

”بھیر۔ میں کیا کرنا چاہیے؟ جبکہ دریافت کیا۔

”میں انھیں اپنا اعتماد یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں“

”میں نے آہستہ سے جواب دیا پھر اس نے ہیٹ دبا کر اپنی

لہ کا اظہار کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ آنکھیں بند کر کے

نذرانے کا اشارہ بھی کیا جس سے وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ

انکے کی چیزوں میں کسی نشتر اور شے یا زہر کا اندیشہ

نہ ہے“

”کیلاش کے اشاروں پر وہ بوکھلا کر ایک دوسرے کلانہ

گئے جیسے ہماری بات کا مقدمہ جاننے کی کوشش کر

رہے عورتوں اور لڑکیوں کا بھی یہی حال تھا، کیلاش

دراہ ہاتھ بٹا کر انھیں اپنا مقصد سمجھانے کی کوشش

نہ کر دی۔

”یہ حرکتیں بند کر دو۔“ جبکہ بولا۔ وہ انھیں ہمداری

لہجے میں یہ

جالب کی شعری سیاسی جدوجہد کی معتبر و موثر

جالبہ انصاف کا طالب

مرتبہ ضیاء ساجد

قیمت: =/100

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

ہوں گے، کیلاش نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

آپریشن کر کے اسے ہمارے رسولی سے نجات دلا سکتا ہوں

وہ آواز ہو چلا۔

”کیا انھیں ان مقامی دو شیراؤں میں ٹوکریاں

ہر شکل نظر آگئی ہے جو ہم سردار پر اچانک اس قدر

نظر آئے ہو۔“ جبکہ کیلاش کو بھیڑتے ہوئے سنجیدگی

کہا۔ ”ان وحشی ورنہ دندوں سے بچ کر رہنا۔“

”یہ رعایت یار ہم کا بڑا نوا نہیں کرتے۔“

”میں جبکہ کے خیال سے متفق ہوں میں ہر

بلکہ حد احتیاط کرنا پڑے گی“

ہم دہی زبان میں ان کے بالے میں گفتگو کر

وہ خاموش کھڑے رہیں کہنے تو زنگ سہمی نظر

دیکھتے رہے ان کی نظریں بار بار ہمارے پستول پر پڑتی تھیں

وہ آہستہ آہستہ کے استعمال سے ناواقف تھے اور

لوگ سفر نامے کے میں مطابق محققین بھون کر کھائی جائیں گے۔
کیلاش نے دستور سنجیدگی سے کہا۔ اس لیے میں تم سے ملنے اور
آخری بار درخواست کر رہا ہوں کہ ان وحشیوں کے درمیان کسی
محافت کا ثبوت پیش کرنا اور نہ تو تھلے ساتھ ساتھ ہم بھی
مفت میں کام آجائیں گے۔

پھر کیلاش ہی کے شوق پر ہم نے آگے بڑھ کر پہلی اور
گوشت کی بنا شروع کر دیا۔ جبکہ کوشا کیلاش کی نصیحت
گمان گزری تھی اس لیے وہ کچھ کبیرہ خاطر نظر آ رہا تھا لیکن
کچھ دیر بعد وہ سب معمول نازل ہو گیا۔ جتنی دیر ہم اس جنگلی
دستر خوان پر شکم سیر ہوتے رہے وہی تھی۔ ہمارے سامنے تھا
اندھا قطار کھڑے ہمیں گھوڑے لے کر پھر جب ہم اندھ کر دوبارہ
اپنی جگہ آگئے تو بھولوں کی ٹوکریاں ہمارے سامنے سے اٹھائی گئیں۔
اب کیا ہمتی مشورہ ہے تھا۔ ہر جیکب کیلاش کو
گھوڑے مٹنے والے خشک لہجے میں دریافت کیا۔ تم جہاز پر
واپس چلیں یا اسی طرح ہاں وحشیوں کے درمیان تعریض کا
سامان بنے کھڑے اپنی نمائش کرتے رہیں؟

”جیکب۔“ اچانک کیلاش نے چونکتے ہوئے کہا۔ سفر
کے دوران ہم نے آسٹریلیا کے جزائر اور دوسرے مختلف حصوں
میں بولی جانے والی زبانوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ کیوں
نہ تم فہمت آزمائیں ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہمارے درمیان
زبان کا مسئلہ حل ہو جائے۔

”تم نے بہت دیر پہلے ایک عقل مند کی بات کہی ہے
اس لیے میں تمھارے مشورے کی تائید کرتا ہوں۔“ جیکب نے
سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر اس نے وحشیوں کی سمت دیکھ کر
ٹوٹے چوٹے لہجے میں مختلف زبانوں کے اٹلے بیدھے جملے
بولنے شروع کر دیے۔

”جیسا خاموش کھڑے جیکب کو عجیب لفظوں سے گھوڑتے
لے پھر اچانک وہ جی جھپک اٹھے۔ جیکب کی ایک زبان ان
کے سمجھ میں آگئی تھی لہذا ہمارے درمیان رابطے کی گنجائش پیدا
ہو گئی۔ ایک اہم مشکل آسان ہو گئی تو جیکب اور کیلاش ان
سے سوالات کر کے لگے جن کا جواب وہی لوکی دیہی رہی جس
نے کیلاش کے اشاروں کا مفہم سمجھا تھا۔ میں خاموش کھڑا
سب کچھ متناظر دیکھتا ہوں چوتھو اس زبان سے قطعی نااہل
تھا اس لیے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو میرے سر سے
گزرتی رہی تھی اس بات پر بھی بہت ہمدردی تھی کہ ابھی تک
کسی حرفے براہ راست جیکب کیلاش سے کوئی گفتگو نہیں کی
تھی وہی لڑکی انہیں پر کام سرانجام دے رہی تھی کیلاش کو

وحشیوں سے گفتگو میں معروف دیکھ کر میں نے وہی زبان میں
جیکب سے پوچھا۔
”کچھ مجھے بھی بتاؤ کہ یہ لوگ کون ہیں کیا کہہ سکتے ہیں
اودھم بھٹک کر کس دنیا میں آئے ہیں؟
”ہم جس جزیرے پر موجود ہیں سمورا کے مطابق اس کا نام
اودھو فینا ہے۔“
”یہ سمورا کس ملا کا نام ہے؟“
”اسی دراز قد گندمی ملا کا جس کی رسولی نے اس کو اور
زیادہ بدناما بنا دیا ہے۔“ جیکب برا راستہ بنا کر بتانا شروع کیا۔
”مقامی لوگوں میں سمورا کو مزار کی حیثیت حاصل ہے اور یہ
مصنوعی جیسے لالے افراد اس کے مخصوص نامزد ہے۔ میں جو
پچھلے دہائیوں میں سرسبز کر رہی تھی۔ میں اودھو کی اہم مقامی
کر سیکھانے کے سلسلے میں باہمی فیصلوں کے ذریعہ سمورا کا تو
بانتے ہیں۔ ہم سے پیشتر ان لوگوں نے بیرونی دنیا کے کسی
اودی کو نہیں دیکھا اسی لیے یہ ابھی تک اس بات پر ہران
ہیں کہ ہم ایک ان کے درمیان کس طرح آگئے۔ پوری مقام
کے نصف حصے کی جزیرے پر موجودگی بھی ان کی ہوسا کا
سبب بنی ہوئی ہے۔ یہ ہمیں کسی اودھو کی دنیا کی مخلوق سمجھ
رہے ہیں۔“

”کیا کوئی اودھو کیلاش کی بولی نہیں سمجھ رہا ہے؟“
”سمجھ رہا ہے۔ کیوں؟“
”چودہ براہ راست گفتگو کیوں نہیں کر رہا؟“
”مزار ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت تک میرے ہاتھ
کوئی بات چیت نہیں کرے گا جب تک اسے ہمارے ہاتھ میں تعین
سے سب کچھ معلوم نہیں ہو جائے گا۔“
”اور یہ لڑکی کون ہے جو تم پر جتنی مٹی ہے؟“
”اس کا نام سادری ہے۔“ جیکب نے انگوارا ناما میں بتانا
شروع کیا۔ ”ہر سید کران وحشیوں کے درمیان شادی بیاہ اور
اس قسم کے کسی بھی دستور و رواج کا کوئی وجود نہیں ہے۔ پھر مزار
کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جس لڑکی کو چاہے اپنی ملکیت
بنالے اور جسے چاہے اپنی بیٹی مان لے، چنانچہ سمورالے
کو اپنی بیٹی مان لیا ہے۔“
جیکب مجھے مختصر اچھی معلومات اور وحشیوں سے ہونے
والی گفتگو کے بارے میں بتاتا رہا۔ چودہ جھپک کر کہ کش کی
سمت دیکھنے لگا۔ میں نے بھی کیلاش کو دیکھا جو ابھی جیکب
”نامے کھڑا نہایت سخت لہجے میں براہ راست نمونہ کوئی
کہہ رہا تھا۔“ اور دوسری جانب سمورا اور اس کے ساتھیوں

بے فہمب آگ ہو رہے تھے، سورتیں اور لڑکیاں بھی سہمی
ی نظر آ رہی تھیں سادری کے چہرے پر کچھ دلچسپ نظر
نے والا اطمینان بھی دھندل رہا تھا۔ وہ بھی بھڑکی بھڑکی
آ رہی تھی۔

”یہ کیلاش سمورالے کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے جیکب سے
پتہ کیا۔“

”یہ سرجن کا چھٹا مزار کو بتا رہا ہے کہ اس کی حیثیت
نا دیوتاؤں سے کم نہیں اور اسے اودھو فینا کے جزیرے پر
ورکے بدنام رسولی کا علاج کرنے کی خاطر بھیجا گیا ہے۔“
مزار اور اس کے ساتھی کسی اور دیوتا کا تصور برداشت
ہیں کر سکتے اس لیے جھپک اٹھے۔ میں اور انھوں نے
اودی کے ذریعہ ہم سے درخواست کی ہے کہ ہم جنہیں ملری
ن ہو اور فینا سے واپس چلے جائیں۔“

صوت حال کو کچھ دیر پیشتر زبان کی مشکل آسان ہو
نے کے سبب سننے لگی تھی اچانک سمورالے کیلاش کی پیشکش
بغراب ہو گئی۔ جیکب اور کیلاش باری باری مجھے تفصیلات
کا ذکر کر رہے تھے (جیسے میں فادہ میں کی دلچسپی کے پیش نظر
تائیدیں کروں گا) گویا میں بھی اودھو فینا میں آباد وحشیوں
زبان سے واقف ہوں میرا خیال ہے کہ اس انداز میں میری
دانتان زیادہ دل چسپ ہو جائے گی۔

”کیلاش۔“ جیکب کیلاش کو گھوڑتے ہوئے کہتا ہے۔ ”دیوتا
ہلے کو درمیان میں لا کر تم نے ان کے مذہبی عقائد کو ٹھیس
پڑھائی ہے میری فادہ سمورا اور اس کے ساتھیوں کو اصلیت
سے آگاہ کر دو پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“

”تم اپنی زبان بند ہی رکھو کیلاش نے درشت لہجے میں
جیکب کو سوزناؤں کرتے ہوئے کہا۔ میں جو کچھ کہتا ہوں
سوچ سمجھ کر کہتا ہوں جب تک ہم مقامی لوگوں کو اپنی بڑی
کلاس میں نہیں ملا دیتے گے۔ یہ میں سکون نہیں لینے دیں گے۔
میں جانتا ہوں کہ یہ اپنے مذہبی معاملات میں کسی کی دخل
اندازی پسند نہیں کرتے۔ یہ لوگ کالے جادو، جمنز منتر، سفلی
مئل اور مجنات پرانہ دھاتیں سمجھتے ہیں میں ان کی اسی
کرداری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں کا بیانی
کی صورت میں ہمارا بلا بھاری لہجہ کا۔“

”اور نا کا مٹی کی صورت میں؟“
”موت جو برحق ہے۔“ کیلاش نیزی سے بولا۔ ”کیا تم
اس بات کو تسلیم نہیں کرتے؟“
جیکب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ منہ ہی منہ میں کچھ

بددیکھ خاموش ہو گیا، دوسری جانب سمورا اور اس کے
مخصوص ساتھیوں کے درمیان بھی کانچھوس جاری تھی
کچھ دیر تک ماحول پر ایک خوف زدہ سی دھندلا رہی
پھر سمورالے کا بایں جانب کھڑے ہونے مصنوعی چہرے والے
نے جس کا ہم کا لٹا تھا اودھو جیسے نائب مزار کی حیثیت حاصل
تھی کیلاش کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے خشک آواز میں
بڑی شکل سے پوچھا۔

”تمھارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تمھیں بھی
دیوتاؤں کا درجہ حاصل ہے۔“

”اس کا ثبوت سمورا کی گردن کی ہندار رسولی نے کی تو تھا
دیوتا کا عقاب ہے اور میں تمھارے سوار کو اس شائبہ نجات
دلاراجی برتری کا شرمہ پیش کروں گا۔“
”تم جو بات اتنے یقین سے کہہ رہے ہو اگر غلط ثابت ہوئی
تو ہم اپنے مزار سے فائدہ دھو بیٹھیں گے۔“ سادری نے سے
ہوئے انداز میں کہا۔

”سادری تم ہماری نیت پر شبہ کر کے ہمدی الاظلال
قوتوں کو دکھا رہی ہو۔“ اچانک کیلاش دنگ آواز میں بولا۔
”ہم سمندرا اور ہواؤں کے دیوتا ہیں جو کبھی غلط بیانی سے کام
نہیں لیتے۔ کیا ہماری طاقت کا یہ ثبوت تم ہے کہ ہم تمھارے
جزیرے پر پہنچے رہے اور دیکھو۔“ میں جب کہ تمھارے بیان
کے مطابق آج تک کسی اور نے یہاں قدم نہیں لکھا۔“

”تم۔“ تباہی جھپک ہی کہہ رہے ہو۔ سادری کی پشت سے
ایک بوڑھے نے اچانک سامنے آئے ہوئے اپنا تعارف کر دیا۔
”میرا نام منام ہے اور اس جزیرے پر میری ہی شہیت ایک ہی
رہنا جیسی ہے میرا سب کچھ غلط نہیں ثابت ہوا۔“
”اب مالے گئے۔“ جیکب نے مزہ آواز میں آہستہ سے
کہا لیکن اس کی آواز مناما کی جھاری بھرگم آواز میں دب کر
رہ گئی جو کیلاش سے مخاطب تھا۔

”میں ملر دل کا ماہر ہوں۔“ میرے سرسب ایک جاہل پٹل
ہی تھا۔ آدھی سپیش گئی کر دی تھی۔ ”اچھا ہونا تم کو ان
سکون سے آتے۔“ اپنے ساتھ طوفان لانے کی کھابہ صورت تھی؟
”تم لوگوں کو یہ یاد دلانے کی خاطر اس کو عرض پر
بزاراؤں دیوتا موجود ہیں جو اپنی جگہ بے پناہ قوت رکھتے ہیں۔“
”اگر تم واقعی سمندرا اور ہواؤں کے دیوتا ہو تو پھر اس
آدھی گفتگو پر کیوں آئے؟“ مصنوعی چہرے والوں میں سے
ایک اور نے سوال کیا اس کا اشارہ بکری عذاب کی طرف
تھا جس کا نصف حصہ طوفانوں کی نذر ہو چکا تھا۔

متعارف ہو جانے کے بعد ہم بیان اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کر سکتے تھے۔
 مذہب کی تبلیغ نہ کرنا میری زندگی کا مقصد ہے اور میں اسے کسی قیمت پر ترک نہیں کر سکتا۔
 ”سادوی کے ہاں میں تھا اور کیا خیال ہے؟
 ”مکیا مطلب ہے جب تک کیداش کے اس اچانک سوال پر چوک کر پوچھا۔

”وہ اگر تھا اور مذہب قبول کر لے تو کیا تم بھی اسے قبول کر لو گے؟“
 ”مجھے یقین تھا کہ تم ایسی ہی کوئی امتحانات کرو گے۔“
 ”اگر شاید ہی کرنا طاقت ہے تو تم پہلے بھی ایک بار اس طاقت کے متحکم ہو چکے ہو۔“

”میں اس قسم کے مذاق پسند نہیں کرتا۔“
 جب تک پھر دیر تک بدلتا رہا لیکن جب میں نے اور کیداش نے پیار و محبت سے اسے سمجھا یا کہ دیوتاؤں کا روپ اختیار کیے بغیر ہمارا بیٹا محال ہے تو وہ اس شرط پر ہمارا ساتھ دینے کو آمادہ ہو گیا کہ ہم اپنے ہاں میں جوں چلے کہیں لیکن اس کی شخصیت کو تسخیر نہ کیا جائے۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ ہم نے ہائی بھری تو بات ختم ہو گئی۔

ناشتے کے بعد ہم فولڈنگ پیرس لے کر وٹسے پر آئے اور دیونا کی وہ صبح بے حد خوش گزارا اور دسین تھی ہم ماحول سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ہم نے مقامی باشندوں کا جوہم و خستوں کے مقصد سے نوادار ہو کر اپنی سمیت آتے دیکھا حسب معمول سمورا سب آگے آگے تھے۔ وہاں میں مضمونی چمکے والے تھے جن کی شناخت ان کے سر پر لڑنے والے دیے ہنگامہ مختلف ساخت کی ٹوکریوں سے کی جاتی تھی منامنا حسب دستور سولہ کے چمکے چمکے چل رہا تھا اور اس کے پیچھے دو لکھوں کی ایک ٹولی ہمارے لیے کھانا اور پھل لے آ رہی تھی لڑائیوں کی ٹولی کی قیادت سادوی کر رہی تھی۔ ہمارے کچھ خالص پویشج کو جو رک گیا۔

ہم نے آنے والوں کو خوش دیکھا آج ان کے ہجروں پر وہ خوف اور ہمت نہیں تھی جو کل تک طاری تھی یا تو وہ ہماری باتوں پر اعتماد کے مظہر ہو گئے تھے یا پھر ان کے اطمینان کے پیچھے کوئی خطرناک سازش کا رفا تھی جو انہوں نے ان کے دو دیوانے طے پانچنی تھی، پھر ان گزشتہ دن کے مقابلے میں آج وہ زیادہ بے خوف نظر آ رہے تھے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش کھڑے رہیں۔ ٹوٹے لیے پھر سمورا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور قریب آ گیا سادوی بھی اس کے ساتھ آگے بڑھی اور اس کے اشارے پر پھلوں کی ٹوکریاں ساحل پر رکھ دی

گئیں آج سادوی کے بجائے خود سمورانے میں مخاطب کیا اور اس بات کا شکوہ کیا کہ ہم اپنی آدھی کشتی سے پیچھے کیوں نہیں اتر رہے، جواب میں کیداش نے انھیں بتایا کہ ہم جس کشتی میں اور اب نہشتے کے بعد بیٹھے موسم اور ماحول سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

”کیا دیوتاؤں کے لیے غسل بھی ضروری ہوتا ہے؟“ مکالا نے مشکوک لہجے میں سوال کیا۔

”ہاں۔“ روح کے ساتھ ساتھ جسم کا بھی پاک ہونا ضروری ہے۔“ کیداش بولا۔ ”جب ہم نے انسانوں کا روپ اختیار کر لیا ہے تو غسل کرنا بھی ہمارے اوپر لازم ہو گیا ہے۔“
 ”کیا تم مذہبی عقائد کو دوسری باتوں پر فوقیت دینا ضروری سمجھتے ہو؟“ اس بار منامنے سامنے آ کر دیونا گفت کیا۔

”کیوں نہیں؟“
 ”تو سنو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب بھی ہمارے دیوان کوئی اجنبی آیا ہم تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور اسی لیے ہم نے اپنے دیوتاؤں اور دوسرے دیوتاؤں پر عمل کیا ہے کہ اگر کسی اجنبی نے ہمارے جزیرے پر قدم رکھا تو ہم اسے دیوتا کے قدموں میں جھینٹ پڑھا دیں گے۔ یہ رسم ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔“

”کیا تم سے پہلے بھی اور لوگ یہاں آچکے ہیں؟“ جب تک نے پوچھا۔

”ہاں۔“ منامنے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”یہ بات مجھے میرے والد نے بتائی تھی کہ ان کے برادر کے زمانے میں سفید شل کی ایک عورت اور ایک مرد نے ایک کشتی کے ذریعے یہاں قدم رکھا تھا لیکن عقیدے کے مطابق ان دونوں کو فوراً ہی اور دوسرے قدموں میں قربان کر دیا گیا۔“

”کیا تم ہم دیوتاؤں کے ساتھ بھی انسانوں جیسا سلوک کرنا چاہو گے؟“ کیداش نے منظر سے کہا پھر تیزی سے اٹھ کر جہم کو گھونٹے لگا۔

”تم کہہ کر انسانوں کے روپ میں ہوا کیلئے یہ تھکے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک مصنوعی جیسے والے نے اپنا کڑی کا ہتھیار افضا میں بلند کرنے ہوئے کہا۔ اس کے تیرے پیچھے خطرناک نظر آ رہے تھے۔

کیداش کوئی مناسب جواب دینے کے لیے ہنزل رہا تھا کہ ”ہماری جو میرے قدموں کے پاس کھڑا تھا ایک ہی جہت میں عٹھے سے کود کر ساحل پر چل گیا پھر ہمیشہ اس کے کہ کوئی اسے روکتا نہ تھا۔“

پر کاٹ لیا جس نے اپنا ہتھیار ہمارے جانب بلند کیا بہت نامی کا وہ طرز عمل طبی طور پر غیر متوقع تھی لیکن اس عمل سے ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ سمورا اور اس کے ساتھی خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ ہمارے جس کی ٹانگ پر اپنے نوکیلے دانت چمکے تھے وہ ریت پر ہر طرف ریتا تھا پھر یہ بھی شاید ناہید مشہی تھی کہ وہ ریت پر ریت کر کھڑا ہو گیا۔ مکالا اور اس کے ساتھیوں نے نامی پر پہلے تیز سے تان لیے تو کیداش نے گرج کر کہا۔

”اور دیونا کے جاہل اور گنوار لوگو! کیا تم خود اپنی بربادی کا سبب بننا چاہتے ہو؟ یہ کتا جس پر تم نے اپنے ہتھیار اٹھائے ہیں یہ دیوتاؤں کا وفادار ہے اور اگر تم نے اسے ہلاک کیا تو میں سمندر اور ہواؤں کو حکم دوں گا کہ وہ تمھاری پوری آبادی کو نیست و نابود کر دیں۔“

کیداش کی آواز کی گھن گرج سن کر انھوں نے اپنے ہتھیار پیچھے کر لیے۔ ناامید ستوران کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے آواز دی تو وہ دم چلاتا ہوا میرے پاس واپس آ گیا۔ منامنے اپنے ایک آدمی کے لیے گناہ موت کا سبب دیونا گفت کیا تو کیداش نے تیزی سے کہا۔

”تھکے آدمی لے دیوتاؤں پر ہتھیار اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی تھی اگر تم جیسے دیوتاؤں کو لکڑیاں تو کیا تم ہمارے عمل کو برداشت کر لو گے؟“

دلیل جو مجھ نہایت معقول تھی اس لیے منام اور اس کے ساتھی قائل ہو گئے۔ سمورا کے حکم پر مرنے والے ایک آدمی کوئی لاش کو گھسیٹ کر ہمارے سامنے سے ہٹا دیا گیا پھر سمورانے بولہ ہمارے قریب آکر کہا۔

”اگر تم میری رسوا کا مناسبتہ کر دو تو ہم تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، جزیرے کی ہر چیز پر تمھارا اختیار ہو گا۔ میں اور میرے ساتھی تمھاری اطاعت خواہ گے اور تمھارے حکم کے بغیر ہمارا کوئی آدمی تمھاری آدھی کشتی پر قدم نہیں رکھے گا۔ لیکن ایک شرط ہماری بھی ہو گی۔ اگر تم نے یا تمھارے ساتھیوں میں سے کسی نے جھیل والی بیجوری یا ڈیڑھی پر جانے کی کوشش کی تو پھر ہم اپنا غور و فکر تمھارے دشمن ہو جائیں گے۔ خواہ اس دشمن کا پتہ ہماری موت ہی کیوں ہو۔“
 ”مجھے تمھاری شرط منظور ہے۔“ کیداش نے جواب دیا پھر سمورا کو غصے پر آنے کی دعوت دی جسے اس نے کچھ پس پھینک کے بعد قبول کر لیا۔
 سمورا کے علاوہ کیداش نے منام اور سادوی کو بھی مرنے

پر آنے کی اجازت دی تھی۔ رسوا کی باغ و معاشہ کرنے کے بعد کیداش نے اسی وقت آپریشن کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

”سوئی لو کیداش! اگر تمھارا آپریشن ناکام رہا تو پھر ہم مشکلات میں کھڑے ہائیں گے اور اب تک ہم نے دیوتاؤں کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ بھی بے اثر ہو جائے گا۔ بتر ہو گا کہ ہم اپنے آپریشن والے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔“

لیکن میرا مشورہ اس کے برعکس ہے۔“ جب تک بولا۔
 ”کیداش نے جو فیصلہ کر لیا ہے اس پر فردی طور پر عمل ضروری ہے ورنہ مقامی لوگ ہمارے قول و فعل کی طرف سے مشکوک ہو جائیں گے۔ اگر خداوند کریم ہمارے بہتری منظور ہوئی تو آپریشن ضرور کامیاب ہو گا۔ دوسری صورت میں ہمیں مشیت الہی کے سامنے سر جھکا دینا لازم ہو گا کہ یہی عین عبادت ہے۔“

جب تک کیداش کے فیصلے کی تائید کی تو میں خاموش ہو گیا۔
 ”وٹسے پوچی آپریشن کا بندوبست کیا گیا، کیداش آلات جراحی اور دوا میں ساتھ لایا تھا جو اس وقت ہمارے کام آگئیں۔ آپریشن سے پہلے منام کے حکم پر مقامی لوگ کڑی کا بنا ہوا ایک بڑا سا بے ہنگم اور ہست ہاک بت اٹھا کر وٹسے پر لے آئے، منام نے عجیب انداز میں گھٹنوں کے بل جھک کر اور دیوتا کے بت کو عقیدت سے سلام کیا پھر اپنے بازو میں لگان کر کے اس نے خون کے چند قطرے بت کے قدموں پر چھڑا دیے اور چند قطرے سمورا کی پیشانی پر لگا کر کیداش کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔“

کیداش نے جب تک کی دے سمورا کو کھڑا قائم رہے کہ بے ہوش کیا پھر وہ آپریشن میں مصروف ہو گیا، منام اور سادوی بدستور قریب کھڑے کیداش کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جب تک کیداش نے رسوا کاٹ کر سمورا کے جسم سے عیسوی کی تو منام کی آنکھیں جھپٹتے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رسوا کی کٹائی آٹھ دس سیورڈ کی قوت کا لوتھڑا تھا جسے کیداش نے نہایت مہارت سے سمورا کی گردن سے کاٹ کر نکال دیا تھا۔
 آپریشن کے بعد کیداش نے گزشت کے اس بدنامہ تجربے کو ہاتھوں پر بلند کر کے ساحل پر کھڑے ہوئے اور فائدہ کھایا تو وہ خوشی سے مناج مانج کر دھنسنے لگے۔ گھر اٹھوٹھ کیداش کو دیوتا تسلیم کر لیا اور اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ منام نے بھی اپنے ساتھیوں کی تقلید کی۔ جب تک ہر بڑی ویر سے کڑی کے بت کو نفرت اور خارت بھری نظروں سے کھود رہا تھا دینی زبان میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

”جمال۔ کیا یہ سب کچھ جہالت کی بدترین مثال نہیں ہے جو ہماری فطرت پر دکھائی دیتی ہے؟“

”ہم بیان اپنی خوشی سے اقام کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔“ میں نے جب تک کے جذبات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”جیسے ہی حالات سازگار ہوئے ہم اور فیثنا پر ہزار بالاعت بھیج کر ہمارے سے نصرت ہو جائیں گے۔“

”لیکن میرا دل نہ جانے کیوں گواہی دے رہا ہے کہ یہ جبر ہے ہی میری زندگی کی آخری منزل ثابت ہو گا۔“

”تم ہادی ہو کر یا میری باتیں کر لے رہے ہو؟“

”میرا فرض مجھے باز بارہ وار سے رہا ہے جمال پر جب تک سنجیدگی سے بولا نہ میں کوشش کروں گا کہ اور دین کے وحشی لوگوں میں مذہب کی سچی گون پیدا کر سکوں۔“

”اس کیلئے تجھیں ایک مناسب وقت کا انتظار کرنا ہو گا، جلد بازی میں اٹھا یا ہوا کوئی قدم ہماری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔“

”میں ہتھاردی نصیحت اور مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ جب تک سپاٹ آواز میں کہا اور پھر اور کے بدہمتیت بت کو کھاتے سے گھولنے لگا۔

”سوراکرے ہوشی کا انجائش لگا دیا، کیداش نے اس کے ساتھیوں کو بتایا کہ سوراکرے کیا چاہتا ہے تو اس لیے اگر وہ لوگ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں لیکن وہ اپنے سردار کو چھوڑ کر جیلے پر آمادہ نہیں ہوئے، وہیں ساحل پر جے کھڑے رہے۔

”سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پیشتر سوراکرے ہوش آگیا تو کیداش نے نکالا اور اس کے ساتھیوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ دودھ کو کے اوپر آئیں اور سوراکرے ملاقات کے دہانے چلے جائیں۔ اس طرح سوراکرے کے ساتھیوں کو اعتبار دیا گیا کہ ان کا سردار زندہ ہے اور ایک مناسب نجات حاصل کر چکا ہے۔

”منامانے سوراکرے کو ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیداش نے سختی سے منع کر دیا البتہ ساواری کو مرضی کی تیار داری کی خاطر سوراکرے قریب رہنے کی اجازت دے دی، منامانے کیداش کے فیصلے پر کسی ناخوش گوارہ عمل کا اظہار نہیں کیا البتہ وہ جلتے وقت گزشت کے وزنی ٹھیسے کو کھینچ کر کی طرح بڑے احتراز سے ایک ٹوکری میں لکھ کر لے کر ساتھ لے گیا۔

”پہم کے نصرت ہو جانے کے بعد کیداش نے سوراکرے کی تکلف سے پیش نظر اسے بے ہوشی کا ایک اور انجائش لگا دیا پھر جس میز پر سوراکرے آپریشن کیا گیا تھا اسے ہم نے اندھیرا پھیلنے کے بعد ایک کیمین میں منتقل کر دیا تاکہ رات کے اوس وقت سے محفوظ رکھی جاسکے۔

عظیم مہر عظیم قائد (زاہد حسین انجم) - 150/-
(قائد اعظم محمد علی جناح کے حالات زندگی)
قائد ملت لیاقت علی خان (زاہد حسین انجم) - 150/-
(پاکستان کے پہلے وزیر اعظم کے حالات زندگی)
مکتبہ القریش اُردو بازار - لاہور 2

ساواری نے ہمارے محسوس عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہایت معلومات مندی سے ہمارے ہر فیصلے پر سر تسلیم خم کرتی رہی۔

رات کو کھانے کی میز پر ساواری بھی ہماری شریک تھی کیداش نے بے حد اصرار کے بعد اسے کھانے پر مجبور کیا تھا۔

ساواری کی موجودگی کی وجہ سے ہم بہت غلط انداز میں گفتگو کر رہے تھے، جب تک تو فرض طور پر چپ ساواری بھی اسے اندیشہ تھا کہ اگر اس نے گفتگو میں زیادہ حصہ لیا تو کیداش نے ساواری کی شخصیت کے ساتھ سختی کر کے اس کا جینا دھجھ کر مارے گا۔ میرے اور کیداش کے درمیان اور فیثنا اور سوراکرے بالے میں بات ہو رہی تھی۔

کیداش نے ہمارے علاوہ جبر کے وحشی لوگوں کو بھی یقین دلایا تھا کہ سوراکرے کا آپریشن بے حد کامیاب ہو گا۔ اور وہ دس بارہ روز کے اندر بالکل ٹھیک ہو جائے گا، بظاہر مجھے بھی ایک دوست کی حیثیت سے کیداش کی باتوں پر اعتماد کر لینا چاہیے تھا لیکن غائبانہ ماضی کے تجربوں نے مجھے ڈرا لیا تھا۔

بار بار میرے ذہن میں ایک اندیشہ سرچا لے لگتا ہے کہ سوراکرے کا آپریشن کامیاب نہ ہو تو کیا ہو گا؟ دس بارہ روز بعد وہ صحت مند ہو کر اپنے لوگوں میں واپس جانے کے بجائے اگر کیمین عدم کو سدھا دیا گیا تو کیا صورت حال ہوگی؟ کیا اور دین کے جنگل اور وحشی لوگ جو تندیب کی ارجح سے بھی ناواقف تھے سوراکرے کی موت کو شہیت ایزدی سمجھ کر فحش موش ہو جائیں گے۔

یادہ اپنے سردار کی موت کو ہماری شہادت سمجھ کر ہمارے خون کے پیالے ہو جائیں گے؟

جنگلی لوگوں سے واسطہ پڑنے کا وہ میرا سلاخوہ تھا

”پیشانی مت ہو جمال۔ مجھے قوی امید ہے کہ سوراکرے بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔“

”خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن اگر میرا اندیشہ درست ثابت ہوا تو.....“

”تو سمجھا اور ہواؤں کے یہ سرچیں دیوتا اپنی شکست کے زور سے سوراکرے کو شہر میں کوئی نئی روح پھونکے جسے کیداش نے بھیجے تھے ہونے کا پھر کیداش کو گھور کر بولا۔“

”تجھیں بلا وہ خود کو دیوتا ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”اچانک میں نے ساواری کو جو سمجھتا ہوں دیکھا، جب تک جلد اس کے ایک ٹکٹ نظر اٹھا کر کیداش کو بت دے اور سے دیکھا تھا۔ ممکن ہے وہ میرا وہم ہوا اور ساواری کی وہ حرکت محض ایک اتفاق رہی ہو لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے بیدار ہوا کہ ساواری ہماری باتیں صرف ہی نہیں دہی رہی بلکہ سمجھ رہی ہے کہ چنانچہ میں نے جلدی سے ہندوستانی زبان میں کہا۔

”کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم انگریزی کے بجائے اپنی مادری زبان میں گفتگو کریں؟“

”کیا اس میں بھی کوئی خاص صلیت ہے؟“ کیداش نے مسکراتے ہوئے ہونے لیں میری طرف دیکھا جیسے میری بزدلی کا مذاق اڑا رہا ہو۔

”ہیں اس حقیقت کو ایک لمحے کے لیے بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اس وقت وحشی قبیلے کی ایک لڑکی ہمارے درمیان موجود ہے۔“

”اور مجھے یہ خیال کے مطابق وہ انگریزی زبان سے بھی واقف ہوگی۔ کیوں؟“ کیداش نے ایک بار پھر میرے شے کا مذاق اڑایا۔

”احتیاط کر لے میں بظاہر ایسا کوئی ہرگز بھی نہیں۔“

”جیکب نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔“ آئندہ ہمارے درمیان جو باتیں ہوں گی وہ صرف ہندوستانی زبان میں ہوں گی۔“

”اچھی تم کو میری اس بات سے اختلاف تھا کہ میں نے خود کو دیوتا ظاہر کر کے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔“

”حماقت نہ سمجھتی کہ لوگ کس تہے بہ حال رخ کوئی سے کام لیا ہے ہوا میرے عقیدے کے مطابق خداوند جھوٹ بولنے والوں کو بھی معاف نہیں کرتا۔“

”جیکب نے خالصتاً دادرلوں کے لیے میں کہا۔“ سچائی کے راستوں پر آنے والی قوت جھوٹ کی زندگی سے بدتر جہاں ہوتی ہے۔“

”تم اپنے دوست کے سفر نامے کو فراموش کر لے رہے ہو۔“

”یہیں میں نے کتابوں میں ان کے عجیب و غریب رسم و رواج اور ان کی زندگی کے شہکار قصے اور کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور شاید یہی خیال بار بار میرے اصرار پر طاری ہو کر مجھے خوف زدہ کر رہا تھا۔ اس وقت کھانے کی میز پر بھی میرے ذہن میں سوراکرے کی موت کا تصور اچانک بیدار ہوا تو میں چپ نہ رہ سکا۔

”دلی زبان میں کیداش سے مخاطب ہوا۔“

”میرے دوست کیا تجھیں یقین ہے کہ سوراکرے بہت جلد رواجیت ہو جائے گا؟“

”کیوں؟“ کیا تجھیں میری صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے؟“

”در خشاں کے تجربے نے مجھے بزدل بنا دیا ہے۔“

”وہ بات اور سختی کیداش بولا۔“ جہاں کالے جاو اور گدی توڑوں کا دخل ہو وہاں انسان کی تمام صلاحیتیں بیکار ہو جاتی ہیں۔“

”اور دین کے وحشی افراد کے ہاں میں ہتھار دیا گیا تھا۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ کیداش نے مجھے وضاحت طلب نظر سے دیکھا۔

”تم شاید بھول رہے ہو کہ وحشی دنیا کے قریب لوگ کالے باوہ اور ٹوٹے فرحوں پر زیادہ اعتماد رکھتے ہیں ایک ڈرا سی بات ان کیلئے بے حد اعتماد و مستند خیال ثابت ہوتی ہے اور اکثر وہ بڑی سے بڑی باتوں کو بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔“

”کے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔“ تم نے سوراکرے کو ایک کتاب کے حکایت دلا کر یقیناً اپنے فرض کی ادائیگی کی ہے اور انسانی خدمت کی ہے لیکن اس سوچو۔ اگر خدا خواستہ تھی تو یہ مدت کا اگر ثابت نہ ہوتی تو ہمارا انجام کیا ہو گا؟“

”وہی۔“ ہر منامانے میں بنا چکا ہے۔ کیداش نے بے پروائی سے جواب دیا۔“ وحشی لوگ میں دھوکے کا زور تو یہی سمجھ کر پڑے دیوتاؤں کے چروں میں جھینٹ چڑھا دیں گے اور غلامی کا فی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور دین کا پر ملازمین پر ان ہو جائے گی۔“

”یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ میں نے آئندہ کے ہاتھ میں پلے سے کچھ سوچنا ہو گا۔“

”میں نے اپنی باتوں میں وزن پیدا کرنے کی خاطر بعد انجی کے کہا تو جیکب بھی اپنی نشست پر کسم کسم کر رہا گیا۔“

”سوراکرے میرے ہاتھ سے بھی آہستہ آہستہ لے رہی تھی۔“

”ہماری زبان سے ناواقف تھی اس لیے اسے ہمارے باتوں کی اصل پہچان بھی نہیں ہو سکتی تھی۔“

”سمواری بیٹی بن جانے کے بعد کیا تھیں جینٹ نہیں چڑھایا چلنے کا؟“ کیداش نے پوچھا، جبکہ نے سادری کا جواب سن کر نفرت سے اپنا ہونٹ کاٹا شروع کر دیا۔
 ”نہیں۔ اب وہ میری موت تک مجھے سمجھی یا تھ نہیں لگا سکیں گے البتہ اگر سمورا چاہے تو سوار کی حیثیت سے مجھے کوئی بھی حق مل سکتا ہے۔“

”کیا تمہارے بڑے بھائی سمورا ہی یہاں کا دار ہے؟“ کیداش نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے دریافت کیا۔
 ”نہیں۔ سادری نے ایک بار پھر جھٹکا انداز میں سوار چروں کے تاثرات کا جائزہ لینے ہوئے جواب یا یہ سمورائے چلے ہوگا ہمارا ملازمت، یہ تقریباً بارہ سال پہلے کی بات ہے۔“

”پھر کیا ہوگا مرگیا؟“

سادری نے چونک کر کیداش کو کچھ عجیب نظروں سے دیکھا پھر گردن جھکا لی، کچھ دیر وہ خاموش بیٹھی رہی اس کے بعد اس نے کیداش کے سوال کو کچھ لڑا انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
 ”کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارے سمورا پر جو حمل کیا ہے اس کے بعد وہ دیوتاؤں کے محتسب تھے؟“

”ہاں۔ ایک بار وہ دیوتاؤں کے محتسب نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اسے دوسری بار نشانہ نہیں بنایا جاتا۔“

”سمواری کی ذات ہمارے لیے بے حد مقدس اور قابل احترام ہے جس روز وہ ہمارے ساتھ دوبارہ ساحل پر قدم رکھے گا اس روز ہم دیوتاؤں کے سامنے اپنا رفاہی جشن منائیں گے۔“

”اور اگر دیوتاؤں کو سمورا کی زندگی منظرِ زہنی تو ہے جبکہ دینی زبان میں سوال کیا تو سادری کے چہرے کی زنجیت اچانک زور پڑ گئی پھر اس کی آنکھوں میں شعلے بھونکنے لگے وہ جبکہ کوہوں کی بجائے ہاندھے حشرات بھی نظروں سے گھوڑی تھی جیسے اسے زندہ جیا جائے گی، اس کے تئیر حد درجہ خوف ناک ہوتے چاہے تھے اس کے چہرے پر خون کی تمازت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔“

نہیں مل سکتا۔ جبکہ نرم اور مہم آواز میں جواب دیا۔
 ”کیداش نے یہ کہہ کر کہ تم سادری کو شریک جیات بناؤ۔“
 ”میں نے کیداش اور جبکہ کی گفتگو میں سنجیدگی سے دل چسپی لینے ہوئے کہا۔ سادری سے تھوڑی دوستی صرف یہ کہتی راقصہ انسان کرے گی بلکہ اس سے میں بھی فائدہ حاصل ہو سکتا۔“
 ”وہ کس طرح؟“

”میر خیال ہے کہ سمورا، مکالا یا مٹا مانے ہیں اب تک جن باتوں سے آگاہ کیا ہے وہ غلط بھی ہو سکتی ہیں۔ خداوند نے جانورں کو بھی سوچنے سمجھنے اور غلطیوں سے بچاؤ کی حس عطا کی ہے اور وہ فیصلے افراد تو پھر انسان ہیں۔ میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ہو سکتا ہے سمورا اور اس کے ساتھیوں نے محض رسول کے قاتل کو دور کرنے کی خاطر یہاں سے عارضی طور پر خوف زدہ ہو کر ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہو۔ اور دیرپہ وہ ہمیں تم کو دینے کے لیے اندری ہدیہ اندر خطرناک سازش کر رہے ہوں۔ سادری کو اگر شیشے میں اتار لیا جائے تو ہماری مشکلیں بھی آسان ہو سکتی ہیں اور میں فرار کا راستہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔“

”گولت پر اعتبار کرنا میرے نزدیک دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے لیکن مذہب کی تبلیغ کی خاطر میں یہ خطروں بھی قبول کر لوں گا۔“ جبکہ نے شکل اپنی آواز لگا کر کہا۔
 ”کیداش کی کچھ بات جانتا تھا لیکن میں نے اسے اشارے سے سمجھ دیا کہ اس وقت اگر جبکہ کو پھر لڑا گیا اور وہ مجھے سے اٹھ گیا تو دوبارہ اسے راہ راست پر لانا دشوار ہوگا، کیداش نے میری بات مان لی اور سنجیدہ ہو گیا پھر اس نے میری فرمائش پر سادری کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”کیا اپنے دوست ساتھیوں کی طرح سمورا تمہیں بھی بہت عزیز ہے؟“

”ہاں۔ سادری نے چونک کر ہماری طرف باری باری دیکھا پھر سہاٹ لیے میں بولی تو سمورائے مجھے اپنی بیٹی تسلیم کر کے مجھے بڑا دل مشکلات سے نجات دلا دی ہے اس سے محبت کرنا اور اس کے حکم پر سر تسلیم کرنا میرا فرض ہے۔“
 ”اگر سمورا تمہیں اپنی بیٹی تسلیم نہ کرنا تو؟“ جبکہ نے دریافت کیا۔

”تو میں اپنے لوگوں کے ظلم کو سم کا شکار رہتی۔ اور پھر اٹھ دس پچولن سال بننے کے بعد بوزھی ہو جاتی تو رسم و رواج کے مطابق مجھے بھی اور دیوتا کے قدموں میں جینٹ چڑھایا جاتا۔“

کرنے کے بعد یہ بھی ضروری تھا کہ ہم اپنی قوت سے اور دنیا کے وحشی عوام کو اپنے دعوے کا کوئی ثبوت بھی فراہم کر سکتے۔
 ”جی پوچھو تو سمورا کی دوسری دیکھنے کے بعد ہی مجھے پتہ چل گیا۔“
 ”سو بھی جی۔“

”اور یہی ترکیب ہماری موت کا سبب بھی بن سکتی ہے۔“ جبکہ تلملا کر بولا۔

”تھوڑی موت کا سامان تو اس وقت بھی کھانے کی میز پر موجود ہے۔“ کیداش نے سادری کو کنکھیوں سے دیکھ کر ہونے جبکہ کو پھر دیکھ کر ایک لحظہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔
 ”خداوند جبکہ تم اگر چہ ہونو میری غلطی کا تدارک ہو سکتا ہے۔“
 ”وہ کس طرح؟“ جبکہ نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

”اگر تم سادری کے ساتھ۔۔۔“

”میں لعنت بھیجتا ہوں تمہارے اس بھونے اور بے ہودہ مذاق پر۔“ جبکہ نے نفرت سے جواب دیا۔
 ”مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تبلیغ کا کام تمہارے بس کا نہیں۔“ معاً کیداش نے تیوری پر بل ڈال کر حشرات کا۔
 ”آجیل مقدس کو جانتے ہو؟“ گھوڑی محض ہمارا ڈھونڈ رہا تھا۔

”کیا مطلب؟“
 ”شہرین اور مذہب لوگوں کے درمیان تبلیغ نہایت آسان کام ہے لیکن جہاں واسطہ جنگلیوں اور غیر مذہب وحشی دردوں سے مرہون موت کا تصور ہی مذہبی جذبوں کو ناک آؤ کر دیتا ہے اور تم میرے سراسر تجربے کی جیتی جاگتی مثال ہو۔“ کیداش نے بدستور جذباتی اور سنجیدہ انداز میں جبکہ کو گھونٹتے ہوئے کہا۔ تمہارے اور دینا کے ان وحشیوں کو ذہن کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ جہالت کی بدترین مثالیں ہیں اور تم اپنی تبلیغ کے ذریعے انہیں مذہب بنانے کی پوری کوشش کرو گے۔“

”ہاں میں نے کہا تھا اور اب اب بھی اپنے عہد پر قائم۔“ اگر تم اپنے عہد پر قائم ہوتے تو سادری کی شخصیت کو لٹے دیکھو اور حشرات انداز میں بھی فلاسفی کرتے، کیداش نے تیزی سے کہا۔ میرا اندازہ ہے کہ معرفت؟
 ”خواتین میں سادری کو ایک اہم رتبہ حاصل ہے اور سمورا اپنی بیٹی بھی بنا چکا ہے، ایسی صورت میں کیا سادری اپنا ہم خیال بنا لیتا تھا؟“ تبلیغی پروگرام کے لیے بے مفید و موثر ثابت نہیں ہوگا۔ اور کیا جو موقع تمہیں اس نصیب پر گیا ہے وہ بارہ مل سکے گا؟“
 ”تمہارا مشورہ معقول ہے لیکن میں سادری کو سہارا دینے کے بعد یہ بھی ضروری تھا کہ ہم اپنی قوت سے اور دنیا کے وحشی عوام کو اپنے دعوے کا کوئی ثبوت بھی فراہم کر سکتے۔“

کیداش نے سنجیدہ باتوں سے فرار حاصل کرنے کی خاطر پہلو بدل کر جبکہ کے کہا۔ ”اگر وہ سفر نامہ چشم دید واقعات کا مجموعہ ہے تو میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ دنیا ہی وہ بڑے بڑے جہاں کے وحشی لوگ پادریوں کے جسم کو دھکتی آگ پر بھون کر بہت ذوق و شوق سے کھاتے ہیں اور یہی بھی پادریوں کو ساحل کے کنارے اس خیال سے دفن کر دیتے ہیں کہ طوفانی ہوا میں اور سمندر کی جھری ہوئی تباہ کن لہریں اس مقدس اور متبرک دینے کی جرح بخور نہ کر سکیں گی۔“
 ”تمہارے اپنی طرف سے غالباً کوئی معاہدہ ہی مذاق کرنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے تمہاری مختلف باتوں پر دلونا آ رہا ہے۔“ جبکہ نے سنجیدگی سے کہا۔ میں بڑے یقین سے کہہ

سکتا ہوں کہ اس وقت تمہیں بھی دیوتاؤں والی بات پر اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے جسے چھیلنے کی خاطر تم اپنی سیدھی بے مروتیاؤں سے خود کو بدلانے کی کوشش کر رہے ہو۔“
 ”تم شاید جھیک کر لپٹے ہو خداوند کیداش اس بار سنجیدگی سے بولا۔“ تمہارے اپنی غلطی کا احساس ہے لیکن اس وقت اگر میں نے فوری طور پر دیوتاؤں والو جھکا چلا ہوتا تو شاید اس وقت اتنے اطمینان سے مجھے ڈنڈا ڈالنے ہوتے اور دینا کے بابوں کی تعداد ہمارے مقابلے میں سیکڑوں گنا زیادہ ہے اور اگر ایک بار وہ ہرکس اٹھتے تو ہماری موت یقینی تھی میں نے انہیں مرعوب کرنے کی خاطر خود کو دیوتا کا برکتیہ تھا۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ وحشی اور مذہب کا ماری لوگ دیوتاؤں اور ان کے ناوید محتسب کے خلاف حشرات زدہ ہوتے ہیں اور اسی لیے دیوتاؤں کے قدموں میں زندہ قربانیاں بھی گولتے رہتے ہیں۔“

”میں تمہاری دلیل سے متفق ہوں لیکن تمہیں اتنی جلدی سمورا کے آپریشن کے لیے نہیں تیار ہونا چاہیے تھا۔“ میں نے کہا۔ ”میں ہمیں قدم کھانے کے لیے کچھ وقت کی ضرورت تھی۔“
 ”تمہاری پریشانی فیصلوں سے مانی ڈیر۔“ کیداش بولا۔
 ”سمواری کی رسولی کا آپریشن انسان شناسی ناک نہیں جتنا تم سمجھ لے ہو البتہ تم بھرتے میں دس ہندہ روز ضرور دیکھا ہو۔“
 ”وحشی قبیلوں میں دیوتاؤں کے بعد سواروں کو پوجا جاتا ہے اور اس اعتبار سے سمورا کی زندگی بھی بے گناہ ہے۔“
 ”میں تم سے اتفاق کرتا ہوں اور اسی لیے میں نے سمورا کے آپریشن میں جلد بازی کا مخابرہ کیا ہے کہ مقامی افراد کو خود کو کھانا موقع نہ مل سکے۔“
 ”کیداش نے ٹھوس لیے میں کہا۔ دیوتا ہونے کا عمل

نے ایک امکانی بات کہی تھی۔ جبکہ نے گڑبڑاتے ہوئے کہا: اگر تھیں میری بات سے دکھ پہنچا ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔

”تم نے ہو کا کے سلسلے میں میں کوئی جواب نہیں دیا۔“ کیلاش نے ساواری سے سوال کیا کہ میں جیسے وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی یا جان بوجھ کر اس نے کیلاش کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کی غور خواہش پر دستور جبکہ پر مرکوز تھیں۔

اسی لمحے پر بارہوا نے کہیں سے سمورا کے کرانے کی آواز سنائی دی تو ساواری یوں چڑھی جیسے کوئی جھباکا خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو اس نے ایک چھری مری لے کر تھیں دیکھی پھر آہستہ سے اٹھتے ہوئے بڑی خوب ناک سی آواز میں بولی۔

”مقدس سردار مجھے اپنی تیمارداری کیلئے آواز دے رہا ہے۔ اور ساواری کے جانے کے بعد ہم ایک دوسرے کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس پر جبکہ نے آخری سوال کے بعد جو کیفیت طاری ہوئی اور سمورا کی آواز کے بھرنے ہی زائل ہو گئی۔ وہ حالے لیے بے حد پر اسرار اور معنی تیر تھی۔

ساواری کے جانے کے بعد بھی میرا ذہن فاسی دیر تک اسی میں الجھا رہا۔ جبکہ نے سمورا کی امکانی موت کے بارے میں جو اظہار خیال کیا تھا اس پر ساواری کے چہرے کی ہلکی رنگت اور اس کے تجسس سے تیز و کد کیلاش نے بھی بطور رضی محسوس کیا تھا چنانچہ ساواری کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر تک جبکہ کو کھا جانے والی تیز نظروں سے گھونٹا رہا پھر بعد چند لمحے سے بولا۔

”کیا ضروری ہے کہ تم ہر بات میں اپنی ہانگ پھنساؤ؟“

”تمہارا گفتگو کا انداز اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ تم کو میری کوئی بات ناگوار خاطر گزری ہے لیکن وہ بات کیا ہے۔“

”میں نہیں سمجھ سکتا۔“

”تھیں سمورا کی امکانی موت کا خیال ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”غیر مقدس کی قسم میں نے جو کچھ کہا وہ عین ممکن بھی ہے۔“

جبکہ نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”تم ایک ماہر اور کامیاب مرجن ہوؤں میں تسلیم کرتا ہوں لیکن وہ فیصلے جو آسمانوں پر کیے جاتے ہیں تمہاری سرحد سے زیادہ اہم اور اہل ہوتے ہیں۔ تم نے سمورا کی رسولی کا نہایت کامیاب آپریشن کیا ہے۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں مگر کیا تم یہ بات پرے سے واثق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ وہ تھا؟“

خیال کے مطابق دس بارہ دن بعد مکمل رو بھٹت ہو جائے گا۔“

”موت اور زندگی جھگڑانے کے اعتبار کی بات ہے لیکن میں اس کے روشن پہلو پر زیادہ نظر رکھنا چاہیے۔“ کیلاش نے تھک کر کہا۔ ”تم نے شاید ساواری کے چہرے کے آثار چوڑھاؤ کا اندازہ نہیں لگایا، تمہاری بات سننے کے بعد اس کی آنکھوں سے نفرت اور خفارت کی چنگاریاں ابل پڑی تھیں۔“

”اگر یہ بات ہے تو تھیں اس پر خوش ہونا چاہیے۔“

”کیا مطلب؟“

”ہر چند کہ میں نے ساواری کے چہرے کے خدو خال پر زیادہ توجہ نہیں دی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ فوکیلا سے خاصی مشابہت رکھتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ تم اس میں فٹیز کے چہرے کے آثار چوڑھاؤ کے سلسلے کو زیادہ محسوس کر رہے ہو۔“

”جبکہ نے اس بار بھی کیلاش کو گھونٹتے ہوئے کہا۔ ”میری مانو اب بھی وقت ہے۔ اپنے چہرے کے فرضی دیوتاؤں کا نقاب آنا چھینکو ورنہ ہمارا انجام ہماری توہمات سے کہیں زیادہ جھباکا اور خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔“

”جہاں کیلاش نے جھکا کر مجھے مخاطب کیا۔“

”ہو اس احمق کی باتیں؟“

”میں کیلاش سے متفق ہوں۔ میں نے کیلاش کی حیات میں جبکہ کو سمجھنے کی کوشش کی۔ میں ماننا ہوں کہ تمہاری زبان سے ایک امکانی بات نکل گئی تھی لیکن۔“

”لیکن تھیں یہ ماننا پرے سے گاکہ مردہ زندگی جو آج اس دنیا کے ہنگاموں میں دامن چھیلے اپنے جھٹھے کی خوشیاں یا غم سمیٹ رہی ہے ایک دن خالی ہاتھ اس دنیا سے رخصت ہو کر اس لازوال طاقت کے سامنے ضرور پیش ہو گی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔“

”اگر تم نے آئندہ اس جزیرے کے معیلات میں اپنی زبان بند نہ رکھی تو جہاں سے مقابلے میں تمہارا انجام زیادہ بول ناک اور خطرناک ہو گا۔“

”کیلاش نے تیزی سے کہا۔“

جبکہ ابھی کیلاش کے درمیان نوک جھونک کا سلسلہ جاری رہا تو اس اکتا کر قرار دیتی سے اٹھا اور اپنے کہیں میں آگیا۔ میرا ذہن بدستور ساواری کی شخصیت کے اسرار میں الجھا ہوا تھا۔ کھانے کی میری جگہ وہاں آغز میں یں گفتگو ہو رہی تھی لیکن میں وقت

جبکہ نے کیلاش سے کہا تھا کہ اس نے بلا وجہ جزیرے کے لوگوں کے دورے خود کو سمندر اور ہوائوں کا دیوتا بنا کر رکھنے کی طاقت کہوں کی تو

ساواری اس انداز میں چڑھی تھی جیسے جاری بات اس کی بھیجی آ رہی ہو۔ جزیرہ اور دینا کے پرانے سردار ہو گا کے سلسلے میں اس نے یہ وہ دانتے کھل کر کیلاش کا جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

ساتھ ساتھ تھی لیکن اس نے ابھی تک اپنی زبان بند کر رکھی تھی۔ سمورا کی موت کے سلسلے میں ابھی تک اس کی زبان سے کوئی ناز یا بات نہیں نکل تھی مگر اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اندر ہی اندر کسی پرانے ترسٹ فائن کی طرح سبک رہا تھا۔ جوشیل نے تاریکی کا سینہ چیرنے کی خاطر اپنے ہاتھوں میں شعلیں اٹھا رکھی تھیں جس کے جھوکتے شعلوں کی لپٹ نے ماحول کو بے حد خوف ناک اور پر اسرار بنا دیا تھا۔

کیلاش اور جبکہ عرصے پر کھڑے، جھوم کو اشتعال انگیزی سے باز رکھنے کی خاطر اپنی کوششوں میں مصروف تھے۔ کیلاش نے اپنا پھل ہوا پسٹول سیدھے ہاتھ میں نہایت مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا لیکن ناقد جبکہ کے ہاتھ میں ہر بات بائبل کی جلد تھی اس کی نگاہیں نیلے آسمان پر مرکوز تھیں اور ہومٹ یوں مخرک تھے جیسے وہ خود کو خسرے محفوظ رکھنے کی خاطر تیر کی دعوں کا در

کر رہا ہو۔

شور و غل کی آواز سن کر میں بھی لوکھلایا ہوا اپنے کہیں سے باہر آگیا۔ میرا مانی جو اس اچانک آفتاد سے جھلا کر برابر ہوئے جارہا تھا۔ میرے ہاتھ پر ایسٹول میرے گاؤں کی چوبیس میں رکھا ہوا تھا میں اس وقت کیلاش کے قریب گیا وہ مکلا سے بلند اور سخت آواز میں مخاطب تھا۔

”تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تھیں سردار سمورا کی موت کی جو اطلاع ملی ہے وہ درست ہے۔“

”اگر سردار ڈر رہے تو پھر تم میں اس کے پاس جانے والے کو کہیں ہے۔“

”میں کہہ رہا ہوں۔“ مکلا نے اپنا پیرا ہوا میں بلند کرتے ہوئے تیز سے میں کہا۔ ”ہم خود اپنی آنکھوں سے سردار کی زندگی کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔“

مکلا کے ساتھ اس کے آٹھ دس دسے ساتھی بھی موجود تھے جو تیز سے ہاتھ میں لیے تھے اور دوسری خواہشوں سے گھوڑے تھے۔ منانا بدستور مکلا کے سیدھے ہاتھ پر جھونک کھڑا بھی

گہری سوچ میں غرق تھا۔ کیلاش اور جھیرے ہوئے جھوم کے درمیان ہنسٹیکل جس فٹ کا فاصلہ ماہر ہو گا۔ جہاں کے درمیان بائیں جانب ہونے پر اور دو ڈیٹا کلاؤ کی کا بنا ہوا ہے ہنگم مگر بہت

بہت ناک نکل کا مانت آیا وہ تھا۔

”جبکہ۔“ میں نے قریب پہنچ کر جبکہ کے دریافت سے

کیا یہ کیا سمورا چل بسا؟

”مجھے اہلیت کا علم نہیں۔“ جبکہ نے ذی زبان میں جواب دیا۔ ”شور و غل کی آواز سن کر میں بھی سیدھا ہونے کی طرف آگیا۔“

”کیلاش کا کیا کہنا ہے۔“

”میں نے اس کی بات سن لی۔“

”میں نے اس کی بات سن لی۔“

”میں نے اس کی بات سن لی۔“

ساواری کی ہمارا شخصیت کے علاوہ میرے ذہن میں منانا کے لئے الفاظ بھی گونج رہے تھے۔ اس نے گفتگو کے دوران منانا کے الفاظ میں یہ بات کہی تھی کہ جزیرے کے لوگوں کے عقیدے کے

خاتمہ جب بھی کوئی امینی ان کے درمیان آیا انہیں تباہی اور ربا دین سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ سمورا اور جزیرے کے مخصوص

وگن نے اپنے دیوتا اور شکر کے عقیدے کے سامنے سرنگون ہو کر

لہکھا تھا کہ جب بھی کسی امینی نے اور دینا کے جزیرے پر ہوتے

رکھا اسے دیوتا کے قدموں میں جھینٹ چڑھا دیا جانے کا یہ دم

مانا کے کہنے کے مطابق ان کے آبا و اجداد کے زلنے سے چلی

آ رہی تھی۔ پھر۔

سمورا منانا یا مکلا نے ہمارے ساتھ رہا ہے کیوں

کام لیا۔ کیا اس میں بھی ان کی کوئی خاص چال تھی؟ اور ہو گا کی

موت کے سوال کے سلسلے میں ساواری نے کوئی جواب نہیں سے

کر دیکھیں کیا؟

میں نے ذہن میں اس رات بڑی دیر تک متعدد سوالات

آپس میں گڈ بڈ ہوتے رہے۔ جیسے میں نے خود کو بدلنے کی خاطر

اپنی وہ ڈائری نکالی جس میں میرا ماضی کا داستان کا بیشتر حصہ

خود میرے ہاتھوں میں تھا۔ کیا جاکتا تھا میں نے اپنی دانشاں

کو تیز فہم بنانے کی کوشش کی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل اندازہ

نہ ہوا۔ کوئی ایسی ہی بات تھی جو مجھے کسی کوٹ چس نہیں لینے

ہی تھی چنانچہ میں نے ڈائری کو دوبارہ اللہ کی میں محفوظ کیا اور

ایک خواب اور کوئی لینے کے بعد کہیں کی روشنی بند کرتے سونے

کے ارادے سے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر تک میں حالانکہ

نہانے یا نہانے پر الجھا رہا پھر وہ دائرہ اپنے اپنا تسلط میرے

پر ہمارا تو میری آنکھوں کے چوڑے ہو چکے ہوئے تھے اور مسترد

میں ہر چیز سے بے نیاز ہو کر دنیا کا مینا سے بے رغبتی کی آغوش میں

جھکے لینے لگا۔

سمورا کی موت کی خبر اور دینا جزیرے کے باشندوں میں

کی آگ کی مانند ایک مرسے سے مرسے تک پھیل گئی ہر طرف

ایک شور و ہنگامہ مچا تھا۔ ننگ دھونگ و جوش میں جہاں آدھے

جہاز کو چاروں طرف اپنے ترے میں لے رکھا تھا اور ہاتھوں

میں تیز سے اٹھنے جانے خون کے چاہے ہوئے تھے۔ مکلا

منانا اور جزیرے کے دوسرے بہت سارے لوگ جہاز پر چڑھ گئے

مکلا کے جوڑے سے زیادہ خواب اور خطرناک نظر آتے تھے۔ نائب

ملاؤ نے کے سبب وہ پھرے ہوئے جوشوں کی سربراہی میں

پیش پیش تھا۔ منانا جیسے مذہبی رہنما کی حیثیت حاصل تھی مکلا کے

متعدہ وحشی دزدے نیزے اعلیٰ سے برابر ہادی طرف میں دیکھ رہے تھے کہم اپنے بچاؤ کے لیے ذرا بھی ہاتھ پاؤں ملنے کی کوشش کریں تو وہ جملے نیم کو بے دریغ چھین کر دیں۔

منا اور اس کے چند دوسرے بڑے ساتھی اور دیوتا کے مہتم کے آگے کودیں جمع کر کے الاوروش کرنے کا اہتمام کر رہے تھے مکلا جملے سامنے ایک اونٹنی تمام پر اپنے معنوی پرستہ والے ساتھیوں کے سامنے سینہ سامنے کھڑا تھا اور ہم سرت بھری نظروں سے اپنے انجام کا اہتمام کرنا دیکھ رہے تھے۔

”خدا کی قسم اگر ہم نے دیر کوئی سے کام نہ لیا پورا تو تیار تھی اذیت ناک سزاؤں کے تحت رہتے تو یہ جیکب نے کہا۔

”منا اور انجام میں کن ہی سفر نہ لے سے ہی معلوم ہو گیا تھا جس میں لیتنا اسی جزیرے کا ذکر موجود تھا جہاں وحشی لوگ پادریوں کا گوشت بڑے اہتمام سے بھون کر ادبے حد سڑنے لے کر کھاتے ہیں کیلاش نے سپاہیوں میں جراب ڈال دی تھی کہ موت کے شعلے جلتے ہوئے دیکھ کر بھی وہ قطعاً خائف نظر نہیں آ رہا تھا۔

”ہوسکتا ہے کہ تم درست بجواس کر رہے ہو لیکن میرا خیال ہے کہموا کی موت کے الزام میں تمہاری شخصیت میں سے مقابلے میں وحشی دزدوں کے لیے زیادہ اہم ہوگی۔“

”مجھے اس وقت اپنی موت اور جیکب کا انجام سے زیادہ ٹھیک لگا کہ میں تصور تیار کر رہا ہوں جیکب کیلاش نے سزا دے بھر کر کہا۔

”کاش اس وقت وہ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی تو موت میرے لیے ایک اعزاز سے کم نہ ہوتی۔ تمہارا کیا خیال ہے فادر جیکب؟“

”نہلا آسمان تھا میرے اوپر دم کی بارش کرے میں محسوس کر رہا تھا کہ تمہاری دعا کی کیفیت رفتہ رفتہ میرے اعضاء کے قطع تعلق کر رہی ہے ٹھیک لگا کہ اس سلسلے کی ایک کڑی نظر آتا ہے۔“

”اگر موت کی اذیتیں کسی جین محبوب کا ذکر اعضاء کے کھینچاؤ کے احساسات کو مفلوج کر سکتا ہے تو تم بھی صدق دل سے اپنی ذہان کے تصور میں ہم کو موت کو فراموش کرنے کی کوشش شروع کر دو۔“

”میں ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں روپا کے مشورے تصور پر۔“

”جیکب تمہارے جواب دیا تو میں چپ نہ رہ سکا۔

”ایک طرف ہماری موت کا انجام کیا جارہا ہے اور دوسری طرف تم دونوں کو مذاق کی سوچھ رہی ہے پکارا کوئی رستہ ہو؟“

”کچھ حاصل نہ ہوگا اس لیے یہی بہتر ہے کہ ہم موت اور زندگی کے درمیان جو وقفہ باقی رہ گیا ہے اس میں بول کر

رفتہ رفتہ ان کے قص میں بھی تیری آتی جا رہی تھی جیکب!۔“

کیلاش بھی اب خاموش ہو چکے تھے اور میرے آگے انہیں بھاؤ اس لیے ہر وہ جن کا منظر دیکھ لے تھے جس کا تصور ہم نے بھی خواب میں بھی نہیں کیا تھا۔ الاؤ کے پیڑ کے پھولوں کی لپٹ جھوم کے چوں پر موت کے خوشی دھن کا سماں پیش کر رہی تھی۔ یسوع مسیح کی قسم یہ لوگ تو دزدوں سے بھی بدتر ہیں جیکب نے پہل بار بھر بھری لیتے ہوئے کہا ”رہت عظیم نے چاہا تو یہ ایک دن پولے جزیرے سمیت ممد کی بچہری ہوئی موجود میں غرق ہو جائیں گے۔“

”اور ہماری دو پان و شیشوں کا گوشت کھا کر ہمیشہ جوان رہنے کا راز پالے گی بچہ دوسرے جسم میں اس کی اتنا منتقل ہو کر جب نیا جسم لے گی تو...“

کیلاش ابھی اپنا جملہ پورا نہیں کر رہا تھا کہ میں نے اپنے عقب سے نامی کے زور زور سے بھونکنے کی آواز سنا دی۔

”نامی بے میں موت کے تصور میں کم ہو کر کثیر فراموش کر چکا تھا غالباً جملے خلاف اس جن پر احتجاج کر رہا تھا اور اس کا وہ احتجاج رائیگاں نہیں گیا۔ ویشیوں کے چکر سے جو خوشی سے تپ کر گھٹا رہا ہے تھے نامی کی آواز اس کی گرفت زدہ نظر لے لگا۔ شاید انہیں اپنے اس ساتھی کا انجام یاد آ رہا تھا جو نامی کے کاٹنے کے بعد پہل بھر میں لوٹ لوٹ ہو کر قتل ہو گیا تھا۔

”مکلا اور اس کے ساتھیوں کی تو جہ بھی اسی جانب مڑوں ہو گئی تھی مگر نامی کے بھونکنے کی آواز سنانے سے رہی تھی۔ ڈھول کی تیر آواز پر مدھن کرتے جسم بھی یک حرکت تھم کر رہ گئے پھر اچانک میری نگاہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا جیکب جو ایسا کے جزیرے پر ہمارا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔

”معاذ جیکب کو چیز ہوا اور ہوا اور الاؤ کے قریب اگر سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں مردہ جانور کی سال خوردہ ہڈیوں کا وہی ڈھانچہ بلند کر رکھا تھا جو گا با کی موت کا باعث بنا تھا۔

”جیکب کی آمد ہمارے لیے کسی پرانے ناول یا کہانی کے ناقابل تعین باب سے کم نہ تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ جیکب کے آنے ہی اور دینا کے باسیوں کے جیسے زلزلہ برپا ہوئے تھے وہ خوف زدہ نہ ہوا جس سے جیکب کے ہاتھ میں بلند ہڈیوں کے ڈھانچے کو پھینک پھینک نظر سے گھول رہے تھے نامی کے بھونکنے کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔

”یہ یہ تو جیکب ہیں یہ جیکب جیت سے بھلائے ہوئے کہا۔“ یہ اچانک بیان کیے آگیا؟

”ہوسکتا ہے کہ تمہاری وحشی یاد دہیں کے جسم کا درست بنانے میں مہارت نہ رکھتے ہوں اس لیے جیکب کو تعجب ہوں کہ ایک عمر اور زندگی کوئی کی شکل دینے کے لیے طلب کیا گیا ہو۔“

”تم تمہی اور دینا کے وحشی دزدوں سے کم نہیں جیکب نے ہنر چاہتے تھے لغزت سے جواب دیا ”میری نے تمہارے لطیف احسانات کو کثیر رنگ الاؤ کر دیا ہے سامنے ہمارا موت کا جشن پلکیا جا رہا ہے اور تعجب اس وقت مل گئی سوچ رہی ہے۔“

”میں الاؤ کے گرد بھڑکے جیسے جیسے کا کیرے دیکھنے میں محو تھا اس لیے موت کی طرف توجہ نہیں دے سکا۔ کیلاش سپاٹ آوازیں بولتا۔

”جیکب جہاں بھی کر کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا لیکن جیکب کی بلند نے والی آواز سن کر وہ بھی اس کی جانب توجہ ہو گیا ہڈیوں کے ڈھانچے کو بدستور سرے بلند کیے وہ اونچی اور تیز آواز میں جھوم سے خطاب تھا۔

”اور وہ دنیا کے وحشی دزدوں اور دیوتا کے ظہیر بجا رہا! کیا تم ہر ذرا ہی حاصل کرنے کے بھگڑنے میں اتنے اندھے ہوئے ہو کہ انہیں انسان اور دیوتا کی پہچان بھی نہیں رہی؟“

”ہم اور وہ دیوتا کے بچاری ہیں کسی اور کو اپنے دیوتا سے بلند نہیں مان سکتے۔ مکلا نے جیکب کے ہاتھ میں بے ڈھانچے کو وحدت مندی سے گھولنے ہوئے سرے میں کہا۔ ”ہم جنہیں سڑنے لے رہے ہیں وہ دیوتا نہیں ہیں ساوادی نے نہیں بتایا ہے کہ ان تینوں نے خود کو ہمارے دیوتا کے مناسب ٹھکانے کے لیے دیوتاؤں کا ڈھونگ رچا رکھا تھا لیکن سمورا کی موت ان کا بھلا بھلا بھولا دیا۔“

”اور اب سمورا کے بعد تم اور دینا کے سزاوار ہو گے کیوں مکلا کیا میں تمہیں کہہ رہا ہوں؟“

”ہاں۔ اس کا فیصلہ سزاوار سمورا اور ہمارے ساتھی پہلے ہی کر چکے ہیں۔“

”میں جانتا ہوں۔“ جیکب نے ہاتھوں میں بلند ہڈیوں کے لیے جان ڈھانچے کی طرف دیکھتے ہوئے چپچپے انداز میں کہا۔

”سمورا کا یہی فیصلہ تھا کہ اس کی موت کے بعد اور دینا کی باگ ڈور تمہاری ہاتھوں میں ہوگی۔“

”جوگا کا کیا ہے بچہ؟“

”جوگا۔“ میں چونک اٹھا۔ ”جوگا کے سلسلے میں کوئی حتمی جواب دینے سے ساوادی نے بھی دیدہ و دانستہ گریز کیا تھا اور جوگا ہی کا نام سن کر مکلا کے چکر پر بھی ہواشیاں اڑنے لگی تھیں بچہ بدستور بھلا کر بولا۔

”پہلے ہم اپنے دشمنوں سے نمٹ لیں اس بات کا

فیصل بعد میں ہوگا۔

”تم سمنہ لادو ہواؤں کے دیوتاؤں کو دشمن کہہ رہے ہو۔“
جیکسن کا سوجھ بوجھ بے حد پراسرار اور عجیب تھا۔ اپنے انجام سے ڈر ورنہ ہنگامہ (HANGAR) کی فرح تم کو براد کر دے گی۔

مکالا ایک ٹائیپ کو چپ ہو گیا، پھر اس نے ایک نظم ساوری اور کیلاش کو پڑھنے والے بلند آواز میں کہا۔
”میں غیظ ہنگامہ کی پراسرار فرح کے آگے سر جھکا تا ہوں لیکن اپنے مراد کے قانون کو دینا تا نہیں مان سکتا۔“

”تم جھپٹاؤ گے مکالا۔ سوچ لو۔“
”غیظم اور فکے نام پر جھپٹنے والے یہ شعلہ دودھ کلاؤ اور بانی کا پانی کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔“ مکالا نے نصرت لیے میں جواب دیا۔ ”اگر یہ دیوتا ثابت ہوئے تو آگ ان پر اثر نہیں کرے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ جیکسن تھوڑے تو قف سے بولا۔ ”تم بادی بادی انسانوں کو آگ میں جھپٹ کر اپنی نسل کو روک لیں گے۔“
”یاد رکھنا کہ اگر میرے بیان کے مطابق یہ دیوتا ثابت ہوئے تو پھر تحقیق اور دواؤں کے قدموں کو چم کر کسی آگ میں جھپٹا لگا نا پڑے گی۔“

”جہم سکتے کی کیفیتوں سے دوچار تم کھڑا مکالا اور جیکسن کی گفتگو سن رہا تھا۔“ الاؤ کے شعلے جہم کے پیروں پر موت کے عجیب ایک سایوں کی طرح لپک رہے تھے جیکسن کی بات سن کر مکالا کھسی لڑی سوچ میں غرق ہو گیا۔ اس نے کہنے تو ز اور خفارت جہری نظروں سے ساوری کی طرف دیکھا کچھ دیر جیکسن چپکے بغیر سے تھراؤ اور نظروں سے گھوڑا مارا پھر اپنے ساتھیوں کے جہم سے نکل کر اور کت کے بکے کے قریب آکر بولا۔

”مجھے بھاری شرط منظور ہے۔“

”میں تحقیق ایک موقع اور دیتا ہوں مکالا پھر سوچ لو۔“

تیرکان سے نکل گیا تو ایس نہیں آئے گا۔

”مکالا نے اپنے انجام کی پروا کبھی نہیں کی۔“ مکالا نے اس بار غصے سے جھاتی پیٹ کر کہا۔ ”ہنگامہ کی فرح بھالے قبضہ میں ہے تو اس نے تحقیق ہمالے اور لوگا کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا ہوگا۔ موت اور زندگی کا کھیل کھیلنا ہمارا دستور ہے اور مکالا اس دستور کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک برقرار رکھنا بھی جانتا ہے۔“

پھر مکالا نے اپنے جیلے کے اختتام کے ساتھ ہی انتہائی

غضب ناک انداز میں کیلاش کی جانب ہاتھ بلند کر دیا۔ مکالا کا اشارہ پاتے ہی وحشیوں نے کیلاش کو اپنے شکیں میں بھونک کر جھپٹنے شعلوں کی طرف دھکیلا شروع کر دیا۔ اس نے بھونک کر جیکسن کی طرف دیکھی اس کے ہونٹوں پر بڑی پراسرار مسکراہٹ دھک کر دی تھی۔ میں جپ نہ رہ سکا۔ جلدی سفر کے دوران میں جیکسن کے ہاتھوں نے ہمارے گھرے دفعتاً تھکے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس بات کا بھی علم تھا کہ جیکسن رعوں کو ملائے کے ملاو عمل خیر میں بھی جانت رکھتا ہے، ہوسکتا تھا کہ اس نے صبر قوت پر بازی پلٹ دینے کے بارے میں اپنے ذہن میں کوئی منصوبہ بنا رکھا ہو لیکن میں کیلاش کو اس جھپٹتی آگ کے حوالے ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ اسے زبردستی گھٹنے ہوئے شعلوں کے قریب پہنچے تو اس نے اختیار ہیچ کیا۔

”نہیں۔“ اسامت کر، میں تحقیق غیظم دیوتاؤں کا واسطہ دینا ہوں میرے کردہ موت کو چھوڑ دو۔“
میں جھپٹ کر اس سے فریاد کر رہا تھا لیکن جیسے دو میری چیخ دیکھ کر نہیں سن رہے تھے یا پھر جہاں بوجھ کر برسے تھے پھر میں پوری قوت لگا کر خود کو وحشیوں کے جھگڑے سے بچنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن وہ جیسے انسان نہیں تھے اپنی مکینے تھے جنھوں نے مجھے اپنی گرفت میں جھونکھا تھا۔ میں نے جیکب کی سمت دیکھا وہ خوف سے، انھیں بند کیے ہوئے تھا اس کے ہونٹ متحرک تھے، شاید وہ کیلاش کی نجات کے لیے کسی دعا کا درود کر رہا تھا۔ میں نے پلٹ کر تیزی سے جیکسن کی طرف نگاہ ڈالی وہ بدستور اپنی جگہ سیدھے تھے کھڑا غیظم تیز انداز میں مسکرا رہا تھا جیکسن کا وہ اطمینان مجھے اس وقت بہت گراں گذار میں نے نصرت سے منہ پھیر لیا۔ کیلاش کی جانب توجہ مبذول کی تو میرا پیچھے کا سانس نیچے ادا ہو چکا اور پھر وہ گیا۔

چھانپنے کے وحشیوں نے کیلاش کو ہاتھ پیروں سے لیں تھا رکھا تھا کہ اس کا جسم ہوا میں جھول گیا تھا، وہ اسے جھکوتے نے کروشن الاؤ کی طرف اچھان چاہتے تھے کہیں نے نہ بانی انداز میں ایک دل دوز چیخ ادا دی اور پھر۔

میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے کین میں اپنے لیستر پر موجود تھا۔ میرا ہونٹ کتا حافی میں سے قریب کھڑا حیرت سے پلر منہ تک ہاتھ۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ ایک عجیب ایک خواب تھا جس نے مجھے متراپا پسینے میں خراہ کر دیا تھا۔ میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا لیکن اس کے بعد میری نظر کین نے دروازے کی جانب متقلی تو اس ایک بار پھر بے اختیار جو کچھ اٹھا۔ دروازے کے نیچوں بیچ ساوری کھڑی تھی سپاٹ

وہ سے گھوڑا رہی تھی۔

ہر جگہ کچھ میں نے دیکھا وہ محض ایک خواب تھا۔ پیر ہاں دھون کی ایک عجیب ایک اور ہول ناک صورت جو میرے ہاتھ پر دھون کی شکل میں خود بخود اچھل بھونک رہی تھی۔ میں نے خواب کی اذیت ناک اور وحشت ناک کیفیتوں کے زیر اثر زبردستی شدت سے دھونک رہا تھا۔

میں اپنے کین میں اپنی لیستر پر زندہ و سالم موجود تھا۔ ابھی میرے قریب تھا اور شور مچا اور آہ و بکا کی وہ دل کش آوازیں جو چننے چننے میرے سر اٹھنا شروع کر رہی تھیں، ہونٹ میں آتے ہی حرف غلغلہ کی طرح ناپید ہو چکی تھیں۔ اب ایک گراں رسک طاعون تھا میرے کین کا، یہ گھم و دشمنی باب بھی اس پھول سا میں اسے اوجھٹا نظر آ رہا تھا لیکن میں نظر آنے والے غور و خیال میں نہ رہے تھے پسینے میں شراب اٹھا۔

خواب کی کیفیت سے نجات پا کر حقیقت کے عالم میں کے بعد میرے ذہن کو چوہہ بدھ جھکا لگا۔ میں ابھی اس سے باہر خود کو مطمئن بھی نہ کر پا رہا تھا کہ ساوری کو دروازوں کے بیچ کھڑا دیکھ کر بے اختیار جو کچھ اٹھا، میں نے فوری طور پر غائب ہو کر وہاں تک خیال پر اٹھا میں نے سوئے تھے۔

جیکسن کے دروازے کو اندر سے لوٹ کر لیا تھا لیکن سلووری کی کی غراب نہیں بلکہ ایک حقیقت تھی۔ میں نے جلدی سے اپنی دل کر اس بات کی تصدیق بھی کر لی میرے کین کے دروازے کی کوئی موجودی خواب نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے۔

میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس قدر بے ہوشی کی

مادری کی نظروں میں جھکا جیسے وہاں اتنی رات گئے

لاہوری کا سبب دریافت کر رہا ہوں اس نے کوئی جواب

آپا، بدستور خاموش کھڑی سپاٹ نظروں سے گھوڑی رہی

لے گھولنے کے انداز میں کسی نفرت یا حقارت کا اظہار

تھانیں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنے کی غور میں

بال کی بات زبان تک لانے سے پیشتر مجھے گناہوں کا ہول

لاہری جو چننے چننے میرے ہونٹوں نے ایک دوس کو ٹوٹتی

ماتے دیکھ پھر میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر تہدید

بے ہوشی سے دریافت کیا۔

”کچھ کتنا جانتی ہو؟“

جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا۔ جھپٹنے کی باندھ میری سمت

انکھیں اس کی خاموشی سے وحشت ہونے لگی ہیں میری

ل کی زبان سے واقف نہیں تھا شاید اس لیے وہ میرا

سوال نہیں سمجھ سکی تھی میں نے ٹوٹے پھوٹے لیے میں اپنا مانی اغیار کرنا چاہا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہو سکی۔ زبان کا مسدود اس کے درمیان اطمینان کی دیوار بن کر حائل ہو رہا تھا۔ میرا حال ایک بات بھر پر پوری طرح واضح ہو چکی تھی کہ وہ میرے کین میں بلا مقصد نہیں آئی تھی، مجھ سے کوئی اہم بات کرنے کی غور میں نہ تھی، ہوسکتا وہ مجھ کی شخصیت سے کسی خطرناک ارادے سے آئی ہوئی تو اب تک میرا کام تمام ہو چکا ہوگا۔

مجھے اپنی طاقت کا احساس بھی ہو رہا تھا، وحشیوں کے جبر میں مجھے دروازہ کھلا دھونک رہی تھیں سونا چاہیے تھا اور سنا چکا میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔ ”دے جانے وہ کین کے دروازے پر کب سے کھڑی ہو؟“ ہوسکتا ہے اس نے سوئے میں میرے کین میں چلائے کی آواز سنی ہو اور پھر کس حال کھیلے چلی آئی ہو؟ لیکن اگر میرے شور و غصے سے اس کی آنکھ کھل سکتی تھی تو پھر جیکب اور کیلاش کو بھی اس کے ساتھ ہی موجود ہونا چاہیے تھا؟

کین میں طاعون طویل خاموشی میرے اصرار پر انرا انداز ہونے لگی تو میں آہستہ سے لیستر سے اتر کر پیچھے میں نے اپنا دھاننا ہاتھ تیزی سے ڈرائنگ گاؤں کی جیب میں ڈالا۔

سکون کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی، میرا آنکھیں پتھول جے

میں عام طور پر سوئے وقت تک مجھے رکھتا تھا میری جیب میں موجود تھا۔ شاید بات میری آنکھ اچھا لگ گئی تھی جس کی وجہ سے تو میں کین کا دروازہ بند کر سکا نہ مجھے پتھول گاؤں سے نکال کر تھکے کے نیچے رکھنے کا خیال نہ رہا۔ میں نے ایک نظر اپنے

عزیز زماہی پر ڈالی پھر دوبارہ ساوری کی جانب دیکھ کر مجھے

سے چند قدموں کے فاصلے پر کھسی بت کی مانند ایسا وہ خاموش نظر

آری تھی معاف مجھے تاریکی میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی،

جہاں زبان ساتھ نہ وہ وہاں اٹھنے تر جہاں بن جاتے ہیں چنانچہ

میں نے اشاروں کی زبان میں اسے غائب کیا۔

”اس وقت مجھے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے سب

غیرت تو ہے؟“

اس بار مجھے اپنے ارادے میں بالخصوص نہیں ہوئی۔ ساوری

نے جواب میں گڑی گھم گھم کی جگہ کی جانب دیکھی جس کے دو ہی

مفہم ہو سکتے تھے۔ یا تو وہ مجھے باور کرنا چاہتی تھی کہ سورا کی

حالت عجیب نہیں اور مجھے اس کی مدد کرنا چاہیے۔ یا پھر

یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہاں کین قریب ہمارے سوا کوئی تیسری

شخصیت تو موجود نہیں۔ اگر میرا بلا اندازہ درست تھی تو اس کو

سیرکس آنے کے بجائے ڈاکر کیلاش کے پاس جانا چاہیے تھا

جو خدا بھرا تھا وہ غلط نہیں تھا۔

”تم کیا چاہتی ہو؟ میں نے تیرے نفوس سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ آہستہ بولہ۔ مگر دل کا گڑبہ ہو گیا کہ میں تنہا نہیں تم سے ملی ہوں تو وہ میرا دشمن بن جائے گا۔ اس نے سر ہلکے کی پھر میں اس کے کہیں کچھ کتا وہ تیزی سے اندھا ہو کر چلت کر کہیں کے مرے گا۔ آہستہ سے بولت کر دیا۔

غلاوت توقع نامی نے اس وقت بھونکنے کی کوشش نہیں کی شاید اس کی بھی مٹی جس نے بجانب لیا تھا کہ ساوی اس وقت سے کہیں میں کسی خطرناک ادارے سے نہیں آئی تھی۔ سمورا کی حالت اب کیسی ہے؟ میں نے ساوی کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ فری طور پر میں نے اس سے یہ دریافت کرنے کی محفلت نہیں کی کہ اس کی اصلیت کیلئے اور اس نے انگریزی زبان میں فرح اور کماں سے سیکھی کسی جلد بازی کا مظاہرہ کر کے میں اس پر اپنی بڑھاپا مٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”پتلے سے بہتر ہے۔ اس نے ہر وقت کہتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”دردی قدرت کو دفع کرنے والی گولی کے ساتھ میں اسے نیند کی گولی بھی لے آئی ہوں مہلکہ اس کی آنکھ دھار کھل جائے۔“

”تم فری دہیں اور دوا اندیش معلوم ہوتی ہو لیکن...“

”کیا تمہیں یقین ہے کہ میری کلاش نے رات کا ہر لمحہ موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے؟ رات کی کلاش کا تو میں ہمیشہ سے اس کی صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ میں نے اپنے فحش سے کہا۔ ”کیلاش ایک کھلم کھلا میاب اور مجرب سرجن ہے۔“

”اگر ملو کا آپریشن کامیاب ہا تو ہر جس کے لوگ اس کی صحت کا شان دار مشین مناس گئے۔ ساوی نے کچھ سوچے ہوئے جواب دیا تو میں چونک اٹھی۔

”کیا تمہیں سردار سمورا کی زندگی عزیز نہیں؟“

”وہ مجھے اپنے باپ ہی کی طرح عزیز ہے۔ وہ میری زندگی بولی۔ اگر اس شریف آدمی نے مجھے بیٹا بنا لیا ہوتا تو میں خود اپنے ہاتھوں اپنا کتا گھونٹنے پر مجبور ہو جی ہوتی۔“

”حیرت ہے میں نے زبردستی بولا۔ تمہاری زندگیوں خرابی کہہ رہی ہو جو تمہیں کی اجی سے بھی ناواقف ہے۔ میں نے صرف سردار کے ہاتھ میں اپنی دانے کا

کیا ہے۔ درناسی قبیلے میں مکلا جیسے مکا را اور عیا اور نئے بھی موجود ہیں۔ ساوی نے نہایت احتیاط سے جواب دیا پھر قبیلے توقف سے بولی۔ تم لوگ خوش نصیب ہو جو ابھی تک زندہ ہو۔“

”شاید اس لیے کہ ہم نے خود کو سمندر اور ہواؤں کا دیوتا مابہر کے انھیں خوف زدہ کر دیا ہے۔“

”تم کسی حد تک ٹھیک سمجھ لے ہو لیکن ذرا سمر کو ٹھیک دیکھو۔ وہ اسے صحت نوش کر رہے ہیں۔ دو۔ پھر یقیناً اندازہ ہو جائے گا کہ اس جزیرے پر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دولت مند دنیا کی خاطر دیوتاؤں کو مٹی ہی ہوں کی بھینٹ چڑھا دینے سے بے رغبت نہیں کرتے۔“

”اوہ۔“ میں نے ساوی کی بات کے مفہوم کو سمجھنے پر ہنس دیا۔ ”تمہیں یہ کہنا۔“ گویا تم مجھے یہ یاد کرانا چاہتی ہو کہ جس طرح ہمارے دیشوں سے مدد دینے کوئی کے سلسلے اپنی زندگیوں بھڑکا رہی ہیں اس طور قبیلے کے کچھ سردار وہ لوگ بھی ہمارے ساتھ سب کاری میں مصروف ہیں۔ انھیں غالباً سمورا کی زندگی خاطر ہمارے ساتھ سمجھنا پڑا ہے۔“

”اور مکلا کا نام ان بولنگ زدن میں میری فرست اور یہ حقارت سے بولی۔ وہ اور دنیا کے اقتدار کے ساتھ ساتھ دوسری دولت جمانے کو ہے۔“

”اپنے دل بارہ ساتھیوں کے ساتھ سر جوئے بیٹھی سمورا کے بعد اپنی کامیابی کے جشن کا خواب دیکھ رہا ہو۔“

”نہانے نہ بھگنے ہم پر یقیناً دیوتا کے قدموں پر بھینٹ لے کر فوری طور پر دیوتا تو وہ یقیناً اور حقارت سے یقیناً کو اب تک موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔“

”کیا سمورا اور مناما کو اس بات کا علم نہیں کہ مکلا ان کے لیان آتین کا سائب ہے۔“

”معلوم ہے لیکن قبیلے کے سردار وہ لوگوں کے دیشوں کا راز اس مشترک ہے جس کی وہ سہ مکلا کے غلاوت بڑا ناگوار فانی نہیں کر سکتے۔ ساوی کے لیے میں کرب کی لڑتی تھی جسے غصوں کے سر سے ذہن کے دیرینے پھلنے لگے۔“

”میں نے جواب دیا۔ ”میں نے سمجھیں نے بھی مکلا کو سمورا کے سردار بننے کا حوالہ دیا تھا لیکن ہوا کے نام پر مکلا کو سمورا کے یقین کی باتوں سے ہی اندازہ ہوتا تھا کہ ہوا کے سردار اس سال میں اور دنیا کے قبیلے کا سردار تھا۔ میں نے بکھرے ہوئے یاقین خواب کی قبیلے میں جو تیرے جیسے جیسے پامرار کے زبان سے ادا ہوئی تھیں اس لیے بلا قصد نہیں ہو

سکتی تھیں۔ کھانے کی میز پر خود ساوی نے بھی ہوا کے سلسلے میں کوئی جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

”میں چلنے لگ رہی تھی کہ اس کے چہرے پر اچانک اچھرنے والی نفرت اور حقارت کے طے جلے تاثرات کو دیکھتا ہوا پھر تاریکی میں ہوا کے دوش پر ایک تیرہ چڑھتے ہوئے برف معنی خیز سب سے میں بولا۔

”اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تمہارا سابق سردار ہوا کا ابھی سبک مر رہا ہے۔“

”تم تم اس بات کو اس قدر وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ اس بار ساوی کے چہرے کی باری تھی۔

”سمورا کے ہر سردار اقتدار سے پہلے مکلا اور وہ ایک دوسرے کا ساتھی اور گستاخ دوست ہوں گے۔ میں نے رکنا رک کر کتا شروع کیا۔ سمورا کو قبیلے کی سرداری سے فخر تھی اور مکلا کو ایک باری سے دونوں ہم پالہ اور ہم نوا تھے لیکن ہوا کے سردار ان سے غائب کر دینے کے بعد وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور یہ دشمنی آہستہ آہستہ زور پکڑتی تھی اور اب مکلا کسی ایسے موقع کی تلاش میں ہے جو نہ صرف اسے سرداری کی فزیم کرے بلکہ کتا سے خوب صورت وجود کو بھی بلا شرکت غیر اس کی ملکیت بنائے۔“

”یقیناً یہ باتیں جس طرح معلوم ہوئیں؟“

”گو یا میرا خیال درست ہے کہ ہوا کا ابھی تک زندہ ہے اور مکلا اور سمورا دونوں اس راز سے واقف ہیں۔“

”ہاں۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔“

”اور میرا یہ اندازہ بھی اپنی جگہ یقیناً درست ہو گا کہ مکلا کو اقتدار سے زیادہ تم عزیز ہو۔ شاید ہی اس لیے وہ سمورا کو اس طرح رستے سے ہٹا دینا چاہتا ہے کہ اس کی جگہ میرے لیے لائے گی۔ میں نے فحش سے بولنے کا ایک بات بظاہر مکلا کے حق میں جاتی ہے۔ براہ انشاء اگر اس نے غصہ تمہاری خاطر سرداری سمورا کو سونپ دی تھی تو سمورا کو بھی تمہارے سلسلے میں اپنا بڑا نام اڑانے کا مکلا کے ساتھ نرم رکھنا چاہیے تھا۔“

”سردار مرہا ناگوار کر لے گا لیکن مجھے مکلا کے ہاتھوں کی قیمت پر برباد نہیں ہونے کے گا۔“

”مکلا کو یقیناً یہ راز معلوم ہو گا کہ ہوا کو کماں رد پوش کیا گیا ہے۔ وہ اس راز کی قیمت کے سلسلے میں سمورا کے سامنے تمہاری بولی کیوں نہیں لگاتا؟“

”وہ۔۔۔ ایسا نہیں کر سکتا۔ ساوی حقارت سے بولی۔

”ہوا کی زندگی کا راز اگر قبیلے والوں کو معلوم ہو گیا تو وہ سردار

جس نے سمورا کو رسولی سے نجات دلائی تھی دوسری صورت میں اس کی شخصیت سے کہ ایک معجزہ ثابت ہوئی۔ جب اسے علم تھا کہ اس معجزہ نے ان سے ہٹا دیا ہوں تو پھر وہ تنہا میں بچنے سے کیا کہنے کی خواہش مند تھی؟

”وہنا مجھے ایک امکان کا خطرہ کا احساس ہوا۔ کیوں ایسا تو نہیں کہ ساوی کے دوسرے ساتھی ہمارے نصف جہاز پر موجود ہیں اور باری باری کلاش اور کجک کٹھکٹانے لگائے کے بعد اب میری سمت آنے والے ہوں نہانے کھلے الفاظ میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ جب بھی اجنبی لوگوں نے جزیرے پر قدم رکھا وہ تباہی اور بربادی سے ضرور دوچار ہونے لے۔ اسی لیے انھوں نے جزیرے میں قدم رکھنے والے ہر اجنبی کو دیوتا کے دشمن میں بھینٹ چڑھا دینے کی رسم ڈالی تھی۔ ہمارے سلسلے میں نہیں اس لیے مالوسی ہوتی کہ ہمارے پاس آتشیں اسلحہ تھا جو ان کے لیے عجیب ثابت ہوا۔ خوف زدہ ہو کر رفتی طور پر انھوں نے ہماری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھا لیا پھر جب سردار سمورا کو رسولی کے متعلق بھی نجات حاصل ہو گئی تو ہر جس کے بزرگ لوگوں کے باہمی مشورے سے ان دشمنی و زدن سے ہم سے رات کی تاریکی میں چھٹکارا پانے کی ضمان ملی ہوا اور شاہ ساوی کا بھی یہی حکم کہیں کے دروازے پر کھڑی تھی کہ کہیں میں کسی کی بو پکار رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی دسترس سے دور نہ نکل جاؤں۔“

مجھے وطن سے دور ایک گنم جزیرے میں دیشوں کے ہاتھوں کرب ناک موت سے دوچار ہونے کے تصور ہی سے ہر گھری آگئی۔ میں نے عجیب میں پڑے ہوئے پیتول پر اپنی گرفت اور مضبوطی کر لی مرنے سے پہلے پیتول کی میگزین میں موجود آتشیں سیرکھڑا دیشوں کو خون میں لت پت کرنے کے لیے کافی تھیں۔ مجھے خود اپنی ساوی پر بھٹکتے آئے لگا۔ میں ساوی کے چہرے کی مصورت میں غم پر کرب کر کے سامنے قیمتی لمحات ضائع کر چکا تھا لیکن غصے کا احساس ہوجانے کے بعد ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا چنانچہ میں تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا تب دوسرے ہی لمحے ساوی نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے نکلنے کی بات کی پھر ذرا زبان میں نہایت روانی سے انگریزی زبان میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ ”مجھے تم سے بہت اہم اور ضروری باتیں کرنا ہیں۔“

میرے ہونٹے ہونے قدم ایک لمحہ رک گئے۔ ساوی کو انگریزی بولنا سن کر میرے دل کی دھڑکنیں ایک بار پھر تیز ہو گئیں رات کھانے کی میز پر اس کے ہاتھ میں سے فحش میں

سمور کے ساتھ ساتھ مکلا کی بھی نگرہ بڑی کر ڈالیں گے۔
کیا تم واقف ہو کہ ہوگا کہاں قید ہے قید میں نے جینگی
سے دریافت کیا۔

”ہاں۔ سمور نے مجھے اپنا نام لازبا لیا ہے صرف اس لیے
کہ اگر وہ اس دنیا میں باقی نہ رہے تو میں مکلا کے ناپاک اور
گندے ہاتھوں کو اپنی طرف بڑھنے سے روک سکوں۔“

”ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہو لیکن میرا خیال اس
کے برعکس ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ نواکٹ محسوس کرتے ہوئے
ایک امکانی شخص کا اظہار کیا۔ سمور کی موت کے بعد مکلا جیسا
عیاذ اور مکار شخص خودی طور پر تمہاری جانب رجوع نہیں ہو
گا، ایسا کرنے سے پیشتر وہ سب سے پہلے ہوگا تو ہمیشہ کے لیے
ٹھکانے لگائے گا یا موجودہ قید خانے سے بھی اور جگہ منتقل
کر دے گا۔“

”نہیں۔ مکلا ہوگا کہ قتل نہیں کر سکتا۔“ وہ تیزی سے
بولی۔ ”اور دینا کے وحشی دہنے کے غیر مذہب بننے کے باوجود
کچھ عقیدے رکھتے ہیں جیسے میں کسی سردار کا قتل ان پر
تباہی اور بربادی بھی لا سکتا ہے اسی لیے ہوگا کہ قتل نہیں کیا گیا۔
ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مکلا سردار کی موت کے بعد ہوگا کو کھی
اور محتوط مقام پر منتقل کر دے۔“

”کیا ہوگا کہ زندگی کا راز مکلا اور سمور کے سوا کسی اور کو
نہیں معلوم۔ میرا مطلب ہے کہ اگر قبیلے والوں کو ان کی سازش
کا علم ہو جائے تو ان کا ذہن کیا ہوگا۔“
”انتقام کی آگ انہیں اندھا کرنے کی۔ یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ وہ ہوگا کو مراد کرنے سے پیشتر ہی مکلا اور سمور دونوں
کو اپنے عتاب کا نشانہ بنا ڈالیں۔“

”تم نے مجھے اس سلسلے میں اپنا راز دکھائے بنالیا۔ میں
نے تھوڑے تو خوف سے پوچھا۔

”مجھے اس لیے کہ تم اپنے دونوں ساتھیوں کو اس بات
سے باز رکھو کہ وہ میری شخصیت میں کسی دل چسپی کا اظہار
کرنے کی حماقت سے گریز کریں ورنہ مکلا کو اگر قبیلہ ہو گیا تو
قہر بن کر ان پر ٹوٹ پڑے گا۔“

”تم کیلاش اور جیکب کو غلط سمجھ رہی ہو وہ دونوں۔
میں اپنی نہیں مکلا کی بات کر رہی ہوں جو جیسے سے
زیادہ عوں غوار اور لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور عیثیٰ
طبیعت کا مالک ہے۔ قبیلے کے مشیر لوگ اس سے خوف زدہ
رہتے ہیں۔ سمور کی نہایت مکر چھیہ انداز میں جواب دیا۔
”یہ اور بات ہے کہ وہ تم لوگوں کے چھانے میں آ گیا لیکن

ایک لمحے کے لیے بھی تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوگا۔ اس
کی مدنی خواہش ہوگی کہ سمور کا آپریشن کامیاب ہو نہ کہ وہ
ایک تیر سے دو ٹکڑا کر دے۔ امید ہے میرا مطلب سمجھ گئے
ہو گے۔“

”ہاں۔ سمور کی موت کے بعد جیسے ہی تمہارا ہونے کا بہر
نوٹ جائے گا۔“

”میں اب چلتی ہوں۔“ اڑ کے ہوش میں آنے سے پیشتر
مجھے اس کے پاس ہونا چاہیے۔ اس نے جلدی سے کہا۔ میں
تھیں صرف اتنا بتاتے آئی تھی کہ نہ تو کوئی کاروتہ بے سد
مختار ہونا چاہیے اور میرے سلسلے میں کھل کر مدنی دل چسپی کا
اظہار بھی نہ کرنا۔“

”تم نے اپنے ہاتھ میں کچھ نہیں بتایا۔ میں نے ایک لمحہ
ضائع کیے بغیر تیزی سے سوال کیا۔ تمہاری اصلیت کیا ہے
اور تم انگریزی اتنی روانی سے عس طرح بول لیتی ہو کہ کیا میں
یہ سمجھوں کہ تمہارا تعلق بھی ہماری ہی طرح۔۔۔۔۔“

”ہاں۔ سمور نے ایک سرواہ بھر کر جواب دیا۔
”میں تمہارے انداز کے نزدیک نہیں کروں گی لیکن یہ ایک
طویل کمانی ہے۔ زندگی دی تو پھر کسی وقت تفصیل سے
بتاؤں گی۔ اور ہاں۔ اس بات کا سختی سے خیال ہے کہ
میری اور تمہاری ملاقات کا علم کسی تیسری شخصیت کو نہیں
ہونا چاہیے تمہارے ساتھیوں کو بھی نہیں ورنہ کھیل کی بباد
الٹ جائے گی۔“

”میں خیال رکھوں گا لیکن کیا تم مجھے یہ بتانا نہیں
کر دو گی کہ ہوگا کہاں قید ہے۔ میں نے جینگی سے کہا پھر
سہال کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ میرا مطلب ہے کہ خدا
خواستہ اگر اچانک سمور اور تمہارے خلاف حالات کا رخ
تبدیل ہو جائے تو میں تمہارے کسی کام آ سکوں۔“

”میں تم کو پیش چودہ سال سے انہی دزدوں کے زور
پرورش پادری ہوں اس لیے یہ بھی جانتی ہوں کہ تم مجھے پہنچے
چاؤ کی خاطر جس وقت اور کیا اقدام کرنا خود ہی ہے۔ ہوگا
کہاں رکھا گیا ہے؟ فی الحال میں اس سلسلے میں اپنی زبان
نہیں کھول سکتی۔“

”بھوری بناؤ کی کیا راز ہے؟ میں نے اذیت
میں ایک اور تیر چھوڑا۔ یقیناً کوئی بہت ہی اہم وجہ ہوگا
جو سردار سمور نے نہیں کسی صورت میں بھی اس کی سمجھ
دکھانے کی سختی سے تاکید کی ہے۔
”یہ ابھی ہی مشورہ ہے کبھی بھول کر بھوری پادری

کی سمت جانے کا ارادہ نہ کرنا ورنہ وہ دن تمہیں کی زندگی
کا سب سے زیادہ تباہ کن دن ہوگا اور تمہاری بربادیوں کے
باب میں ایک برکت ناک اضافہ ہوگا یا اس وقت میں اس
سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکوں گی۔“

”صرف ایک سوال اور۔ میں نے ساوری کو دروازے
کی سمت پلٹا دیکھ کر محسوس آواز میں کہا۔ کیا تم مجھے منگواؤ
اور اس کی مقدس روح کے ہاتھ میں کچھ بتانا پسند کرو گی؟
ساوری کے بڑھتے ہوئے قدم ایک گت رک گئے۔
”ہے تیزی سے چل کر مجھے حیرت سے گھورنے لگی چہنچہاٹے
برے پسے پر چاری تاثرات کو پڑھنے کی کوشش میں مصروف
ہی پھر بولی۔ ”تم نے تمہارے نا کہاں سنا ہے؟“

”میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ میں نے دیدہ
نستہ اپنے منہ میں ایک فحاشہ اور مدنی غیر تیسرے شخص کے ہاتھ
”ہنگامہ کے ہاتھ میں مجھے کچھ زیادہ نہیں معلوم البتہ
بک بار سردار نے اتنا معلوم بتایا تھا کہ اس نام کا جانور جس
پاش اب تقریباً ناپید ہو چکی ہے کسی زمانے میں افریقہ کے
ہنگامہ تھے اور ناقابل موجود جنگلات میں پانا جاتا تھا۔

مور کے بیان کے مطابق جب کوئی شخص چالیس روز تک
نہیں خوار جانور کو کھوگا یا یا اپنی قید میں رکھنے کے بعد
لک نہیں کے ڈھانچے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جانا
ہو جیگا اور کی روح اس کے تابع ہو جاتی ہے اور اسے مستقبل
نہیں آنے والے تمام حالات سے آگاہ کر رہتی ہے۔ وہی
لے کے لوگ منگوار کو بے حد عظیم اور مقدس سمجھتے ہیں اور اس
عس کو بھی قابل احترام سمجھتے ہیں جو منگوار کے پیچھے چلا
تہا۔۔۔ لیکن تم۔۔۔ تم۔۔۔۔۔“

”پریشانی مت ہو۔ میں نے ایک بار پھر فحاشہ انداز
بائی برائی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ جاؤ اور جا کر سردار کی
بت کرو۔ وقت آنے پر تمہیں ہمارے ہاتھ میں بھی میرا پیڑ
پس معلوم ہو جائیگی۔“

ساوری مجھے کچھ دیر تک حیرت بھری نظروں سے گھورتی
نی منگوار کے ذکر کرنے سے اسے شش دگر دیا تھا۔ پھر وہ
ماہانہ خیال کے تحت تیزی سے پٹی اوکھین کا دروازہ
دلی ہوئی باہر نکل گئی۔

”میرا دل نہیں کے ہاتھ میں سوچنے لگا جو جزیرہ اسیا پر
ال موت کے بعد منگوار کی ساڑھ بڑوں کے ڈھانچے کو
مل کرنے کے بعد اور زیادہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک بن
اتھا۔

سمور کے حق میں کیلاش کی مسیحا کی بکارتیں گئی تھیں
روز تک وہ بے ہوشی کی کیفیتوں سے دوچار دلیکین جو تھے
روز اس کی حالت سنبھل گئی۔ اس روز اس نے خود اپنی
زبان سے سرگن کا شکر ادا کیا۔

”تم نے ایک آسمانی عتاب سے نجات دلا کر مجھے خرید لیا ہے۔
”دو تاؤں کی طاقت لازوال ہوتی ہے۔ مسرت۔
کیلاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تمہاری محنت اچھی تھی جو تم نے
اور تمہارے ساتھیوں نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور۔

”ورنہ کیا ہوتا؟“ سمور نے تکیے کے بل پر سوال کیا۔
”ورنہ یا تو ہمیں تمہارے قدموں پر سر ہکا کر اپنی زندگی
کی جھیک مانگنا پڑتی یا پھر خود اپنے ہاتھوں پھانسی کا چھینا
لگے میں ڈال کر عزت کی موت کو ترجیح دینا پڑتا۔“ جینگی
براسامنے بٹانے ہوئے کہا۔

”کیا تم اپنی کالی زبان کچھ دیر بچلے بند نہیں رکھ سکتے؟“
کیلاش نے اسے دھتکتے ہوئے کہا۔

”میری رائے تو اب بھی سردار کے سامنے اپنی حلیت
ظاہر کر دو۔“ جینگی بڑی جینگی سے جواب دیا۔ ”اب عظیم
کی قسم میں نے دروغ کوئی اور فریب کو کبھی چھلنے چھوڑنے
نہیں دیگی۔“

”یہ تمہارا سچی کیا کہہ رہا ہے۔ سمور نے دریافت کیا۔
”تمہاری صحت کے لیے دعائے خیر کر رہا ہے۔“ کیلاش نے
بڑی خوبصورتی سے بات بھادی پھر سردار سے باتوں میں
مشغول ہو گیا۔

ساوری سب کچھ سننے اور سمجھنے کے باوجود اس طرح
انجان بنی کھڑی رہی جیسے ہماری باتیں اس کی سمجھ سے
بالا تروں میں اس کی حیرت انگیز داد کا راز مصلحتوں پر
غور کرنا تھا کہ جیکب سے قریب آتے ہوئے سرگوشی کی۔

”تمہارا کیا خیال ہے حال۔ کیا سمور کی کیفیت سچ سچ
سنبھل گئی ہے یا مرنے سے پیشتر یہ سنبھلا لینے کی حالت
سے دوچار ہے۔“

خدا کے لیے جیکب اپنی زبان بند ہی رکھو۔ میں نے تیزی
سے کہا۔ تم حالات کے جس دوا لہے پر کھوٹے ہیں وہاں ایک
جانب کو بک ناک موت ہے اور دوسری جانب زندگی کی ایک
موجرہ سمی امید میں امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے
”اسی لیے تو کہہ رہی ہوں مسکروں کہ مرنے سے پیشتر
میں اپنے اپنے دونوں کا بوجھ ہلکا کر لینا چاہیے۔“ جیکب
سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے جینگی سے بولا۔ ”کیا تم

بھوں لہے ہو کہ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے محسوس کر دیا۔ وہ دوسری صلیب کے نشان پر کیوں سے جڑوا دیا تھا۔ انہیں مقدس میں درج ہے کہ آپ آخری سانسوں تک اپنے عظیم کے مقدس نام کا ورد کرتے رہے۔ زبان سے اُس تک نہ کی۔

”ہاں میں جانتا ہوں کہ تمہارے پیغمبر کی بیٹی اور یہ بھی میرے گھر میں ہے کہ آپ مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت بھی رکھتے تھے۔ میں نے جب تک کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ تم تو ابھی زندہ ہیں اس لیے۔“

”تم بھی کیلاش کی طرح گمراہی کے راستوں پر بھٹک گئے جو میرے دوست۔“ جبکہ پراس وقت مذہب کا بھوت سوار تھا۔ میری بات کو کھاتے ہوئے بولا۔ ”زندگی ہمارے پاس خدا کی امانت ہے اور اس امانت میں خیانت کرنا بدترین سزاؤں سے ہمیں دوچار کر سکتا ہے۔“

”لیکن تم حالات کی نزاکت کو۔۔۔“

”ہم برحال انسان ہیں۔ میں محض اپنی زندگی بچانے کی خاطر دیوتاؤں کا لبادہ اوڑھنا زیب نہیں دیتا، میری بات کا یقین کرو جو حال راست گوئی کے بعد ہمیں جو موت نصیب ہوگی وہ بلاشبہ بے حلاوت ناک ہوگی لیکن طاقت میں ہمیں اس کا جو ضرور ملے گا اس لیے۔“

”اس لیے تم نے اگر اب بھی اپنی منحوس زبان بند نہ کی تو پھر مجبوراً مجھے سردار سمورا اور اس کے ساتھیوں کو تانا بانا کر تم نے محض لوگوں کو بے وقوف بنانے کی خاطر مذہب کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔“ کیلاش جو غالباً ہماری باتیں سن رہا تھا پلٹ کر بولا۔

”اور تمہارے جو۔“

”ہمارا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا لیکن تم خود کو کسی طرح بھی لے گناہ ثابت نہیں کر سکو گے۔“ کیلاش نے مد سنجہ نظر آدھ دیا۔ ”تم نے میں صرف اتنا بتایا ہے کہ وہ پارت کی تنہائی میں تھا۔“ کیسے میں لاسا کہ نہ کی کی خاطر دھکے لیے آئی تھی لیکن تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تمہارا دامن پاک ہے۔“

”لگ۔“ کیا مطلب ہے جبکہ بولہ لگا۔ وہ پاؤں کو لڑوں بھی اس کے اعصاب کو بھیج دینے کے لیے بت کافی تھا۔

”جو کہتا ہے تم نے ہم سے بھوت بولا جو اور غیب رپا نے خود کو کس نام کی پھیری ہوئی سبوں کے سوا صرف اس لیے کہ وہ کہہ رہا تھا کہ گناہ کے بوجھ سے اپنے وجود کو ہلکا کرنا چاہتی تھی۔“

”میں۔ میں لعنت چھیچھا ہوں رو پا پر۔“ جبکہ نے خوف سے کانوں کو ہاتھ لگا کر جوئے تیزی سے جواب دیا۔

”اب بھیج لیے جو جب وہ تھوڑی شخصیت کا بھائی پھوڑنے کے لیے اس دنیا میں موجود نہیں رہی۔“

”ہاں۔ اس مردود مرجن کو روکنے کی کوشش کرو روز اگر میری زبان بھی کھل گئی تو اس کے کندری اور لاوا کی دھواں بولے گا۔“

”اس کا ہر دم خاک میں مل جائے گا۔“ جبکہ بولہ لگا۔ ”کیلاش کی باتوں نے اس کے مذہبی وجود کو زلزلے کی کیفیتوں سے دوچار کر دیا تھا۔“

”میں نے کنگھیوں سے ساوری کی جانب بھٹکا ہوا پرتو ہماری باتوں سے بے نیاز سمورا کے بستر سے کھڑکی کی اس کے بازو کو آہستہ آہستہ سلا رہا تھی البتہ سردار سمورا جبکہ لڑ کیلاش کی باتوں کا مفہوم سمجھنے کی خاطر کچھ بے چین اور مضطرب نظر آ رہا تھا، اس خیال سے کہ بات زیادہ نہ بڑھنے پائے میں نے کیلاش کو سمجھانے کی کوشش کی۔“

”کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنی بحث فی الحال ختم کر دیں۔“

”یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تم اس بھونچو کی آواز بند کرو۔“ کیلاش نے جبکہ ایک غیر ضرورت لقب سے نوازا تو سمورالنے حدیث کیا۔

”کیا۔ تمہارے اس ساتھی کا نام بھونچو ہے؟“

”ہاں۔“ کیلاش سمورا کو سمجھنے لگا۔ ”آسمانی دیوتاؤں کے زبان بھونچو کو ہمیشہ ایک اہم حیثیت حاصل رہی ہے کہ لیے جب ہم نے تم کو آسمانی غائب نجات دلانے کی خاطر آواز پر سفر کا آغاز کیا تو اس مقدس بھونچو کو اپنے ہمراہ لے آئے۔“

”کیا سردار بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے گا؟“ اس بار ساوری نے نہایت معصومیت سے پوچھا۔

”میرا خیال تھا کہ ساوری نے بھی گفتگو میں حصہ لے کر کیلاش اور جبکہ کی نوک جھونک کر ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔“

”ہم سمورا اور ہواؤں کے دیوتا مکاری اور فریب کو سنا بہ عظیم خیال کرتے ہیں۔“ کیلاش نے ساوری کو گھونٹنے کے خٹک آواز میں جواب دیا۔ ”ہم نے سمورالے صحت سے ہونے کے لیے جو وقت اور مدت ایک بار تجویز دہ اپنی بگناہ ہے ہمارے فیصلہ کو دنیا کی کوئی طاقت زونیں کر سکتی۔“

”تم۔“ واقعی غصہ ہوئے کہ کیا اور دینا کی زمین پر تھکتے نظروں سے دیکھتے ہوئے کہ کیا اور دینا کی زمین پر تھکتے قدم ہمارے لیے نیک شگون ثابت ہوں گے۔“

”اس کا نازہ تمہیں بہت جلد ہوجائے گا لہذا۔“

بٹے بدلتے ہوئے کما چھتری سے پلٹ کر اپنے کہیں کی ت جلا گیا۔

”دو پروکھڑ پر کے کچھ لوگ مردانہ غیرت و رفاقت کرنے نے لیکن کیلاش نے انہیں جہاڑنے کی اجازت نہیں دی۔“

”سادری نے اپنے لوگوں کو سمورا کی غیرت سے آگاہ کیا وہ ملحق ہو کر واپس لوٹ گئے۔“

”میں نے ساوری کی ایما پر ابھی تک جبکہ کیلاش پر ایک اکی صلیب ظاہر نہیں کی تھی البتہ مجھے اس بات کی تشویش بر لاتی تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ساوری کے ہاں سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کروں اور دینا کے اجنبی پرے پر دھنوں کے درمیان ساوری کی شخصیت ہماری لیے مددگار ثابت ہو سکتی تھی میں خاص طور پر ہوگا کے سلسلے میں جاننا چاہتا تھا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے ساوری نے ہر گاہ کے ہاں میں جو باتیں بتائی تھیں وہ سب زیادہ بہت حاصل تھیں اور دینا کے جزیرے پر اپنے والوں کو کسی آہستہ تپنے تھی میں ہمارا کرنے کے لیے ہوگا کی شخصیت کا حوالہ دہن و ثنائیت ہو سکتا تھا۔“

”میں نے متعدد بار ساوری سے تنہائی میں ملنے کی کوشش کی تھی کامیابی نہیں ہوئی۔ وقت تیزی سے اپنی مسرت لڑنا بار سمورا کی حالت بھی بہتر ہوتی گئی، ساتوں روز وہ نہ قفس پر کھڑا ہونے کے قابل ہوگا، انھوں نے دیکھا کہ اسے قہوڑی چل قہدی کی اجازت بھی ملے دی ساوری کے صحت مند ہوجانے پر بے حد مسرور نظر آئی تھی لیکن جبے من گزر رہے تھے میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی مجھے بات پر بھی حیرت تھی کہ سمورا کی غیرت و رفاقت کرنے کی لڑاکھوں میں اور دینا کی پیشہ زادی آپچی تھی لیکن لا اور اس کے مصروفی سے کہ دالے نہیں آئے تھے تو میں بیری یا ابھی ختم ہو گئی۔“

”اس روز قفس کے وقت ہم اپنے آدھے جہاز کے شے پر سا کے قریب آدھ کیسیوں پر بیٹھے سردار خوش گوار ہواؤں بھٹ اندر ہولے تھے کہ مکالا اپنے معنوی پیر والوں براہ گیا مکالا بھی ان کے ہمراہ تھا لیکن نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو۔“

”میرا سوچنے کا نامی ہے جو اپنا بیشتر وقت جہاز کی گہروں کے آس پاس جو کہکشاؤں کے فرائض انجام دیتے ہیں نا تھا اچانک بھونچو شروع کر دیا۔ یہ گویا نے والوں کے لیے اہم کی تنبیہ تھی کہ جب تک انہیں ہماری جانب سے

اجازت نہ مل جائے وہ یہاں پر قدم لکھنے سے گریز کریں چنچہ مکالا اور اس کے ساتھی رک گئے ہیں نہ ٹامی کو آواز دی۔ وہ دم ملانا خاموشی سے میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ کیلاش نے مکالا اور اس کے ساتھیوں کو اپنے آپ کی اجازت دی تو وہ اپنے نیرے لیے جنگیوں جیسے انداز میں سیر حیلان پھلا تھے اور پھر گئے۔ مکالا کے چہرے پر سب سابق اس وقت بھی خوشگئی اور دینا کے ملے ملے تاثرات نمایاں تھے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اس نے بڑی مختار اور نفرت بھری نظروں سے میرے ٹامی کو گھورا پھر کیلاش سے مخاطب ہوا۔

”سمندری دیوتا۔ تم ہم سے سردار سمورا کا حال دریافت کرتے آئے ہیں۔“

”مجتہد رامار پناکل تندرست ہے البتہ ابھی اس کے زخم پوری طرح نہیں بھرے۔“

”یقیناً اپنا وعدہ تو کیا ہے؟“ مکالا کھڑے اور کھٹ لیے ہیں بولا۔ ”تم نے کہا تھا کہ تم سردار کو نہ رہ سوچ دھلتے کے بعد اپنے ساتھ واپس لے جاسکتے ہیں۔“

”ابھی تک صرف نو سو سوچ دھلتے ہیں۔“ کیلاش نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ ”میرا خیال ہے کہ اگلے سات دنوں میں سمورا کے زخم پوری طرح مند مل ہو جائیں گے اور تب تم ہم سے اپنے ساتھ لے جاسکو گے۔“

”قر تو دیتا ہو تو پھر یقین سے کیوں نہیں بتا سکتے کہ ہمارا سردار کب تک پناکل تندرست ہو جائے گا؟“

”مکالا۔“ کیلاش کا لبو ایک دم ہی سخت اور خون خوار ہو گیا۔ ”کیا تم دیوتاؤں کو شے کی نظروں سے دیکھنے سے باز نہیں آؤ گے؟ کیا ہمیں انھیں اور دھلتے ساتھیوں کو کوئی مناسب سبق دینا ہوگا۔ تاکہ وہ ہمارے ختمے اور مرتبے کو پہچان سکیں۔“

”میں غلط مت سمجھو۔“ منالنے جلدی سے درمیان میں بولتے ہوئے نرم آواز میں کہا۔ ”مردار سے دوری نہ ہونے تھی طور پر بھلا دیا ہے۔ یہ ہمارے لیے پیدائش پر ہے کہ ہم سمورا سے اتنے دنوں کے لیے دور ہوئے ہیں۔“

”دیوتا کو یہ منظور تھا اس لیے یقین میرے کام لینا چاہیے۔“

”مہم اپنے سردار کا جتنی صحت بڑی دھوم دھماکے منانا چاہتے ہیں اس لیے میں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کب تک ہمارے ساتھ تھکے اس آدھے جہاز سے واپس جائے گا پھر مکالا بولا۔ اس کے لب لہجے سے مجھے بدستور مکاری اور عداوت کی بڑا ہی تھی۔“

میرا نہیں۔ اس سرور کی قوم کا احترام کرو جو تھکے
حسن کے جو کچھ کے اندر لٹو کیلئے نقش و نگار تلاش کرنے میں
اپنا وقت ضائع کر رہا ہے یہ جیسے اس بارادوں میں جواب دے
اس لیے سمورا اس کی بات کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔
"یہ تھا راجھو پوکیا کہہ رہا ہے یہ سادری نے بڑی مصفت
سے کیلاش سے سوال کیا۔

"یہ مردار کو اس کا وعدہ یاد دلانے کی بات کر رہا ہے۔
کیلاش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا یہ سمورائے کہا تھا کہ اگر
اسے رسولی کے محتاجات مل گئی تو نہ صرف یہ کہ ہماری پوجا
کی جائے گی بلکہ ہماری خدمت میں حسین لڑکیوں کا اندازہ بھی
پیش کیا جائے گا۔"

"سمورا کو اپنا وعدہ یاد ہے۔ مٹا مانے مجھے بتا رہا ہے کہ
وہ حسب وعدہ جزیس کے ایک خوب صورت اور پرسکون گوشے
میں تھکے وقتی قیام کے لیے ایک محفوظ خانہ کاشت کا اہانت
معقول بندہ بہت بھی کر چکا ہے۔ مٹا مانے میں یقین دلانے
کی کوشش کی۔ جزیس صحت کے بعد ہم تمہاری خدمت میں تھے
مرد و پیش کر کے اور دوتا کی طرح تمہاری پوجا بھی میرے
اوپر فرضی ہو گئی۔"

"جھوٹو کو پوجا باٹ سے کوئی غرض نہیں۔ کیلاش نے
سنیہ گفتگو کو مزاح کا رنگ دینے کی خاطر کہا اسے تو میں
ایک خوب صورت تہیں اور تندہمت لڑکی درکار ہے جو تمام
غراس کی خدمت کرتی ہے۔"
"ہم جھوٹو کی اس خواہش کا بھی نہایت مناسب و بہت
کریں گے۔ سادری نے نہایت سادگی سے کہا۔

"جہنم میں کیا جھوٹو۔ جیکب ایک سخت تھکے سے کھڑ
گیا۔ غائب بھی ہو کر بار بار کی تکرار سے اس کا پارہ چڑھا دیا
تھکے جھیل نظروں سے گھومتے ہوئے بولا۔ حالانکہ اس
سرور کے بچے کو کھانے کی کوشش کرو سکے اس قسم کے
غلاو اور مذاق ملحق پنہ نہیں بر بات کی ایک حد ہوتی ہے
میں لعنت بھیجتا ہوں خوب صورت تہیں اور تندہمت لڑکیوں
پر۔ پھر وہ تیزی سے اٹھی اور سادری کو گھورتا ہوا اور
منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ہے کہ میں کی طرف چلا گیا۔
سادری اور سمورائے بیک وقت کیلاش کو وضاحت
طلب نظروں سے دیکھی۔

"ہمارے ہی نام نے ایک لڑکی کا انتخاب کیلئے جی کر
لیا ہے۔ کیلاش نے بے پروائی سے زہر بھرا مسکراتے ہوئے
کہا پھر سادری کی جانب دیکھ کر تھوڑے وقفے سے بولا۔

"وہ خوش نصیب لڑکی تم ہو۔"

"نہیں۔ یہ نامکب ہے۔ کبھی نہیں ہو سکتا۔ سمورا نے
اپنا کھینکے ہوئے غصے سے ہونٹ جباتے ہوئے بولا۔ مٹا
سمورا کے اصول کے خلاف ہے لیکن تھکے خدام کو کسی اور
لڑکی کا چناؤ کرنا پڑے گا۔ سادری کو یہ ناپسندیدہ بیٹی نا پناہ
اس لیے بھی نہیں ہو سکتی۔

"تم پریشان مت ہو۔ میں نے سمورا کو تھکے لڑکے کی
کوشش کی۔ میں خدام کو سمجھانے کی کوششوں میں لگاؤں گا۔
لیکن اگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا تو۔ تو کیا ہوگا؟ کیلاش
نے سمورائے کے چہرے کی تاثرات کو پڑھتے ہوئے تنبیہ کی ہے پوچھی۔

"میری زندگی تھکے رحم و کرم ہے۔ تم عظیم قوتوں کے
مالک ہو، مجھے واپس موت کے اندھے کنوئیں میں گر سکتے ہو
میں آف تک نہیں کروں گا مگر میری زندگی میں کوئی میری
بیٹی پر اپنا تسلط نہیں جاسکتا۔ سمورا کے تیرے تھوڑے تھکے
"سوچ لو تم اپنے وعدے سے کچھ ہٹا رہے ہو۔"

"ہاں۔ اور اسی وعدہ خلاقی نے کوئی میں اپنی زندگی
تھکے تولے کر رہا ہوں۔"
"کیا سادری تھیں اتنی ہی عریض ہے کہ کیلاش نے

سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔
"میں سادری کی خاطر اپنی زندگی بھی بھینٹ کر سکتا
ہوں۔" سمورائے نے پورے یقین سے جواب دیا۔

"سمورا۔ کیلاش نے اپنا جہیم قائم رکھتے ہوئے دیکھ
لیے میں کہا۔ "میرے کہہ دینے کے خلاف کر کے خود کو لڑکا
کی نظروں میں بدترین مزاح کا حق ٹھہرا رہا ہے ہو لیکن ہم کوشش
کریں گے کہ جھوٹو کی توجہ سادری کے بجائے کسی اور لڑکی کی
جانب مبذول کر دیں۔"

"سمورا تمہارا یہ احسان بھی مرتے دم تک یاد رکھے گا۔"
"تھیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے خون کا دباؤ
بڑھ جانے کی صورت میں تھیں نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ میں
جانے سے پیشتر ایک بات کان کھوں کہ کسی نوآبادیہ
دوناؤں کے سامنے نظر اسوی اور آواز بلند کر کے احتجاج
کرنے کی طاقت نہ رکھتا اور نہ تھا راجھو پوکیا کی طاقت
میں زلیوہ بھی ایک ہوگا۔"

"میں یاد رکھوں گا۔" سمورا تھکے ہوئے لیے میں بولا پھر
سادری کا ہاتھ تھام کر اٹھی اور اپنے کہیں کی سمت چلا گیا۔
میں بجز ہی ہوتی صورت حال کے بالے میں غور کر رہا
رہا۔ سادری کو ہماری اہلیت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ ہماری

دوناؤں ولی فرضی حیثیت اس کی نگاہوں میں کوئی وقعت
نہیں دیکھتی تھی اگر وہ سمورا کو ہمارے بالے میں آکا کر دیتی تو
اور دنیا کی زمین اور دیان کا آسان ہمارے لیے زندگی کی
نام راہیں مسدود کر دیتا۔ سادری کی تاکید پر میں نے بھی اس
کی اہلیت اپنے دوستوں سے پوشیدہ رکھی تھی مگر جیکب کی
ایک ذاتی طاقت نے حالت کو ہمارے حق میں بے حد
خوش کر دیا تھا۔

سمورا سادری کی خاطر اپنی زندگی قربان کر دینے پر آمادہ
تھا۔ جواب میں اگر سادری کے ہونٹوں کی جھرجھی ٹوٹ جاتی
تو ہمارا کیا انجام ہوتا۔

"میں خیال میں تم جو رہا ہے
"بول ہی۔ جیکب کی طاقتوں کے بالے میں خود کو رہا ہو۔
"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"
"کیا؟ میں نے جلدی سے پوچھا۔

"سمورا اور اس کے ساتھیوں پر اب کسی حالت میں
بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص سردار ہو کر اپنے وعدے سے
پھر سکتا ہے وہ اپنا مطلب نکل جانے کے بعد ہمیں موت کے
ٹٹ بھی اتار سکتا ہے۔"

"پھر۔ تم نے کیا سوچا ہے؟
"ابھی تیرے کھس سے باہر نہیں نکلا۔ ہم وقت سے پورا
پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"
"میں بھی نہیں۔"

"میں کہہ پائیں ایسی دواؤں کے انکشاف موجود ہیں جو
میں نے انسان کو ایک طویل عرصے کے لیے مفلوج کر سکتے
ہیں۔ کیلاش نے تنبیہ کی سے کہا۔ ایک خوراک کا جو حق حد
تھی سمورا جیسے سرکش اور بدعہمد سردار کی مزاج پرسی کے لیے
کافی ہوگا۔"

"وہ تو خیر ہے لیکن ہم مکالا اور اس کے ساتھیوں کو
کیا جواب دیں گے؟ میں نے جلدی سے کہا۔ میرا مطلب ہے کہ وہ
زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ روزہ اور صبر کریں گے پھر ہمارے وعدے کے
مطابق سمورا کی دوا پس کا مطالعہ تیز کر دیں گے۔"

"میں ایک تیرے دو شکار کر کے ان وحشی اور جاہل
لوگوں پر اپنی طاقت کا سکھ جٹانا چاہتا ہوں۔ کیلاش بولا۔
"ایک طرف سمورا کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس نے دوناؤں سے
ساتھ وعدہ خلاقی کر کے اپنا نہیں کیا اور دوسری طرف مکالا
اور اس کے ساتھیوں کو بھی سادری سے ذلیل اپنی لازوال اور
اندر۔ قوتوں کا یقین دلایا جاسکتا ہے۔"

لیکن اس طرح ہمارے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ بھی
ممن ہے۔ میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"جنت اور جنگ میں تمام سولے جانز ہوتے ہیں۔ مگر سکتا ہے
کہ یہ موقع جو جیکب کی طاقت سے ہمارے ہاتھ آگیا ہے دوبارہ میسر
نہ ہو سکے۔"

"پھر بھی۔ میں اتنی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔
"میں تھکے خیال سے تھکتے ہوں۔ سمورا ہمارے نصف جہاز
پر ابھی چند دنوں اور مہمان ہے اس مدت میں ہم خوب سوچی سمجھی
کر ہی کوئی آخری فیصلہ کریں گے۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

✱

صلی کی مانوس تک میری ماسوں سے کھائی تو میں
اکہلے کو کسمپا پھر خوابوں کے درجے پھلتے چلے گئے۔ ذہن پر
غلو کی جا جو خوراک وہ ٹوٹ کر مزہ دینا ہو گیا۔ میں نے تاریکی
کے پورے چاک کر کے دوسری سمت دیکھا تو میری ماسوں کی
دقت اور تیز ہو گئی۔ کچھ ہندے نقوش آہستہ آہستہ واضح
ہوئے تھے، شیشے پر عیاں کی چادر میری ماسوں کی پیش پا کر
سر کی تول کی دھونکوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔

وہ۔ وہ یقیناً میری روح میری درخشش تھی، شبخالی
کا ہلکا آسمانی رنگ ڈالا لایا۔ آج بھی اس کے اذوائی وجود پر
سردار ہوا تھا میری آنکھیں جڑ سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں
خوب صورت ہونٹوں پر تہم کے جادو جنگا قی وہ آہستہ آہستہ
میرے قریب آ رہی تھی اور قریب۔ اور قریب۔ پھر کچھ پرنے کی
کیفیت طاری ہوئے تھی، وہ سیکڑاں قدر قریب تھی کہ میں
اس کی ماسوں کی پیش اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا اس
کی زلفیں اس کے کندھ سے کول شہر پر پونگلوں کی لہر آ رہی
تھیں بل کہ ابھی تھیں۔

ایک مدت بعد مجھے اپنی زندگی کا قرب نصیب ہوا تو
میں نے اٹھ کر اس کا نشانہ بان نشان استہلال کرنے کی کوشش
کی مگر اس نے مجھے روک دیا پھر اس کی مترنم آواز میرے کانوں
میں رس گھولنے لگی۔

"جمال۔ مجھے یقین تھا۔ تم میری خواہش کی تکمیل ضرور کر دو گے۔
"درخشش میری زندگی، میں تمہارا حکم کیے مال سکتا تھا
لیکن تمہارے بدترین اور ہولناک طوفانوں نے مجھے متحارب
کو لاندہ کر پاش پاش کر دیا۔ میرا سفر۔۔۔"

"تمہارا سفر، پورا ہو گیا جمال۔ وہ میرا جلد کاٹتے ہوئے
ہوتی۔ تہیں نے تھیں جو اس لیے ہی تمہاری منزل ہے۔"

ایک پراسرار اور ایڈوینچر ناول

تاریک وادی

ایم اے راحت

تاریک وادی سرزمین افریقہ اور زمین کے

دوسرے پراسرار گوشوں کی داستان ہے۔

دنیا کے دوسرے پراسرار گوشے ہالیوے کے

دامن میں بکھری ہوئی لامناظ کی پراسرار داستان

جہاں توہمات، جادو اور دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں

بکھری ہوئی ہیں۔

دو جلدوں میں مکمل

قیمت: حصہ اول = 150/-

حصہ دوم = 150/-

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

برسرِ کھسکین کے مشرقی کونے میں عجیب و غریب تھا، مزید بھی ہوئی گھڑی رات کے ڈیرھ کا اعلان کر دی تھی، میں نے غصہ بٹادی بوجھل جو کہ توڑنے کی خاطر چوبلیں جاسی ہی پھر دوبارہ ستر پر دراز ہونے کے ارادے سے قد سے جھکا ہوا کھٹ کھٹ کر آواز دہرایا میری قوتِ سماعت سے محرومی اور میں چونک رہا تھا ہو گیا۔ وہ آواز خواب نہیں حقیقت تھی کوئی میرے سین کے دروازے پر بولے بولے دستک دے رہا تھا۔

میں نے ذہن میں سادری کا خیال ابھرا شاید وہ مجھے اپنی اہلیت کے بارے میں جبری عقائد سے آزاد کرے یا شاید وہ مجھے اپنی پابندی تھی میں نے ہر حال خطہ کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا کیونکہ میں نے پتہ چلنے کے بعد پتہ چلنے کا اس پر اپنی گرفت جمانی اور انہوں کے بل چلتا ہوا دروازے کے قریب آگیا، باہر صمت کا جھانکنا نا طہاری تھا، میں نے جلد بازی سے گریز کیا دروازہ سے کان لگا کر باہر کی گنگن لیتا رہا لیکن جب تھوڑے وقفے کے بعد تیسری بار کھٹ کھٹ کی آواز عین میرے کان کے پرے پر پڑی تو میں لپدی طرح چوس ہو گیا۔

”کون ہے؟“ میں نے آہستہ سے دستک دینے والے کو آواز دے کر مخاطب کیا۔

”دروازہ کھولو جلدی۔“ باہر سے ایک گھڑی کی ہونی سنائی آواز سنائی دی۔ وہ سادری تھیں بھی البتہ لہنے والی نے انگریزی ہی میں میرے سوال کا جواب دیا تھا، لب لباب سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ اسے انگریزی پر خاما خجور حاصل ہے۔

”تم۔“ تھا راہم کیلے اور اتنی رات گئے مجھ سے ملے کا۔

”وقت صاف کرو۔“ دوسری جانب سے تیزی سے جواب ملا ”دروازہ کھولو ورنہ موت تمھارے تعاقب میں کسی کاہلی کا ثبوت نہیں ملے گی۔“

ایک ثانیہ کو میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا کہ عامی کو بیدار کروں تاکہ وہ مجھے بھی خودی خطرہ کی صورت میں مدد پہنچنے کے لیے پھر نہ جانے کیوں میں نے اپنا ارادہ منک کر دیا، آہستہ سے اٹھا ہوا تھا کہ دروازہ کھولنے کی کھولی پھر تیز تر بھڑکی تھی سے اچھل کر ایک سمت ہو گیا

مبارک کر سنے سے کیا جانے والا پہلا ہی وار میری زندگی کا پرجوش غل کر رہا۔

دروازہ کھلتے ہی وہ تیزی سے اندر داخل ہوئی پھر اس نے ہتھ دھاری سے کہیں کود کر لٹ کر دیا میں نے اسے دیکھا صورت و شکل کے اعتبار سے وہ مقامی ہی لگ رہی تھی

میں چل پڑے ہیں میں ان کے ناپاک قدم کی آہستہ سی دہری ہوں، اس نے چہچہتے ہوئے کہا پھر اچانک فرش پر لپٹ کر کھڑی کے تختوں سے کان لگا کر کچھ سننے لگی۔ اظہارِ مہمہ جلد ہی نظر آئی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کی خاطر سامنے

پستق اور بھیرے بھیرے خدوخال کی مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے جسم پر بھی اور پتلی کوٹ کوٹ کبھی بھی خالص طور پر اس کی آنکھوں کی چمک قابلِ دید تھی یوں لگتا تھا جیسے کسی ہوتی نظام نے اس کے سیاہ جسم پر آنکھوں کے حلقوں کے درمیان دہلیب اور جھن کر دیے ہوں، ابھی میں اس کا تفصیل جائزہ لینے میں منہمک تھا کہ وہ دروازہ بند کر کے تیزی سے میری جانب پلٹی، میرے ساتھ میں اپتول دیکھ کر اس کا دل کھلے کو ششہر ہوئی پھر اس نے اپنا سیدھا ہاتھ میری طرف بڑھا کر منہمک دہی اس کی گداز بھٹیلی پر کھڑی سے ملتی جلتی کوئی غصہ سنی نظر آ رہی تھی، قبل اس کے کہ میں کچھ دریافت کرنا وہ شخصوں کے گرد مہمہ آواز میں بولی۔

”اسے جلدی سے اٹھاؤ اور صلیق کے نیچے اتار لو۔“

”یہ ہے کیا شے؟“ میں نے اس کی بے پروائی کو مشکوک نظروں سے غور سے کرتے ہوئے منہمک میں بوجھل میرے لپٹ کر اس کے سینے کی سمت تھا، بڑبڑ بڑ بھٹکی کا ایک ہلکا سا دباؤ اس کی سادری پھرتی اور عیادی کو ایک پل میں پل دھواں کر سکتا تھا۔

”اسے مقامی زبان میں ٹونگا کہتے ہیں تم اسے تیز بخیز بونی بھی کہہ سکتے ہو۔“ اس نے تنبیہ کی سے مجھے یاد کرنے کی کوشش کی اسے کھیلنے کے بعد قاتل سے قاتل زہر بھی تھا راہل بیکانیں کر سکتا، کسی زمانے میں یونانی طبیب اس کا استعمال کرتے تھے لیکن اب بنایا اب ہوجی ہے۔“

”اور تم اسے مجھے کھانا چاہتی ہو۔“ میں نے اسے خطرناک نظروں سے گھورا۔

”جلدی کرو۔“ ورنہ بلو پائپ (BLUWPIPE) کے ذریعہ بھیسی گئی زہر لیں سونیاں تھا نے وجود کو پک چھپکتے میں نیست و نابود کر سکتی ہیں۔“

”بہت خوب۔“ میں نے زہر خند سے کہا وہ مکالانے تھیں میری موت کے لیے منتخب کر کے لھینا اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے لیکن اس وقت تم میرے درمدم درمدم ہو۔“ میری طرح اپنے آنے کا مقصد تھا ورنہ مجھے بخاری جوان موت پر کوئی افسوس نہ ہوگا۔“

”خاتون کا لاکھ ساتھی ابی کین کا ہوس سے کل کر تہاں تعاقب میں چل پڑے ہیں میں ان کے ناپاک قدم کی آہستہ سی دہری ہوں، اس نے چہچہتے ہوئے کہا پھر اچانک فرش پر لپٹ کر کھڑی کے تختوں سے کان لگا کر کچھ سننے لگی۔ اظہارِ مہمہ جلد ہی نظر آئی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کی خاطر سامنے

”میری منزل تو تم ہو۔ تم کہاں ہو؟ میں نے بڑے خطرناک

کا اظہار کیا۔

”میں کا طویل سفر تمام ہوا۔ اب فاصلے بہت مختصر ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہونوں پر ستریں ابھر آئیں۔“ ہم بہت جلد ایک دوسرے ملنے والے ہیں، میں نے تم سے یہی کہا تھا۔“

”کیا تھا؟“ میں نے اسے اور فیما کے جزیرے پر پہنچنے میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

”تھوڑا انتظار کر لو میری خاطر، پھر تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔“

”میرا دم کھٹے لگتا ہے، میری زندگی۔“ میں نے شکایت کی۔

”تمھارے بغیر زندگی کا تصور بھی میرے لیے بے حلاوتیت ناک

ہے۔“ میرے دھنوں نے عرصہ حیات سے روپوش کر لکھا ہے۔

”میں نہیں کہہ سکتا ہوں۔“

”رو صلیق وقت اور فاصلوں کی قید سے آزاد ہوتی ہیں۔“

وہ ایک غت طویل ہو گئی۔ ”تم پر کیا کچھ جیتی ہے میں سب جانتی

ہوں لیکن تم نہیں جانتے کہ تمھارے انتظار میں میری بے چین

روح پر کرب ناک لہوں نے کیسی کسی شدید اور آہنی ضربیں

لگائی ہیں۔“

”در خشاں۔“ میں تڑپ اٹھی۔

”ہاں جانی جب تم مجھ ملو گے تو تھیں تھیں سے تباؤں

کی کہ موت اور زندگی کے درمیان راستے کتنے سنگدل اور بیزان

ہوتے ہیں اور۔۔۔۔“

پھر وہ کچھ کہنے لگتی خاموش ہو گئی اس نے ہلٹ کر عقب

کی جانب دیکھی، اس کے پیچھے ہر غنٹ کے بال منڈلانے لگے۔

میں نے اس کے خوف کا سبب دریافت کرنا چاہا لیکن وہ جیسے

پرچہ میں تھی، پاک چھپکتے میں میری نگاہوں سے دو جھل ہو گئی

اسی لمحے کھٹ کھٹ کی آواز میرے کانوں سے محرومی تو میں

بڑبڑا کر جاگا اٹھا۔

میں شاید خواب کی کیفیتوں سے دوچار تھا، میں نے نظر

گھما کر مٹی کو دیکھا جو حسب دستور اپنے مخصوص انداز میں ناخنوں

تلاش کر رہی ہے میں نے ایک قدم بھی ہٹ کر خود کو کسی کی پہنچ سے دور کر لیا، ہسپتال پر میری گرفت اور مضبوطی ہر گھنٹی میں چھوٹنے لگے اسے لگاتے ہوئے کہا۔
"بھئی ناک، سامنا یہ ناہک خرم کو دینا میری اہلیت اور اتنی رات گئے اپنے کہیں میں آئے گا مقصد بیان چکا ہوں۔ وہ بدستور آج صبح منٹ ہم راہ پر آمدی یعنی وہی پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی، پھیل پھر کھی ہوئی ہوئی ہے اس نے فوٹو کا

کا نام دیا تھا ایک بار پھر میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔
"مستی جلدی ممکن ہوئے صحت سے نیچے آثار اوراد میرے ساتھ اس آجے جہاز سے نیچے چلو ہمارے لیے مناسب ہوگا کہ اپنے دشمنوں کو جہاز پر آنے سے پہلے ہی موت کی ادنیٰ نیند سلا دیں تاکہ تم پر اوراد کے ساتھ ہی موت کی کوئی الزام نہ آ سکے اس با اس پر لڑا لڑا لڑا کا لڑتے تھے، میں نے پلٹ کر کوئی سخت جواب دینا چاہا لیکن اس کے آنکھوں کی چمک بکشت تیز ہوگئی، وہ بلیں جھپکے بغیر میری آنکھوں میں جھمکتی رہی۔ مجھے یہ محسوس ہوا جیسے میری تمام قوت و طاقت جواب دے گئی ہو میں پوری طرح اس کی نگاہوں کے تحریکوں کو دیکھتا ہوں۔

خاید و مل تنیم میں مارتھی میں نے اپنی آنکھوں کو اس کی آنکھوں کی تیش سے بچانا چاہا مگر بچا نہ سکا، ان آنکھوں میں بلا کی کشش تھی میں تیز ہو گیا پھر کسی حالت معمول کی طرح اس کی پھیل پر رہی ہوئی ہوئی اٹھائی اس سے حلق کے نیچے آتا رہا، لڑکا کی تیزی میرے وجود میں پھلنے پھونپنے کی مانند ترقی ملی گئی مجھے اپنا دماغ چکرا کر محسوس ہوا۔ میرے سر سے جتنے بھیجے کی قوت جیسے سب کر لی گئی تھی پھر لڑکی کی پکوں کو جلتی ہوئی، اس کے گمراہ ہونٹ متحرک ہوئے، مجھے گھومتے ہوئے ہوئی۔

نہم نے جینی کی بات مان کر خود کو نادیدہ خطرات سے بڑی حد تک محفوظ کر لیا ہے۔

"تھرا اتھن کس گرو سے ہے۔ تم میری خاطر مکا لاک دشمنی کیوں کر لے رہی ہو؟ میں نے جینی کے سحر سے آزاد ہوتے ہوئے بوجھا۔

"یہ وقت تفصیلی باتوں کا نہیں میرے ساتھ آؤ ابھی ہیں اپنے دشمنوں کو شکلاتے لگانا ہے۔ ڈیڑھ بجے رات کو تاریکی میں ایک اچھنی لڑکی کے ساتھ جہاز سے نیچے قدم رکھنا ہر چند مومن مہدی کے منافی تھا لیکن میں اس وقت بھی کسی غیبی قوت کے زیر اثر تھا، مجھے جینی کے مشورے پر عمل

اسے مکالا اور اس کے ساتھیوں کے خطرناک ارادوں کا علم کس طرح ہو گیا؟
میں نے جینی سے متعلق متعدد خیالات جنم لے لیے تھے۔ میں نے پلٹ کر اس کی سمت دیکھی تو چونے بغیر نہرہ سکا دینے ہنوز کے دیمان اس نے ایک فلم جیسا پاپ ڈبا رکھا تھا اس کی عفتانی آنکھیں پوری عفتاب کی جانب بڑھتے ہوئے دشمنوں پر مرکوز تھیں غلابا وہ بلو پاپ تھا جسے اس نے اپنے کپڑوں میں کیس چھپا رکھا تھا۔

اس کی کیفیت اس وقت کسی ایسے خطرناک جیسے جینی تھی اپنے شکا کے لیے گت لگائے بیٹھا ہو میں نے جینی کو غائب کرنا مناسب نہیں سمجھا، ان میں متحرک ساریوں کو دیکھنے لگا جو ہر جہاز کی سیر میوں سے قریب تر جوتے جا رہے تھے اور پھر۔ اچانک ان میں سے ایک ملنا ہوا زمین بوس ہو گیا دوسرا کا اچھا بھی وہی ہوا تیسرے نے پلٹ کر کہا گئے کی کوشش کی لیکن میں نے جینی کی تیسری چھوٹ کی آواز سنی اور اس کے ساتھ ہی وہ آخری دشمن بھی کر لٹا ہوا ڈھیر ہو گیا، پتلے دشمن منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی ختم ہو گئے تھے۔

میں نے جینی کی قوت کی ایک سرور و دھن کی تھیں جینی نے وطن نظر آ رہی تھی بلو پاپ اور جی ہوئی سوئوں کو کپڑے میں لپیٹ کر میری طرف بڑھتے ہوئے ہوئی۔

"اسے نبھال کر احتیاط سے اپنے پاس رکھنا، وحشی اور جنگلیوں کے خلاف لہو اوراد و پستول کے مقابلے میں یہ ضرور تھا کہ زیادہ کار آمد ثابت ہوگا۔

"کامیلا کو اپنے آدمیوں کی اطلاع نہیں ہوگی؟
"ہوگی۔ لیکن اس وقت جب وہ صبح بیدار ہو کر اپنی کامیابی کا انجام دیکھنے کے لیے میری طرف آئے گا۔

"گرو باب ہمارے اور مکالا کے دیمان باقاعدہ ملنے جائے گا۔ ضروری نہیں ہے کہ جینی نے بے پروائی سے جواب دیا پوسٹر کر لونی پر تو کم سنہ اوراد ہواؤں کے دیوتا ہوا اور اسی حیثیت میں مکالا کو اپنی لاج و قوتوں کا یقین دلا کر خوف زدہ بھی کر سکتے ہو۔

میں نے اب کیا حکم ہے؟
"اپنے کہیں میں جا کر آرام سے جواؤ سرج نکلتے پشیر تم اور قتلے ساتھی باطل محفوظ رہیں گے۔

"جینی۔ میں نے کچھ توقع کے بعد ذہنی زبان میں کہا۔
"تم نے فوٹو والی بوئی کے بالے میں جرات کی ہے وہ سچ ہے؟ جواب میں بوجھ ہوا وہ میری توقعات کے خلاف ہی تھا

جینی نے بلو پاپ نکال کر اس میں ایک زہریلی سوئی رکھی پھر اسے ہنوز کے دیمان ڈبایا، میرا خیال تھا وہ مجھے اس کے استعمال کا طریقہ سکھا رہی ہے لیکن دوسری نے میری آنکھوں کے نیچے اندھا پھیل گیا، جینی کے منہ سے قہقہے ہنسنے والی چھوٹ کے ساتھ ہی مجھے کوئی باریک سی شے اپنے بائیں بازو میں اتار کر محسوس ہوئی، ایک لمبو کچھ ایسا گلیے جیسے سر تن بدن میں آگ لگ گئی ہنوز سے لے مجھے اپنے حلق میں

کانٹے پڑتے محسوس ہوئے اور تیسری نے لمبے میں اپنا نازان کھو بیٹھا۔ آخری بات جو میرے ذہن سے محو دہری وہ چھوٹ کر دیت کے نیلے پڑ گئی۔
اس کے بعد چاروں طرف گھپ اندھیرا طاری ہو گیا۔

✱

صبح میری آنکھ کھلی تو میں اپنے کہیں میں بستر پر بوجھ تھا گر شہ رات کی ہمارا رہا میں میرے ذہن میں ابھر کر تو بولھا کر بستر سے نیچے آ گیا، نامی کو دروازے کے قریب مٹا دیکر کہ مجھے اطمینان ہوا کہ کہیں کا دروازہ بدستور بند ہے نامی کا دوزخہ کا معمول تھا کہ صبح اٹھتی ہی وہ دروازے کے اطراف پھرتا کرتا تھا اور جب تک میں دروازہ نہ کھولوں وہ اس کے قریب سے نہیں ہٹتا تھا۔

نامی کی ضروریات کا خیال کر کے میں دروازہ کھولنے کے ارادے سے آگے بڑھا تو میرے ذہن کو پھر دھچک لگات رات آخری بار میں دیت کے نیلے پڑ گیا اور گرا تھا، جینی نے بلو پاپ سے جو زہریلی سوئی چھین لی تھی وہ میرے بازو میں چھپی تھی اور پھر۔ بے اختیار میری نظر اس لپٹے ہائیں بازو پر پڑیں تو میں چپل پر لڑا۔ ٹھیک اسی جگہ جہاں رات جینی نے مجھے بلو پاپ کا شکار کرنے کی کوشش کی تھی سوئی گئے کا ایک چھوٹا سا سرنج مگر بے حد واضح نشان موجود تھا۔ گویا میں تبے خواب بھرا تھا وہ تحقیقت تھی، میں جلدی سے پلٹ کر اپنے بستر کے قریب آ گیا۔ پھیلائی کھانچ کر دیکھا تو دل کی دھڑکیوں اور تیز ہو گئیں ہسپتال کے ساتھ ہی مختصر پھیل نما کپڑے میں بلو پاپ اور وہ سوئیاں جو بڑے قہیں جس کے ذیلیے ہمارے تین دشمنوں کو کمال ہوشیاری سے موت کے گھاٹ اتار لیا تھا۔

آہستہ آہستہ میرے ذہن کی ابھی گریں کھلے لگیں، جینی نے مجھے فوٹو کا نامی ایک بوئی کھلائی تھی اس کے سبب ہمارے دشمن موت کی نیند سو گئے تو میں نے جینی سے اس پشیر تلخ بوئی کے سلسلے میں استفسار کیا اور جینی نے اس بات کا عمل منہ پر کر دیا یا کہ فوٹو کا گلیے کے بعد ہر کار کا کام نہیں

کر نے پر مجبور کر دی تھی۔
کہیں مکالا دروازے کو آہستہ سے کھول کر ہم باہر آ گئے، کھلے ہوئے پر اوراد و لڑکا طویل القامت اور بے ہنگم بہت اس وقت کچھ زیادہ ہی لڑا لڑا ہوں ناک نظر آ رہا تھا، ہر بارے پر ہر سرت تاریکی پھیل ہوئی تھی اس حال سے محو نہ والی ہوں کا شواہد تاریکی کو خوف ناک صوتی اثرات دے رہا تھا۔

جینی کا وجود بھی اس وقت میرے لیے کسی خطر کا چھلکا سے سے کم نہیں تھا، وہ تاریکی کے باوجود نہایت پھرتی اور تیزی کا مظاہرہ کر رہی تھی سیر حسیاں اترنے کے بعد ہم نے فزائیت پر قدم رکھ کر تو مجھے پھر میری رائیں۔
"کیا تمہیں یقین ہے کہ اس وقت....."

مکوئی آواز نہ نکالو۔ جب چاہیے میرے ساتھ ہم بڑھتے رہو۔ جینی نے سرگوشی کی پھر مجھے تحقیق ہوئی جہاز کے بائیں جانب ایک ایسے مقام پر لے آئی جہاں دیت کا اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہو گیا تھا، ہم اس محفوظ مقام پر بیٹھ کر جہاز پر چڑھنے اترنے والوں کو سامنے دیکھ سکتے تھے۔

"سنو۔ جینی نے ریت کے نیلے سے ایک لگتے ہوئے نیلے نہایت مدھم آواز میں غائب کیا کیا کیا تم نے کبھی بلو پاپ کے ذیلیے سوئوں کا استعمال کیا ہے؟
"نہیں۔ میں یہ تو کب نکلتے ہوئے بولا۔

"پھر تم خاموش بیٹھے میری طرف پوری توجہ سے دیکھتے رہنا۔ تجرہ انسان کو سب کچھ سمجھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ وہ بڑا اعتماد سے ہوئی۔

"دشمنوں کو شکلاتے لگانے کے بعد تمہارا کیا انجام ہوگا؟
"جینی ان کچھ پر مچکی ہے اس لیے ریشش....."

میری بات کا جواب دیتے ہی اچانک اس نے مجھے غامض رستے کی ایک کی پھر سرت میں اور زیادہ دھک کر دیا تھی اس کی توجہ سستی سے جہاز کی سمت آئے طالعے رستے پر مرکوز تھی۔

میں بھی اس کی تقلید میں آنکھیں میٹھنے لگا، کچھ دیر تک مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی لیکن اس کے بعد وہ دین ان کی سانس بٹھ گئی دکھائی دینے لگے جیسے کچھ ہاتھ اٹھانے ہمارے جہاز کی جانب تیزی سے بڑھ رہے تھے، میں ان کی ٹھیکرے مجھے سے فاصلہ قائم کرتا تھا وہ مجھ سے کتنی رات گئے وہ ہمارے لیے کوئی خیر سگائی کی علامت ہے کہ نہیں آ رہے تھے ان کے ارادے یقیناً خطرناک تھے لیکن۔

جینی کون تھی؟

در خشتان

کوئی علم نہیں تھا یہ سمجھتے ہوئے بولا ”کیا تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ ان مصیبتوں کو ابھی کچھ دن اور بطور مہمان رکھا جائے؟“
 ”مہمرا کی حالت تو بظاہر تمام خطروں سے باہر ہے مگر“
 ”لیکن کیا یہ جب تک ہے اسے وضاحت طلب فرمیں سے گھوڑا۔“
 ”مہمرا جو بنیادی طور پر اور بنیادنی اعتبار سے بھی محض
 پادری واقع ہوئے جو اس لیے سادگی کو جو مرض لاحق ہے
 اس کا اذکار نہیں لکھ سکتے۔“ کی تلاش نے محمد سعید کی سے
 دیا یہ تمہارا ہے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتے ہو، میری طرف

ہوئے لیکن مکلا بدستور گردن اونچی کیے اور سینہ تانے کھڑا رہا۔
 سمور کی جڑ کا راور درین لڑیں کچھ دیر مکلا کے تنو بجتی رہیں پھر اس نے آہستہ سے سوال کیا۔
 کیا فیصلے پر پھر سہ آدمی کے بادل منڈلائے ہیں۔
 ”ہاں“ مکلا لاہوت کاٹتے ہوئے بولا۔ ہمارا خاص ٹولے میں سے تین افراد کم ہو گئے ہیں۔
 کیا یہ دیکھ مکمل ہے۔ سمور نے حیرت سے پوچھا۔ آج سے پہلے تو ایسا بھی نہیں ہوا۔
 ”میں بھی انھیں یہی اطلاع دینے آیا ہوں مزارک بارہ سال بعد ہمالے درمیان پھر افرا تفری پھیل رہی ہے۔“
 ”کون تھے وہ؟“
 ”میں سے بہتر تین دوست، یکمؤرا کا اور بنگا۔“ مکلا نے ہماری جانب ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ آدھی رات گئے ایک وہ میسے ساتھ تھے لیکن اب میں نے جزیرے کا کونا کونا چھان مارا، ان کا کوئی پتہ یا سر نہ ملتا۔
 ”اور ڈونگے؟“ سمور ایک لمٹ چوتختے ہوئے دریافت کیا۔
 ”اپنی جگہ موجود ہیں۔“
 ”پھر۔ تینوں کہاں گئے؟ منام کا کیا کہنا ہے؟“
 ”وہ ابھی تک کچنی دیت پڑی بیٹا الٹی سیدھی کیڑوں کیھنچ رہا ہے۔“ مکلا لاجبھی آواز میں بولا۔ البتہ اس نے اپنی زبان میں یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے چونکہ اپنی دھم سے منہ پھیر لیا ہے اس لیے اور کا متاب ہم پر ضرور نازل ہوگا۔
 سمور نے کوئی جواب نہیں دیا، ہاتھوں کر وہ گیا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مکلا کے آخری چلے کے بعد بھی گری سوچ میں غرق ہو گیا منام کے حوالے سے جس رسم کا ذکر کیا گیا تھا وہ ہمالے علم میں تھی میں یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ مکلا اس وقت منام عیادی اور مکا دی سے اپنے جرم اور فتنائے آدم کو جزیرے پر ہماری آمد اور دیوتا اور دیوتاہنگی سے منسک کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہر حال مجھے اس وقت نئی معلومات حاصل کر کے بے حد خوش ہوئی سمور نے یقیناً رانی اور جلد بازی میں ڈونگے کے ہالے میں دریافت کیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اور وینڈا سے فرار کا ایک راستہ اچانک مجھے نظر آ گیا ہو۔
 ڈونگہ بعضی اعتبار سے جھوٹی کشنیوں کو کہتے ہیں مگر ہمارے لیے یہ بھی کیا کم تھا، ڈونگے والوں کے لیے تنے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے میں پوری توجہ اور انکاح سے سمور کے چہرے کے تاثرات کا مطالعہ کرتا رہا، مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ مکلا کے تینوں ساتھی جنھیں اس نے یکمؤرا کا اور

”میں دیوتا اور کوکونٹ اور ماضی کرنے کے لیے کچھ قربانیاں دینا چاہتا ہوں۔“ وہ سمجھ بھٹانک اور ہلنک ایک کتاب کا شکار ہوا جیسے گئے۔ مکلا نے سمور کو اکاٹنے کی کوشش کی اور پھر ہمیں مختار تھری لفظوں سے گھونٹنے لگا۔
 سمور اس بادی بھی ہونٹ کاٹ کر دہ گیا، اسے فوری طور پر کوئی آخری فیصلہ کرنے میں جھجکا بہت محسوس ہو رہی تھی ساوری کی نظر میں بدستور مکلا کے چہرے پر مرکز تھیں، ان لفظوں میں مکلا کے لیے نفرت اور مختار کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور تب میں خاموش نہ رہ سکا، سمور کی ابھی کر دہ کرنے کی خاطر ضروری تھی کہ میں دیوتا کے ڈھونگ کی آڑ لے کر شائیں کیاں میں مکلا کو یہ یاد کرانے کی کوشش کرنا کہ ہماری تو تین لاجی وہ ہیں اور ہم اس کی ناپاک سازش اور خطرناک چال سے آگاہ ہو چکے ہیں یوں ایک تیرے سے دو ٹکڑا ہو سکتے تھے مکلا نہ صرف یہ کہ ہماری دیوتاؤں والی حیثیت کو تسلیم کر کے خوف زدہ ہو جاتا بلکہ آئندہ کے لیے ہمارے خلاف کسی خطرناک اقدام سے بھی گریز کرتا۔ لہذا میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔
 ”مزار سمور! ہم دیکھ لے یہ ہیں کہ تم اس وقت بھی اندرنی الجھن کا شکار ہو، کیا ہم دیوتا کی حیثیت سے مختاری کسی مشکل کو آسان کر سکتے ہیں؟“
 ”مکلا کے بیان کے مطابق ہمارے خصوصی ٹولے کے تین افراد کل رات اچانک غائب ہو گئے ہیں اور یہ ہمارے لیے کوئی اچھا ٹکون نہیں۔ سمور نے اپنی زبان میں کہا۔ ایسا بیشر کسی وقت ہوتا ہے جب اور دیوتا ہم سے ناراض ہوتے۔
 ”تم پریشان مت ہو۔ ہم سمندر اور ہواؤں کے دیوتا بڑی جانتے ہیں کہ دیوتا اور تم سے ناراض نہیں ہے تیرے پاس پانچ لہجے ہیں جواب دیا۔
 ”پھر۔ ہمارے تینوں ساتھی کیا ہوئے؟“ مکلا نے تنکا کر دیا، شاید اسے مہری بداعت ناگوار گزری تھی میں نے سکرانے ہوئے معنی تیز تنکا ہوں سے مکلا کو ٹھکرا دیا۔
 اس وقت خود پر گری جمیدگی جاری کرتے ہوئے بولا۔
 ”بڑی عجیبی ہیشہ جھوٹی پھلی کو ہڑپ کر جاتی ہے۔
 ”مناؤں پر جو فیصلہ کئے جا چکے ہیں وہ بہر حال اور بر صورت لاپورے ہوتے ہیں کل رات ایک ہنگامہ دہی کے عین میں میرے مایوس آئی، اس نے یہی کہا تھا کہ جزیرے اور دنیا کی رات بھاری تھی مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ تین انسانیں سپر سارا طور پر غائب ہو جا رہی ہیں۔“

”ہنگامہ دہی روح“ مکلا چونکا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ تم ہنگامہ دہی کے ہالے میں کیا جانتے ہو؟
 ”مکلا! اچانک میرا لہجہ غصہ ناک ہو گیا، میں نے اسے غول خوار کیا ہوں سے گھونٹتے ہوئے کوخت لہجے میں جی بلب کیا: ”تم گناہ ہوتے جا رہے ہو، شاید تم نے ابھی تک دیوتاؤں کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا۔“ بولو۔ کیا تم جانتا ہو گئے کہ یکمؤرا کا اور بنگا کل رات گھپ اندھیرے میں کس قصد سے اپنے گھروں سے باہر نکلے تھے اور ان کا انجام کیا ہوا؟“
 مکلا میری گھن کر جسن کر بولو کھل گیا۔ غلیں جھانکتے لگا میں نے اسی لمحے ایک اور کاری ضرب دکائی۔
 ”گندے اور ناپاک ارادوں کو بے نقاب کن دیوتاؤں کی نشان کے خلاف ہے لیکن تم اگر ہمارا امتحان لینا چاہو تو میں تیار ہوں۔“ انھیں پوری تفصیل سے کل رات کی پوری کہانی سناسکتا ہوں۔ کیوں؟ کیا تم سننا پسند کر دے؟“
 ”نہیں۔“ میں نے نہیں۔ مکلا اگر مر گیا، وہ پوری داغ بھ سے مرعوب ہو چکا تھا، پٹا کر بولا۔ میں اور میرے ساتھی محض دیوتا مانتے ہیں تم نے مزار کو دوسوی کے محتات نہات دلا کر ہم سب پر احسان کیا ہے۔“
 ”ہمارے اور پھر مختاری خدمت فرم ہے۔“ سمور نے غصے عقیدت منانہ لفظوں سے بکھنے ہوئے کہا۔ لیکن کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میرے تینوں خصوصی آدمی۔ کیا تم ہو گئے؟“
 ”اور وہ دیوتا کو کو قربانی دے کر کا رہی وہ پوری ہو چکی، تم بھی دیوتاؤں کے معاملے میں اپنی زبان بند رکھو ورنہ حالات اور غراب ہو جا رہے گے۔“
 سمور نے مجھ سے پھر کوئی استفسار نہیں کیا، خاموشی سے اگلے بڑو کر کھٹے پر کچھ مٹے جوت کے سامنے سرنگوں ہو گیا، مکلا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے سرنگوں انقلاب میں سر جھکا لیے لیکن ساوری اور کیلاش۔ دونوں کی جبین سر جھکے ہوئے مرکز تھیں۔ میں اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا رہا لیکن ایک سوال میرے ذہن کو بھی الجھا رہا۔
 ”جینی کون تھی؟“ مکلا کے تینوں ساتھی جو ہماری زندگی کے خرمیاد رہن کر جری عقاب کی طرف بڑھ چکے۔
 ان کی لاشیں اچانک راتوں رات کہاں غائب ہو گئیں؟
 ✱
 میں مکلا کو مرعوب کرنے میں کامیاب ہو گیا مگر کیلاش اور جیکب دونوں بچے جھاڑو سے کچھ پر دگنے کیلاش اس بات پر بلند تھا کہ میں کچھ باتوں کو علم رکھتا ہوں لیکن

مقبول شاعر قاتل شفا کی کے کردار و کلام کا
 مفصل تعارف و انتخاب
 قاتل سب سے جمیل
 مرتبہ ضیاء ساجد
 قیمت - 100 روپے



کسی خاص مصلحت کی بنا پر اسے زبان تک لاسنے سے گریز کر رہا ہوں کیلاش کا فانی اپنی جنگ صدفی حد درست تھا لیکن میری مجبوری اپنی جگہ تھی۔

سادری نے مجھے منع کر دیا تھا کہ میں اس کی اصلیت کے بارے میں زبان بند رکھوں اور جینی کو بھی کسی مقصد کے پیش نظر اس سے قہیلے کے لوگوں کے مقابل میں میری مدد کی تھی وہ کہاں سے آئی تھی اور کہاں غائب ہو گئی، ابھی تک میں بھی ان سوالوں کے جواب کے لیے غور تھی البتہ میں نے اتنا اندازہ ضرور لگا لیا تھا جینی پر ملزور قوتوں کی مالک اگر نہ ہوتی تو صبح بیدار ہونے کے بعد مجھے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے لولٹ نہ ملتا۔ کیا کسی کا کوئی دو سر راستہ ہوتا تو اس پر بھی غور کیا جاسکتا تھا لیکن وہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی، دروازے کے علاوہ ایک چھڑا سا روشن دان ضرور تھا لیکن اسے تو اس کا دائرہ اتنا تنگ تھا کہ اس میں کسی انسان کا گزرنہ ناممکن تھا ہوسکتا کہ کوشش میں اس ایک آگرا سٹ فین بھی فٹ تھا جسے دوسری جانب سے جالیوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا تاکہ حشرات الارض اندر نہ آسکیں یا یہ صورت میں میں نے یہی مناسب سمجھا کہ خود کو انجان ہی بنائے رکھوں چنانچہ میں بڑی معصومیت سے تمام باتوں سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا رہا۔ کیلاش بھی حد تک میری باتوں سے مطمئن ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے جان بوجھ کر یادہ اصرار کو نامناسب نہ خیال کیا ہو لیکن جب تک کسی جو تک ہی کی طرح مجھ سے اچھا نہ تھا تو تم نے مکالمے میں ان ساقیوں کے سلسلے میں نہایت یقین اور اطمینان سے کہا تھا کہ اس مقصد سے واقف ہوجس کے تحت وہ کل رات اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلتے تھے پکینے بکنا۔

”تم رے گاؤ دی اور کنڈہ میں واقع ہوئے ہو میں بولا۔
”ظاہر ہے کہ ہر شخص جو رات کے گھپ اندھیکے میں بھت رات گئے گھر سے باہر نکلے گا اس کا کوئی کوئی مقصد ضرور ہوگا۔
”تم نے اسے کمانی بھی تفصیل سے سننے کی دیکھی تھی اوت اور وہ ایک سخت گورڈر گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے تیزی سے جواب دیا وہ بھی ایک نفیاتی جواب تھا جو بے حد گلاب رطا اور صرف یہی نہیں بلکہ اب تو مجھے یقین بھی ہو چلا ہے کہ مکالمہ اچھے خدات کوئی خطرناک سا رہا ہے۔
”کوئی وجہ؟“

”ہاں۔ اس کی دو وجہ ہیں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔
”اول یہ کہ اس نے سمورا کو بلوٹا اور کنڈہ نامی کا حوالہ دے کر ہمارے خلاف اس کے لیے کوئی شخص کی۔ دوسرے یہ کہ اگر اس

کے مینوں ساقیوں کے گم ہو جانے میں اس کی کسی ذاتی حیل کو دخل نہیں تھا تو پھر وہ تفصیل کمانی والی بات پر کیوں روکھلا گیا۔“

”نہیں ہے تم تھیک کر رہے ہو لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو تم سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب تک سچا نہیں ہوتے کیا کہیں فوراً ہی جو تک کو بلوٹا تم نے کسی منگاری کی طرح کا ذکر بھی کیا تھا۔ میں نے اس حوالے پر بھی مکالمہ کو چڑھنے دیکھا تھا اس نے ہانکا کہ بالے میں اتھاری معلومات دریافت کی تھیں؟ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اسی وقت میرا لہو اچانک غضب ناک ہو گیا تھا اور میں نے فوراً ہی گفتگو کا رخ مکالمہ کے غائب ہونے والے ساقیوں کی سمت پھیر دیا تھا؟“

”میلوان لیا۔ مگر تھی دی زبان پر اچانک منگاری کی سیے آگیا؟“
”کوئی نہ کوئی ایسی بات تو کرنا ہی تھی جو ان کے لیے حیرت انگیز اور ناقابل فہم ثابت ہوتی۔“
”منگاری کی کیوں؟ جب تک مجھے گھومتے ہوئے کہا۔
”تم کچھ اور بھی کہہ سکتے تھے۔“
”پہلے میرا یادہ تھا کہ کسی غنٹ کی طرح کا حوالہ دے لیکن اتھاری تنہائی کے خیال سے مجھے مجبوراً منگاری گھڑا پڑا۔“
”تجربہ نامہ سمجھتے کا اثر ہے؟ یہ تو صوفیوں کے لیے کہ گیا ہے۔“
”جب تک ناگوار انداز میں جواب دیا پھر کیلاش پر ایک نظریاتی اور میرے کہیں سے تھلا یا ہوا باہر چلا گیا۔“
”یہ تو جھٹ ہی گیا تھا۔ میں نے جب تک جانے کے بعد اطمینان کا سانس لیا۔“

کیلاش نے میرے اطمینان پر کوئی تفسیر نہیں کیا البتہ اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی غامضی کر رہے تھے کہ وہ بھی میری صفائی سے پوری طرح متفق نہیں ہے۔ میں نے بھی اس مسئلے کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھا اسی روز ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ہم سب کو سخت ہلا کر دیا۔ دوپہر کے وقت خلاف توقع سمورا اور سادری ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے۔ میرے استغفار پر سمورا نے یہی بتایا کہ اپنے آدمیوں کی گم شدگی اور دیوتا کی خوشنودی کی خاطر اس نے اور سادری نے برت رکھا ہے لیکن جاری خوشی کی خاطر وہ میز پر موجود تھے، تنہا میز پر برتن اور ڈش لگانے میں مصروف تھا۔ رہنے کام کے سلسلے میں اپنی اپنی باری مندر کر رکھی تھی اور کیلاش سمورا کے ساتھ اس کے

گم شدہ ساقیوں کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا میں غامض بیٹھا ان دونوں کی باتیں سونے سے رہا تھا، اچانک سمورا نے کیلاش سے باتیں کرتے کرتے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور بے چینی سے بولا۔

”ہواؤں کے بلوٹا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ مقدس اور دم سے اس بات پر غور نہیں ہوگا کہ ہم اس کے پجاریوں کی مقبول حفاظت نہیں کر سکتے۔“
”شاید مکالمہ کی باتوں نے تمہیں گمراہ کر دیا ہے۔ میں نے رکھے انداز میں جواب دیا۔

”پھر بھی سمورا کی حقیقت سے کسی شبہ کی تصدیق کر لینا میرا فرض ہے۔“
”ہمارے ہاں میں اتھاری کیا رائے ہے؟ کیلاش نے سمورا کو گھومتے ہوئے سوال کیا۔ کیا تمہیں ہمارے دیوتا ہونے پر شبہ ہے؟“
”آرامش صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔ سمورا نے دبی زبان میں کہا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا کیلاش نے بھی سمورا کو معنی نیر نظروں سے دیکھا جو اپنا جھمکن کرنے کے بعد جھپٹ کی جانب گھور رہا تھا۔
”وہاں کیا تلاش کر رہے ہو؟ کیلاش نے کمری پر پہلو دیں کر پوچھی۔

”آسمانی بلاؤں اور گردوشوں کا بھید سونے دیوتاؤں کے اور کون جہان مکتبہ بنوہ اپنی ہشتابی پر نمودار ہونے والے پسینے کے قطروں کو خشک کرتے ہوئے بولا۔ کون کیا ہے اس کا فیصلہ صرف وقت کرے گا۔“
”اور دیوتاؤں کی ناماشکی گزرتے وقت کو روک دینے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ کیلاش نے سرسراتے لیے میں جواب دیا۔
”اتھاری باتوں سے مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے تم نے اپنے اور دیوتا کے سوا کسی کے آگے جھکا نہیں سیکھا۔“

”گنٹا صرف پٹ کی جانب جھکتا ہے شریمان کیلاش غی اور بیت میں غذا ہوتے جھٹنے کر وہ جو خود بخود جھٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب تک جو کنا لگا چکا تھا ہماری باتوں سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ یہ مناسب ہوگا کہ ہم پہلے پٹ پو کر لیں گے کہ بعد میں پٹے شوق سے دیوتاؤں کی پوجا باپا کا جس قدر پلانے رہنا۔“

”جب تک کہ یہ دیکھ کر سنجیدہ نہیں ہو سکتے ہیں کیلاش نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ ابھی معاملے کی سنگین نوعیت پر بھی نوکر لکرو۔“

”خود کرنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور عقل کی نشوونما کے لیے وقت پر اپنی اور صحت من خوراک کا لحاظ لینا ضروری ہے۔“
”جب تک نہایت بے پروائی سے جواب دیا پھر ذرا اپنی کراچی پلیٹ میں کھانا کالنے لگا۔

گفتگو کی نوعیت کے پیش نظر اس وقت جب تک کی وہ حرکت مجھے بھی ناگوار محسوس ہوئی، سمورا اور سادری نے بھی اسے مٹواتی نظروں سے دیکھا لیکن پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے خود جب تک کی سٹی بھی غم کر دی۔
پلیٹ میں کھانا کالنے کے بعد جب تک ہماری طرف اجازت طلب نظروں سے دیکھی پھر اس نے پہلا دیوتا اپنی کمرے میں لائے کی کوشش کی تھی کہ اچانک پیسے کی زلزلے کی کیفیت سے دوچار ہو گیا۔ کھانے کی ذرا میز لڑکھڑکاس طرح لمبی کی اگر جب تک اچھل کر ایک طرف نہ ہٹ جاتا تو شاید اس کے نیچے دبا ہوتا کھانے کے تمام برتن یکے بعد دیگرے پر شور مچنا کوئی کی آواز سے ٹوٹ کر چکن چور ہو گئے اور ڈشوں میں موجود کھانا پلوں سے کیس کے فرش پر پھیل گیا۔

جب تک کے ساتھ ہی باقی لوگ بھی روکھلا کر کمرے میں سے اٹھ گئے، سمورا اور سادری جو کچھ میز کی دوسری جانب بیٹھے تھے اس لیے کیلاش نے انھیں خوں خوار نگاہوں سے گھورنا شروع کر دیا۔ میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ سمورا نے جسے جب تک کی وہ جلد بازی بری لگی تھی میز الٹ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔

میری نظر بھی سمورا کی جانب اٹھ گئیں جو کہیں سے باہر کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پٹ پر کھڑا ہوا دیوتا اور کالے ہنک اور سمیت ناکت بھی سڑا پائیں لرز رہا تھا جیسے نئے کی شدت سے کانپ رہا ہو اور پھر سمورا نے جھمکن کی وہ سب ہی کے لیے بے حد جبرتا اور زور قابل وقت تھی۔ اور وہ کی جانب نظر پڑا کہ اس نے کیلاش کو ایک نظر دیکھا پھر کچھ سخت سجدہ میں گرا اور کیلاش کے قدموں پر اپنی ہشتابی دگڑنے لگا۔

سادری اپنی جگہ کھڑی ہوئی کاشی رہی اس کی آنکھوں میں حیرت اور تجسس کی کیفیت موجود تھی۔

اس کے بعد
درخشاں
کا دوسرا حصہ پڑھیں